جبرو

اے حمید

PDFBOOKSFREE.PK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

پاکستان ورچوئل لائبریری پر موجود تمام کتابیں قارئین کے مطالعے اور دعوتی و اصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

شادو نے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی تو چوکس ہوگیا۔ رائفل کی نالی کا رخ اس نے جھاڑیوں سے اوپر آنے والے راستے کی طرف پھیرا اور اندھیرے میں گھور کر دیکھنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ جبرو تو جاچکا ہے پھر یہ کون گھڑ سوار چلا آرہا ہے۔ اس کی انگلی رائفل کی لبلبی پر تھی اور آنکھیں اندھیرے پر جمی تھیں۔ اس نے ایک گھڑ سوار کو آتے دیکھا۔ شادو نے پہچان لیا۔ یہ جبرو ہی تھا۔ وہ کچھ متفکر ہوا کہ استاد اتنی جلدی کیسے واپس آگیا۔ وہ عام طور پر آدھی رات تک کمالے کو تلاش کیا کرتا تھا۔ کمین گاہ کے پاس آکر جبرو گھوڑے سے اتر پڑا۔ اس نے آہستہ سے شادو کو آواز دی۔ شادو نے جھاڑی کی آڑ سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "استاد خیر تو ہے۔ تو واپس کیوں آگیا؟"

جبرو نے شادو کو ساری بات بتا دی۔ شادو نے کہا۔ "استاد! کہیں یہ پولیس کی چال تو نہیں؟"

جبرو نے بازو کو جھٹک کر کہا۔ "میں نے اس کی پاس بک دیکھی ہے۔ وہ حوالدار اللہ داد ہی ہے۔"

شادو نے جبرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب تمہارے دل میں کیا ہے؟"

"شادو ہماری زندگی تو اب اسی طرح گزرنی ہے۔ انگریز کی پولیس شکاری کتوں کی طرح ہمارے پیچھے لگی رہے گی۔ ہمیں کچھ ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ ایسے ساتھی جو غیرت مند ہو' بہادر اور وفادار ہوں۔ کیوں نا ہم اللہ داد کو بھی اپنے ساتھ ملا لیں۔ وہ انگریز میجر کا خون کرکے بھاگا ہوا ہے۔ اس کا بھی اب کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اسے بھی ہمارے ایسے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شادو اندھیرے میں نیچے نشیب کی سیاہ جھاڑیوں اور درختوں کو تک رہا تھا۔ "تم اپنی تسلی کر لو استاد۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

جبرو رائفل کے سہارے اٹھ کھڑا ہوا۔ "وہ میں کر لوں گا۔ اللہ داد ہمارا بڑا اچھا ساتھی ثابت ہوگا۔ وہ غیرت مند جوان ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں اسے لاتا ہوں۔"

جبرو گھوڑے پر سوار ہو کر دوبارہ نیچے گیا۔ گڑھے کے کنارے حوالدار اللہ داد یعنی موہن لال سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ اس نے جبرو کو اندھیرے میں اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔ جبرو نے آتے ہی کہا۔ "اوپر میرے ساتھ آجاؤ اللہ داد۔"

موہن لال بولا۔ "گرائیں! دیکھنا کہیں میرے ساتھ دھوکا نہ کرنا۔ میں نے یہ جانے بغیر کہ تم کون ہو تم پر بھروسا کیا ہے۔"

جبرو مسکرایا۔ "آجاؤ گرائیں۔ فکر نہ کرو۔" وہ موہن لال کو ساتھ لے کر اوپر کمیں گاہ کے باہر والی جھاڑیوں میں آگیا جہاں شادو رائفل تھامے کھڑا اسے آتا دیکھ رہا تھا۔ جبرو نے شادو سے کہا۔ "گرائیں کے لئے روٹی لے آؤ۔"

شادو بغیر کچھ کہے دوسری طرف جہاں اینٹوں کا چولہا بنا تھا گیا اور روٹیوں کی چنگیر اٹھا لایا۔ روٹیوں کے اوپر آم کا آچار رکھا ہوا تھا۔ اس نے گھڑے میں پانی کا کٹورہ بھر کر بھی پاس ہی رکھ دیا۔ موہن لال روٹی کھانے لگا۔ وہاں تاروں کی دھیمی دھیمی روشنی تھی۔ موہن لال کی آنکھیں بڑی عیاری سے ادھر ادھر کا جائزہ بھی لے رہی تھیں۔ اس نے روٹی کھاتے ہوئے پوچھا۔ "گرائیں کیا تم یہاں اپنے بھائی کے ساتھ کٹائی کا کام کرتے ہو؟"

جبرو نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس سے کہا۔ "ذرا اپنی پاس بک دکھانا۔"

موہن لال بولا۔ "گرائیں! یہ تم بار بار میری پاس بک کیوں دیکھ رہے ہو؟ اب اگر تم پولیس کے آدمی بھی نکلے تو میں تمہارا مقابلہ نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں نے تمہارا نمک کھالیا ہے۔" اس کے ساتھ ہی موہن لال نے جیب سے پاس بک نکال کر

جبرو کے حوالے کردی۔ جبرو نے ماچس کی تیلی جلا کر شادو کو پاس بک دکھائی۔ شادو ٹھیک طرح سے اسے ن دیکھ سکا۔ جبرو نے موہن لال سے کہا۔

"اللہ داد تم روٹی کھاؤ۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ شادو کو ساتھ لے کر پچھلی طرف سے زمین کے نیچے اتر کر اپنی کمیں گاہ میں آگیا۔ اس نے موم بتی روشن کی اور شادو کو پاس بک پر اللہ داد کی لگی ہوئی تصویر رجمنٹ کا نام نمبر اور فوجی مہر دکھا کر کہا۔ "شادو تم فوجی نہیں ہو۔ میں فوجی رہ چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ پاس بک اصلی ہے اور اس جوان کے حوالدار اللہ داد ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔"

شادو پاس بک کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر بولا "استاد اگر تمہاری تسلی ہوگئی ہے تو اس سے جاکر بات کرکے دیکھ لو۔"

جبرو جب موہن لال کے پاس آیا تو وہ روٹی ختم کرکے سگریٹ پی رہا تھا۔ جبرو اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ شادو بھی جبرو کے قریب ٹک گیا۔ جبرو نے بھی سگریٹ سلگا لیا پھر موہن لال سے پوچھا۔ "اللہ داد تمہارا گاؤں کون سا ہے؟"

موہن لال نے پہلے ہی سے اپنی ساری ہسٹری شیٹ تیار کر رکھی تھی۔ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں ضلع چکوال کے ایک چھوٹے سے گراں موٹھ کلیار کا رہنے والا ہوں لیکن اب تو میرا گاؤں میں کوئی بھی نہیں ہے۔ خدا جانے انگریز کافر نے میرے گھر والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا مگر میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں نے اپنی بہن کی بے عزتی کا بدلہ لے لیا ہے۔"

جبرو نے پوچھا۔ "تمہاری رجمنٹ کس علاقے میں تھی؟"

موہن لال نے گھڑا گھڑایا جواب دیا۔ "میرٹھ چھاؤنی میں وہیں بارک کے باہر دن دہاڑے میں نے انگریز میجر کو شوٹ کیا تھا۔ میری بہن نل پر پانی بھر رہی تھی کہ اس نے اسے چھیڑنے کی کوشش کی تھی۔"

شادو نے پوچھا۔ "پھر تم اس علاقے میں کیسے آگئے؟ میرٹھ تو یہاں سے کافی دور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔"

موہن لال سگریٹ کا کش لگا کر بولا۔ "گرائیں! میں ادھر کیوں آتا۔ میں تو فرار ہو کر دریائے ستلج کو پار کر کے اپنے ضلع کی طرف نکل جانا چاہتا تھا کہ سول پولیس نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔ پھر کیا کرتا بس جان بچا کر اس پہاڑی علاقے میں نکل آیا۔ یہاں کئی روز سے چنے اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کر رہا تھا۔ پہلی بار تم لوگوں نے روٹی کھانے کو دی تو جان میں جان آئی ہے۔ اچھا گرائیں! اب مجھے اجازت دو۔"

جبرو نے کہا۔ "اب تم کہاں جاؤ گے اللہ داد۔"

"جہاں اللہ کی ذات لے جائے۔ میرا کوئی ٹھکانہ ہے نہ مرضی۔ جان بچائے بچائے پھر رہا ہوں۔ خدا جانے قسمت میں آگے کیا لکھا ہے۔"

جبرو نے آخر کہہ دیا۔ "تم ہمارے پاس کیوں نہیں رہ جاتے؟"

موہن لال نے سگریٹ جھاڑیوں میں پھینکتے ہوئے کہا۔ "گرائیں! میں تو انگریز فوج کا بھگوڑا قاتل ہوں۔ تم میرے لئے اپنی جان کیوں مصیبت میں ڈالتے ہو۔ تم مجھے شریف آدمی لگتے ہو۔ تم نے مجھے کھانا کھلا کر مجھ پر احسان بھی کیا ہے۔ میں تمہاری جان عذاب میں ڈالنے کو تیار نہیں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "اچھا گرائیں اللہ حافظ دن نکلنے سے پہلے پہلے کہیں ٹھکانہ بنا کر چھپنا ہوگا۔"

جبرو نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔ "اللہ داد! تم نے کبھی جبرو ڈکیت کا نام سنا ہے؟"

موہن لال وہیں رک گیا اور کسی قدر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ "ہاں سنا ہے۔ اس علاقے میں اس کے نام کا بڑا شہرہ ہے مگر تم کیوں پوچھتے ہو گرائیں؟"

جبرو نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں پر الٹا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس لئے کہ میں جبرو ڈکیت ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ مل جاؤ۔"

موہن لال کو اور کیا چاہئے تھا۔ اسی مقصد کو لے کر تو وہ پولیس اسٹیشن سے بھیس بدل کر نکلا تھا مگر تحیر کے تاثرات کے ساتھ کہنے لگا۔ "تم ... تم جبرو ڈکیت

ہو؟"

شادو نے تائیدی انداز میں کہا۔ "ہاں تم جبرو کے سامنے کھڑے ہو۔"

جبرو نے آگے بڑھ کر موہن لال کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اللہ داد! میں بھی انگریز کی فوج کا بھگوڑا ہوں۔ میں بھی قتل کر کے بھاگا تھا۔ یہ میرا ساتھی شادو ہے۔ ہم لوگ اب واپس شریف لوگوں میں نہیں جاسکتے۔ سویلین اور فوجی پولیس ہمارے پیچھے پیچھے لگی ہے۔ ہم اکیلے اکیلے رہ کر زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں گرائیں؟"

موہن لال ایسی اداکاری کر رہا تھا جیسے وہ کسی کشمکش میں مبتلا ہو۔ جبرو نے کہا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

موہن لال سر اٹھا کر بولا۔ "گرائیں! مجھے اپنے ساتھ ملا لینے سے تمہارا جرم مزید بڑھ جائے گا۔ میں تو تمہیں یہی کہوں گا کہ میری خاطر تم اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو۔"

جبرو نے ہنس کر موہن لال کی پیٹھ پر تھاپی ماری۔ "اللہ داد! خون ایک آدمی کا کرو چاہے سو آدمیوں کا۔ پھانسی کا پھندا تو اب ہمارا مقدر بن ہی چکا ہے۔ تو کیوں نہ شیروں کی طرح زندہ رہیں اور شیروں کی طرح مریں اور مرنے سے پہلے ان ظالموں کو ٹھکانے لگاتے چلیں جو غریب لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان کی بیٹیوں کی عزتیں گروی رکھتے ہیں۔"

موہن لال نے بڑے جذباتی انداز میں اپنے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور پرجوش انداز میں بولا۔ "میں ایسے خنزیروں کا صفایا کرنے میں تمہارے ساتھ ہوں گرائیں۔"

جبرو نے رائفل والا ہاتھ اوپر اٹھا دیا اور ہلکی سی بڑک مار کر بولا۔ "جیتا رہ شیر دیا پترا... شادے! گھڑے میں سے پانی لا۔"

انہوں نے باری باری ایک دوسرے کا جھوٹا پانی پی کر عہد کیا کہ وہ ہر حالت میں ایک دوسرے کے وفادار رہیں گے۔ ساتھ جئیں گے، ساتھ مریں گے اور کسی لمحے بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دیں گے۔ جبرو نے موہن لال کی گردن میں اپنی بانہہ ڈال دی اور اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ "چلو تمہیں اپنا ڈیرہ دکھائیں۔ تم وہاں آرام کرنا۔"

موہن لال کو اور کیا چاہئے تھا۔ جبرو ڈکیت کی زیارت تو اس کے منصوبے کا سب سے اہم حصہ تھا۔ موہن لال نے اندازہ لگالیا تھا کہ جبرو ڈکیت کے ساتھ صرف ایک ساتھی شادو ہے۔ تیسرا آدمی اب خفیہ انسپکٹر موہن لال اس کی پارٹی میں شامل ہو رہا تھا۔ جبرو اسے شادو کے پاس چھوڑ کر اپنی رات کی راؤنڈ پر نکل گیا۔ اسے کمالے کی کھوج تھی جو اس سے بچھڑ کر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔

شادو نے اٹھتے ہوئے موہن لال سے کہا۔ "اللہ داد تم آرام کرو۔ میں باہر پہرہ دوں گا۔ ابھی رات کافی باقی ہے ..... تم سو جانا۔"

بہت جلد انسپکٹر موہن لال نے یہ بھی پتا چلا لیا کہ جبرو دوسرے مفرور قاتل اور جیل توڑ کر بھاگے ہوئے مجرم کمالے کی تلاش میں ہے۔ موہن لال انجان بن کر جبرو سے کمالے کے بارے میں پوچھتا رہا مگر جبرو کو کمالے کے ٹھکانے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ موہن لال نے فیصلہ کر لیا کہ کمالے کو تو بعد میں دیکھا جائے گا پہلے جبرو اور شادو کو گرفتار کرنا چاہئے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ موہن لال وہاں سے کسی بہانے کھسک کر گڑھ مکھ میں قائم کی ہوئی عارضی پولیس چوکی پر تھانیدار شیوا جی کے پاس پہنچے اور اسے صورتحال سے باخبر کرکے جبرو کے ڈیرے پر چھاپہ ڈلوائے لیکن یہ کوئی اتنی آسان بات نہیں تھی۔ وہ حوالدار اللہ داد کے بھیس میں جبرو اور شادو کے ساتھ رہ رہا تھا۔ اسے جبرو سے الگ ہوکر پولیس چوکی جانے کے لئے کوئی بہانہ نہیں مل رہا تھا۔ اگر وہ ویسے ان لوگوں سے الگ ہو کر جاتا تو جبرو کو اس پر شک ہوسکتا تھا اور یقینی بات تھی کہ وہ پولیس پارٹی کے آنے سے پہلے وہاں سے فرار ہو جاتے۔

انسپکٹر موہن لال کسی ایسی ترکیب کی کھوج میں تھا کہ جس پر عمل کرنے سے

سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ دوسری طرف جبرو کو جب یقین ہوگیا کہ اس کا جگری یار کمالا اس علاقے میں کہیں روپوش نہیں ہے تو اس نے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب تو انسپکٹر موہن لال دل میں پریشان ہوا۔ وہ جبرو اور شادو کو وہاں سے فرار ہونے سے پہلے گرفتار کروا دینا چاہتا تھا۔

جبرو نے رات کو شادو سے مشورہ کیا کہ انہیں کس طرف نکل جانا چاہئے۔ انسپکٹر موہن لال بھی حوالدار اللہ داد کے روپ میں پاس ہی بیٹھا تھا۔ شادو نے رائے دی کہ دکن کی طرف جانا ٹھیک رہے گا۔ "حیدر آباد دکن مسلمان ریاست ہے۔ وہاں جنگل اور غاریں بھی بہت ہیں۔ کسی نہ کسی غار میں ٹھکانہ بنا کر ہم اطمینان سے رہنا شروع کر دیں گے۔"

جبرو کو شادو کی تجویز اچھی لگی اس نے موہن لال کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "تمہاری کیا رائے ہے اللہ داد۔ تم کبھی دکن گئے ہو؟"

وہ حیدر آباد دکن سے بڑی اچھی طرح واقف تھا وہ جبرو کو وہاں بھی گرفتار کرا سکتا تھا۔ لیکن وہ شیوا جی کی سرکردگی میں اپنے علاقے میں یہ کارنامہ سرانجام دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کہنے لگا۔ "ہماری پنجاب رجمنٹ نے دو ماہ تک حیدر آباد میں قیام کیا تھا۔ جاپان کی طرف سے جنگ کا خطرہ ہے اس لئے دکن میں بھاری تعداد میں انگریز نے فوج جمع کر رکھی ہے۔ کہیں ہم سویلین پولیس کی بجائے ملٹری پولیس کے قابو میں نہ آجائیں۔ کیونکہ ملٹری پولیس بھی ہم دونوں کی تلاش میں ہے۔"

بات جبرو کے دل کو لگی۔ ملٹری پولیس نے اگر انہیں پکڑ لیا تو ان کی قید سے نکلنا پر ان کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔ وہ کہنے لگا۔ "میرے خیال میں تو پھر ہمارا نجیب آباد کے جنگلوں میں چلے جانا ہی ٹھیک رہے گا۔ وہاں پہلے سے میرے دو تین ساتھی بھورا لانگری وغیرہ موجود ہیں۔ وہ بہادر گڑھ والے قلعے کے کھنڈر میں ہمیں مل جائیں گے۔"

شادو نے کہا۔ "استاد۔ اگر یہ بات ہے تو پھر نجیب آباد کی طرف ہی نکل چلتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔"

انسپکٹر موہن لال نے سوچا کہ نجیب آباد کے جنگل تو ہندوستان کے ڈاکوؤں اور ٹھگوں کا گڑھ ہے۔ یہ اس قدر گھنے اور خطرناک جنگل ہیں کہ وہاں پولیس تو کیا اگر فوج بھی آ جائے تو ڈاکوؤں کا کھوج لگانا تقریباً ناممکن ہے۔ ان جنگلوں میں ایسے خفیہ اور دشوار گزار چٹانی غار ہیں کہ وہ کسی کو نظر ہی نہیں آتے۔ جبرو نے موہن لال سے پوچھا۔ "اللہ داد کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے کہ واپس اپنے گاؤں چکوال جانے کا ارادہ ہے؟"

انسپکٹر موہن لال نے ٹھنڈی آہ بھری اور بولا۔ "گرائیں اب میرا جینا مرنا تمہارے ہی ساتھ ہے۔ چکوال کی طرف گیا نہیں کہ پولیس کے ہتھے چڑھ جاؤں گا اور وہ مجھے ملٹری پولیس کے حوالے کردے گی اور تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ جنگ لگی ہو تو بھگوڑے فوجی کو گولی سے اڑا دیا جاتا ہے۔"

جبرو نے خوش ہو کر کہا۔ "تو پھر تم ہمارے ساتھ ہی رہو گے۔ بڑی اچھی بات ہے اللہ داد۔ نجیب آباد میں ہمیں کچھ اور ساتھی بھی مل جائیں گے۔ یوں ہمارا ایک گروہ بن جائے گا اور ہم زیادہ محفوظ ہو جائیں گے۔"

شادو بولا۔ "تو پھر استاد اس ہفتے کا راشن نہ لاؤں گاؤں سے؟"

"بالکل نہیں۔" جبرو نے کہا۔ "ہمارے پاس تین دن کا راشن پانی موجود ہے۔ ہم کل رات کو ہی یہاں سے نکل جائیں گے۔"

موہن لال سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے پاس صرف ایک ہی دن تھا' اور اسے ایک ہی دن میں سب کچھ کر لینا تھا..... یعنی گڑھ مگدھ جا کر شیوا جی کو جبرو کا ٹھکانہ بتانا تھا اور پھر پولیس پارٹی کی مدد سے جبرو اور شادو کو گرفتار کرانا تھا لیکن اس کی سمجھ میں کوئی ایسا بہانہ نہیں آ رہا تھا جس کی مدد سے وہ جبرو اور شادو سے چار چھ گھنٹوں کے لئے الگ ہو سکے۔ جلد بازی اور اناڑی پن سے کام لینے سے جبرو کو شک ہو سکتا تھا۔

رات کو جبرو وہیں سو گیا جبکہ شادو پہرہ دینے لگا۔ انسپکٹر موہن لال بھی آنکھیں بند

کر کے لیٹ گیا لیکن وہ جاگ رہا تھا۔ اسے یہ خیال بھی آیا کہ وہ ان دونوں کو گولی مار کر ہلاک کر ڈالے کیونکہ جبرو پولیس کو زندہ یا مردہ مطلوب تھا۔ مگر ایک تو انسپکٹر موہن لال کے پاس کوئی پستول وغیرہ نہیں تھا۔ دوسرے شادو رائفل لئے پہرہ دے رہا تھا۔ آدھی رات کے بعد شادو سو گیا اور جبرو اٹھ کر پہرہ دینے لگا۔ انسپکٹر موہن لال جاگ رہا تھا مگر سونے کا بہانہ کئے لیٹا تھا۔ اس کا مکار ذہن تیزی سے کوئی ترکیب سوچنے میں لگا تھا۔ جبرو تہ خانے سے باہر چلا گیا تھا موہن لال نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ شادو اس کے پاس ہی زمین پر کمبل اوڑھے پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ اس کی رائفل بھی جبرو اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ شاید جبرو کو ابھی موہن لال عرف اللہ داد پر پورا بھروسا نہیں تھا۔ وہ اسلحہ اس کے پاس نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

موہن لال اندھیرے میں پتھر کی چھت کو گھورنے لگا۔ اس کے پاس بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا۔ وقت کے حساب سے اسے کوئی بہانہ بنا کر منہ اندھیرے ہی نکل جانا چاہئے تھا تاکہ وہ پولیس چوکی پہنچ کر اطلاع دے سکے۔ رات گزرتی جا رہی تھی۔ ایک خیال اس کے ذہن میں اچانک ابھرا۔ اس نے تھوڑا سا غور کیا اور پھر اٹھ کر تہ خانے سے باہر نکل آیا۔ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ لگتا تھا رات ڈھل رہی ہے۔

جبرو ایک جھاڑی کی اوٹ میں رائفل سنبھالے بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ اس نے اللہ داد کو تہ خانے کے دہانے سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا تو کہا۔ "اللہ داد نیند نہیں آ رہی؟"

انسپکٹر موہن لال جبرو کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بڑی راز داری سے کہا۔ "گرائیں! ایک بات کا ذکر میں نے تم سے نہیں کیا تھا۔"

جبرو نے اس کی طرف اندھیرے میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون سی بات ہے؟"

انسپکٹر موہن لال کہنے لگا۔ "بات یہ ہے گرائیں کہ جب میں فوج سے بھگوڑا ہوا تھا تو میرے پاس دو ہزار روپے اور میری بیوی کا زیور تھا جسے میں نے ایک تھیلی میں بند کر کے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ جب پولیس نے یہاں میرا محاصرہ کر لیا تھا و میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک جگہ نشانی لگا کر زمین میں دبا دی تھی۔ اب میں تمہارے ساتھ یہاں سے جانے والا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ جاکر نشانی والی جگہ سے اپنا مال نکال لاؤں۔ مجھے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ وہ جگہ یہاں سے پہاڑی کے پیچھے چھ سات کوس پر ہی ہے۔"

جبرو کو جانے کیوں اس پر پورا بھروسہ تھا پھر بھی اس نے کہا۔ "گرائیں! روپے لاکر کیا کرو گے۔ ہمارے پاس بہت دولت آ جائے گی۔" مگر جب انسپکٹر نے یہ دلیل دی کہ تھیلی میں اس کی بیوی کا زیور بھی ہے جو اس کی شادی کی نشانی ہے تو جبرو بولا۔ "ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہو تو چلے جاؤ مگر زیادہ دیر مت لگانا۔"

موہن لال خوش ہوا کہ جبرو کو اس پر ذرا سا بھی شبہ نہیں ہوا اور اس نے بخوشی اسے اجازت دیدی ہے۔ کہنے لگا۔ "گرائیں اللہ نے چاہا تو دن نکلنے سے پہلے ہی واپس آجاؤں گا۔ ویسے تم میرا انتظار کرنا۔"

جبرو بولا۔ "ہم دن بھر اسی جگہ رہیں گے۔ شام کو یہاں سے کوچ کریں گے۔ تم میرا گھوڑا لے جاؤ۔"

موہن لال اسی وقت تیار ہوکر گھوڑے پر بیٹھا اور کچے نیم پہاڑی راستے پر اندھیرے میں اتر گیا۔ میدان آتے ہی اس نے گڑھ مگدھ والی پولیس چوکی کی سمت گھوڑا دوڑانا شروع کر دیا۔ وہ گھوڑا جتنی تیز دوڑا سکتا تھا دوڑا رہا تھا۔ گڑھ مگدھ وہاں سے کافی دور تھا۔ انسپکٹر موہن لال کو وہاں جاکر تھانیدار شیوا جی کو ساتھ لیکر واپس بھی آنا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ شادو کے اٹھ جانے اور دن زیادہ نکل آنے پر انہیں شک نہ ہو جائے اور وہ کہیں وقت سے پہلے ہی کوچ نہ کر جائیں۔

دوسری طرف تہ خانے میں سوتے ہوئے شادو کو باہر آنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے دیکھا اللہ داد جو رات کو اس کے قریب ہی سویا تھا اب وہاں نہیں ہے۔ شادو نے سوچا کہ ہو سکتا ہے ضرورت کے تحت باہر گیا ہو۔ شادو بھی باہر آگیا۔ اس نے جھاڑی کی اوٹ میں جبرو کے سگریٹ کو چمکتے دیکھا تو قریب آگیا۔ "استاد! ایک سگریٹ مجھے بھی پلاؤ۔" جبرو نے اسے سگریٹ نکال کر دیا جسے شادو نے سگریٹ

کے ساتھ ہی سلگا لیا۔ پھر ہلکا سا کش لگا کر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔

جبرو نے کہا۔ "کیا دیکھ رہے ہو؟"

شادو نے کہا۔ "حوالدار اللہ داد اندر نہیں ہے۔"

جبرو نے جب اسے ساری بات بتائی تو شادو سگریٹ کا کش لگاتے لگاتے وہیں رک گیا۔ "استاد۔ یہاں سے ابھی نکل چلو۔"

"کیا بات ہے؟" جبرو نے تعجب سے پوچھا۔

شادو اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "استاد۔ مجھے خطرہ ہے کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے پولیس پارٹی یہاں پہنچ کر ہمیں گھیرے میں لے لے گی۔ وہ خفیہ پولیس کا آدمی تھا۔ مجھے پہلے ہی اس پر شک تھا۔"

جبرو نے بے نیازی سے کہا۔ "ارے تم کو وہم ہو گیا ہے۔ حوالدار اللہ داد تو فوجی بھگوڑا ہے۔ میں نے خود اس کی پاس بک دیکھی ہے۔"

شادو بولا۔ "استاد پاس بک جعلی بھی ہو سکتی ہے۔ خدا کے لئے یہاں سے نکل چلو۔ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔"

جبرو نے پوچھا۔ "مگر تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اللہ داد پولیس کا آدمی ہے؟"

شادو نے کہا۔ "استاد یہاں سے نکل کر میرے ساتھ چلو' میں تمہیں ثبوت دے دوں گا۔"

اب جبرو کو بھی حوالدار اللہ داد کی کچھ مشکوک حرکات یاد آنے لگیں۔ اس نے سوچا کہ عین اس وقت اللہ داد کو اپنے روپوں کی تھیلی کا خیال کیوں آگیا جب وہ یہاں سے کوچ کرنے والے تھے۔ اس سے پہلے اس نے ذکر کیوں نہیں کیا۔ وہ ایک دم سے اٹھا۔ تہ خانے میں جاکر انہوں نے گولیوں کی پیٹیاں اپنی کمر کے گرد کس کر باندھ لیں۔ ریوالور اور رائفل گلے میں ڈالے اور تہ خانے سے باہر آگئے۔ جبرو نے کہا۔ "وہ تو میرا گھوڑا بھی لے گیا ہے۔"

شادو نے کہا۔ "فکر نہ کرو استاد۔ گھوڑا مل جائے گا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گڑھ مگدھ کو جانے والی کچی سڑک کی طرف جائیں گے۔"

ایک ہی گھوڑے پر بیٹھ کر وہ پہاڑی کی ڈھلان سے اترنے لگے۔ رات تاریک اور سرد تھی۔ میدان میں آنے کے بعد گھوڑے کا رخ نیم کچے راستے کی طرف پھیر دیا تھا۔ شادو کو اس سارے حدود اربعہ کا علم تھا۔ اسے پکا یقین تھا کہ نام نہاد حوالدار اللہ داد پولیس کا بھیجا ہوا مخبر تھا۔ اور وہ اس راستے سے پولیس پارٹی کو لے کر آئے گا۔ وہ جبرو کو اس بارے میں حتمی ثبوت بھی مہیا کرنا چاہتا تھا چنانچہ کافی آگے جانے کے بعد ایک ایسا مقام آگیا جہاں گڑھ مگدھ کو جانے والی چھوٹی سی کچی سڑک دو ٹیلوں کے درمیان سے ہوکر گزرتی تھی۔ اب پو پھٹ چکی تھی۔ صبح سے پہلے کی ہلکی پھیکی پھیکی نیلی روشنی پھیلنا شروع ہوگئی تھی۔ شادو نے کہا۔ "بس استاد! گھوڑے کو یہاں ایک طرف کرکے روک لو۔ ہم یہیں اتریں گے۔"

جبرو نے گھوڑے کو روک لیا۔ "یہاں کیا کرو گے؟"

شادو نے کہا۔ "تمہیں ثبوت اسی جگہ ملے گا استاد! پہلے اس سڑک کو یہیں بند کرنا ہوگا۔"

سڑک کی دونوں جانب کئی چھوٹے بڑے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان پتھروں کو چھوٹی سی کچی سڑک پر جگہ جگہ ڈھیر کر دیا۔ جبرو کو شادو نے بتا دیا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے قیاس کے مطابق خفیہ پولیس کا حوالدار اللہ داد اسی سڑک پر سے پولیس پارٹی کو لے کر آنے والا تھا۔ جبرو چپ تھا۔ شادو کی کسی بات پر اعتراض نہیں کر رہا تھا۔

شادو نے گھوڑے کو ٹیلے کے پیچھے لے جاکر ایک جگہ باندھ دیا اور بولا۔ "استاد۔ تم سامنے والی ٹیکری پر اور میں اس ٹیکری پر مورچہ لگا کر بیٹھوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ دن نکلتے ہی حوالدار اللہ داد پولیس کو لے کر یہاں سے گزرے گا۔"

جبرو نے تلخ لہجے میں کہا۔ "میں ان سب کو بھون کر رکھ دوں گا۔ سب سے پہلی گولی اس پولیس کے ٹاؤٹ حوالدار اللہ داد کو مار دوں گا۔"

شادو بولا۔ "پولیس گھوڑوں پر سوار ہوگی۔ سڑک کے پتھر گھوڑوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ ثابت نہیں ہوں گے مگر یہاں پہنچ کر ان کی رفتار سست ہو جائے گی بس وہی لمحہ ہوگا کہ ہم ان پر اندھا دھند فائرنگ شروع کردیں گے۔"

جبرو اور شادو ٹیکریوں کے اوپر آمنے سامنے مورچہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ان کے پاس وافر مقدار میں گولیاں تھیں۔ رائفلوں کے چیمبر بھی بھرے ہوئے تھے۔ سیفٹی کیچ کھینچے ہوئے تھے۔ وہ پتھروں کی اوٹ میں اس طرح گھات لگا کر بیٹھے تھے کہ سڑک پر سے نظر نہیں آرہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد مشرق سے سورج نے اپنا سنہری چہرہ اوپر اٹھایا تو سڑک پر روشنی پھیل گئی۔ ٹیلے کے اوپر سے دور تک سڑک دکھائی دے رہی تھی۔ یہ کوئی باقاعدہ سڑک نہیں تھی۔ لوگوں کے آنے جانے سے اپنے آپ بن گئی تھی۔ جبرو کو خیال آرہا تھا کہ اگر شادو عین وقت پر خبردار کرکے اسے یہاں نہ لے آتا تو حالات سنگین صورت اختیار کرسکتے تھے کیونکہ اس بار پولیس کی بھاری نفری کے آنے کی توقع تھی۔ پھر اسے خیال آتا کہ ہوسکتا ہے شادو کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ اس کا اندازہ صحیح نہ ہو اور حوالدار اللہ داد حقیقت میں اپنی بیوی کے زیور اور روپوں کی تھیلی لینے ہی گیا ہو۔

دوسری جانب شادو کی تیز نگاہیں گڑھ مگدھ کی طرف جاتی کچی ویران سڑک پر لگی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ حوالدار اللہ داد خفیہ پولیس کا آدمی تھا اور وہ بیوی کا زیور لانے کا بہانہ بناکر پولیس کو لینے گیا ہے۔ سورج بلند ہوتا جارہا تھا۔ ساری وادی پر سنہری دھوپ پھیل چکی تھی۔ اچانک شادو کو دور سڑک پر گرد اڑتی دکھائی دی۔ اس نے بلند آواز میں جبرو سے کہا۔ "استاد۔ دشمن آرہا ہے۔ ہوشیار۔"

جبرو نے دیکھا کہ دور ہلکی ہلکی گرد کا غبار سا اڑ رہا تھا۔ یہ غبار دور سے قریب آرہا تھا۔ اس نے رائفل کی لبلبی پر انگلی رکھ دی اور اپنی عقابی نگاہیں اڑتے ہوئے غبار پر جماتے ہوئے کہا۔ "شادو! اگر یہ پولیس ہے تو کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شادو نے بلند آواز میں جواب دیا۔ "فکر نہ کرو استاد! انگریز ایس پی نے جتنے پولیس کے آدمی بھیجے ہیں ان سب کی گولیاں میرے پاس موجود ہیں۔ میری گولیوں پر ان سب کے نام لکھے ہوئے ہیں۔"

شادو ایک قسم کا وحشیانہ قہقہہ لگا کر بولا۔ "استاد! تمہارا ثبوت پولیس کا ٹاؤٹ اللہ داد بھی ساتھ ہی آرہا ہوگا۔"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھیں سکڑ سی گئی تھیں۔ اور نگاہیں غبار پر جمی ہوئی تھیں پھر دن کی روشنی میں اس غبار میں سے گھڑ سوار نمودار ہوئے۔ شادو نے دوسری ٹیکری سے آواز دی۔ "استاد سوار پولیس کی وردی میں ہیں' ہوشیار۔"

جبرو نے اپنا سر نیچے کر لیا۔ اس کی رائفل کی نالی کا رخ آنے والے سواروں کی طرف تھا۔ یہ سوار گھوڑے دوڑاتے' گرد اڑاتے' ٹیکریوں کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔ جبرو اور شادو خاموش تھے۔ ان کی انگلیاں لبلبی پر تھیں اور رائفلوں کا رخ سپاہیوں کی جانب تھا۔ گھڑ سوار پولیس کی نفری دس بارہ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ آگے آگے ہندو تھانیدار شیوا جی تھا۔ رائفلیں ان کے کندھوں پر لٹک رہی تھیں۔ تھانیدار کے ساتھ ایک گھڑ سوار فوجی وردی میں بھی تھا۔ جبرو کو اسے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یہ حوالدار اللہ داد تھا۔ جبرو کا خون کھول اٹھا۔ شادو کا قیاس درست نکلا تھا۔ یہ شخص پولیس کا بھیجا ہوا مخبر تھا۔ جبرو نے اپنی رائفل سے اس کا نشانہ لے لیا۔ گھڑ سوار ٹیکری کے درمیان والی سڑک پر آئے تو سڑک پر جگہ جگہ پتھروں کی ڈھیریاں دیکھ کر انسپکٹر موہن لال نے چلا کر کہا۔ "گھوڑوں کو روک لو یہیں۔"

وہ سمجھ گیا کہ کوئی جال بچھایا گیا ہے کیونکہ جب وہ یہاں سے گیا تھا تو سڑک پر پتھروں کی ڈھیریاں نہیں تھیں۔ اس کی آواز جبرو اور شادو نے بھی سن لی تھی۔ گھوڑے تیزی سے بھاگتے آرہے تھے۔ تھانیدار شیوا جی نے ہاتھ بلند کر دیا۔ مگر گھوڑے رکتے رکتے ٹیکریوں کے درمیان پہنچ چکے تھے۔

ایک دم فضا گولیوں کے تڑاخوں سے گونج اٹھی۔ جبرو اور شادو نے اندھا دھند

فائرنگ شروع کر دی تھی۔ گولیاں مینہ کی طرح برس رہی تھیں۔ نشانے پہلے ہی سے لئے جا چکے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کئی پولیس والوں کی لاشیں خون میں لت پت ہو کر زمین پر تڑپنے لگیں۔ شیوا جی نے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔ انسپکٹر موہن لال نے بھی ریوالور نکال لیا مگر وہ جبرو کی زد میں تھا۔ گھوڑے سے چھلانگ لگائی ہی تھی کہ جبرو کی رائفل سے نکلی ہوئی گولی اس کی کھوپڑی سے دوسری طرف نکل گئی۔ اس کا آدھا سر اڑ گیا تھا اور لاش زمین پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔ سپاہی جب تک اپنی رائفلیں سنبھالتے ان کی آدھی سے زیادہ نفری موت کا نوالہ بن چکی تھی۔ جبرو اور شادو دھڑا دھڑ گولیاں برسا رہے تھے۔ شادو اٹھ کر ٹیکری کی دوسری طرف دوڑا۔ اس نے تھانیدار شیوا جی کو جاتے دیکھ لیا تھا۔ جونہی وہ ٹیکری کی اوٹ سے نکلا شیوا جی نے ریوالور کا فائر کر دیا۔ گولی شادو کی کنپٹی کے قریب سے ہو کر گزر گئی۔ شادو زمین پر لیٹ گیا اور یکے بعد دیگرے شیوا جی پر تین فائر کر دیئے۔ تین میں سے دو گولیاں شیوا جی کے سینے اور پیٹ کو پھاڑتی ہوئی گزر گئیں۔

دوسری جانب جبرو نے چیمبر کو پھر سے لوڈ کر کے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس کا نشانہ ایک تجربہ کار فوجی کا نشانہ تھا۔ گھوڑے سواروں کو گرا کر جدھر منہ اٹھا ادھر کو دوڑ پڑے۔ سپاہی چوہوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ انہیں چھپنے کو جگہ نہیں مل رہی تھی کیونکہ سوائے ان دو ٹیکریوں کے وہاں کوئی آڑ نہیں تھی اور ٹیکریوں پر جبرو اور شادو کے مورچے تھے۔ پھر بھی دو سپاہی کسی نہ کسی طرح گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

جبرو ٹیکری سے نیچے اتر آیا۔ دوسری ٹیکری کے عقب سے شادو بھی نکل آیا۔ کچی سڑک پر جگہ جگہ انگریزی پولیس کے سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جبرو سیدھا انسپکٹر موہن لال یعنی حوالدار اللہ داد کی لاش کے پاس گیا۔ "اسے برہنہ کر دو۔" شادو نے تعمیل کی اور ذرا دیر بعد ہی جبرو پر یہ حقیقت کھل گئی کہ وہ ہندو تھا اور اسے پولیس نے حوالدار اللہ داد کے بھیس میں ان کے پاس بھیجا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شادو فتح مندانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا۔ "استاد! میں نہ کہتا تھا کہ یہ شخص پولیس کا آدمی ہے۔"

جبرو نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "سب سے پہلے ایک گھوڑا کہیں سے پکڑو۔ پھر پولیس کی رائفلیں اور ایمونیشن ایک جگہ جمع کردو۔"

شادو کچھ سوچ کر بولا۔ "استاد! ایک بات ہے۔"

"کیا؟" جبرو نے ریوالور بند کرکے جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

اس ہندو مخبر نے پولیس کو بتا دیا ہوگا کہ ہم مجیب آباد کی طرف جانے والے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ نجیب آباد تک ہر علاقے ہر شہر کی پولیس کو خبردار کر دیا جائے گا۔ ایسی حالت میں ہم اتنا اسلحہ کہاں کہاں لئے پھریں گے۔ میرا تو خیال ہے کہ ہم صرف ایک رائفل اور ایک ایک ریوالور ہی اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ فالتو گھوڑوں کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔"

شادو کی تجویز معقول تھی جبرو کہنے لگا۔ "ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کرتے ہیں۔"

شادو نے ایک اور تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔ "میں تو کہتا ہوں کہ اب ہمارا نجیب آباد کی طرف جانا بھی مناسب نہیں ہوگا۔ پولیس یہاں سے نجیب آباد تک پورے علاقے کی ناکہ بندی کرے گی اور پھر نجیب آباد یہاں سے کافی دور بھی ہے۔"

جبرو ایک پل کے لئے خاموش ہوگیا۔ پھر کہنے لگا۔ "ہمارے لئے نجیب آباد کے جنگلوں سے بڑھ کر کوئی دوسری محفوظ جگہ نہیں ہے شادو۔ ہمیں ہر حالت میں وہاں پہنچنا ہوگا۔ اب یہاں سے چلو۔"

انہوں نے پولیس کی رائفلیں اور اسلحہ وہیں لاشوں کے پاس رہنے دیا اور گھوڑوں پر سوار ہوکر مشرق کی جانب چل دیئے۔ ان کے گھوڑے سرپٹ دوڑ رہے تھے۔ جبرو کا گھوڑا آگے تھا۔ جبرو کی منزل نجیب آباد کے جنگل تھے جو وہاں سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر تھے۔ اگرچہ ان دنوں وائرلیس اور ٹیلی فون کا نظام اتنا اعلیٰ نہیں تھا پھر بھی ٹیلی گراف کے ذریعے آگے کے تھانوں کو خبردار کیا جاسکتا تھا۔ جبرو اور شادو کو

اس حقیقت کا احساس تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جبرو آبادی والے علاقے سے ہٹ کر ویرانے سے گزر رہا تھا۔ دھوپ ڈھل رہی تھی کہ وہ ایک دریا پر پہنچ گئے۔ گھوڑوں کو انہوں نے پانی پینے اور گھاس چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود درختوں کے نیچے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ انہیں بھوک بھی لگ رہی تھی۔

شادو نے دریا کے کنارے دور مشرق کی طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔ "استاد! ادھر ایک پل نظر آرہا ہے۔ ضرور وہاں کوئی گاؤں وغیرہ ہوگا۔ میں وہاں سے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔"

جبرو نے کہا۔ "اب تک آگے سب شہروں کے تھانوں کو ہماری خبر پہنچ گئی ہوگی۔ تمہیں یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔"

شادو اٹھتے ہوئے بولا۔ "استاد! تم فکر نہ کرو' مجھے راشن لانے کا بڑا تجربہ ہے۔"

اس نے اپنی رائفل اور اسلحے کی پیٹی اتار کر جبرو کے پاس رکھ دی۔ صرف بھرا ہوا ریوالور جیب میں رکھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر دریا کے کنارے سے ہٹ کر کچے راستے پر آگے کو چلنے لگا۔ دریا کا یہ پل کشتیوں پر بنایا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ دریائے بیاس ہے۔ وہاں قریب ہی کچھ کچے مکان بنے ہوئے تھے۔ شادو تھوڑی دیر کے لئے رک گیا اور مکانوں کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ ایک کشتی دریا کے اس کنارے سے چند ایک دیہاتی مسافروں کو لئے دوسری طرف جارہی تھی۔

شادو کو دریا کی طرف سے ایک بوڑھا دیہاتی سر پر پگڑی باندھے لاٹھی ٹیکتا آتا دکھائی دیا۔ وہ گھوڑے سے اتر کر اس کے قریب گیا اور سلام کیا۔ بوڑھے نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ "کہاں سے آرہے ہو بیٹا؟"

شادو نے کہا۔ "بابا جی مسافر ہوں بھوک لگی ہے۔ یہاں کچھ کھانے کو مل جائے گا؟"

بوڑھے نے سامنے والے کچے مکان کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "بیٹا! وہاں میرے بیٹوں کے گھر ہیں۔ میرے ساتھ چلو۔" شادو نے کہا۔ "بابا جی آپ کے بیٹے کیا کرتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں؟"

بوڑھے نے آنکھوں کے اوپر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ہل چلاتے ہیں بیٹا اور کیا کرنا ہے انہوں نے۔ آؤ میرے ساتھ۔ وہاں بیٹھ کر آرام بھی کر لینا۔"

شادو نے گھوڑے کی باگ پکڑی اور بوڑھے کے ساتھ چل پڑا۔ اس کا مکان گاؤں کے شروع میں ہی تھا۔ کچی کوٹھریوں کے باہر دھوپ میں دو چار پائیاں بچھی تھیں۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ چولہے میں آگ جل رہی تھی اور اوپر ہنڈیا رکھی تھی۔ شادو نے گہری نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لیا۔

بوڑھے نے آواز دی۔ "رحمت پتر! شیداں سے کہو مہمان کے لئے روٹی اور دودھ لے آئے۔"

رحمت ایک جوان کسان تھا۔ کوٹھری سے باہر نکل کر اس نے غور سے شادو کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا اور چار پائی پر بیٹھنے کو کہا۔ اتنے میں شیداں جو اس آدمی کی شاید بیوی تھی چنگیر میں روٹی رکھ کر لے آئی۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کا کٹورا بھی تھا۔ شادو نے جلدی جلدی دو روٹیاں دودھ کے ساتھ کھائیں اور بولا۔ "بہن جی! چار روٹیاں مجھے ساتھ باندھ دیں راستے میں کھاؤں گا۔"

رحمت بولا۔ "شیداں اچار بھی روٹیوں میں رکھ دینا۔"

وہ بھینس کے نیچے بیٹھ کر دودھ دھونے لگا۔ شیداں نے چار پانچ روٹیاں رومال میں لپیٹ کر شادو کو دے دیں۔ اچار بھی روٹیوں میں رکھ دیا۔ شادو نے بوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور چلنے لگا تو بوڑھے نے حقہ گڑگڑاتے ہوئے پوچھا۔ "پتر تو کہاں سے آیا ہے۔ تیرے کپڑے فوجیوں جیسے ہیں۔ کیا تو فوجی ہے؟"

شادو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں بابا جی میرا بڑا بھائی فوج میں ہے' یہ اس کی پتلون قمیض ہے بس میں نے پہن لی۔ مجھے فوجی وردی اچھی لگتی ہے۔"

شادو جلدی سے گھوڑے پر بیٹھا اور سلام کر کے واپس روانہ ہو گیا۔ جبرو بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر جبرو کو تسلی ہو گئی اور کہنے لگا۔ "تم نے اتنی

دیر کیوں کر دی؟"

شادو نے روٹی نکال کر جبرو کے آگے رکھ دی اور ہنس کر بولا۔ "استاد! دیہات کے لوگ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ لو کھاؤ روٹی۔ آم کا اچار بھی ہے۔ میں نے تو دودھ بھی پی لیا ہے۔ تمہارے واسطے لا نہیں سکتا تھا۔"

جبرو کی نگاہیں اس چھوٹے سے گاؤں کے مکانوں پر لگی تھیں جہاں سے شادو ابھی ابھی نکل کر آیا تھا۔ گاؤں کے مکان اور گلیاں خاموش تھیں جلدی جلدی دو چار نوالے لینے کے بعد جبرو اٹھ کھڑا ہوا۔ "ہمیں یہاں سے دریا پار کرنا ہوگا۔ یہ بیاس ہے۔ اگر ہم اس کے پرلے کنارے سے ہٹ کر جنوب کی طرف سفر شروع کر دیں تو کمندی وال سے ہوتے ہوئے پانی پت سونی پت کی طرف نکل جائیں گے۔ وہاں سے ہم غیر آباد علاقے سے گزرتے ہوئے آگے آگرہ شہر کی حدود میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

شادو نے کہا۔ "استاد آگے راستے کا مجھے کچھ پتا نہیں ہے۔ اب تو تم ہی آگے آگے چلو گے کیونکہ تم نے یہ سارا علاقہ دیکھا ہوا ہے۔"

جبرو گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ "چلو آؤ۔ دریا ہم کشتی کے ذریعے ہی پار کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں کشتی کے دوسرے کنارے سے واپس آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

وہ گھوڑوں کو لے کر کشتیوں والے پل کے قریب آ کر ایک طرف ہٹ کر درختوں کی آڑ میں ہو گئے۔ آبادیوں اور دریا کے پلوں پر انہیں دیکھے جانے کا خطرہ تھا۔ سورج انکے پیچھے درختوں میں غروب ہو رہا تھا۔ کشتی دوسرے کنارے سے چلی آ رہی تھی۔ اس میں چند ایک مسافر بیٹھے تھے۔ یہ سب لوگ دیہاتی تھے۔ ان میں پولیس کا کوئی سپاہی وغیرہ نہیں تھا۔ گھاٹ پر آ کر کشتی خالی ہو گئی۔ ملاح کشتی سے اتر رہا تھا کہ شادو اور جبرو وہاں پہنچ گئے۔ شادو نے ملاح سے کہا۔ "بھائی ہمیں دریا پار کرا دو گے؟"

ملاح بولا۔ "کیوں نہیں بھائی۔ ہمارا تو کام ہی مسافروں کو دریا کے پار لے جانا ہے۔"

جبرو اور شادو نے بڑی احتیاط سے گھوڑوں کو کشتی میں سوار کرایا پھر خود بھی سوار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوگئے اور کشتی دوسرے کنارے کی طرف بہنے لگی۔ ملاح نے جبرو اور شادو کی نیم فوجی قسم کی پرانی وردی کو غور سے دیکھا اور پوچھا۔ "کیا تم لام میں جارہے ہو بھائی؟"

شادو نے کہا۔ "ہاں..... تم خاموشی سے اپنا کام کرو۔"

ملاح تجربے کار تھا۔ قسم قسم کے مسافروں کو پار اتارنا اس کا کام تھا۔ سمجھ گیا کہ یہ آدمی مشکوک قسم کی ہیں۔ ڈاکو بھی ہوسکتے ہیں۔ اس نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ پار اتر کر جبرو نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کی مٹھی میں چاندی کے جتنے روپے آئے اس نے ملاح کی جھولی میں ڈال دیئے۔ ملاح اتنے سارے روپے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

جبرو اور شادو گھوڑوں پر سوار ہوکر شام کے بڑھتے ہوئے اندھیرے میں ککروندی کی جھاڑیوں سے پٹے ہوئے میدان میں گم ہوگئے۔

○☆○

بندھیل کھنڈ کا جھلونی گاؤں رات کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ گاؤں کے کچے پکے مکان اندھیرے کی چادر اوڑھے گہری نیند سو رہے تھے۔ کسی مکان میں کوئی دیا بتی روشن نہیں تھی۔ صرف ایک حویلی کے چوبارے میں لالٹین جل رہی تھی۔ مگر اس کی لو بھی اتنی مدھم تھی کہ اندھیرے نے اسے لپٹا رکھا تھا۔

اس خاموش رات کے تاریک سناٹے میں کچھ گھڑ سوار قریبی جنگل سے نکل کر کھیتوں میں پڑ گئے۔ ان کا رخ جھلونی گاؤں کی طرف تھا۔ گاؤں کے پاس آکر یہ سوار گھوڑوں سے اتر گئے۔ جبرو اور شادو ان کے آگے آگے تھے۔ جبرو نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور اپنے ساتھ شادو' بھورے لانگری' رفتے اور فیروز کو لے کر گاؤں میں داخل ہوگیا۔ یہ سب مسلح تھے۔ سروں پر ڈاکوؤں کی طرح کالے صافے ڈھاٹوں کی طرح بندھے ہوئے تھے۔ بندوقیں کاندھوں سے لٹک رہی تھیں۔ جبرو' شادو اور بھورے کے ہاتھوں میں ریوالور اور بھرے ہوئے پستول تھے۔ گاؤں کی ویران تاریک گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ سیٹھ بانکے لال صراف

کی حویلی سے کچھ فاصلے پر آکر ٹھہر گئے۔ جبرو نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ فیروز اپنے ہاتھ میں ترپال کا تھیلا لئے جھکتا ہوا حویلی کی طرف بڑھا۔

حویلی کے آگے ایک خونخوار بل ڈاگ اگلی ٹانگوں پر اپنا بھاری بھرکم سر رکھے سو رہا تھا کہ اچانک اسے کسی اجنبی انسان کی بو محسوس ہوئی۔ اس نے منہ اٹھایا اور آہستہ آہستہ غرانا شروع کردیا فیروز نے تھیلے میں بھینس کے تین سینگ نکال کر کتے کی طرف پھینک دیئے۔ ان سینگوں میں گائے کے گوشت کا قیمہ بھرا ہوا تھا۔ کتا قیمے کی بو پاکر سینگوں پر جھپٹا۔ قیمہ اس طرح بھرا جاتا تھا کہ کتے اسے چھوڑ بھی نہیں سکتے تھے اور ان میں سے قیمہ آسانی سے نکلتا بھی نہ تھا۔ یوں کتے سینگوں کو جھنجوڑتے رہتے اور یہ لوگ اپنا کام کرکے رفو چکر ہو جاتے تھے۔

فیروز نے منہ سے ہلکی سی سیٹی کی آواز نکال کر پیچھے سگنل دیا کہ راستہ صاف ہے۔ جبرو اپنے ساتھیوں یعنی شادو اور بھورے کو لے کر حویلی کی طرف بڑھا۔ اس کے مخبر نے حویلی کے اندر کا سارا نقشہ بتا دیا تھا۔ دیوار کی طرف منہ کرکے فیروز زمین پر بیٹھ گیا۔ شادو اس کے کاندھوں پر اور بھورا شادو کے کاندھے پر جا بیٹھا۔ جبرو ان کے اوپر چڑھ گیا۔ تینوں آدمی آہستہ آہستہ کھڑے ہوگئے۔ جبرو کا ہاتھ حویلی کے صحن کی دیوار کی منڈیر پر پہنچ چکا تھا۔ جبرو نے حویلی میں جھانک کر دیکھا صحن تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جبرو دوسری طرف کود گیا۔ زمین پر سے اٹھتے ہی اس نے حویلی کے صحن کا دروازہ کھول دیا۔ شادو اور بھورا اندر آگئے۔ فیروز پستول لئے باہر ہی کھڑا رہا۔ جبرو شادو اور بھورا صحن کے کونے کونے زینے سے ہوکر اوپر والے چوبارے کے دالان میں آگئے۔

بھورے نے چوبارے کے لکڑی کے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ جبرو نے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا' دروازے میں اندر سے کنڈی لگی تھی۔ جبرو نے آہستہ سے دروازے پر تین بار دستک دی۔ اندر سے کسی کی نیند بھری مگر تلخ آواز بلند ہوئی۔ "کون ہے بے اس وقت؟ کیا بات ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو نے بھورے کو اشارہ کیا۔ اس نے گھبرائی آواز میں کہا۔ "حجور آگ لگ گئی ہے نیچے۔ دروجا کھول کر باہر نکل آیئے۔"

کمرے میں کھڑبڑا ہٹ سی ہوئی اور ایک دم دروازہ کھل گیا۔ سیٹھ بانکے لال بوکھلایا ہوا باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ جبرو نے الٹے ہاتھ سے ایسا زور دار لپڑ اس کے منہ پر مارا کہ پلپلے اور آرام طلب جسم والا سیٹھ تیورا کر نیچے فرش پر گر پڑا۔ جبرو اندر آگیا۔ اس نے سیٹھ بانکے لال کی بھاری بھرکم ہانپتی ہوئی توند پر رائفل کی نالی ٹکا دی۔

"سیٹھ مال کہاں ہے۔"

بانکے لال سمجھ گیا کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ شادو اور بھورے کے سرخ آنکھوں والے ہیولے اسے جبرو کے دائیں بائیں صاف نظر آرہے تھے۔ کمرے میں تیز لوبان کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اور گول میز پر دھیمی لو والا بلب جل رہا تھا۔ سیٹھ بانکے لال نے لیٹے لیٹے ہاتھ جوڑ دیئے۔

اپنی ٹولی کے اخراجات کے لئے جبرو کو جب روپے کی ضرورت پڑی تو وہ اپنے مخبر ادھر ادھر بھیج کر پتا کرواتا تھا کہ ارد گرد دیہات میں ایسا کون سا سیٹھ ہے جس نے دمڑی دمڑی کرکے اور غریبوں کا خون چوس چوس کر دولت جمع کر رکھی ہے۔ اس کے بعد اس بد نصیب سود خور سیٹھ کی خیر نہیں ہوتی تھی۔ اس کی زندگی کے دن پورے ہو جاتے تھے۔ آج رات بھی جبرو اپنے ساتھیوں کو لے کر اسی غرض سے سیٹھ بانکے لال سود خور صراف کی حویلی میں آیا تھا۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ سیٹھ کے بیوی بچے دوسرے گاؤں گئے ہوئے ہیں اور وہ گھر میں نوکروں' دو پہرے داروں اور ایک بل ڈاگ کے ساتھ اکیلا ہی ہے۔ نوکر چاکر تو مزے کی نیند سو رہے تھے جب کہ پہرے دار بھی دارو پی کر اپنی اپنی کوٹھریوں میں بے ہوش پڑے تھے۔ بل ڈاگ ابھی تک سینگ کے قیمے کو ھنبھوڑ رہا تھا۔

سیٹھ بانکے لال نے ہاتھ باندھ کر تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں۔"

جبرو نے رائفل کی نالی کو لالے کی پلپلی توند میں دباتے ہوئے کہا۔ "لالہ! میرا نام جانتے ہو۔ میں جبرو ہوں۔"

جبرو کا نام سنتے ہی سیٹھ کا رنگ مزید فق ہوگیا۔ وہ سمجھ گیا کہ موت آگئی ہے پہلے اس کا جسم خوف سے تھر تھرا رہا تھا۔ اب اس کی تھر تھراہٹ تو ختم ہوگئی مگر جسم برف کی طرح ٹھنڈا ہونا شروع ہوگیا۔ رگوں میں خون جمنے لگا۔

جبرو کے نام سے بندھیل کھنڈ کا بچہ بچہ واقف تھا۔ مائیں اس کا نام لے کر بچوں کو ڈراتی تھیں۔ جس پولیس پارٹی کو جبرو کی تلاش میں روانہ کیا جاتا۔ اس پارٹی کے سپاہی اپنے گھر والوں سے آخری بار مل کر گھروں سے نکلتے تھے اور ان کے گھروں میں کہرام مچ جاتا تھا کیونکہ جبرو کی تلاش میں گیا ہوا کوئی سپاہی بڑی ہی قسمت والا ہوا تو زندہ واپس آتا تھا۔

پولیس کی طرح انگریز فوج بھی جبرو اور اس کے ساتھیوں کا کھوج لگانے میں ناکام ہوگئی تھی۔ ایک تو جبرو ڈکیت کا طریقہ واردات اس لئے انوکھا تھا کہ وہ شیر کی طرح اچانک حملہ آور ہوتا تھا اور آن کی آن میں لاشوں کے پشتے لگا کر غائب ہو جاتا تھا۔ دوسرے بندھیل کھنڈ کے جن جنگلوں میں وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا۔ وہ اس قدر دشوار گزار گھنے' پیچدار اور جنگلی درندوں سے بھرے ہوئے تھے کہ وہاں تک کسی انسان کا پہنچنا اور پھر زندہ واپس آ جانا ناممکن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جبرو کا نام سن کر سیٹھ بانکے لال کی گھگی بندھ گئی تھی۔ رگوں میں خون منجمد ہوگیا تھا۔ اس نے اپنا لرزتا ہوا ٹھنڈا یخ ہاتھ صدری کی جیب میں ڈالا اور چابیاں نکال کر جبرو کو دے دیں۔ جبرو نے چابیوں کا گچھا شادو کے حوالے کر دیا۔

لوہے کی تجوری سیٹھ بانکے لال کے پلنگ کے سرہانے کے پاس ہی تھی۔ شادو نے تجوری کو کھول کر اندر جتنا زیور سونا اور روپے تھے نکال کر ایک تھیلے میں بھر لئے۔ جبرو ابھی تک لالے کی توند پر رائفل کی نالی رکھے کھڑا تھا۔ لالہ پھر کپکپانے لگا تھا۔

جبرو نے آنکھوں کو سکیڑتے ہوئے سر تھوڑا سا نیچے جھکا کر پوچھا۔ "سیٹھ وہ بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھاتے اور اسٹامپ کہاں ہیں جن پر تو نے غریب لوگوں کے انگوٹھے لگوا کر ان کی زمین ہڑپ کر رکھی ہے۔"

سیٹھ بانکے لال کو اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ اس نے تجوری کے نچلے خانے کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی حلق سے ایسی آواز نکالی جیسے وہ عالم نزع ہو۔

جبرو نے کہا۔ "فکر نہ کرو لالہ۔ بس ابھی تمہیں نجات مل جائے گی۔"

شادو نے تجوری کا نچلا خانہ بھی کھول دیا۔ اندر جتنے بہی کھاتے گول کیے ہوئے اسٹامپ اور کاغذات پڑے تھے سب نکال نکال کر تھیلے میں بھر لیے۔ سیٹھ بانکے لال ہاتھ باندھے اپنی جان کی بھیک مانگ رہا تھا۔ مگر جبرو اب وہ پہلے والا جبرو نہیں رہا تھا۔ اس نے بڑے آرام سے رائفل کی لبلبی دبا دی۔ ایک دھماکہ ہوا۔ رائفل اوپر کو اچھلی اور اس کی گولی نیچے پڑے ہوئے موٹے سیٹھ کی توند کو چیرتی ہوئی اسکی کمر میں گہرا شگاف ڈال کر مٹی کے فرش میں دھنس گئی۔

جبرو نے باہر دالان میں آکر اوپر تلے تین ہوائی فائر کئے۔ گاؤں لرز اٹھا مگر کوئی اپنے بند مکان سے باہر نکلنے کی جرات نہ کرسکا۔ جبرو، شادو اور بھورا سیٹھ کی ساری لوٹی ہوئی دولت اور بہی کھاتے سمیٹ کر حویلی کے دروازے سے باہر نکل آئے دروازے کے سامنے بل ڈاگ سینگ کو چھوڑ کر زور زور سے بھونکنے لگا۔ جبرو نے رائفل سیدھی کی اور گولی داغ دی۔ کتا فضا میں ایک فٹ اچھلا اور زمین پر گرنے سے پہلے ہی مرگیا۔ گاؤں کے اکثر لوگ جاگ گئے تھے مگر وہ مکانوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ کسی کی باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ جبرو سنسان گاؤں میں سے نکل کر گاؤں سے باہر کھیتوں میں موجود اپنے ساتھیوں سے آملا اور پھر یہ سب گھڑ سو کھیتوں میں سے گزر کر بندھیل کھنڈ کے گھنے جنگلوں کی طرف سرپٹ گھوڑے دوڑانے لگے۔

اپنی خفیہ کمین گاہ پر آتے ہی جبرو کے حکم سے سیٹھ کی تجوری سے نکالے ہوئے سارے بہی کھاتے اور اسٹامپ آگ کے الاؤ میں ڈال کر جلا دیئے گئے۔ دوسرے روز

جبرو نے اپنا ایک خاص ممبر بھیج کر گاؤں والوں کو اطلاع کروا دی کہ ان کی وہ زمینیں جو سیٹھ نے سود میں ہضم کری تھیں انہیں واگزار کر دی گئی ہیں کیونکہ سیٹھ کے لواحقین کے پاس اب کوئی ثبوت باقی نہیں رہ گیا جس پر کسی کے انگوٹھے کا نشان ہو۔

گاؤں میں ایک طرف ضلع پولیس کے سپاہی محض خانہ پوری کے لئے سیٹھ بانکے لال کے قتل کی رپورٹ درج کر رہے تھے اور دوسری طرف گاؤں کے لوگ اندر ہی اندر خوشیاں منا رہے تھے۔ جبرو نے انہیں ایک ایسے عذاب سے نجات دلا دی تھی جو ان کی نسلوں کو گھن کی طرح کھا رہا تھا۔

اس رات جبرو نے اپنا ٹھکانہ بدل لیا۔ اپنے آدمیوں کو ساتھ لیا اور رات کے اندھیرے میں اس جنگل میں سے نکل کر ککرو ندی کے پار دوسرے گنجان جنگل میں سر مئی زنگ آلود چٹانوں کے گہرے سایوں میں نیا ٹھکانہ بنا لیا۔ تمبو، لالٹینیں، پتیلیاں اور گھی شکر کے کنستران کے ساتھ تھے۔ چٹانوں کے نیچے درختوں میں تمبو لگا دیئے گئے۔ لالٹینیں دھیمی لو کے ساتھ روشن کر دی گئیں۔

جبرو اپنے ساتھیوں بھورے اور شادو کے ساتھ ککروندی کی جھاڑیوں میں بیٹھا ان سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ شادو سے کہہ رہا تھا۔ "میرا یار کمالا پھر مجھ سے نہیں مل سکا۔ خدا جانے وہ کہاں ہوگا؟"

شادو بولا۔ "استاد! وہ پنجاب میں کہیں چھپا بیٹھا ہے۔۔۔ بندھیل کھنڈ میں آیا ہوتا تو ہمیں ضرور ملتا۔"

بھورا کہنے لگا۔ جبرو تم اسے اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے؟"

جبرو نے اسے بتایا کہ پنجاب سے وہ اتنی افراتفری میں بھاگے تھے کہ انہیں ایک دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ بھولا بیڑی پیتے ہوئے بولا۔ "ہوسکتا ہے کسی روز وہ تمہیں یہاں آن ملے۔"

"اب تو یہی امید لگائے بیٹھا ہوں۔" جبرو نے آہستہ سے کہا۔

☆☆☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمالا سوچیت گڑھ کی ترائی والی کمین گاہ سے شادو اور جبرو سے جدا ہوا تو شمال کی طرف نکل کر کشمیر میں داخل ہوگیا۔ یہ پاکستان کے قیام سے بہت پہلے کا کشمیر تھا۔ مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے کمالے کو گلمرگ کے ایک رنگ سازی کے کارخانے میں کام مل گیا۔ کچھ روز وہاں کام کرتے رہنے کے بعد جب اس نے محسوس کیا کہ وہاں حالات کچھ مشکوک ہوگئے ہیں تو گلمرگ چھوڑ کر ایک سادھو کے بھیس میں پوٹھوہار اور میانوالی کے میدانوں سے گزرتا ہوا بلوچستان اور پھر سندھ میں داخل ہوگیا۔ یہاں سے اس نے گجرات کاٹھیا واڑ کا رخ پکڑا اور بڑودہ شہر میں آگیا۔

یہ گجرات کاٹھیا واڑی لوگوں کا شہر تھا۔ لوگ ٹوٹی پھوٹی اردو بولتے تھے جس کا تجربہ کمالے کو بنگال میں ہو چکا تھا۔ وہ ایسی اردو بولنے میں بڑا ماہر تھا۔ ایک عمر اس نے کلکتے میں گزاری تھی۔ بنگالی زبان تو وہ روانی سے بول لیتا تھا۔ گجراتی زبان اس کے لئے اجنبی تھی مگر گلابی اردو سے بخوبی کام چل سکتا تھا چونکہ سادھو کے بھیس میں تھا اس لئے قدرتی طور پر ایک مندر کے احاطے میں آکر ڈیرہ لگا لیا۔ یہاں ہندو عورتیں اور مرد اسے پیسے اور پھل پھول دے جاتے تھے۔ کمالا حالات کا بھی جائزہ لیتا رہا ایک مہینے میں اس کے پاس کافی پیسے جمع ہوگئے۔

وہ دوسری ٹائپ کا آدمی تھا۔ جو گیا نہ زندگی سے بہت جلد اکتا گیا۔ چنانچہ ایک روز داڑھی صفا چٹ کی۔ بازار سے کرتا پاجامہ خرید کر پہنا اور بڑودہ کے بازار حسن میں آگیا۔ وہ یہاں کسی ایسے اڈے کی کھوج میں آیا تھا جہاں رہ کر پھر سے اپنا دھندا شروع کرسکے۔ آخر اس کی ملاقات رانا کھوڑو سے ہوگئی جو اس بازار میں اپنے خفیہ اڈے پر جوا بھی کراتا تھا اور ناجائز منشیات کا کاروبار بھی کرتا تھا۔ کمالے کے قد کاٹھ اور تاش کی شارپنگ سے وہ بہت متاثر ہوا۔ تاش کے پتوں کے ہیر پھیر کا کمالا ماہر تھا۔ رانا نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ کمالے نے اپنا نام بھوشن بتایا اور خود کو جالندھر کا ہندو ظاہر کیا تھا۔

بہت جلد کمالا اس شہر کی رنگینیوں میں کھو گیا۔ اس کے شب و روز بازار حسن میں ہی گزرنے لگے۔ رات گئے رانا کے اڈے پر اپنے کام سے فارغ ہوکر وہ بازار حسن کی ایک رقاصہ لکھیا کے بالا خانے پر چلا جاتا اور اس کا گانا سنتا۔

ایک رات کمالا رانا کے اڈے سے فارغ ہو کر لکھیا کے بالا خانہ پر گانا سننے آگیا۔ لکھیا گانا سناتی رہی اور کمالا جوئے کی کمائی لٹاتا رہا۔ جب اس کے پاس نوٹ ختم ہوگئے تو لکھیا کے گانے میں بھی تھکاوٹ کا احساس جھلکنے لگا۔

اتنے میں بڑودہ کا ایک نوجوان ہندو تماش بین صراف اپنے حواریوں کے ساتھ نمودار ہوا۔ روپوں کی تھیلی اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اکثر وہاں آیا کرتا تھا۔ قدرتی طور پر رقاصہ کی توجہ کمالے سے ہٹ کر نو وارد کی طرف ہوگئی۔ کیونکہ اس کے پاس مال تھا اور کمالے کی تھیلی خالی ہوچکی تھی۔

لکھیا گانا گاتے ہوئے ہندو صراف کی طرف نگاہوں کے تیر پھینکنے لگی۔ ہندو صراف بھی رقاصہ کی طرف دولت اچھالنے اور اس کی بلائیں لینے لگا۔ کمالے کو یہ بات سخت ناگوار لگی۔ اس نے ہندو صراف سے کہا کہ بالا خانے سے نیچے اتر جائے۔

ہندو تماش بین نے کمالے کی طرف دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ رقاصہ کا بالا خانہ ہے۔ یہاں وہی آتا ہے جس کی گرہ میں مال ہوتا ہے۔ تیرے ایسے بھکاریوں کا یہاں کوئی کام نہیں۔ تو یہاں سے نیچے اتر جا۔"

ہندو صراف کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے۔ کمالے کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ایک رقاصہ کے سامنے اس کی بے عزتی کی گئی تھی۔ وہ اسے کیسے برداشت کرلیتا۔ ایک جرمن پستول کمالا ہر وقت جیب میں رکھتا تھا۔ چشم زدن میں اس نے جیب سے پستول نکالا اور آناً" فاناً" ہندو صراف پر فائر کر دیا۔

گولی ہندو تماش بین کے سینے میں جاکر لگی۔ بے چارا وہیں ڈھیر ہوگیا۔ کمالے کی آنکھوں میں اترا ہوا خون اور ہاتھ میں پستول دیکھ کر صراف کے ساتھی تھر تھر کانپنے لگے۔ رقاصہ چیخ مار کر دوسرے کمرے میں بھاگ گئی۔ طبلے سارنگیاں الٹ گئیں۔ کمالا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب کو پستول دکھاتا سیڑھیاں اتر کر بازار میں آگیا۔ اور پھر جدھر کو منہ اٹھا دوڑنے لگا۔

راتوں رات کمالا سیدھا ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ ایک پسنجر ٹرین بھو سادل کی طرف جانے والی تھی۔ کمالا ٹکٹ خرید کر اس میں سوار ہوگیا۔ وہ فوری طور پر بڑودہ سے کسی طرف نکل جانا چاہتا تھا۔ ٹرین پسنجر تھی اور ہر اسٹیشن پر رکتی تھی۔ کمالا مسافروں میں اپنے آپ کو چھپا کر بیٹھا تھا۔ راستے میں ایک بڑا جنکشن آیا تو وہ ٹرین سے اتر گیا۔ یہاں اس نے ایک دوسری ٹرین پکڑی اور ریاست بھوپال کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس کا خیال تھا کہ بھوپال ایک مسلم ریاست ہے وہاں اسے چھپنے کو جگہ مل جائے گی۔ مگر وہ کسی بڑے شہر میں بھی نہیں جانا چاہتا تھا چنانچہ بھوپال سے کچھ پیچھے ایک اسٹیشن گنج باسودہ پر ریل سے اتر پڑا۔

گنج باسودہ پاکستان بننے سے پہلے ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں مسلم آبادی کی اکثریت تھی۔ کمالے نے یہاں ایک درگاہ پر ڈیرہ جما لیا۔ وہ ایک ملنگ بن کر یہاں رہنے لگا بہت جلد اس پر یہ مسرت آمیز انکشاف ہوا کہ بند ھیل کھنڈ کے علاقے میں جبرو نام کے ایک ڈکیت نے دہشت پھیلا رکھی ہے۔ کمالے نے پہلی بار یہ خبر اخبار میں پڑھی تو اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ اسے یقین ہوگیا کہ یہ ڈکیت اس کا یار جبرو ہی ہے۔ وہ جبرو سے ملنے کو بے تاب ہوگیا۔

چنانچہ ایک رات وہ ٹرین میں بیٹھا اور بند ھیل کھنڈ کی طرف روانہ ہوگیا۔ بند ھیل کھنڈ کا سب سے اہم اسٹیشن نجیب آباد ہی تھا۔ چنانچہ کمالا نجیب آباد آگیا جو کافی بڑا شہر تھا۔ یہاں پولیس اسٹیشن بھی تھا۔ ویسے بھی کمالے کو اس شہر سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جبرو نے جنگل میں کسی جگہ اپنا ٹھکانا بنا رکھا ہے۔ جنگل شہر سے سات کوس شمال کی جانب شروع ہوتے تھے۔ کمالے کے پاس صرف ایک پستول اور چند گولیاں ہی تھیں۔ اس نے خدا کا نام لیا اور جنگل کی طرف چل پڑا۔

☆☆☆

جبرو ایک رات کسی گاؤں میں ڈاکا ڈالنے کے بعد واپس اپنی کمین گاہ کی طرف جارہا تھا۔ اس کے وفادار ساتھی بھی ہمراہ تھے۔ جنگل میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جنگل میں سے گزرنے کا ان کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ جبرو اور شادو مل کر چلتے جبکہ بھورا اور فیروز پہلو میں تھوڑے فاصلے پر چل رہے ہوتے تھے۔ اس وقت بھی فیروز اور بھورا جبرو کے پہلو میں کوئی ساٹھ قدم کے فاصلے پر الگ الگ آگے بڑھ رہے تھے۔ اندھیرے میں دیکھنے کی ان کی آنکھیں عادی ہوگئی تھیں۔

بھورے نے ایک جگہ چھوٹی ندی کے پاس ایک آدمی کو لیٹے دیکھا۔ وہ گھوڑے کو اس کے سر پر لے آیا۔ آدمی گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کا لباس کرتا پاجامہ تھا۔ بھورے کو شک گزرا کہ یہ کوئی پولیس کا چھوڑا ہوا مخبر ہے۔ وہ گھوڑے سے اترا اور جھک کر سونے والے کو غور سے دیکھا۔ اس کی نگاہ ایک پستول پر پڑ گئی جو سونے والے نے اپنے بازو کے نیچے دبا رکھا تھا۔

بھورے نے بندوق کی نالی سونے والے کی گردن پر لگائی اور چلا کر کہا۔ "جبرو! میں نے پولیس کے مخبر کو پکڑ لیا ہے۔"

جبرو نے بھورے کی آواز سنی تو شادو کو لے کر اس کی طرف بڑھا۔

بھورے کی آواز نے سونے والے کو بھی جگا دیا تھا۔ وہ اٹھنے لگا تو بھورے نے بندوق کی نالی کو اس کی گردن پر دباتے ہوئے گرج کر کہا۔ "اٹھنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔ اسی جگہ پڑا رہ۔"

اتنے میں جبرو اور شادو بھی وہاں آگئے۔ جبرو گھوڑے سے اترا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ "کون ہے بے تو؟"

اس نے گھاس پر لیٹے ہوئے آدمی کے سر پر آکر گرج کر پوچھا۔ اندھیرے میں ایک دوسرے کی وہ شکل نہیں دیکھ سکتے تھے مگر کمالے نے جبرو کی آواز پہچان لی تھی۔ اس نے لیٹے لیٹے کہا۔ "جبرو! میں کمالا ہوں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو نے کمالے کی آواز سنی تو بھورے کو دھکا دے کر پیچھے گرا دیا اور لپک کمالے کو اٹھا لیا۔ دونوں دوست ایک دوسرے کو دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے۔ جبرو کمالے کو گلے سے لگا لیا۔ "کمالے! یار تو کہاں تھا؟"

بھورے نے جبرو کی زبانی کمالے کا حال کئی بار سنا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کمالے سے ہاتھ ملایا اور بولا۔ "کمالے مجھے معاف کر دینا۔"

کمالے نے مسکراتے ہوئے بھورے کی طرف دیکھا۔ جبرو نے کہا۔ "یہ ہا بزرگ دوست بھورا لانگری ہے۔"

اتنے میں شادو بھی گھوڑے پر سوار وہاں آگیا۔ کمالے کو دیکھ کر وہ چھلانگ لگا گھوڑے سے اترا اور کمالے سے لپٹ گیا۔ جبرو نے اپنے دوسرے ساتھیوں، فی رحیمے، فتے اور طفے سے کمالے کا تعارف کرایا۔ پھر اسے اپنے جنگل والے ڈ اڈے پر لے گیا۔ اس کا منہ ہاتھ دھلایا۔ جوار کی روٹی اور گڑ کھلایا۔ بھورے نے ا وقت پتیلی میں چائے تیار کر دی۔ چائے کا دور چلنے لگا اور ایک مدت کی جدائی کے ملے ہوئے دوست آپس میں گھل مل کر باتیں کرنے لگے۔

دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی روداد سنائی اور اب کمالا بھی اس گروہ شامل ہوگیا اور جبرو کی سرگرمیاں شدت اختیار کر گئیں۔ پہلے تو وہ راتوں کو امیر سا کاروں اور سود خوروں کو لوٹتا تھا۔ اب وہ دن دہاڑے بھی ڈاکے ڈالنے لگا۔ رات ا دن کا فرق اس نے مٹا دیا تھا۔

جنگ ختم ہو چکی تھی اور غیر منقسم ہندوستان میں کانگریس اور مسلم لیگ تحریکیں زور پکڑ رہی تھیں۔ قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ دیا تھا اور مسلمان پورے جوش و خروش سے تحریک پاکستان میں سرگرم تھے۔ اد کانگریس پاکستان کی مخالفت میں کھل کر سامنے آگئی تھی اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ کانگریس خالص ہندوؤں کی جماعت ہے جس علاقے میں جبرو وارداتیں کر رہا تھا ہندو اکثریت کا علاقہ تھا اور کانگریسی لوگ زیادہ تھے۔ کانگریسی ہندو لیڈر اپنی متعصبا

تقریروں سے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اکسا رہے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی جگہوں پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو شہید کرکے ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔

جبرو کو اس کا بڑا افسوس تھا چنانچہ وہ کانگریسی لیڈروں کا جانی دشمن ہوگیا۔ کیونکہ یہی وہ لوگ تھے جن کے دل مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے تھے اور جو مسلمانوں کا قتل عام کرا رہے تھے۔ پولیس بھی کانگریس کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس کی وجہ ایک تو صاف تھی کہ پولیس میں غیر مسلموں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ کانگریس ہندوؤں کی نمائندہ جماعت تھی۔

ان حالات میں قدرتی بات تھی کہ پولیس نے جبرو ڈکیت اور اس کے ساتھیوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بندھیل کھنڈ کا آئی جی پولیس ہندو تھا۔ جس کا نام این ایس تھاپا تھا۔ یہ کٹر کانگریسی تھا اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ یہ حقیقت سب پر کھل چکی تھی کہ جبرو نہ صرف یہ کہ خود بھی پنجابی مسلمان ہے بلکہ اس کے گروہ کے سارے ڈاکو بھی مسلمان ہیں چنانچہ آئی جی پولیس تھاپا نے حکم دے دیا کہ جبرو اور اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر تھانے میں پیش کئے جائیں۔

ہندو پولیس حرکت میں آگئی۔ اگرچہ بندھیل کھنڈ کے جنگل دشوار گزار اور گھنے تھے پھر بھی پولیس کی پارٹیاں مسلح ہوکر جنگل میں پھیل گئیں اور جبرو اور اس کے ساتھیوں کی تلاش شروع ہوگئی۔

جبرو ان حالات سے پوری طرح باخبر تھا۔ اس کے مخبر بھی اسے پل پل کی خبر لا کر دیتے تھے۔ اس نے اور کمالے نے بھی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک زندہ ہیں اس علاقے کے ایک بھی ہندو کانگریسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ان کٹر ہندو کانگریسیوں کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے تھے۔

جبرو نے تو اکثر دیہات میں دیکھا تھا کہ ہندو خوش حال تھے اور اکثر مسلمان ان کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ ہندو ساہو کاروں نے مسلمان مزارعوں کی زمین اور بعض جگہوں پر عورتیں تک رہن رکھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر جبرو کا خون کھول

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اٹھتا تھا۔ اب جب پاکستان کی تحریک نے زور پکڑا اور ہندوؤں کے ناپاک عزائم
کھل کر سامنے آگئے تو جبرو نے بھی کمالے کے ساتھ مل کر ظلم کرنے والوں
خلاف جنگ کا فیصلہ کرلیا۔ گروہ کے سارے آدمیوں نے نماز پڑھ کر ایک دوسرے
ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ وہ مسلمانوں کو متعصب کانگریسی ہندوؤں کے مظالم
نجات دلائیں گے اور پاکستان کے لئے اپنی جانیں بھی قربان کردیں گے۔

پولیس نے بھی اپنے مخبر چھوڑ رکھے تھے چونکہ جبرو اور اس کے ساتھی ایک را
سے زیادہ کسی جگہ پر نہیں ٹھہرتے تھے اس لئے ان کا کھوج لگانا بہت مشکل تھا۔ ت
ایک روز کسی مخبر نے پولیس کو خبر دی کہ جبرو ڈکیت کا گروہ مہانہ ندی پر آرام کر
ہے۔ پولیس کے انسپکٹر راج اور ڈی ایس پی پربھاکر نے ایک سو سپاہیوں کو دو لاریو
میں بھرا اور جنگل میں اس مقام پر آگئے جہاں انہیں اطلاع ملی تھی کہ جبرو ڈکیت ا
ساتھیوں کے ہمراہ چھپا ہوا ہے۔

جونہی پولیس کی لاریاں جنگل میں داخل ہوئیں جبرو کے مخبروں نے بھی اسے
کردی۔ جبرو کمالا اور شادو ہوشیار ہوگئے اور پولیس کی آؤ بھگت کی تیاریاں کر
لگے۔ بجائے اس کے کہ پولیس جنگل میں جبرو کے ٹھکانے تک پہنچے جبرو اور کمالے
آگے بڑھ کر پولیس مقابلے کا فیصلہ کرلیا۔

پولیس کو معلوم نہیں تھا کہ جبرو ڈکیت جنگل میں کس جگہ آرام کر رہا ہے
مہانہ ندی پر پہنچ کر رک گئے تھے۔ ندی آگے گھنے جنگل میں داخل ہوتی تھی۔ ا
رات پوری طرح سے نہیں ہوئی تھی۔ مگر جنگل گھنا ہونے کی وجہ سے اندھیرا چھا
تھا۔ جبرو اس جنگل کے چپے چپے سے واقف تھا۔ اس نے کمالے شادو اور بھورے
ساتھ لیا اور جس مقام پر پولیس رکی ہوئی تھی اس کے قریب ہی ایک اونچی ٹیکری
مورچے سنبھال لیے۔

انسپکٹر راج اور پربھاکر کا خیال تھا کہ جبرو ندی کے اندر جا کر کہیں آرام کر
ہے۔ وہ اس پر اچانک حملہ کرکے گولیوں کا مینہ برسنا چاہتے تھے۔ انہیں خبر ہی نہ

تھی کہ موت قریبی ٹیکری پر انکے انتظار میں بیٹھی ہے۔ انسپکٹر راج نے پولیس کی نفری
کو ندی کے پاس جمع کیا اور اسے دس دس کی ٹکڑیوں میں بانٹ کر جنگل میں تین
اطراف سے ایک مرکز کی طرف بڑھنے کی منصوبہ بندی کرنے لگا۔ اگرچہ پولیس کے
سپاہی آواز نہیں نکال رہے تھے مگر جبرو اور کمالے کی عقابی آنکھیں اس اندھیرے میں
بھی انہیں دیکھنے میں کامیاب ہوگئیں۔

جونہی پولیس کے سپاہی ایک جگہ جمع ہوئے جبرو نے ٹیکری سے پہلا فائر جھونک
دیا۔ بس پھر کیا تھا ہندو پولیس پر چاروں طرف سے گولیوں کا مینہ برسنا شروع ہوگیا۔
پولیس پہلے ہی ڈاکوؤں سے خائف تھی اور افسروں کے دباؤ کے تحت جنگل میں داخل
ہوئی تھی۔ جبرو، کمالے، شادو اور بھورے کی گولیوں سے کئی سپاہی وہیں ڈھیر ہوگئے۔
باقی لاریوں میں جا گھسے۔ گولیاں ان کا پیچھا وہاں بھی کر رہی تھیں۔ انسپکٹر راج اور ڈی
ایس پی پربھاکر بھی گولیوں کی بارش میں بوکھلا کر لاریوں کی طرف دوڑے ڈرائیور نے
پہلے ہی سے انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں میدان خالی ہوگیا۔ پولیس
اپنے بیس آدمیوں کی لاشیں چھوڑ کر وہاں سے رفو چکر ہوگئی تھی۔

جبرو نے ٹیکری سے اتر کر حکم دیا کہ سپاہیوں کا سارا اسلحہ قبضے میں لے لیا جائے۔
اس کے بعد جبرو نے تمبو اکھڑوا دیئے اور ندی پار کرکے کسی دوسرے ٹھکانے کی تلاش
میں جنگل کے اندھیرے میں غائب ہوگیا۔

یک مشت بیس ہندو سپاہیوں کی لاشوں نے محکمہ پولیس کو ہلا کر رکھ دیا۔ کانگریسی
لیڈروں نے شور مچا دیا کہ پولیس ڈاکوؤں سے رشوت لیتی ہے۔ انگریز ڈی سی خود موقع
واردات پر آیا۔ مگر وہ جنگل سے بے خبر تھا۔ بہرحال ایک فرض شناس انگریز افسر کی
حیثیت سے اس نے سب سے پہلے تو انسپکٹر راج اور ڈی ایس پی پربھاکر کا تبادلہ کرکے
ان کی جگہ دو سکھ افسروں کو متعین کیا اور حکم دیا کہ ڈاکوؤں کو جلد از جلد زندہ یا مردہ
گرفتار کیا جائے لیکن جبرو کی سرگرمیوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکا۔ وہ ایسے کٹر
کانگریسی ہندو لیڈروں کے قلع قمع میں مصروف رہا جو مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے اور ان کی عورتیں اغوا کرا رہے تھے۔

ایک روز جبرو کو اطلاع ملی کہ جانول گاؤں کے مغرور اور کانگریسی ہندو جاگیردار نے ساتھ والے گاؤں کے امام مسجد مولوی کریم کو اپنے آدمیوں سے شہید کروانے کے بعد اس کے گھر کو آگ لگوا دی ہے۔ جبرو کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے اسی وقت کمالے' شادو اور بھورے سے مشورہ کیا اور فیصلہ ہوا کہ ابھی چل کر اس قاتل ہندو جاگیردار سے امام مسجد کے بے رحمانہ قتل کا حساب چکایا جائے۔

جانول گاؤں پندرہ بیس کوس شمال کی طرف تھا۔ جبرو نے شادو' کمالے' بھورے اور فیروز کو ساتھ لیا اور گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔ ڈیرے پر پیچھے فیقا' رحما اور ٹیفا رہ گئے تھے۔

جبرو اس ہندو جاگیردار سے عبرت انگیز انتقام لینا چاہتا تھا۔ سورج غروب ہو رہا تھا کہ جبرو' کمالا' شادو اور بھورا وغیرہ جانول گاؤں میں داخل ہوگئے۔ لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں روٹی وغیرہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ معمول کے مطابق جانول گاؤں کا ہندو جاگیردار بنسی رام بھی اپنی حویلی میں تخت پر بیٹھا بڑے مزے سے کھانا کھا رہا تھا۔ جب کہ ایک مسلمان بوڑھا درزی برآمدے میں بیٹھا کپڑے سی رہا تھا۔

جبرو' شادو اور کمالے نے پولیس کی وردیاں پہن رکھی تھیں جو انہوں نے سپاہیوں کے جسم سے اتاری تھیں۔ صرف سروں پر پگڑیوں کی جگہ سیاہ صافے کے ڈھاٹے بندھے تھے۔ جبرو نے حویلی کے دروازے پر جاتے ہی بلند آواز میں کہا۔ "بنسی رام جی گھر پر ہیں؟"

بنسی رام کی بیوی دوڑی دوڑی آئی۔ دروازہ کھول کر پولیس کی وردیوں والے گھڑ سوار دیکھے تو سمجھی کہ سرکاری افسر اس کے دولت مند اور مشہور کانگریسی لیڈر نما خاوند سے ملاقات کرنے آئے ہیں فوراً ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "جی ہاں مہاراج۔ وہ اندر ہی ہیں۔ آ جائیں۔"

تینوں صحن میں آگئے جب کہ بھورا رائفل سنبھالے حویلی سے چند گز دور گھوڑوں کے پاس کھڑا رہا۔ جاگیردار کی بیوی اپنے پتی کے پاس پہنچی جو دوسری طرف والے چھوٹے صحن میں تخت پر بیٹھا گھی میں چپڑی روٹی کے نوالے توڑ رہا تھا۔ اس نے جاتے ہی بڑی شان سے کہا۔ "سرکاری افسر آئے ہیں آپ سے ملنے۔"

جاگیردار نے بڑے فخر سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور سر کو ذرا سا ہلا کر بولا۔ "انہیں ورانڈے میں بٹھاؤ۔ میں بھوجن تو کر لو۔"

وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ اس کی زندگی کا آخری بھوجن ہے بیوی نے واپس آکر کہا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ ابھی آتے ہیں آپ ورانڈے میں پدھارپے' ورانڈے میں مسلمان درزی اپنے کام میں لگا تھا۔ جبرو' شادو اور کمالا وہیں کھڑے رہے۔ جبرو نے عورت سے پوچھا۔ "لڑکے کہاں ہیں تمہارے؟"

اس نے بتایا کہ وہ کھیت میں سبزیاں توڑنے گئے ہیں۔ جبرو چپ ہوگیا۔ اتنے میں بنسی رام دھوتی سے ہاتھ پونچھتا ہوا ورانڈے میں نمودار ہوا۔ پولیس کی وردیوں والے لمبے تڑنگے آدمیوں کے سروں پر بندھے کالے ڈھاٹے دیکھتے ہی اس کا ماتھا ٹھنکا مگر اس نے اپنے حواس قابو میں رکھے اور پرنام کرتے ہوئے پوچھا۔ "مہاراج کیسے آنا ہوا؟"

جبرو نے اپنے چہرے پر سے ڈھاٹا نیچے کھسکایا اور گرج کو پوچھا۔ "بنسی رام مجھے پہچانا تم نے؟ میں جبرو ڈکیت ہوں اور تم سے امام مسجد کے خون کا حساب لینے آیا ہوں۔"

بنسی رام کی تو گھگی بندھ گئی۔ ہونٹ خشک ہوگئے۔ رنگ زرد ہوگیا۔ جسم ٹھنڈا ہوگیا۔ پنڈلیاں کپکپانے لگیں زمین گھومتی نظر آنے لگی۔ مگر بڑا کائیاں آدمی تھا۔ فوراً ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔ "حضور میں نے امام مسجد کو نہیں مارا۔ وہ تو دوسرے گاؤں کے ہندو غنڈے تھے۔"

اتنے میں بنسی رام کے دو نوجوان لڑکے بھی آگئے۔ جو ہندو مہاسبھا کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرگرم رکن تھے۔ وہ فوراً معاملے کی نزاکت کو بھانپ گئے مگر شادو اور کمالے نے انہیں اپنی رائفلوں کی زد میں لے کر دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ جبرو نے اپنی رائفل ذرا آگے کی اور بولا۔ "لالہ بنسی رام! مسجد کے مولوی صاحب بے گناہ تھے۔ تو نے انہیں خون میں نہلایا۔ ان کے مکان کو آگ لگائی۔ اب تو بھی اپنی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوجا۔"

لالے کو چکر آگیا۔ اس کی بیوی گڑگڑانے لگی۔ جبرو نے گرج دار آواز میں کہا۔ "چپ ہو جا تو ہم عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔" اس کی رائفل نے شعلہ اگلا پھر دھڑادھڑ دو مزید فائر ہوئے اور ورانڈے کے فرش پر تین لاشیں خون میں لت پت تڑپنے لگیں۔ ایک لاش مولوی صاحب کے قاتل بنسی رام کی تھی۔ جب کہ باقی دو لاشیں اس کے مہا سبھائی لڑکوں کی تھیں۔ بیوی غش کھا کر گر پڑی۔ ورانڈے میں بیٹھے مسلمان درزی نے یہ عالم دیکھا تو دہشت کے مارے وہیں دہرا ہو گیا۔

جبرو کے آدمیوں نے جاگیردار کے گھر کا صفایا کیا۔ سارا روپیہ پیسہ اور زیور لوٹا۔ یہاں سے انہیں ایک ولایتی بندوق اور کارتوس بھی مل گئے۔ پھر یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں میں ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے سرے آئے تھے ادھر کو چل دیئے۔

اس واردات نے ایک بار پھر محکمہ پولیس کو ہلا کر رکھ دیا۔ کانگریس کے ورکروں نے تھانے کے باہر زبردست مظاہرہ کیا۔ پولیس نے اپنی سرگرمیاں مزید تیز کر دیں مگر جبرو اب ایک ایسے علاقے میں پہنچ گیا تھا جہاں پولیس کا کوئی سپاہی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ویسے بھی پولیس محض نام رکھنے کی کارروائی کر رہی تھی۔ کسی کو کیا پڑی تھی کہ بیس روپے کی نوکری میں ڈاکوؤں کی گولی کھائے۔ سپاہی اپنے افسروں کے ساتھ چھاپہ مارنے ضرور نکلتے تھے مگر ہر سپاہی کوشش کرتا تھا کہ وہ ڈاکوؤں کی کمین گاہ سے دور رہے اور ان کے سامنے نہ آئے۔

جبرو ایک گہری گھاٹی کے پار جنگل میں ایک پہاڑی کی ڈھلان کے نیچے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اس کا سب سے معتبر مخبر سوائے شادو کے اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔

سوچیت گڑھ اور پنجاب میں روپوشی کے دوران بھی شادو ہی بھیس بدل کر گاؤں میں راشن وغیرہ لینے جایا کرتا تھا۔ یہاں بھی شادو کے ذمے یہ ڈیوٹی تھی۔ وہ بھیس آواز اور چال ڈھال تبدیل کرنے میں ماہر تھا۔ ہفتے میں ایک بار وہ کسی نہ کسی بھیس میں آس پاس کے علاقوں میں نکل جاتا اور پولیس کی سرگرمیوں کی تازہ رپورٹیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔

اس علاقے کے جنوب میں جنگل کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں گوندلا تھا جس کے آس پاس کھیت ہی کھیت تھے۔ اس گاؤں میں شادو چوڑیاں بیچنے والے بنجارے کے بھیس میں دو ایک بار گیا تھا۔ یہاں ایک عورت پر شادو کا دل آگیا۔ سانولے رنگ کی تیکھی ناک والی یہ عورت ایک چوکیدار کی بیٹی تھی اور اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ گاؤں کے کنارے والے چھوٹے سے مکان میں رہتی تھی۔ اس کا نام بختاوری تھا۔ عمر چالیس سال کے قریب ہوگی۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ باپ مرچکا تھا۔ بختاوری کی شادی نہیں ہوسکی تھی اور وہ گھر پر لوگوں کے کپڑے وغیرہ سینے کا کام کرتی تھی۔ دو ایک بار شادو سے چوڑیاں چڑھوائیں اور دونوں کو ایک دوسرے سے پیار ہو گیا تھا۔ شادو اب وقت نکال کر بختاوری کے پاس گوندلا پہنچ جاتا۔ اس نے بختاوری کو یہی بتایا تھا کہ اس کا نام کالو ہے اور وہ ساتھ والے گاؤں میں رہتا ہے اور غیر شادی شدہ ہے۔ بختاوری کی ماں نے سوچا تھا کہ کسی طرح اس کی بچی کا گھر آباد ہو جائے۔ چنانچہ وہ دونوں کو اپنے گھر میں ملنے دیتی تھی۔

اسی گاؤں میں بھیکو نام کا ایک پہلوان ٹائپ کا غنڈہ بھی رہتا تھا۔ جس کی بختاوری پر آنکھ تھی۔ جب اسے خبر ملی کہ کالو نام کا ایک بنجارہ دوسرے گاؤں سے آتا ہے اور بختاوری کے گھر دیر تک بیٹھا راز و نیاز میں مصروف رہتا ہے تو اس نے کالو کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک روز جبرو کمالا اور بھورا علاقے میں کسی کانگریسی لیڈر کی خبر لینے گئے ہوئے تھے کہ شادو نے بنجارے کا بھیس بدلا' چوڑیوں کا ٹوکرا سر پر رکھا اور گوندلا گاؤں کی طرف چل دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈیرے میں صرف لیفا اس کا راز دار تھا۔ اسے شادو بتا گیا تھا کہ وہ بخاوری سے ملنے جارہا ہے۔ دوسری طرف گاؤں کا پہلوان غنڈہ بھیکو پہلے سے اس کے انتظار میں تھا۔ جوں ہی شادو گاؤں میں داخل ہوا ایک آدمی اسے ملا اور کہنے لگا۔ "بھائی میری بہن کی شادی ہے۔ اسے چل کر چوڑیاں چڑھا دو۔ تمہاری مہربانی ہوگی۔"

شادو نے پہلے تو کہا کہ وہ تھوڑی دیر بعد ادھر آئے گا لیکن وہ آدمی بھیکو غنڈے کا بھیجا ہوا تھا۔ ہاتھ باندھ کر بولا۔ "بھائی ہم غریب لوگ ہیں۔ کانچ کی چوڑیاں ہی ہماری بچیوں کا سنگھار ہیں۔ آج شام میری بہن کی بارات آنے والی ہے۔ میرے ساتھ چل کر اسے چوڑیاں پہنا دو۔"

شادو انکار نہ کرسکا اور ٹوکرا سر پر رکھے۔ "چوڑیاں چڑھا لو چوڑیاں" کی آواز لگاتا اس آدمی کے ساتھ چل پڑا۔ وہ آدمی اسے گلیوں میں گھماتا۔ بھیکو غنڈے کے مکان کی بیٹھک میں لے آیا جہاں بھیکو اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ جونہی شادو بیٹھک میں داخل ہوا بھیکو نے پیچھے سے شادو کی کمر میں پوری طاقت سے چاقو گھونپ دیا۔ شادو تیورایا۔ چوڑیوں کا ٹوکرا ایک طرف جاگرا اور شادو دوسری طرف۔ گرے ہوئے شادو پر بھیکو کے آدمیوں نے چاقوؤں سے حملہ کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شادو کا جسم چھلنی ہو کر ٹھنڈا ہوگیا۔ شام کو جب اندھیرا ہوا تو بھیکو کے آدمیوں نے شادو کی لاش کو اٹھا کر دور جنگل میں پھینک دیا۔

شام کو جب شادو واپس نہ آیا تو جبرو کو تشویش ہوئی۔ اس نے طیفے سے پوچھا کہ وہ کیا کہہ کر گیا تھا۔ طیفے نے پہلے تو اخفائے راز سے کام لیا لیکن جب جبرو نے اسے ایک زور دار لپڑ رسید کیا تو وہ بول پڑا۔ "سردار وہ بخاوری سے ملنے گوندلا گیا تھا۔"

جب حقیقت حال جبرو کو معلوم ہوئی تو وہ پریشان ہوگیا۔ اس نے اسی وقت بھورے کو گوندلا روانہ کر دیا۔ بھورے نے جنگل کے کنارے شادو کی کٹی پھٹی لاش دیکھی جس سے چیونٹیاں چمٹی ہوئی تھیں۔ وہ بھاگ کر جبرو کے پاس آگیا اور یہ درد

بھری خبر سنائی کہ جنگل میں شادو کی لاش پڑی ہے۔ جبرو کمالا اور بھورا گھوڑوں پر سوار ہو کر لاش کے پاس پہنچے۔ وہ واقعی شادو کی لاش تھی۔ جبرو غم و غصے سے دیوانہ ہوگیا۔

"جبرو! شادو عورت کی وجہ سے قتل ہوا ہے۔ ہم اس کے قاتل کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" کمالے نے پرجوش انداز میں کہا۔

جبرو نے لاش کو قبر کھود کر وہیں دفن کرنے کا حکم دیا اور بھورے کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "چاچا! تم گوندلا جاکر شادو کے قاتلوں کا کھوج لگاؤ۔"

شادو کی لاش قبر میں دفن کر دی گئی اور دوسرے دن صبح صبح بھورا ایک فقیر کے بھیس میں گوندلا گاؤں میں داخل ہوگیا۔ اس نے ایک تکیے کے پاس ڈیرا جمالیا۔ یہاں بھیکو اور اس کے آدمی اکھاڑے میں کسرت کرنے آتے تھے۔ بھورے نے اپنا حلیہ ملنگوں والا بنا لیا تھا اور پھٹے پرانے کپڑوں پر ایک بوسیدہ کمبل ڈال رکھا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ جیسے جلال میں آکر حق حق کا نعرہ لگانے لگتا۔ غنڈے اور پہلوان قسم کے لوگ بڑے ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ بھیکو کی ٹولی میں سے ایک آدمی پر بھورے نے اپنی خاص توجہ مرکوز کر دی۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ بدمعاش ٹائپ کے لوگ ہیں اور قتل کی واردات میں یہی لوگ ملوث ہو سکتے ہیں۔ بھورے نے بھیکو بدمعاش کے اس خاص آدمی کو موقع پاکر اشارے سے اپنی طرف بلایا اور جلالی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تیری قسمت کھلنے والی ہے بچہ بہت جلد تمہیں ایک ایسا غیبی خزانہ نہ ملے گا کہ تو مالا مال ہو جائے گا۔"

اس آدمی کا نام سندر تھا۔ وہ تو بھورے کا دیوانہ ہوگیا اس کی خدمت اور ٹہل سیوا شروع کر دی۔ بھورے نے بڑی راز داری سے کہا۔ "تیرے ساتھی تیری قسمت پر حسد کریں گے۔ تو امیر ہوگیا تو وہ ہاتھ دھو کر تیرے پیچھے پڑ جائیں گے اس لئے تو مجھے گاؤں سے باہر قبرستان میں ملنے آجایا کر۔"

دوسرے دن سندر پرانے قبرستان پہنچ گیا۔ بھورے نے اس جاہل آدمی کو اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دام میں پھنسا لیا۔ ہاتھ کی شعبدہ بازی دکھا کر اسے چاندی کے ایک روپے کے چار روپے بنا کر دکھائے پھر چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ بنا دیئے اور سارے روپے سندر کو دے دیئے۔ سندر تو اس کا گرویدہ ہو گیا۔

یونہی ایک ہفتہ گزر گیا۔ رات کو بھورا جنگل میں جا کر ساری کارروائی جبرو اور کمالے کو بتا دیتا تھا۔ جبرو نے اسے کارروائی تیز تر کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ ایک روز بھورا سندر کے لئے قبرستان میں بیٹھا زمین پر سندر کی قسمت کا زائچہ بنا رہا تھا کہ ایک دم سے ٹھنڈی آہ بھر کر بول۔ "سندر! دولت تیری قسمت میں نہیں ہے' بچہ۔"

سندر ہاتھ جوڑے ادب سے سامنے بیٹھا تھا گھبرا کر بولا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہیں شاہ جی۔ بھگوان کے لئے ایسا نہ کہیں۔ میں دولت چاہتا ہوں۔ مجھے خزانہ چاہئے۔"

بھورے نے جلالی آواز میں ایک نعرہ لگایا اور سندر کو گالی دے کر کہا۔ "تیری قسمت کا دروازہ بند ہو گیا ہے سندر کی اولاد" سندر سہم گیا۔ پھر ڈرتے ڈرتے بولا۔ "کیا کسی طریقے سے دروازہ کھل نہیں سکتا۔ مجھے جو حکم دیں گے میں ویسے ہی کروں گا۔"

بھورے نے کہا۔ "سن سندر! یہاں لکھا ہے کہ تیری قسمت کا دروازہ صرف ایک ہی شرط پر کھل سکتا ہے کہ تو کسی ایسے آدمی کا جھوٹا پانی پئے جس کے ہاتھ کسی کے خون سے رنگے ہوں۔"

سندر اچھل پڑا۔ "شاہ جی! یہ کون سی مشکل بات ہے۔ میں ابھی جا کر بھیکو کا جھوٹا پانی پیتا ہوں"۔

بھورے لانگری نے رعب دار آواز میں پوچھا۔ "یہ بھیکو کون ہے؟"

سندر تو بھورے لانگری کو پہنچا ہوا ملنگ سمجھ رہا تھا اور اس کے اثر میں تھا اور پھر اس پر دولت حاصل کرنے کا بھوت بھی سوار تھا۔ اسے یقین تھا کہ شاہ جی اسے غیبی خزانے سے مالا مال کر سکتا ہے کہنے لگا۔ "حضور بھیکو ہمارا پہلوان ہے۔" پھر ادھر ادھر دیکھ کر ہاتھ باندھ کر بولا۔ "شاہ جی! آپ تو دلوں کے بھید جانتے ہیں۔ آپ سے

کوئی کیا چھپا سکتا ہے۔ بھیکو نے پچھلے دنوں ایک بنجارے کا خون کیا ہے۔ وہ اسی کا چاقو لگنے سے مرا تھا۔ میں ابھی جا کر اس کا جھوٹا پانی پی کر آتا ہوں۔ پھر تو مجھے غیبی خزانہ مل جائے گا نا۔ شاہ جی؟"

بھورے نے مسکراتے ہوئے کہا "کیوں نہیں ملے گا سندر! اب تو خزانہ ضرور ملے گا لیکن جس کے چاقو سے بنجارہ مرا تھا اسی کا جھوٹا پانی پینا۔ کیا بھیکو کے ساتھیوں نے بھی چاقو مارے تھے۔"

سندر بولا۔ ہاں شاہ جی۔ مگر میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ شامو پھلواری داس اور شام داس نے بھی بنجارے پر حملہ کیا تھا"۔

بھورا کہنے لہا۔ "کوئی بات نہیں ہمیں ان سے کیا لینا ہے' تو ابھی جا کر بھیکو کا جھوٹا پانی پی کر واپس آجا۔ میں تجھے تعویذ بنا کر دوں گا۔ سات دن کے اندر اندر تو مالا مال ہو جائے گا۔ مگر اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا' نہیں تو سارا کھیل ختم ہو جائے گا"۔

سندر بولا۔ "میں کوئی پاگل ہوں شاہ جی۔ آپ یہیں رہیں میں ابھی آتا ہوں۔"

کوئی بیس منٹ کے بعد سندر واپس آگیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ آتے ہی اس نے بھورے کے پاؤں پکڑ لئے۔ "مہاراج! بھیکو کا جھوٹا پانی میں پی آیا ہوں۔ اب مجھے خزانے کا پتا بتا دیں مہاراج۔ میں اس میں سے آدھا خزانہ آپ کو دے دوں گا؟"

بھورے نے جلالی آواز میں کہا۔ "سندر ہمیں چل کر بھیکو کا مکان دکھاؤ۔ کیونکہ اس کے مکان کو دیکھ کر ہی ہم تمہارا تعویذ بنائیں گے"۔

"سندر ہاتھ باندھ کر بولا۔ "ابھی چلیں مہاراج مگر بھیکو اپنے مکان پر ہی ہے کہیں اسے شک نہ ہو جائے۔"

سندر بھورے کو دوسری طرف سے مندر کے پچھواڑے لے گیا۔ وہاں سے اس نے اسے بھیکو کا مکان دکھایا بھورے نے اس مکان کو اچھی طرح ذہن نشین کیا اور بولا۔ "چل سندر بچہ! واپس قبرستان چل۔ ہم تمہیں نقش بنا کر دیئے دیتے ہیں۔"

قبرستان میں آکر بھورے نے کاغذ کے ایک پرانے ٹکڑے پر پنسل سے آڑھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ترچھی لکیریں کھینچ کر ان میں اوٹ پٹانگ حروف لکھے اور تہ کرکے سندر کو دے دیا۔ "بچہ سندر! اس کو کالے کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹ کر اپنے بائیں بازو کے ساتھ باندھ لے ہم ریاضت کرنے درگاہ شریف پر جائیں گے۔ وہاں تیرے لئے دعا بھی کریں گے۔ ایک ہفتے کے بعد تیرے پاس اسی جگہ قبرستان میں ایک سفید داڑھی والا درویش آئے گا جو تجھے خزانے کے پاس پہنچا دے گا۔"

اسی شام بھورا واپس جبرو کے پاس آگیا اور اس نے سب کچھ اسے بتا دیا۔ جبرو نے اپنے آدمیوں کو تیاری کا حکم دے دیا اور کہا۔ "صبح دن کی روشنی میں شادو کے قاتلوں کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

دوسرے روز سورج نکلتے ہی جبرو نے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گوندلا کی طرف چل دیا۔ جبرو درمیان میں تھا۔ کمالا اور بھورا اس کے دائیں بائیں تھے۔ پیچھے فیروز اور دوسرے ڈاکو گھوڑوں پر سوار چلے آرہے تھے۔ وہ گاؤں کے پچھمی کنارے کی طرف ہوتے ہوئے سیدھے بھیکو کی بیٹھک کے باہر آگئے۔

بھیکو ابھی ابھی اکھاڑے سے زور کر کے آیا تھا اور گائے کا دودھ دوہ رہا تھا۔ سندر بھی وہیں موجود تھا۔ مسلح ڈاکوؤں کو سامنے دیکھ کر بھیکو بدمعاش اندر سے ہل گیا۔ بالٹی وہیں رکھ کر اٹھا اور بولا۔ "کیا بات ہے جی! کون ہو تم لوگ؟" بظاہر اس نے بڑے اعتماد سے سوال کیا تھا مگر اس کی آواز میں ایک لرزش ایک دہشت تھی جو صاف پہچانی جاتی تھی۔

جبرو نے رائفل کاندھے سے اتارتے ہوئے کہا۔ "بھائی ہمیں بھیکو سے ملنا ہے۔ ہم اس کا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔"

بھیکو کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ اس خیال سے خوش ہو گیا کہ یہ لوگ جو شکل وصورت سے مشتبہ لگ رہے ہیں اس سے الجھنے نہیں بلکہ کسی بات پر اس کا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔ جلدی سے بولا۔ "مہاراج میں ہی بھیکو ہوں۔ پدھاریے دودھ حاضر

ہے۔"

جبرو کے ہونٹوں پر سنگ دلانہ تبسم نمودار ہوا۔ اس نے کمالے سے کہا۔ "کمالے یہی ہمارے شادو کا قاتل ہے۔"

کمالے کی رائفل کی نالی اونچی ہوئی۔ تڑاخ سے گولی چلی اور بھیکو کے سینے پر خون کا فوارہ چھوڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ اس کے ساتھی بھاگنے لگے۔ مگر وہ کہاں جاسکتے تھے۔ جبرو کی رائفل لوڈ تھی۔ یکے بعد دیگرے دو گولیاں چلیں اور بھیکو کے دونوں ساتھی بھی وہیں ڈھیر ہوگئے جنہوں نے شادو کے قتل میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ جبرو کی رائفل سندر کا خاتمہ کرنے ہی والی تھی کہ بھورے نے اسے منع کردیا اور سندر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تم نے کہا تھا کہ بنجارے کے قتل میں بھیکو کے ساتھ تین آدمی تھے۔ وہ کہاں ہیں۔ کہیں وہ تو تو نہیں۔ مجھے پہچانتے ہو؟"

سندر تھر تھر کانپ رہا تھا۔ کپکپاتے ہونٹوں سے خشک آواز میں بولا۔ "شاہ جی! میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے بنجارے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔"

بھورے نے کڑک کر کہا۔ "تو پھر بتا تیسرا آدمی کہاں ہے نہیں تو گولی ابھی تیری کھوپڑی کے پار ہو گی۔"

سندر نے جلدی سے کہا۔ "مہاراج وہ .... وہ پھلواری داس ہے۔ وہ اکھاڑے میں ہے۔"

جبرو نے گرج کر کہا۔ "چل ہمیں اس کی شناخت کرا۔"

سندر کو کمالے، جبرو اور بھورے نے اپنے گھوڑوں کے درمیان کر لیا اور سندر انہیں لے کر گاؤں کے اکھاڑے کی طرف چل پڑا۔ گولیوں کی آواز سے گاؤں کے لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے کالے ڈھاٹوں والے مسلح گھڑ سواروں کو دیکھا تو بھاگ کر اپنے گھروں میں گھس گئے۔

پھلواری داس اکھاڑے کے کنارے ڈنڈ پیل رہا تھا۔ سندر نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ہے پھلواری داس، مہاراج۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمالا اس کی طرف بڑھنے لگا تو جبرو نے اسے روک دیا۔ "شادو کی روح کا مجھ بڑا حق ہے کمالے تو یہیں ٹھہر۔"

پھلواری داس ڈنڈ پیلتے پیلتے رک گیا تھا اور گھڑ سواروں کی طرف حیرانی اور خو کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ جبرو کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ سمجھ کہ موت آگئی ہے سو ایک دم سے بگٹٹ بھاگ اٹھا لیکن جبرو اسے کہاں موقع د والا تھا۔ اس نے رائفل سیدھی کی اور گولی داغ دی .... پھلواری داس کی کمر سوراخ ہو گیا اور خون ابل ابل کر بہنے لگا۔ وہ منہ کے بل گرا وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ ج نے رائفل کو کاندھے سے لٹکایا اور گھوڑے کو موڑ کر بھورے کے پاس آگیا۔

"بھورے چاچا! اس اپنے چیلے کا کیا کرو گے؟"

سندر ہاتھ جوڑ کر گھٹنوں کے بل گرا اور روتے ہوئے جان کی بھیک مانگنے ل "گورو! سندر شادو کے قاتلوں میں شامل نہیں تھا۔ اسے چھوڑ دو۔"

جبرو نے گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ کمالا' بھورا اور فیروز اس کے پیچھے تھے۔ چشم زد میں گھوڑے گاؤں کے کھیتوں سے نکل کر جنگل کی حدود میں داخل ہو گئے۔

☆☆☆

جبرو کی دیدہ دلیرانہ وارداتیں جاری تھیں مگر پولیس بے بس تھی۔ کوئی مخبر بھی جنگل میں زیادہ دور تک جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ جنگل میں کنارے کنارے ہو ادھر ادھر گھوم کر واپس آجاتے اور رپورٹ کر دیتے کہ مجرموں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

دوسری طرف جبرو مسلمان دشمنوں کو چن چن کر ٹھکانے لگا رہا تھا۔ وہ صرف ایسے افراد کو اگلی دنیا میں پہنچاتا جن کے بارے میں اسے پکا ثبوت مل جاتا کہ ان کے ہاتھ بے گناہ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ اب وہ جنگل کے اس حصے کی طرف نکل گیا تھا۔ جسکی آخری سرحد آج کے سوراشٹر سے ملتی تھی۔ یہ علاقہ بھی ہندو مہاسبھائیوں اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے متعصب اور اسلام دشمن عناصر سے بھرا ہوا

تھا۔ مسلمان ان متعصب ہندو مہاسبھائیوں اور کانگریسیوں کے رحم و کرم پر تھے۔ پاکستان کی تحریک اس وقت اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ جس کی وجہ سے انگریز افسروں نے بھی محکموں کے کاموں اور میں زیادہ دخل دینا ترک کر دیا تھا اس لئے محکمہ پولیس بھی دوسرے محکموں کی طرح بدنظمی کا شکار تھا۔ جبرو ڈکیت کی تلاش میں رسمی طور پر پولیس پارٹیاں روانہ کی جاتیں جو جنگل میں ادھر ادھر گولیاں چلاتیں اور درختوں کے پتے اڑا کر واپس آجاتیں۔

جبرو کے مخبر کا کام پہلے شادو کے سپرد تھا۔ اب یہ ڈیوٹی گروہ کے نوجوان ساتھی طیفے کے سپرد کر دی گئی۔ طیفے کا تعلق ضلع نجیب آباد سے تھا جہاں صرف اس کی بڑی بہن ہی رہتی تھی طیفا اپنے علاقے سے دو خون کرکے بھاگا تھا اور بھورے کی ٹولی میں شریک ہو گیا تھا تاکہ وہ پھانسی کے تختے پر چڑھنے سے بچ جائے۔ طیفے کو جبرو کے گروہ میں شامل ہوئے ایک سال ہو گیا تھا کبھی کبھی اسے اپنی بہن کی بہت یاد آتی جو اپنے گاؤں میں بہت غربت کی زندگی گزار رہی تھی۔ اس کا خاوند فالج کے مرض میں مبتلا تھا اور طیفے کی بہن لوگوں کے گھروں میں کام کاج کرکے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال رہی تھی۔ طیفا اپنی بہن کی حالت پر سوچ سوچ کر کڑھتا رہتا تھا۔ مگر اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔

وہ بھی شادو کی طرح کبھی فقیر' کبھی جوگی اور کبھی بنجارے کا بھیس بدل کر ارد گرد کے دیہات میں جاتا۔ لوگوں میں گھل مل جاتا اور پولیس کی تازہ ترین سرگرمیوں کی رپورٹ لا کر جبرو کو دے دیتا۔ پولیس عاجز آچکی تھی۔ ایک طرف حکومت کا دباؤ تھا دوسری طرف کانگریسی لیڈر جبرو کی گرفتاری کے لئے شور و غوغا مچا رہے تھے تنگ آکر آئی جی پولیس نے جبرو کو گرفتار کرنے والے یا اس کے بارے میں درست اطلاع دینے والے کے لئے ایک لاکھ روپے کا اعلان کر دیا۔ آج سے پینتالیس سال پہلے ایک لاکھ کی رقم بہت بڑی رقم تھی اور لاکھوں میں سے کوئی ایک ہی لاکھ پتی ہوا کرتا تھا۔ پولیس کا خیال تھا کہ روپے کے لالچ میں ہو سکتا ہے جبرو کے گروہ ہی کا کوئی آدمی ٹوٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر پولیس کے پاس آ جائے مگر جبرو کے آدمی تو اس پر اپنی جان فدا کرتے تھے۔

ایک دن طیفا الڑیا گاؤں میں فقیر کے بھیس میں پھر رہا تھا کہ اس نے دو کسانوں کو کھیت کے کنارے بیٹھے باتیں کرتے دیکھا۔ طیفا آواز لگاتا ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ کسان نے اسے جیب سے تازہ گڑ نکال کر دیا۔ طیفا وہیں بیٹھ کر کھانے لگا۔ کسان آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ان کی باتوں سے طیفے کو پتا چلا کہ اسی گاؤں کا بااثر زمیندار دیودت مسلمانوں کا جانی دشمن ہے اور پچھلے دنوں گاؤں کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے حق میں جلوس نکالا تو دیودت نے اپنے آدمیوں کو کہہ کر ان پر لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے حملہ کرا دیا' جس میں دو مسلمان جاں بحق ہو گئے۔

دونوں کسان مسلمان تھے مگر ڈرے ڈرے سے تھے۔ طیفا وہاں سے اٹھ کر گاؤں میں آ گیا۔ کسانوں کی زبانی اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ دیودت کانگریسی ہے اور پولیس اور سرکار میں اس کی بڑی پہنچ اور اثر و رسوخ ہے جس کی وجہ سے اس کے آدمیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی اور دو مسلمانوں کے قتل کو محض بلوے کی واردات کہہ کر رفع دفع کر دیا گیا تھا۔

طیفے نے گاؤں میں بہت جلد دیودت کے مکان کا سراغ لگا لیا۔ یہ ایک دو منزلہ چوبارہ تھا جس کے پیچھے چار دیواری میں ایک دروازہ بھی تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور اندر صحن میں سبزی ترکاریوں کی چھوٹی سی کھیتی نظر آ رہی تھی۔ طیفے نے واپس آ کر جبرو کو اطلاع کر دی کہ الڑیا گاؤں میں ایک مسلم دشمن کانگریسی دو مسلمان جوانوں کا خون کروا چکا ہے اور اس کی گولی کا منتظر ہے۔

جبرو نے دوسرے روز صبح صبح طیفے کو الڑیا گاؤں دوبارہ بھیجا کہ معلوم کرے دیودت گھر پر ہی ہے طیفے نے واپس آ کر بتایا کہ وہ اپنے مکان پر ہی ہے۔ شام کو گاؤں میں کانگریس کا جلسہ ہونے والا ہے اور اس کے انتظامات میں لگا ہے۔ جبرو نے رائفل لوڈ کی' کمالے' بھورے اور طیفے کو ساتھ لیا اور الڑیا گاؤں کی طرف چل پڑا۔ اس

وقت دن کے نو بجے کا وقت ہو گا۔ الڑیا گاؤں جنگل سے نکل کر دو کوس شمال مغرب کی طرف واقع تھا۔ جبرو گاؤں میں داخل ہوا تو سامنے سے ایک آدمی گھوڑی پر سوار آتا دکھائی دیا۔

طیفے نے جبرو سے کہا۔ "استاد! یہ دیودت کا آدمی ہے۔ میں نے اسے دیودت کے پاس بیٹھے گھل مل کر باتیں کرتے دیکھا ہے۔"

جبرو نے گھڑ سوار کو بلایا اور کہا۔ "ہمارے ساتھ چلو۔ ہم دیودت کے لئے کانگریس کمیٹی کا ایک خاص پیغام لے کر آئے ہیں۔"

یہ آدمی دیودت کا خاص غنڈہ چمن لال تھا۔ جبرو اور اس کے ساتھیوں کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا کہ معاملہ گڑ بڑ ہے مگر وہ بھاگ نہیں سکتا تھا۔ جبرو' کمالے' بھورے اور طیفے کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اور انہوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ وہ چپ چاپ ان کے درمیان چلنے لگا۔

گاؤں کے بڑے بازار میں تخت جوڑ کر کانگریس کے جلسے کے لئے اسٹیج بنایا جا رہا تھا۔ کچھ دیہاتی جھنڈیاں وغیرہ تیار کر رہے تھے۔ ایک موٹی توند اور گنجے سر والا لالہ ریشمی دھوتی کرتا پہنے آرام کرسی پر بیٹھا ان آدمیوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ طیفے نے جبرو کو بتایا کہ یہی دیودت زمیندار ہے جس نے گاؤں کے دو بے گناہ مسلمان جوانوں کو مروا دیا تھا۔ جبرو نے کمالے کی طرف اشارہ کیا۔ کمالے نے ایک طرف سے گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے جبرو اور بھورے نے گھوڑوں کو آگے کر دیا۔ طیفے نے اس آدمی کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر رسی کا سرا اپنے گھوڑے سے باندھ لیا کہ وہ بھاگ نہ جائے۔

لالہ دیودت نے خونخوار آنکھوں والے گھڑ سواروں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو جلدی سے کرسی چھوڑ دی۔ کمالے نے دھنا دھن چار ہوائی فائر کر دیئے۔ گاؤں دھماکوں سے لرز اٹھا۔ اسٹیج پر کام کرتے لوگ ڈر کر چوہوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ گئے۔ کمالے نے رائفل کی نالی دیودت کی گردن سے لگا دی۔ "کیا نام ہے تیرا لالہ؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیودت کو موت سامنے کھڑی نظر آگئی۔ مگر آدمی کائیاں تھا حوصلہ نہ ہارا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "مہاراج! آپ میرے گھر پر چل کر آرام کیجئے۔ کچھ جل پان لیجئے۔ وہاں بیٹھ کر باتیں کرلیں گے۔"

جبرو ایک طرف گھوڑے پر بیٹھا سکڑی ہوئی آنکھوں سے لالہ دیودت کو تک رہا تھا۔ کمالا اس کے سر پر تھا۔ کمالے نے کہا۔ "جل پان بعد میں کرلیں گے پہلے یہ بتا کہ تیرا نام کیا ہے؟"

دیودت نے اپنی طرف سے عیاری سے کام لیتے ہوئے فوراً کہا۔ "مہاراج میرا نام وشوبھان ہے۔ میں جلسے کی تیاری کروا رہا ہوں۔"

طیفے نے جبرو کے کان میں کہا۔ استاد یہی لالہ دیودت ہے۔"

جبرو اب اپنا گھوڑا بھی کمالے کے گھوڑے کے قریب لے آیا اور دیودت کی طرف گھورتے ہوئے بولا۔ "دیودت کہاں ہے لالہ جی؟"

دیودت نے ہاتھ جوڑتے ہوئے جبرو کی طرف دیکھا۔ جبرو کی سرخ آنکھوں نے اس کی رہی سہی ہمت بھی چھین لی۔ اس کے باوجود لالہ دیودت نے انتہائی ہوشیاری اور ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "مہاراج! دیودت میرے تائے کا لڑکا ہے۔ وہ دوسرے گاؤں گیا ہوا ہے۔"

اب جبرو نے اس گھڑ سوار کے سینے پر اپنی رائفل کی نالی رکھ دی جسے وہ کھیتوں سے پکڑ کر اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور جس کی گردن میں طیفے نے رسی کا پھندا ڈال رکھا تھا۔ "بتا لالہ دیودت کون ہے؟"

گھڑ سوار کو چاروں طرف موت ہی موت دکھائی دے رہی تھی۔ جلدی سے بولا "یہی ہے لالہ دیودت مہاراج۔"

جبرو نے کمالے سے چلا کر کہا۔ "کیا سوچ رہا ہے کمالے تو.....؟"

کمالے کی رائفل نے فوراً شعلہ اگلا۔ گولی لالہ دیودت کی آدھی کھوپڑی اڑاتی چند قدموں کے فاصلے پر زمین میں دھنس گئی۔ لالہ خون میں لت پت وہیں ڈھیر ہوگیا۔

جبرو نے رسی کے پھندے والے گھڑ سوار کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "یہ بھی اس حرامی کا ساتھی ہے کمالے۔"

گھڑ سوار پر غشی طاری ہونے لگی وہ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے آگے کو جھکا ہی تھا کہ پیچھے سے کمالے کی گولی اس کی کمر میں گھس گئی۔ وہ گھوڑے سے لڑھک کر زمین پر آرہا۔ بھورے اور طیفے نے ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔ گاؤں کے لوگوں نے گھروں کے دروازے بند کرلئے۔ گلیاں سنسان ہوگئیں۔ پرندے درختوں کو چھوڑ کر اڑ گئے۔ دھوپ کا رنگ بھی دہشت کے مارے جیسے زرد ہو گیا۔ جبرو نے اپنے آدمیوں کے ساتھ گاؤں کی ویران گلیوں کا ایک چکر لگایا۔ اکا دکا فائر کئے پھر وہ سب گھوڑے سرپٹ دوڑاتے جنگل کی طرف نکل گئے۔

ابھی وہ گاؤں سے ڈیڑھ دو کوس ہی دور پہنچے ہوں گے کہ سامنے سے کانگریس کا جلوس آتا دکھائی دیا۔ یہ ڈیڑھ دو سو آدمی تھے۔ انہوں نے کانگریس کے جھنڈے اٹھا رکھے تھے اور گاندھی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں۔ لوگوں کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں اور لمبے بانس تھے۔ جبرو جلوس کے پہلو سے ہو کر کھیتوں میں سے گزرنے لگا تو کسی نے جلوس میں سے چلا کر کہا۔

"مہاشو! یہ جبرو ڈاکو کے آدمی ہیں۔ یہ ہمارے لیڈروں کے قاتل ہیں۔ انہیں زندہ نہیں چھوڑنا۔"

مجمع لاٹھیاں کلہاڑیاں لئے جبرو اور اس کے آدمیوں کی طرف دوڑا۔ کسی نے مجمع میں سے بندوق کا فائر بھی کر دیا۔ خیریت گزری کہ گولی کسی شخص کو نہ لگی۔ جبرو نے پھر بھی چلا کر کہا۔ "ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے چلتے جاؤ۔"

لیکن مجمع بپھر چکا تھا۔ جبرو نے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں محسوس کر لیا کہ اب اگر انہیں ذرا سی بھی مہلت دی گئی تو یہ کثرت کے بل پر انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ جبرو نے گھوڑے کو ایک طرف دوڑاتے ہوئے بلند آواز میں کمالے سے کہا۔ "دوسری طرف کمالے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب پوزیشن یہ تھی کہ ایک طرف سے جبرو اور بھورا اور دوسری طرف طیفے او کمالے نے مجمع کے گرد گھوڑے دوڑاتے ہوئے فائرنگ شروع کر دی۔ رائفل کے دھماکوں سے لاشیں زمین پر گرنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ کانگریسی زمین پر خون میں لت پت پڑے تھے۔ باقی لوگ خوف زدہ ہو کر گاؤں کی طرف بھاگ اٹھے۔ کچھ وہیں زمین پر لیٹ گئے۔ جبرو نے کمالے کو اشارہ کیا اور گھوڑا جنگل کی طرف ڈال دیا۔

ان وارداتوں سے سارے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا لیکن پولیس مصلحتاً دیر سے وہاں پہنچی اور جبرو اور اس کے ساتھیوں کے خلاف تحقیقات شروع کر دی پولیس نے گاؤں والوں کو یقین دلایا کہ ڈاکوؤں کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑا جائے گا۔ انہیں پھانسی کے تختے پر پہنچا کر ہی دم لیں گے۔ پولیس پارٹی گاؤں والوں کے سامنے ڈاکوؤں کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہو گئی لیکن جنگل میں پہنچتے ہی ان کی ہمت جواب دے گئی اور آگے بڑھنے کے بجائے دوسری طرف سے واپس چلی گئی۔

☆☆☆

جبرو نے احتیاط کے طور پر اس جنگل والے اڈے کو چھوڑ دیا اور راتوں رات نجیب آباد کے زیادہ گھنے اور دشوار گزار جنگل کی طرف نکل گیا۔ یہاں اس نے قلعہ بہادر گڑھ کے کھنڈر سے ہٹ کر ایک گہرے کھڈ کے پرلے کنارے پر اونچی جگہ پر اپنا عارضی ٹھکانہ بنا لیا۔

ضلع نجیب آباد میں آتے ہی طیفے کے دل میں بہن کی محبت نے جوش مارا۔ وہ اپنی بہن سے ملنے کو بے تاب ہو گیا۔ کیونکہ اس سے ملے کافی دیر ہو گئی تھی۔ جانے غریب عورت کس حال میں ہو گی۔ وہ سارا علاقہ طیفے کا جانا پہچانا تھا۔ اس کی بہن کا گاؤں وہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ چنانچہ ایک روز سراغ رسانی کرنے کے بہانے طیفے نے فقیر کا بھیس بدلا اور گلے میں منکوں کی مالا ڈال کر گاؤں کی طرف چل پڑا۔ اس نے بہن کے لئے چھپا کر چاندی کے پچاس روپے اور سونے کی انگوٹھی رکھ لی تھی

جو لوٹ مار کے سامان میں سے طیفے کو اس کے حصے کے طور پر ملی تھی۔

شام کے چھ بجے ہوں گے۔ طیفا جنگل کے مختصر اور آسان راستے سے گزرتا ہوا کھلے کھیتوں میں نکل آیا۔ دور سے اسے شام کے اندھیرے میں اپنی بہن کے گاؤں کے مکانوں میں ٹمٹماتے دیئے نظر آنے لگے تھے۔ وہ کھیت میں ایک جگہ بیٹھ گیا تاکہ مزید اندھیرا ہو جائے تو آگے چلے۔ جب اندھیرے نے کھیتوں اور گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو طیفا فقیر کے بھیس میں وہاں سے اٹھا اور گاؤں کی طرف چلنے لگا۔ وہ اس گاؤں میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس کی بہن اس گاؤں میں بیاہی ہوئی تھی۔ لیکن خون کر کے مفرور ہونے سے پہلے کئی بار اس گاؤں میں آچکا تھا۔ وہ گاؤں کی دوسری جانب جدھر کھال تھا سنسان گلی میں داخل ہو گیا۔ اس گلی کی نکڑ پر اس کی بہن کا مکان تھا۔ جس کا دروازہ بند تھا۔ طیفے نے آہستہ سے دستک دی۔ دوسری بار دروازہ کھٹکھٹانے پر اندر سے اس کی بہن کی کمزور سی آواز آئی۔ "کون ہے؟"

طیفے نے دروازے کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔ "آپا! میں ہوں الطاف۔"

دروازہ جلدی سے کھل گیا سامنے اس کی بہن کھڑی تھی۔ طیفا جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ بہن نے بھائی کو گلے لگا لیا۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"بچے کہاں ہیں؟" طیفے نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"دوسری کوٹھری میں سو رہے ہیں۔" طیفے نے اپنے بہنوئی کا حال پوچھا تو بہن رو پڑی۔ معلوم ہوا کہ طیفے کے بہنوئی کی وفات پائے دو مہینے گزرے تھے۔

طیفے نے اپنی بہن کو حوصلہ دیا۔ "آپا! خدا کو یہی منظور تھا۔"

بہن نے دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے دھیمے دیئے کی روشنی میں اپنے بھائی کو دیکھا اور کہا "تو نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے اپنا؟" اور اس کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو جاری ہو گئے۔

طیفا بولا۔ "آپا! میں قاتل ہوں۔ پولیس کے ڈر سے بھاگا ہوا مجرم ہوں۔ میں اسی حلیے میں تمہارے پاس آسکتا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہن نے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو۔ کھانا کہاں سے کھاتے ہو مگر طیفے نے اسے کچھ نہ بتایا۔ بس یہی کہا۔ "آپا! میں جہاں بھی ہوں ٹھیک ہوں۔ اس سے بہتر حال میں نہیں ہو سکتا تھا۔" پھر اس نے جیب میں سے سونے کی انگوٹھی اور چاندی کے پچاس روپوں کی تھیلی نکال کر بہن کو دی۔ "آپا! یہ میں تیرے لئے لایا ہوں۔"

بہن نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور بولی۔ "نہیں الطاف! میں نہیں لوں گی۔"

طیفا سمجھ گیا کہ بہن لینے سے کیوں انکار کر رہی ہے۔ وہ اسے حرام کی کمائی سمجھ رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ طیفے کی محنت کی کمائی کی رقم نہیں تھی۔ طیفے نے کہا۔ آپا! تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے ایک ایک پائی جوڑ کر یہ رقم جمع کی ہے۔ صرف تمہارے واسطے۔ میرا دل نہ توڑو آپا۔"

طیفے نے بہن کی مدد کرنے کی خاطر جھوٹ بولا تھا۔ بہن کو یقین آگیا۔ مگر اس نے سونے کی انگوٹھی بھائی کو واپس کر دی اور روپے رکھ لئے۔ "یہ انگوٹھی میں نہیں پہن سکتی الطاف! لوگ میرے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھ کر طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔"

طیفے نے محسوس کیا کہ بہن کی صحت جواب دے رہی ہے اس نے پوچھا۔ "آپا! تمہارا گزارا کیسے ہوتا ہے؟"

اس نے بھائی کو بتایا کہ وہ لوگوں کے گھروں میں ان کے برتن مانجھ کر اپنا اور اپنے تین بچوں کا پیٹ پالتی ہے۔ طیفے کو بے حد صدمہ ہوا۔ اس سے بہن کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ وہ لوگوں کے جھوٹے برتن مانجھتی تھی اور طیفا اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بچے تعلیم سے محروم رہیں گے۔ بڑے ہو کر جواری اور بدمعاش بن جائیں گے۔ بہن زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکے گی۔ یہ گھر تباہ ہو جائے گا اور طیفا بہن کے خاندان کو اس تباہی سے نہ بچا سکے گا۔

بہن نے اٹھ کر دروازہ کھول کر باہر گلی میں جھانکا کہ کہیں پولیس اس کے بھائی کو پکڑنے نہ آجائے۔ طیفے نے کہا۔ "آپا! اب میں جاتا ہوں۔ میں تیرے گھر میں زیادہ

دیر تک نہیں ٹھہر سکتا۔ اس طرح تو تم بھی کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گی"۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "آپا! تم جھریا کیوں نہیں چلی جاتی۔ وہاں ہماری ایک ماسی بھی تو رہتی تھی؟"

بہن نے کہا۔ "وہاں جاکر بھی ان کے برتن ہی مانجھنے ہوں گے اس سے بہتر یہ ہے کہ یہاں دوسروں کے برتن مانجھ کر بچوں کو رزق حلال کھلا لوں۔ کسی کے طعنے تو نہیں سننے پڑتے۔"

طیفا بے حد دل برداشتہ ہو کر بہن سے جدا ہوا۔ اس نے اپنا گھوڑا گاؤں سے دور جنگل کے کنارے ایک درخت سے باندھ دیا تھا۔ وہ پیدل کھیتوں کے اندھیرے میں سے جنگل کی طرف چلا جا رہا تھا۔ اس کا دل بہن کی حالت زار پر خون کے آنسو بہا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی بہن زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہے گی اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں گے اور انہیں پالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ کاش وہ اپنی بہن کی کچھ مدد کر سکتا۔ اسے اور اس کے معصوم بچوں کو تباہی سے بچا سکتا۔ اس نے گاؤں کے بڑے بڑے جاگیرداروں کو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ ان کے موٹے موٹے صحت مند بچوں کو قیمتی کھلونوں سے کھیلتے ان کی صحت مند سرخ و سپید ماؤں کو ریشمی بستروں پر آرام کرتے دیکھا تھا جبکہ اس کی اپنی بہن کا حال یہ تھا کہ وہ ایک کال کوٹھری میں یتیم بچوں کو لے کر بیٹھی تھی اور لوگوں کے گھروں کے برتن مانجھ کر گزر اوقات کر رہی تھی۔

اپنے تفکرات میں کھویا ہوا طیفا جنگل کے کنارے پہنچ گیا۔ گھوڑے کو درخت سے کھولا' اس پر سوار ہوا اور قدم قدم چلاتا تاریک جنگل میں گزرنے لگا۔ اس کا دماغ اب بھی اپنی بہن کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی بہن کو کسی دور دراز مقام پر ایک مکان خرید کر دے دے۔ اسے ڈھیر ساری دولت دے دے تاکہ وہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلوائے اور باقی زندگی سکھ چین سے بسر کرے لیکن اتنی دولت اتنا پیسہ طیفے کے پاس نہیں تھا۔ ڈاکے میں جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوٹ کر لایا جاتا تھا اس کا تھوڑا سا حصہ ملتا تھا۔ باقی جبرو کے حکم سے علاقے کے غریبوں اور ناداروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا طیفے کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ جبرو سے اپنی بہن کے لئے خیرات لے۔

اچانک طیفے کے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آگیا۔ یہ خیال بالکل اسی طرح اس کے ذہن کے افق پر چمکا تھا جس طرح بجلی کا کوندا ایک پل کے لئے چمک کر غائب ہو جاتا ہے۔ یہ خیال اس قدر بھیانک اور خطرناک تھا کہ طیفے نے فوراً اپنے ذہن سے نکال دیا۔ لیکن یہ خیال ایک بار پھر چمکا۔ اس بار اس کی چمک طیفے کے ذہن میں کافی دیر تک رہی۔ طیفے نے اپنے سر کو زور سے جھٹکا اور کوئی دوسری بات سوچنے لگا۔ مگر اس خیال میں بے پناہ کشش اور روشنی ہی روشنی تھی۔ اس میں طیفے کی بہن کے تمام مسائل کا حل پوشیدہ تھا۔ اس کی فلاکت زدہ بیوہ بہن کے سارے دکھ درد دور ہو سکتے تھے۔ اس کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے تھے اور وہ خود بھی جاگیردارنیوں کی طرح ریشمی بستر پر آرام و سکون سے سو سکتی تھی۔

طیفے نے گھوڑے کو روک لیا اور گھوڑے سے اتر کر اندھیرے میں ہی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے بیڑی کا بنڈل نکال کر کھولا۔ اس کا ذہن زبردست کش مکش کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور ہاتھ جیسے خود بخود بیڑی کے بنڈل میں سے بیڑی نکال کر اسے سلگا رہے تھے۔ نہیں نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ طیفے نے بیڑی کا کش لگا کر ماچس کی تیلی بجھائی اور اسے دور پھینک دیا۔ یہ کام میں نہیں کر سکتا مگر فوراً ہی اس کی آنکھوں کے سامنے بیوہ بہن کی کمزور بیمار اور نیم مردہ شکل آگئی۔ پھر اس نے دیکھا کہ اس کی بہن کو قبر میں اتارا جا رہا ہے۔ اس کے بچے رو رہے ہیں اور کوئی ان کو چپ کرانے والا نہیں ہے پھر اس نے بہن کے بچوں کو گلیوں میں کتوں کی طرح ادھر ادھر لڑھکتے دیکھا۔ کسی نے کچھ ڈال دیا تو کھا لیا۔ کسی نے مکان کا دروازہ کھول دیا تو ڈیوڑھی میں پڑ کر سو گئے۔ کسی نے اوپر کمبل ڈال دیا تو نیند آگئی نہیں تو سردی میں ٹھٹھرتے رات گزر گئی۔

یہ تصور اس قدر اندوہ ناک تھا کہ طیفے کا دل غم سے بوجھل ہو گیا۔ عین اس وقت اس خیال سے پھر اپنا سر نکال کر طیفے سے آنکھیں چار کیں طیفے کو اس خیال کی روشنی میں اپنی بہن صحت مند ہو کر امیرانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرتی اور اس کے بچے اعلیٰ اسکولوں میں پڑھتے نظر آئے۔ طیفے نے فوراً اس خیال پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا چاہے کچھ ہو جائے وہ اپنی بہن کے گھر کو تباہ و برباد نہیں ہونے دے گا۔ دنیا نے آخر اسے کیا دیا ہے جو وہ اس کے بنائے ہوئے اصولوں پر عمل کرے۔ آخر اس کی بہن کا کیا قصور ہے کہ وہ در در کے ٹکڑے اکٹھے کرتی پھرتی ہے۔ وہ اسے مرنے نہیں دے گا۔ اس کے بچوں کو در بدر بھٹکنے نہیں دے گا۔ یہی ایک موقع ہے اس کے بعد اسے زندگی بھر شاید ایسا موقع نہیں مل سکے گا۔ وہ خیال کیا تھا جس پر طیفے نے عمل کر کے اپنی بیوہ بہن اور اس کے بچوں کو تباہی سے بچانے کا فیصلہ کیا تھا۔

پولیس نے جبرو کو زندہ گرفتار کروانے والے یا اس کے اڈے کا پتا بتانے والے کے لئے ایک لاکھ روپے کے انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔ طیفے نے یہ ایک لاکھ روپے وصول کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اس نے جبرو کو گرفتار کروا کر پولیس سے ایک لاکھ روپے کا انعام حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے ضمیر نے اسے دو ایک بار غداری سے روکنے کی کوشش کی تو طیفے نے یہ کہہ کر اپنے ضمیر کو پھر سے بٹھا دیا کہ جبرو کوئی مسلمانوں کا لیڈر یا پیر فقیر نہیں ہے۔ وہ اس کی طرح کا قاتل اور خونی ڈاکو ہے۔ آج نہیں تو کل، وہ پکڑا جائے گا یا کسی کی گولی کھا کر مر جائے گا تو پھر کیوں نہ وہ اسے پولیس کے حوالے کروا کے ایک لاکھ روپیہ وصول کرے۔ ایک لاکھ روپے سے اس کی بہن کو دوبارہ زندگی مل سکتی ہے۔ ایک پورا خاندان ایک پوری نسل تباہی سے بچائی جا سکتی ہے۔

اب طیفے نے اپنے منصوبے پر سوچ بچار شروع کر دی تھی۔ اسے یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ ہفتے میں دو ایک بار ڈاکوؤں کے ڈیرے سے نکل کر ارد گرد کے دیہات میں سراغ رسانی کرنے جا سکتا تھا۔ یوں وہ جب چاہتا پولیس سے رابطہ پیدا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرسکتا تھا لیکن اسے دو باتیں پریشان کررہی تھیں۔ پہلی یہ کہ اس کی کیا ضمانت تھی کہ پولیس خود اسے گرفتار کرکے جیل میں بند نہیں کرے گی اور دوسری یہ کہ اگر اسے ڈکیتی اور قاتلوں کے ساتھی ہونے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا تو انعام کی رقم کیا بنے گا۔ طیفے کو معلوم تھا کہ اگر کوئی مجرم سلطانی گواہ بن جائے تو قانون اس کے جرم معاف کردیتا ہے۔اس نے سوچا کہ ان باتوں کی صفائی پولیس افسر سے مل کر ہی ہو سکے گی۔ ایک لاکھ کے انعام کے لئے یہ خطرہ اسے مول لینا ہی تھا۔

اس علاقے سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہاں سے پندرہ بیس کوس کے فاصلے پر بلاس پور قصبہ ہے جہاں پولیس کا تھانہ موجود ہے۔ طیفے نے ایک روز سادھوؤں والے گیروے کپڑے پہنے۔ جبرو اور کمالے سے کہا کہ وہ سراغ رسانی کے لئے گاؤں میں جارہا ہے اور گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کے گنجان درختوں والے راستے پر چل پڑا۔ ایک گھنٹے بعد وہ جنگل سے باہر نکل آیا۔ وہاں کھیتوں کے پار ایک کچی سڑک گاؤں کو اور دوسری شمال مغرب کی طرف واقع قصبہ بلاس پور کو جاتی تھی۔ طیفے نے گھوڑا بلاس پور والی سڑک پر ڈال دیا۔

بلاس پور پہنچ کر طیفا ایک لمحے کے لئے تھانے کے قریب رک گیا۔ اس نے گردن گھما کر دائیں بائیں اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔ پھر وہ تیزی سے تھانے کی طرف بڑھا۔

دروازے پر کھڑے سنتری نے ایک جوگی ٹائپ آدمی کو تھانے میں گھستے دیکھ کر وہیں روک لیا۔ "کدھر جارہا ہے؟"

طیفے نے کہا۔ "مجھے تھانیدار جی سے ملنا ہے۔ بڑا ضروری کام ہے۔"

سنتری نے اوپر سے نیچے دیکھ کر کہا "ابے تو سادھو ہے۔ تیرا تھانے میں کیا کام۔"

طیفے نے کہا "مجھے تھانیدار سے ملا دو۔ میں ان کے لئے بڑا ضروری پیغام لایا ہوں۔"

تھانیدار وکرم سنگھ روہتک حصار کا رہنے والا تھا۔اس نے ایک سادھو کو سنتری

سے اونچی آواز میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے کمرے کی چق اٹھا کر باہر آگیا۔

"کیابات ہے؟"

سنتری نے اٹن شن ہو کر کہا۔ "صاحب یہ سادھو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے میں کوئی ضروری پیغام لایا ہوں۔"

وکرم سنگھ نے طیفے کو گھور کر دیکھا۔ اور اشارے سے قریب بلا لیا۔ "کیا بات ہے سادھو جی! کس کا پیغام لائے ہو؟"

طیفے نے آہستہ سے کہا۔ "صاحب! کمرے میں چلو تو بتاتا ہوں۔"

وکرم سنگھ سی آئی ڈی میں بھی رہ چکا تھا۔ وہ سمجھا کہ یہ خفیہ پولیس کا آدمی ہے اور کوئی اہم مخبری کرنے آیا ہوگا۔ وہ طیفے کو کمرے میں لے آیا۔ "اب بولو کیا پیغام لائے ہو سادھو بابا؟" تھانے دار وکرم سنگھ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

طیفا دیوار کے ساتھ لگے لکڑی کے بنچ پر بیٹھ گیا اور بولا۔ "صاحب یہاں کوئی تیسرا آدمی تو ہماری باتیں نہیں سن رہا؟"

وکرم سنگھ نے تھوڑا سا مسکرا کر کہا۔ "اے بھائی تم بات تو کرو۔ میں جانتا ہوں تم خفیہ پولیس کے آدمی ہو۔ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔"

"مہاراج! میں خفیہ پولیس کا آدمی نہیں ہوں۔"

تھانے دار وکرم سنگھ تھوڑا سا چونکا۔ "تو پھر تم کون ہو؟"

طیفا بولا۔ "صاحب اگر آپ مجھے وچن دیں کہ مجھے سرکار سے معافی مل جائے تو میں آپ کو وہ راز بتاؤں گا جو میرے سوا اور کوئی نہیں بتا سکتا۔"

وکرم سنگھ نے اپنی متجسس نگاہیں سادھو پر جما دیں۔ "تم کس سلسلے میں معافی چاہتے ہو؟ تمہارے پاس کون سا راز ہے۔ یہاں میرے قریب کرسی پر آجاؤ۔"

تھانے دار وکرم سنگھ میز کی دراز میں سے کوئی ضروری کاغذ نکالنے والا تھا۔ یہ سن کر اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔ اس نے غور سے طیفے کو دیکھا۔ پہلے اسے لگا کہ یہ کوئی جعل ساز سادھو ہے اور انعام کے لالچ میں جبرو ڈکیت کے بارے میں کچی پکی اطلاع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لے کر آگیا ہوگا۔ لیکن جب طیفے نے کہا۔ "صاحب! میں آپ کو ڈاکوؤں کے اڈے تک پہنچا سکتا ہوں لیکن میری پہلی شرط یہ ہے کہ مجھے گرفتار نہ کیا جائے"۔ وکرم سنگھ کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ معاملے کی تہ تک پہنچ گیا کہ یہ شخص ڈاکوؤں کا ساتھی ہے اور انعام کی رقم کے لئے اپنے ساتھیوں سے غداری کر رہا ہے۔ اس نے تصدیق کے لئے طیفے سے سوال کیا۔ "پولیس کو تمہیں گرفتار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس لئے صاحب کہ میں جبرو ڈکیت کا ساتھی ہوں مگر صاحب جی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آج تک کسی آدمی کا خون نہیں کیا۔ جبرو اور کمالے کے ساتھ مل کر ڈاکے ضرور ڈالے ہیں اگر آپ مجھے سلطانی گواہ بنالیں' وعدہ کریں کہ مجھ پر مقدمہ نہیں چلے گا اور پولیس میری حفاظت کرے گی تو میں مفرور قاتلوں جبرو اور کمالے کو گرفتار کرا سکتا ہوں۔"

وکرم سنگھ کے لئے ترقی اور شاندار مستقبل کا ایک روشن دروازہ کھل گیا تھا۔ اس نے طیفے کی طرف جھک کر پراعتماد اور تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ "تم گھبراؤ نہیں پولیس تمہیں پورا تحفظ دے گی۔ ہم تمہیں سلطانی گواہ بنا لیں گے اور تم پر مقدمہ نہیں چلے گا۔"

طیفے نے خوش ہو کر پوچھا۔ "اور صاحب انعام کی رقم بھی مل جائے گی ناں؟ مہاراج! میری بہن کی حالت بہت خستہ ہے۔ میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

تو یہ شخص اپنی بہن کے لئے سب کچھ کر رہا تھا۔ وکرم سنگھ نے سوچا۔ اس نے طیفے کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" طیفے نے اپنا نام بتایا تو وکرم سنگھ نے کہا۔ "میں تم کو وچن دیتا ہوں کہ تمہیں انعام کی رقم بھی مل جائے گی اور تم پر مقدمہ بھی نہیں چلایا جائے گا۔ اب بتاؤ کہ جبرو ڈکیت اور کمالے کا ڈیرہ کہاں ہے؟"

طیفے نے تھانے دار کو جبرو کا خفیہ اڈہ بتا دیا۔ وکرم سنگھ نے کہا۔ "مگر جبرو تو ایک رات سے زیادہ کہیں نہیں ٹھہرتا۔ ہوسکتا ہے وہ پولیس کے پہنچنے تک کسی دوسری جگہ

جا چکا ہو۔"

طیفے نے جلدی سے کہا۔ "ایسا نہیں ہے مہاراج! جہاں وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس وقت چھپا ہوا ہے وہاں وہ دو دن تک ضرور رہے گا۔"

وکرم سنگھ نے پیش نظر دو بہت بڑی اور کھلی حقیقتیں تھیں۔ پہلی تو یہ کہ جبرو ڈکیت کے ٹھکانے کا کوئی بھروسا نہیں تھا۔ دوسرے وہ اس حقیقت سے بھی واقف تھا کہ جہاں جبرو ڈکیت روپوش ہے جنگل کا وہ علاقہ اس قدر دشوار گزار اور خطرناک ہے کہ پولیس پارٹی کو وہاں تک پہنچتے پہنچتے پورا دن لگ جائے گا۔ اتنی دیر میں جبرو کے مخبر اسے خطرے سے خبردار کر دیں گے۔ اور وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس بات کا بھی غالب امکان تھا کہ اگر پولیس پارٹی جبرو ڈکیت اور اس کے ساتھیوں کو گھیرے میں لے کر فائرنگ شروع کر دیتی ہے تو الٹا پولیس کے آدمی زیادہ تعداد میں مر جائیں گے۔ کیونکہ جبرو اور اس کے ساتھی گھات لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ وکرم سنگھ جانتا تھا کہ جب بھی پولیس نے یلغار کی جبرو نے اپنی اندھا دھند فائرنگ کرکے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور فرار ہوگیا۔ وکرم سنگھ کے پاس جبرو کا آدمی موجود تھا۔ وہ کوئی ایسی ترکیب نکالنا چاہتا تھا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ وہ اس حقیقت سے واقف تھا کہ جبرو کا ساتھی طیفا ایک لاکھ کی رقم نہیں چھوڑے گا۔ اب جب کہ وہ پولیس اسٹیشن پہنچ گیا ہے تو پولیس کے ساتھ بھی ہر ممکن تعاون کرے گا۔ اس نے طیفے کے لئے چائے اور بسکٹ منگوائے اور باہر چپڑاسی کو ہدایت کر دی کہ اندر کسی کو نہ آنے دے۔

طیفا چائے پیتے ہوئے بولا۔ "صاحب! اگر پولیس پارٹی آج رات دس بجے کے بعد آ جائے تو میں کھائی کے دوسرے کنارے پر انہیں ماچس جلا کر روشنی دکھاؤں گا۔"

وکرم سنگھ نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "طیفے بات یہ ہے کہ ہمارے پاس پولیس کی اتنی نفری نہیں ہے کہ ہم جبرو کو گھیرے میں لے سکیں۔ ہمارے پاس اس وقت اتنا اسلحہ بھی نہیں ہے۔ اگر میں سپاہیوں کو لے کر چلا بھی گیا تو بہت ممکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ جبرو اور کمالا فائرنگ کرکے بھاگ جانے میں کامیاب ہوجائیں۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ پہلے بھی فرار ہو جاتے رہے ہیں۔ ایسی صورت میں تم ایک لاکھ روپے کے حقدار نہیں ہو گے کیونکہ محکمے نے انعام کے اعلان میں یہ وضاحت کر دی ہوئی ہے کہ انعام صرف اسے ملے گا جو جبرو ڈکیت کو زندہ یا مردہ پکڑوائے گا۔"

طیفا سوچ میں پڑ گیا۔ پولیس کے سامنے اس نے اپنے پتے کھول دیئے تھے۔ اب وہ پولیس کے رحم و کرم پر تھا۔ وہ پولیس کے ساتھ تعاون نہیں کرتا تو وہ نہ صرف یہ کہ ایک لاکھ روپے سے محروم ہو جاتا بلکہ پولیس اسے گرفتار کرکے آٹھ دس سال کے لئے قید میں بھی ڈلوا دیتی۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "تو پھر آپ جو کہتے ہیں میں وہی کرتا ہوں۔"

ہمیں جبرو اور کمالے کو کسی طریقے سے اس کے خفیہ اڈے سے نکال کر باہر لانا ہوگا۔"

طیفا بولا "صاحب یہ تو بہت مشکل کام لگتا ہے۔"

وکرم سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر تم ہمارا ساتھ دو تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ترکیب ہم تمہیں بتادیں گے باقی ان دونوں کو لانا تمہارا کام ہے۔ یہ میں تمہیں مردوں والا قول دیتا ہوں کہ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور ایک لاکھ روپے کے انعام کی رقم بھی تمہیں ہی ملے گی۔"

ایک لاکھ کی رقم نے طیفے کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ خواہ وہ اپنی فلاکت زدہ بہن کی مدد ہی کرنا چاہتا تھا مگر وہ یہ رقم کسی حالت میں بھی اب چھوڑنا گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے تھانے دار سے پوچھا۔ "مہاراج! وہ ترکیب کیا ہے۔ ویسے جبرو اور کمالا بہت چالاک آدمی ہیں۔ اتنی آسانی سے کسی جال میں آنے والے نہیں۔"

"طیفے! یہ جال ہم نہیں پھیلائیں گے بلکہ جبرو خود جال پھیلائے گا اور خود اس میں آکر پھنس جائے گا۔"

طیفا تھانیدار کا منہ تکنے لگا۔ اس کے بعد تھانے دار نے دھیمی آواز میں طیفے

سے آگے جھک کر راز و نیاز کی باتیں شروع کر دیں۔ وہ تقریباً آدھ گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے۔ وکرم سنگھ نے طیفے کو منصوبے کی ایک ایک تفصیل ذہن نشین کرا دی۔ موقع کا حدود اربعہ بھی اچھی طرح سے سمجھا دیا۔ جب تمام باتیں طے ہو گئیں تو تھانیدار نے طیفے کو واپس روانہ کر دیا۔

جس وقت طیفا سادھو کے بھیس میں جنگل کے پیچ دار خفیہ راستوں سے ہوتا ہوا واپس جبرو کے اڈے پر پہنچا تو دوپہر ہو رہی تھی۔ بھورا پتھروں کے چولہے پر گوشت پکا رہا تھا۔ رحیما اور فیروز اس کے پاس بیٹھے بیڑیاں پیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ کمالا اور جبرو کچھ فاصلے پر دری پر نیم دراز آرام کر رہے تھے۔ کمالا اپنے ریوالور کو گھما رہا تھا طیفے کو آتا دیکھ کر جبرو سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اسے اپنی طرف آتے دیکھنے لگا

کمالے نے پوچھا۔ "کیوں طیفے! کیا خبر لائے ہو پولیس کی؟"

طیفا قریب ہی دری پر بیٹھ گیا۔ "استاد! بڑی دردناک خبر لایا ہوں۔"

کمالا بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں ساکت ہوگیا جبرو نے طیفے کی طرف گھور کر دیکھا اور پوچھا "کیا ہوا ہے طیفے؟"

طیفے نے کہا۔ "استاد! آج میں مکند پور گاؤں کی طرف نکل گیا تھا۔ وہاں پولیس آئی ہوئی تھی۔ میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے تو پتا چلا کہ اس گاؤں میں حاجی یعقوب خان مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے جو پاکستان کے حق میں مسجد میں تقریر بھی کیا کرتے تھے۔ گاؤں میں ہری پرشاد نا کا ایک مہاسبھائی بدمعاش بھی رہتا ہے جس نے صبح صبح حاجی صاحب کو قتل کر دیا ہے۔ گاؤں کے مسلمانوں میں سوگ پڑا ہے۔"

جبرو کی آنکھوں میں چنگاریاں سی اٹھنے لگیں۔ اس نے کمالے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کمالے! یہ ظلم ہے۔ کیا تم اسے برداشت کر لو گے؟"

کمالے نے ریوالور کو مٹھی میں زور سے دباتے ہوئے کہا۔ "جبرو تم یہیں بیٹھو اس کافر کو قتل کرکے میں ابھی آتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو بولا۔ "اس نیک کام میں تم سے پیچھے نہیں رہوں گا۔"

طیفا تھانیدار سے جو پروگرام بنا کر آیا تھا اس کی رو سے جبرو اور کمالے کو شام کا اندھیرا ہونے کے بعد گاؤں مکند پور میں جانا چاہئے تھا۔ وہ فوراً بولا۔ "استاد! ابھی ہمارا وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ پولیس کی بھاری نفری وہاں موجود ہے اور ان کے پاس اسلحہ بھی بہت ہے۔"

جبرو نے غرا کر کہا۔ "میں پولیس کی نفری اور اسلحہ کی کیا پروا کرتا ہوں۔"

طیفا جلدی سے بولا "مگر بدمعاش ہری پرشاد بھی اس وقت وہاں نہیں ہے استاد! میں سب پتا کر آیا ہوں۔ ہندو پولیس محض خانہ پری کے لئے اسے بلاس پور کے تھانے میں لے گئی ہے مجھے اس کے نوکر نے بتایا ہے کہ ہری پرشاد جی شام تک واپس آ جائیں گے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ ہم لوگ شام کو وہاں چلیں جب تک پولیس کی پارٹی بھی تفتیش کی خانہ پری کرکے واپس جا چکی ہوگی۔"

جبرو نے گہری سانس لے کر پوچھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ پرشاد جی شام تک مکان پر آجائے گا؟"

"ہاں استاد! میں نے پکا پتا کر لیا ہے۔ مس اس کا مکان بھی دیکھ آیا ہوں۔"

کمالے نے ریوالور جیکٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے ہم شام کو دھاوا بولیں گے۔ ہری پرشاد کے گھر کا کوئی فرد زندہ نہیں بچے گا۔"

جبرو نے طیفے سے کہا۔ "میری تھری ناٹ تھری صاف کردو۔" "اچھا استاد۔"

طیفا اٹھ کر ڈیرے کی طرف چلا گیا۔ وہاں پر بہت سی رائفلیں اور بندوقیں پڑی تھیں۔ اس نے جبرو کی رائفل نکالی اور اس کی صفائی شروع کر دی۔ وہ رائفل میں کوئی خرابی پیدا کرنا چاہتا تھا مگر جبرو کسی مہم پر جانے سے پہلے رائفل کو اچھی طرح سے چیک کرتا تھا۔ وہ ایک آدھ فائر کرکے بھی دیکھ لیتا تھا۔ پھر اس نے سوچا کہ مجھے رائفل میں کوئی نقص ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جبرو کی گولیوں سے دو ایک پولیس والے مارے بھی گئے تو مجھے کیا آخر جبرو کو گرفتار ہونا ہے کیونکہ تھانیدار وکرم

سنگھ نے طیفے کو اپنے جال کا جو نقشہ بتایا تھا وہ اس قدر خطرناک تھا کہ جبرو اور کمالا اس جال میں زندہ بچ کر واپس نہیں جاسکتے تھے۔

شام کی آمد آمد تھی کہ جبرو، کمالا، طیفا اور بھورا گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ بھری ہوئی رائفلیں کاندھوں پر ڈالیں اور شام کے ہلکے ہلکے اندھیرے میں ہری پرشاد سے ایک بے گناہ مسلمان حاجی یعقوب کے خون کا بدلہ لینے مکند پور گاؤں کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ گاؤں میں کوئی شخص حاجی یعقوب خان اور ہری پرشاد نام کا نہیں ہے۔ ان کے بجائے تھانے دار وکرم سنگھ کی قیادت میں پولیس کی نفری ان کے انتظار میں گھات لگائے بیٹھی ہے۔

○☆○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ جنگل سے نکل کر کھیتوں میں آئے تو شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیل چکا تھا۔ لیفا ان لوگوں کو جنگل کے اس حصے میں سے گزار کر لے گیا تھا جہاں سے مکند پور کا گاؤں ڈیڑھ دو فرلانگ کی دوری پر تھا۔ کچھ فاصلے پر مکند پور گاؤں میں جلتے اکا دکا دیوں کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔ طیفے نے کوشش کی تھی کہ جبرو اور کمالے کے ساتھ بھورا اور رحیما نہ آئیں مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

دوسری جانب مکند پور گاؤں میں تھانیدار وکرم سنگھ پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ جبرو ڈکیت اور اس کی پارٹی کا خیر مقدم کرنے کو بالکل تیار تھا۔ اور پولیس نے مٹی کی ڈھیریوں' جھاڑیوں اور درختوں کے پیچھے مورچے سنبھال رکھے تھے۔ لیفا جبرو اور کمالے کو اسی طرف سے لے کر جارہا تھا۔ کیسی عجیب بات تھی کہ جس شخص نے طیفے کو کئی بار موت کے منہ سے نکالا تھا' لیفا آج اپنے اسی محسن کو موت کے منہ میں لے جارہا تھا۔ جبرو کمالے اور بھورے میں سے کسی کو ابھی تک ذرا سا بھی شک نہیں ہوا تھا۔ بھلا وہ طیفے پر کیسے شک کرسکتے تھے۔ لیفا ان کا اپنا آدمی تھا۔ اس قدر قابل اعتبار اور معتبر آدمی تھا کہ وہ اسے پولیس کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے آس پاس کے دیہات میں بھیجا کرتے تھے۔ انہیں کبھی یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک دن لیفا ان کے ساتھ غداری کرے گا اور پولیس کے ساتھ مل کر ان کے خلاف سازش کا خطرناک جال تیار کرے گا۔

طیفے نے اگرچہ بیوہ بہن کو تباہی سے بچانے کا غدر تراش کر اپنے ضمیر کو خواب آور گولی کھلا دی تھی لیکن وہ خود بھی انعام کی رقم میں سے بیس پچیس ہزار روپے

لے کر افغانستان کی طرف روپوش ہو جانا چاہتا تھا اور یہی بات اس کے خواب اور ضمیر کو ابھی تک کچوکے لگا رہی تھی۔ انسان اپنے ضمیر کو چاہے جس قدر عذر پیش کرے' اسے کتنی ہی خواب آور گولیاں کھلا دے لیکن جب وہ جاگتا ہے تو انسان کو ملال اور پچھتاوے کے ایک ایسے جہنم میں دھکیل دیتا ہے' جہاں سے وہ بد قسمت انسان مرنے کے بعد بھی نہیں نکل سکتا۔

جبرو ابھی گاؤں مکند پور سے دور ہی تھا کہ رات کے بڑھتے پھیلتے اندھیرے میں جھاڑیوں کے عقب سے اچانک ایک آدمی نکل کر سامنے بازو پھیلا کر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں بولا..... "السلام علیکم! اگر تم جبرو یا اس کے آدمی ہو تو میری ایک ضروری بات سنو۔"

جبرو اور کمالا آگے تھے۔ لیفا اور بھولا ان کے پیچھے تھے۔ اندھیرے میں اجنبی آدمی کی سفید پگڑی اور اٹھے ہوئے ہاتھ صاف نظر آ رہے تھے۔ سلام کے جواب میں جبرو کے منہ سے بے اختیار وعلیکم السلام نکل گیا۔ اس نے گھوڑا روک کر پوچھا۔ "تم کون ہو اور جبرو کو کیا ضروری بات بتانا چاہتے ہو؟"

اجنبی کی عمر پچاس کے قریب تھی اور چھوٹی چھوٹی داڑھی بھی تھی کہنے لگا۔ "جبرو سے کہو کہ آج کی رات گاؤں کی طرف نہ جائے تھانیدار پولیس کے ساتھ گھات لگائے بیٹھا ہے۔"

طیفے کو پسینہ آگیا۔ اس نے گھوڑا آگے بڑھا کر کہا۔ "استاد مجھے یہ بھی پولیس کا آدمی لگتا ہے۔"

جبرو آنکھیں سکیڑے غور سے اجنبی کو دیکھ رہا تھا۔ رائفل کی نالی اپنے آپ اوپر اٹھ آئی تھی۔ کمالے نے اس آدمی سے پوچھا۔ "تمہیں کس نے بھیجا ہے۔ صاف صاف بتاؤ نہیں تو تمہارا بھیجا اڑا دوں گا۔"

طیفے نے اجنبی دیہاتی کی طرف رائفل تان لی۔ جبرو نے طیفے کو اشارے سے رائفل کی نالی نیچے کرنے کو کہا۔ اجنبی دیہاتی بولا۔ "میں اس گاؤں کا رہنے والا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں۔ پاکستان کا پرستار اور مسلم لیگ کا خادم ہوں۔ میں نے اندھیرے میں پولیس کو گاؤں کے مکانوں میں مورچے لگاتے دیکھا تو ایک آدمی سے پتا کرایا۔ معلوم ہوا کہ پولیس پارٹی جبرو کے انتظار میں ہے۔ جبرو سچا مسلمان ہے۔ وہ علاقے کے مسلمانوں کی عزتوں کا محافظ ہے۔ میں کب سے یہاں اس کی راہ دیکھ رہا ہوں اسے جاکر کہو کہ ادھر مت آئے۔"

جبرو بولا۔ "مگر جبرو کو اس گاؤں کے ہندو مہا سبھائی بد معاش ہری پرشاد سے حاجی یعقوب کے قتل کا بدلہ لینا ہے۔"

اجنبی نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کون ہری پرشاد اور کون حاجی یعقوب خان؟ اس گاؤں میں تو اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ اور کسی کا قتل بھی نہیں ہوا۔ ہاں ہمیں ہندو دھمکیاں ضرور دیتے رہتے ہیں کہ اگر پاکستان کا نعرہ لگایا تو گھروں کو آگ لگا دیں گے۔"

لیفا سن ہو کر رہ گیا مگر عیار آدمی تھا فوراً بولا۔ "استاد! مجھے یہ کوئی گہری چال لگتی ہے۔ اس آدمی کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

جبرو خاموش رہا۔ کمالے نے طیفے سے سوال کیا۔ "مگر تم تو کہتے تھے کہ گاؤں میں حاجی یعقوب خان نام کے ایک بزرگ مسلم لیگی کو ہندو مہا سبھائی غنڈے ہری پرشاد نے قتل کرا دیا ہے؟"

لیفا بڑے اعتماد سے کہنے لگا۔ "میری اطلاع پہلے کبھی غلط ہوئی ہے کمالے؟ میں نے ٹھیک اطلاع دی تھی۔ حاجی یعقوب کو ہری پرشاد نے قتل کرایا ہے۔ یہ آدمی کوئی جعل ساز ہے۔ اسے پولیس نے ہمیں باتوں میں لگانے کے لئے بھیجا ہوگا۔" پھر جبرو کی طرف دیکھ کر بولا۔ "استاد! ہمیں اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے۔ ہری پرشاد سے انتقام لینے کے لئے گاؤں میں داخل ہو جانا چاہئے۔ یہ موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ آج وہ اپنے مکان پر ہی ہے۔"

اس پر اجنبی دیہاتی نے قسم کھا کر کہا۔ "ہمارے گاؤں میں اس نام کا کوئی ہندو مہا

سبھائی غنڈہ نہیں ہے۔ خدا کے لئے واپس چلے جاؤ۔ پولیس بندوقیں لئے بھاری نفری کے ساتھ موجود ہے۔ کیا تم جبرو ہو؟"

جبرو نے دیہاتی کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا۔ "چچا تم واپس گاؤں جاؤ۔" پھر وہ کمالے کی طرف متوجہ ہوا۔ "کمالے! گھوڑوں کا رخ واپس موڑ دو۔"

انہوں نے گھوڑوں کی باگیں کھینچ کر ان کا رخ واپس جنگل کی طرف کر دیا۔ جبرو اور کمالا آگے گھوڑے دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ جبرو اپنے گھوڑے کو کمالے کے قریب لے آیا اور بولا۔ "طیفے کو اپنی نگاہ میں رکھنا۔"

کمالا سمجھ گیا کہ جبرو کیا سوچ رہا ہے۔ لیفا اس وقت ان کے پیچھے بھورے کے ساتھ چلا آ رہا تھا۔ کمالے نے گھوڑے کو آہستہ کیا اور ان دونوں کے پیچھے آ گیا اور بولا۔

"بھورے گھوڑوں کو تیز چلاؤ۔ پولیس کا خطرہ ہے پیچھے۔"

اصل میں وہ طیفے کو اپنے آگے آگے چلانا چاہتا تھا۔ لیفا اپنے طور پر اس لئے مطمئن تھا کہ جبرو اور کمالے کے پاس اسے پولیس کا مخبر ثابت کرنے کے لئے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا لیکن اپنے دل میں وہ پریشان ضرور تھا۔ کیونکہ پولیس پارٹی اب جبرو کو گرفتار نہیں کر سکتی تھی اور ایک لاکھ روپے کا انعام طیفے سے دور ہو گیا تھا۔

جنگل سے گزر کر جب وہ لوگ واپس اپنے اڈے پر پہنچے تو جبرو نے طیفے کو بلا کر ڈانٹا۔ "آئندہ کبھی کوئی غلط اطلاع مت دینا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ پولیس چھاپہ مارنے والی تھی اور یہ بوڑھا دیہاتی کیا کہہ رہا تھا کہ حاجی یعقوب خان نام کا کوئی آدمی گاؤں میں نہیں رہتا۔"

جبرو جان بوجھ کر طیفے کو اپنی صفائی کا موقع دینا چاہتا تھا۔ اسے طیفے پر شبہ ہو گیا تھا۔ طیفے نے فوراً اس دیہاتی اجنبی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ "استاد! وہ کوئی پاگل آدمی معلوم ہوتا تھا۔ تم نے خواہ مخواہ اس کی باتوں پر اعتبار کر لیا۔ بھلا کبھی پہلے میری کوئی اطلاع غلط ہوئی ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ ..... ہری پرشاد کا آدمی تھا۔ اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پتا چل گیا ہو گا کہ جبرو اس کے مکان پر دھاوا بولنے والا ہے۔ ممکن ہے اسی نے پولیس کو بھی اپنی مدد کے لئے بلایا ہو۔"

جبرو نے کہا۔ "اگر ہری پرشاد جانتا تھا کہ پولیس اس کی حفاظت کے لئے موجود ہے تو پھر اسے اپنے آدمی کو بھیج کر ہمیں واپس بھجوانے کی کیا ضرورت تھی۔"

طیفے نے فوراً جواب دیا۔ "اس لئے کہ تمہاری ہر طرف دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ ہری پرشاد خوب جانتا تھا کہ پولیس پارٹی کے باوجود تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ پولیس اس کی حفاظت نہ کر سکے گی۔"

کمالا قریب بیٹھا خاموشی سے سگریٹ پیتے ہوئے طیفے کی طرف تک رہا تھا۔ دھیمی لالٹین زمین پر پڑی تھی۔ اس کی مدھم روشنی میں جبرو کا چہرہ پتھر کی طرح ساکت لگ رہا تھا۔ اس نے طیفے کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر دبایا اور نرم لہجے میں کہنے لگا۔ "جو ہوا اسے گولی مار دو۔ مجھے تم پر پورا بھروسا ہے۔ آئندہ پوری خبر لایا کرو۔ دیکھو تمہارے سوا کسی اور پر اعتبار کر کے گاؤں میں پولیس کی سرگرمیوں کی رپورٹ لانے کے لئے نہیں بھیج سکتا۔ تم اس کام میں ماہر ہو گئے ہو۔ اب زیادہ چوکس رہا کرو۔" اس نے بھورے کو آواز دی۔ "چاچا! سامان بندھواؤ۔ ہم اسی وقت یہاں سے کوچ کریں گے۔"

جبرو کے آدمیوں نے اسی وقت تمبو اور سامان وغیرہ گھوڑوں پر لادا اور جبرو ڈکیت کا یہ مختصر گروہ کھڈ' نالوں اور گہری کھائیوں کو عبور کرتا ہوا پچھمی پہاڑیوں کی طرف نکل گیا۔ آدھی رات کو انہوں نے ایک گہری کھڈ کو پار کر کے دوسری جانب ایک باہر کو نکلی ہوئی چٹان کے نشیب میں ڈیرا جمالیا۔ یہاں سے نیچے وادی میں چاروں طرف نگرانی کی جا سکتی تھی۔ بھورے نے دوپہر کو پکایا ہوا سالن اور روٹی سب میں تقسیم کی۔ کھانا کھا کر سب سو گئے۔ صرف کمالا اور جبرو جاگ رہے تھے۔ انہوں نے خود پہرا دینے کی پیشکش تھی۔

طیفا چھوٹی چھولداری کے اندر گھی کے کنستر کے پاس زمین پر چادر اوڑھے لیٹا

غور کر رہا تھا کہ اب اسے کافی فاصلہ طے کر کے بلاس پور کے تھانیدار وکرم سنگھ کے پاس جانا پڑے گا۔ وکرم سنگھ کو یقیناً سخت مایوسی ہوئی ہو گی۔ مگر وہ اسے کہہ دے گا کہ گاؤں کے ایک آدمی نے مخبری کر دی تھی اور جبرو گاؤں کے قریب آ کر واپس ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جبرو کھڈ کے کنارے کمالے کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ سرگوشیوں میں بول رہے تھے۔ کمالا کہہ رہا تھا۔ "جبرو تمہیں تو شک ہے مگر مجھے یقین ہے کہ طیفا غدار ہے۔ وہ انعام کے لالچ میں پولیس کے ساتھ مل گیا ہے۔ اور آج اس نے ہمیں مروانے کے لئے جال بچھایا تھا۔ میں تو کہتا ہوں اسے ابھی ٹھکانے لگا دینا چاہئے۔"

جبرو نے سگریٹ کا کش لگا کر دھواں اندھیرے میں چھوڑا۔ "کمالے شک مجھے بھی ہے لیکن مجھے کوئی ثبوت نہیں ملتا میری رائفل طیفے کی کھوپڑی نہیں اڑائے گی۔ وہ ہمارا پرانا ساتھی ہے۔ مجھے ثبوت چاہئے۔"

"تم ثبوت کا انتظار کرتے رہو گے اور یہ آدمی ہمیں پکڑوا دے گا۔ کیونکہ تم نے اسے دوبارہ دیہات میں جا کر رپورٹیں لانے کی اجازت دے دی ہے۔"

جبرو بولا۔ "یہ میں نے سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اگر طیفا واقعی پولیس کے ساتھ ملا ہوا ہے تو وہ پولیس سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔"

کمالا اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "اور ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ وہ پولیس سے مل کر آ رہا ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "بھورا اس کا پیچھا کرے گا۔ میں اسے ساری بات سمجھا کر طیفے کے تعاقب میں بھیجوں گا بھورا ہمارا بزرگ ہے اور انتہائی معتبر آدمی بھی ہے۔"

کمالے نے سگریٹ پاؤں تلے مسلتے ہوئے اس خدشے کا اظہار کیا۔ "اس اثناء میں طیفا پولیس کو ہمارے اس ٹھکانے پر بھی بھیج سکتا ہے اور یاد رکھو اس بار پولیس کی بھاری نفری ہمارے گرد گھیرا ڈالے گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو نے جواب دیا۔ "اس کا علاج بھی میرے پاس ہے۔ ہم ہر رات اپنی کمین گاہ بدل لیا کریں گے۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ منصوبہ بنایا ہے۔ تم دیکھتے رہو اگر لیفا غدار ہے تو پھر وہ جبرو کے انتقام سے نہیں بچ سکے گا۔"

صبح ہوئی تو جبرو نے اس کی اسکیم کے مطابق طیفے کو سراغ رسانی پر دیہات میں بھیجنے کے لئے تیار کروایا۔ آج طیفے نے جنگل میں لکڑیاں کاٹنے والوں کا بھیس بدلا۔ وہ خود بھی جانا چاہتا تھا۔ وکرم سنگھ سے رات والے واقع کی وضاحت کرنی تھی اور کسی دوسرے منصوبے پر غور کرنا تھا۔

لیفا جانے لگا تو جبرو نے اسے ایک طرف لے جاکر راز داری سے بتایا۔ "چونکہ پولیس کا اب کوئی بھروسا نہیں اس لئے میں احتیاط کے طور پر یہ ڈیرہ بھی بدل رہا ہوں لیکن ہم جہاں بھی نیا ڈیرہ بنائیں گے۔ بھورا یہاں پہنچ کر تمہیں بتا دے گا جب تم واپس آؤ گے تو چچا بھورا تمہیں اسی جگہ ملے گا پھر وہ تمہیں اپنے ساتھ نئے ڈیرے پر لے آئے گا۔"

جبرو نے قصداً" زور دیتے ہوئے طیفے کو ہدایت دی کہ وہ پولیس کی نقل و حرکت کی مکمل رپورٹ لائے تاکہ وہ اس کی روشنی میں آئندہ کسی بڑے ڈاکے کا پروگرام بنا سکیں۔ جبرو نے طیفے کو یہ بھی بتا دیا کہ ان کے پاس راشن بھی ختم ہونے والا ہے اور انہیں راشن کے لئے بھی کسی ساہو کار کے ہاں دھاوا بولنا پڑے گا۔ لیفا خوش تھا کہ جبرو کو اس پر شک نہیں ہوا اور وہ اب بھی اس کو اپنا وفادار ساتھی تصور کر رہا ہے۔ طیفے کے لئے یہ بڑی نیک فال تھی ورنہ اس اجنبی دیہاتی نے تو اس کا بنا بنایا کھیل تباہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف جبرو نے بھی ساری اسکیم تیار کر رکھی تھی ادھر لیفا مزدور کے بھیس میں کلہاڑی کاندھے پر رکھے جنگل میں اترا اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد جبرو نے بھورے کو ایک طرف لے جاکر اس کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ اس نے بھورے چاچا کو ساری بات اچھی طرح ذہن نشین کرا دی تھی۔ بھورا عام دیہاتی

کپڑوں میں تھا۔ صرف اس نے اپنے منہ سر پر کھیس لپیٹ لیا تھا۔ وہ اس جنگل کا بھیدی تھا۔ طیفے کی طرح وہ بھی اس علاقے کا رہنے والا تھا۔ جنگل کے ایک ایک راستے سے واقف تھا۔ اس نے اپنے اور طیفے کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا کہ وہ اس کی نگاہ میں رہے اور اگر کبھی اچانک پیچھے مڑ کر دیکھے تو بھورا اسے نظر بھی نہ آئے۔

لیفا جنگل میں ایک مختصر راستے پر چل رہا تھا۔ پھر بھی اسے ایک لمبا چکر کاٹ کر بلاس پور گاؤں کے پولیس اسٹیشن تک پہنچنا تھا۔ راستے میں کوئی موڑ گھومتے ہوئے لیفا مڑ کر دیکھ لیتا تھا کہ کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا۔ بھورا بھی غافل نہیں تھا۔ جونہی وہ محسوس کرتا کہ لیفا موڑ گھومنے والا ہے تو وہ پہلے ہی کسی درخت یا جھاڑی کی اوٹ میں ہو جاتا۔ ایک پستول طیفے کے پاس تھا اور ایک ریوالور بھورے نے بھی اپنی صدری کی جیب میں رکھ لیا تھا۔ جنگل میں ایک دو ترائیاں عبور کرنے کے بعد بھورے نے اندازہ لگا لیا کہ لیفا بلاس پور کی طرف جا رہا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ جب گھنا جنگل ختم ہو گیا اور کھیت شروع ہو گئے تو طیفے نے بلاس پور کا رخ پکڑ لیا جس کے اونچے نیچے مکان دن کی روشنی میں دور سے دکھائی دے رہے تھے۔ اب بھورے کو احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ راستہ میدانی تھا اور وہ دیکھا جاسکتا تھا چنانچہ وہ اونچی فصل کی آڑ لے کر طیفے کا تعاقب کرنے لگا۔

طیفے نے پیچھے ایک نگاہ ڈالی۔ اسے سوائے کھیتوں میں کام کرتے کسانوں کے اور کوئی مشکوک آدمی دکھائی نہ دیا۔ اس نے کلہاڑی کو اس طرح اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیا جس طرح لوگ سوٹی یا چھڑی لے کر چلتے ہیں۔ وہ قصبے کے واحد بازار میں داخل ہو گیا۔ پولیس اسٹیشن اسی بازار کے آخری کونے پر تھا۔ بھورا اس قصبے کے گلی کوچوں سے واقف تھا۔ وہ تیز تیز قدموں سے چل کر اوپر سے ہوتا ہوا بازار کے آخری کونے میں پولیس اسٹیشن سے پچاس ساٹھ قدم کے فاصلے پر پیپل کے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ کر یوں بیٹھ گیا جیسے ستا رہا ہو۔ اس کی آنکھیں تھانے کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں جہاں ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اتنے میں اسے دور سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیفا آتا دکھائی دیا۔ اس کا رخ تھانے کی طرف تھا۔ وہ تھانے کے چھوٹے سے گیٹ پر آکر رک گیا اور پہرے پر کھڑے سپاہی سے باتیں کرنے لگا۔ بھورا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سپاہی نے طیفے کو اندر جانے کا اشارہ کیا اور لیفا ایک نگاہ پیچھے ڈال کر جلدی سے تھانے میں داخل ہو گیا۔

جبرو نے بھورے کو یہی معلوم کرنے بھیجا تھا۔ اس کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ لیفا غدار ہے اور پولیس کے ساتھ مل کر جبرو اور اس کے گروہ کے آدمیوں کو پکڑوانے کی سازش کر رہا ہے۔ بھورے کو غصہ آرہا تھا اور وہ خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ گذشتہ رات ایک شریف دیہاتی کے راستے میں خبردار کر دینے سے وہ لوگ پولیس کے ہتھے چڑھتے چڑھتے بچ گئے' وگرنہ طیفے نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور وہ ان سبھوں کو موت کے منہ میں لے گیا تھا۔

بھورا آہستہ سے اٹھا اور دوسرے راستے سے گزر کر قصبے سے باہر نکل گیا۔ کھیتوں میں وہ اپنی چال بدل کر آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ اس کا رخ جنگل کی طرف تھا۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی بھورے نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ یہ جنگل اس قدر پیچیدہ اور دشوار گزار تھا کہ طیفے اور بھورے میں سے کوئی بھی گھوڑا نہیں لایا تھا۔ دوپہر کے بعد بھورا جبرو کے ڈیرے پہنچ گیا۔ رحیما گوشت پکانے کے بعد کنالی میں آٹا گوندھ رہا تھا۔ جبرو اور کمالا کچھ فاصلے پر چٹان کی اوٹ میں بیٹھے جنگل میں سے آنے والے راستے کو تک رہے تھے۔ بھورے کو آتا دیکھ کر جبرو نے کمالے سے کہا۔ "چاچا آگیا فیروز اور رحیمے سے کہو کہ ہم ٹھکانہ بدل رہے ہیں۔"

کمالے نے اسی وقت فیروز اور رحیمے کو جاکر ہدایت کی کہ سامان بوروں میں بند کر اور تمبو سمیٹو ہم دوسری وادی والی پہاڑی پر جا رہے ہیں۔ رحیمے نے آٹے کی کنالی وہیں چھوڑ دی اور فیروز کے ساتھ مل کر سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔ کمالا' جبرو کے پاس آگیا۔ تھوڑی دیر بعد بھورا بھی پہنچ گیا۔ اس نے آتے ہی جبرو کو بتا دیا کہ لیفا بلاس پور کے تھانے میں گیا ہے۔

کمالے نے طیفے کو ایک موٹی گالی دی اور رائفل پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بولا۔ "جبرو میں پہلے ہی کہتا تھا کہ وہ پولیس کے ساتھ مل گیا ہے بولو میرے دوست۔ اب تمہیں اور کیا ثبوت چاہئے؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور رائفل پکڑے اٹھا اور بھورے سے کہا۔ "چاچا سامان گھوڑوں پر لا دو۔"

پندرہ بیس منٹ کے بعد پانچوں ڈاکو گھوڑوں پر سوار اپنے نئے ٹھکانے کی طرف چلے جا رہے تھے۔ ان جنگلوں کا بھیدی بھورا ان کی راہنمائی کر رہا تھا۔ آگے وادی میں دو پہاڑیوں کے درمیان ایک درہ آگیا۔ جبرو نے وہاں رک کر دونوں جانب کی پہاڑیوں کی چوٹیوں کو غور سے دیکھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی انتہائی خطرناک اسکیم ہے۔ اس نے بھورے سے کہا۔ "چاچا میں اور کمالا اس پہاڑی کی چوٹی پر ٹھہریں گے۔ رحیما اور فیروز سامنے والی پہاڑی کے اوپر مورچے بنائیں گے۔"

کمالے نے جبرو کی طرف تعجب سے دیکھا اور پوچھا۔ "ہمیں الگ الگ پہاڑیوں پر جانے کی کیا ضرورت ہے جبرو؟"

جبرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہیں تھوڑی دیر بعد میں بتاؤں گا مگر پہلے ہم اس تنگ درے میں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے چاچا! جلدی سے روٹی لے آ۔ بڑی بھوک لگی ہے۔"

کھانا کھاتے ہوئے جبرو نے کمالے' بھورے' رحیمے اور فیرز کو اپنی ساری اسکیم سمجھا دی۔ کھانا کھانے کے بعد انہوں نے درے میں ہی ایک ٹیلے کی اوٹ میں کچھ دیر آرام کیا پھر جب دن ڈ لگا تو جبرو نے بھورے چاچا کے پاس جا کر کہا۔ "چاچا تو واپس پرانے ڈیرے پر جاکر چھپ جا۔ لیفا وہیں آئے گا۔ اچھی طرح سے اطمینان کر لینا کہ اس کے پیچھے پولیس کی پارٹی تو نہیں آ رہی؟ جب تمہیں تسلی ہو جائے تو طیفے کو ساتھ لے کر یہاں آجانا۔"

بھورا اسی وقت عقبی پہاڑی والے پرانے ڈیرے کی طرف چل دیا۔ وہ گھوڑے پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوار تھا۔ پرانے ڈیرے پر پہنچ کر وہ اصل جگہ سے ہٹ کر ایک چٹان کی آڑ میں گھوڑے سے اتر پڑا۔ اسے ایک پتھر سے باندھا اور خود اس پتلی پگڈنڈی پر نظریں جما دیں۔ جو نیچے جنگل میں سے نکل کر پہاڑی کے اوپر پرانے اڈے کی طرف آتی تھی۔ طیفے کو اس پگڈنڈی پر سے گزر کر اوپر آنا تھا۔ سورج غروب ہونے لگا۔ طیفا ابھی تک نہیں آیا تھا۔ بھورا اپنی جگہ پر بیٹھا بیڑیاں پھونکتا رہا۔ وہ بنڈل میں سے نئی بیڑی نکال رہا تھا کہ اسے ایک آدمی کلہاڑی کاندھلنے پر رکھے درختوں میں سے نکلتا نظر آیا۔ بھورے نے غور سے دیکھا' وہ طیفا تھا۔

بھورے نے بیڑی واپس بنڈل میں رکھی اور غور سے طیفے کے عقب میں دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہ پیچھے جنگل میں چاروں طرف گھوم رہی تھی۔ طیفا آرام آرام سے پگڈنڈی کی چڑھائی چڑھتا پرانے ڈیرے کی طرف چلا آ رہا تھا۔ بھورے نے محسوس کیا کہ طیفے نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اس کا مطلب یہ بھی نکل سکتا تھا کہ طیفا اپنے ساتھ پولیس نہیں لایا۔ پھر بھی بھورا اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ اس نے طیفے کو دیکھا کہ پرانے اڈے پر آ کر ادھر ادھر دیکھ رہا ہے۔ وہ بھورے کو ڈھونڈ رہا تھا جس کے بارے میں جبرو نے اسے کہا تھا کہ بھورا اس کا وہیں انتظار کرے گا۔ بھورا برابر جنگل کے نشیب میں نظریں جمائے ہوئے تھا۔ جب اسے کافی حد تک اطمینان ہو گیا کہ کم از کم اس وقت تک پولیس پارٹی جنگل میں نہیں پہنچی تو وہ چٹان کی آڑ سے نکل کر سامنے آ گیا۔ طیفا اس سے کوئی دو سو فٹ اوپر تھا۔ بھورے نے طیفے کو آواز دی کہ نیچے آجاؤ۔ طیفے نے بھورے کو دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید جبرو اسے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ وہ جلدی سے نیچے آ گیا اور بولا۔ "چاچا! تمہیں تو اوپر اڈے پر میرا انتظار کرنا تھا۔ میں حیران ہو رہا تھا کہ چاچا کہاں چلا گیا ہے۔"

بھورا ہنس کر بولا۔ "طیفے بھائی یہ کم بخت گھوڑا عین وقت پر آ کر اس جگہ ایسا اڑا کہ مجھے لا محالہ اسی جگہ رکنا پڑا۔ چلو نئے ٹھکانے پر چلتے ہیں۔ ہاں کیا رپورٹ

لائے ہو بھائی؟"

طیفے نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "ارے چاچا رپورٹ کیا ہوگی پولیس تو ہم سے خوف کھائے ہوئے ہے۔ بھیگی بلی بن کر کھمبا نوچ رہی ہے۔ بے چارے مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی ہے۔"

بھورا بولا۔ "ادھر کا رخ تو نہیں کر رہی پولیس؟"

طیفے نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا۔ "ارے چاچا پولیس کو ادھر آ کر مرنا ہے کیا؟ ہمارے جبرو اور دادا کے نام سے تو انگریزوں کا بھی دم نکلنے لگا ہے۔ اب انگریز ڈی ایس پی بھی اس کیس سے کتراتا ہے۔" پھر پلٹ کر پوچھنے لگا۔ "چاچا! نیا اڈہ کہاں بنایا ہے؟"

بھورے نے آہستہ سے کہا۔ "تمہیں وہیں لے جا رہا ہوں پیارے۔ آؤ میرے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔ ہمیں وہ سامنے والی وادی میں ہی جانا ہے۔"

سامنے والی وادی میں جبرو اور کمالا اس کی راہ دیکھ رہے تھے۔ کمالے نے اپنی گن لوڈ کر کے اس کا سیفٹی کیچ کھینچ رکھا تھا۔ جبرو کسی گہری سوچ میں تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی اور ہی پلان ہے۔ طیفا آیا تو جبرو نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور پہلی بات یہ پوچھی کہ اس نے کھانا کھایا ہے۔ طیفے نے ہنس کر کہا۔ "استاد! گاؤں کے تنور پر ہی کھا لیا تھا۔"

جبرو نے ایک سیکنڈ میں اپنی رائفل کی نالی طیفے کی گردن سے لگا دی اور دانت پیس کر بولا۔ "کھانا تنور پر کھایا تھا یا بلاس پور کے تھانیدار وکرم سنگھ نے کھلایا ہے؟"

طیفے کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ جبرو کا آدمی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اب وہ بچ نہیں سکے گا۔ عذر پیش کرنا اور جھوٹ بولنا اب بے کار تھا۔

کمالے نے گرج کر کہا۔ "جبرو تم پرے ہٹ جاؤ۔ اس غدار کو میں ختم کروں گا۔"

رحیما اور فیروز بھی وہاں آ گئے۔ یہ لوگ درے میں ایک چٹان کے پیچھے جمع تھے۔ شام کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ طیفا ایک دم سے جبرو کے قدموں میں گر پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اب اپنے جرم کو تسلیم کر لے۔ اس نے جبرو کے پاؤں پکڑ لئے اور گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ "استاد! میرا گناہ بخش دے۔ بہن کی غربت نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔"

جبرو نے پاؤں پیچھے کھینچ لئے۔ کمالے نے طیش میں آکر طیفے کے پیٹ میں اتنے زور کی ٹھوکر ماری کہ وہ دوہرا ہو کر کراہنے اور معافیاں مانگنے لگا۔ وہ بار بار جبرو سے کہہ رہا تھا۔ "استاد! میرا گناہ معاف کر دے۔ میں نے جو کچھ بھی کیا اپنی بیمار بہن کی حالت سنوارنے کے لئے کیا تھا۔" کمالا اسے گولی مارنے ہی لگا تھا کہ جبرو نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر رائفل کی نالی نیچے کر دی۔ "نہیں کمالے۔ ابھی نہیں۔"

موت طیفے کے سر پر ناچ رہی تھی۔ خوف سے اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔ وہ ہاتھ جوڑے زمین پر بیٹھا جبرو سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔ اس نے جلدی جلدی ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں ساری درد بھری کہانی بیان کر دی کہ کس طرح وہ اپنی بہن سے ملنے گیا تو اس کی حالت دیکھی نہیں گئی۔ وہ بیوہ ہو چکی ہے۔ گاؤں کے برتن مانجھ کر بچوں کا پیٹ پال رہی ہے۔ وہ ٹی بی کے مہلک مرض میں مبتلا ہے۔

کمالے نے چلا کر کہا۔ "جبرو! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

کمالے نے بھورے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "چاچا! تم طیفے کے گرائیں ہو۔ کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

بھورا اپنی خشخشی داڑھی پر الٹا ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "گاؤں میں اس کی ایک بیوہ بہن ضرور رہتی ہے۔ اس کے خاوند کو فالج مار گیا مگر استاد! کس کی بہن اور ماں باپ غریب نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم اپنے دوستوں کے ساتھ غداری کریں۔ انہیں موت کے منہ میں جھونک دیں۔"

فیروز نے بھی بھورے کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ "چاچا ٹھیک کہتا ہے استاد! یوں تو میری بھی ایک بیوہ بہن کانپور میں غربت کے دن گزار رہی ہے۔ میں تو کبھی غداری نہ کروں۔"

کمالا بولا۔ "جبرو اسے یہی ختم کر دو۔ یہ ہماری آستین کا سانپ ہے۔ اس نے ہم سب کو پھانسی پر لٹکانے کی سازش کی تھی۔ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔"

طیفا جبرو کے قدموں پر گر پڑا۔ جبرو پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے کمالے کو گولی چلانے سے ایک بار پھر روک دیا۔ حقیقت یہ تھی کہ جبرو کو اپنی اکلوتی بہن یاد آ گئی تھی جو امرتسر کے قبرستان میں دفن تھی۔ اور جبرو کو جس کی قبر دیکھنی بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ طیفا اس کے پاؤں پر سجدے میں گرا ہوا تھا۔ جبرو نے اسے گردن سے پکڑ کر پیچھے کو دھکا دیا۔ طیفا چٹان کی دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ جبرو نے اپنی گن کی نالی اس کے سینے سے لگا دی اور کہا۔ "سچ سچ بتا تو پولیس کے ساتھ مل کر کیا گھی کھچڑی پکا کر آیا ہے۔ یاد رکھ اگر جھوٹ بولا تو میں تیری بہن اور اس کے بچوں کو اغواء کر کے یہاں لاؤں گا اور تیری آنکھوں کے سامنے انہیں قتل کروں گا اس کے بعد تیری گردن اڑا دوں گا۔"

طیفے نے لرزتی ہوئی خشک آواز میں کہا۔ "خدا گواہ ہے استاد! میں نے پولیس کے ساتھ کوئی معاملہ طے نہیں کیا۔"

کمالا چیخا۔ "جبرو تو اس کا لحاظ کس لئے کر رہا ہے تو ہم سب کو مروائے گا اسے زندہ چھوڑ کر۔"

جبرو نے اس سے زیادہ بلند آواز میں چیخ کر کمالے کو ڈانٹا۔ "خاموش رہ کمالے۔ تیرا بیچ میں بولنے کا کام نہیں۔" پھر طیفے سے مخاطب ہوا۔ "تو تھانیدار سے کیا بات کر کے آیا ہے۔"

طیفے نے کرتے کے دامن سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔ "تھانیدار وکرم سنگھ اپنی چال میں کامیاب نہ ہونے پر مجھے کوسنے لگا۔ اس نے بھاری نفری جمع کر رکھی ہے۔ وہ فوج کی مدد سے اس علاقے پر ہلہ بولنا چاہتا ہے۔"

کمالے نے طیفے کو گالی دے کر کہا۔ "اگر وہ شریف آدمی ہمیں وقت پر خبردار نہ کر دیتا تو نے ہم سب کی لاشیں لگا دینی تھیں، کل رات۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو طیفے کے سامنے پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے گہرے اور پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"طیفے اب تیرا کام یہ ہے کہ ابھی یہاں سے واپس بلاس پور تھانے میں جا اور تھانیدار وکرم سنگھ کو جا کر خبر دے کہ جبرو اور اس کا گروہ اس جگہ پہاڑی کے پار چھپا ہوا ہے اور کم از کم دو دن تک اسی جگہ ٹکا رہے گا۔ تھانیدار کو بتا کہ جبرو کے ساتھ پچاس ساٹھ کے قریب ڈاکو ہیں۔ تھانیدار وکرم سنگھ کو پولیس کی نفری کے ساتھ گھیر کر یہاں لا۔ آگے ہم جانیں اور ہمارا کام۔ اگر تو کل دن کے وقت اسے یہاں لانے میں کامیاب نہ ہو سکا تو تیری گاؤں والی بہن اور اس کے بچوں کو اسی جگہ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ تو پرسوں آ کر یہاں سے اپنی بہن اور بچوں کی لاشیں اٹھا کر لے جانا۔ بھورا تیری بہن کے گھر کا پتا جانتا ہے۔ میں ابھی اسے تمہاری بہن کے گھر کی طرف روانہ کرتا ہوں کہ وہ انہیں اغواء کر کے یہاں لے آئے۔ اب تو واپس بلاس پور کی طرف روانہ ہو جا۔ رات کا کھانا تھانیدار وکرم سنگھ کے ساتھ ہی کھانا۔"

طیفا ٹکر ٹکر جبرو کا منہ تکنے لگا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "استاد! میری بہن اور اس کے بچوں کو کچھ نہ کہنا میں تیرے پاؤں پڑتا ہوں۔"

جبرو نے ایک زور دار طمانچہ طیفے کے جبڑے پر مارا۔ طیفا دوسری طرف گر گیا۔

"حرام زادے بہن اور اس کے بچوں کا اتنا خیال ہے تو وکرم سنگھ کو پولیس کے ساتھ یہاں لے آ۔ اپنے ساتھیوں کو مروانے پر کتنی جلدی تیار ہو گیا تھا۔ اب پولیس کو یہاں گھیر کر نہیں لا سکتا۔ وہ لوگ تیرا ضرور اعتبار کریں گے۔"

جبرو نے رائفل اٹھا کر بھورے کو حکم دیا۔ "چاچا! آدمی ساتھ لے جا اور ابھی اس کمینے کے گاؤں جا کر اس کی بہن اور بچوں کو اٹھا کر یہاں لے آ۔"

طیفا ہاتھ باندھے اٹھ کھڑا ہوا۔ "میری بہن کو معاف کر دے استاد! میں بلاس پور جاتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کل دن میں پولیس کو گھیر کر اس درے میں لے آؤں گا۔"

جبرو نے طیفے کے منہ پر ایک اور طمانچہ مارا۔ "اگر تو نے پولیس کو ہمارے بارے

میں کوئی ایسی ویسی بات بتائی تو یاد رکھ نہ تو بچے گا' نہ تیری بہن اور نہ تیری بہن کے بچے۔ چل اب یہاں سے بلاس پور کا راستہ پکڑ۔ ہم کل تیرا اور پولیس کا اسی جگہ انتظار کریں گے۔ تیرا کام یہ ہوگا کہ پولیس کو اس درے تک لا کر خود ایک طرف ہٹ جائے۔ چلو دفع ہو جاؤ۔"

طیفے نے جھک کر سلام کیا اور بولا۔ "بھورے چاچا کو میری بہن کے پاس مت بھیجنا استاد!"

کمالے نے تڑپ کر کہا۔ "سور کی اولاد! بھورا چاچا تیرے بلاس پور پہنچنے سے پہلے تیری بہن کے گاؤں پہنچ کر اسے بچوں سمیت اغواء کر چکا ہو گا۔"

جبرو نے گرج کر کہا۔ "کمالا ٹھیک کہتا ہے۔" اور بھورے کو اسی وقت طیفے کی بہن کے گاؤں جانے کا حکم صادر کر دیا۔ بھورا چاچا جبرو کی چال سمجھ گیا تھا۔ اس نے اسی وقت رحیمے اور فیروز کو ساتھ لیا۔ تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور درے کی دوسری جانب روانہ ہو گئے۔ طیفا انہیں حسرت سے دیکھنے لگا اور پھر خود بھی تیز تیز قدموں سے پہاڑی کی دوسری جانب اتر گیا۔ وہ جبرو کے مزاج اور اس کی خصلت کو بخوبی جانتا تھا۔

وہ اس پر ہی خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ جبرو نے اسے گولی نہیں ماری تھی۔ اب اسے امید پیدا ہو گئی تھی کہ اگر اس نے جبرو کے حکم کے مطابق عمل کیا تو وہ نہ صرف اس کی بہن اور اس کے بچوں کو ہلاک نہیں کرے گا بلکہ اس کی جان بخشی بھی کر دے گا۔ بہرحال ابھی اسے اپنی بہن اور بچوں کو موت کے منہ سے بچانا تھا۔ وہ جانتا تھا اگر وہ پولیس کو پہاڑی درے تک نہ لا سکا تو جبرو اس کی بہن اور بچوں کا خون کر دے گا۔ جبرو ایسے ڈکیت سے پھر وہ اپنی بہن کو اس کے بچوں کو اور خود اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا۔ وہ اگر اپنی بہن کو لے کر پاتال میں بھی چلا جائے گا تو جبرو وہاں بھی پہنچ کر ان کو چھلنی کر دے گا۔

طیفے کو تھانیدار وکرم سنگھ نے یہی کہا تھا کہ وہ جا کر جبرو کے تازہ ٹھکانے کی خبر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لائے اور کسی طرح جبرو اور اس کے ساتھیوں کو اس امر پر آمادہ کرلے کہ وہ اپنے نئے ٹھکانے پر دو ایک روز تک ٹکے رہیں تاکہ پولیس اپنی بھاری تعداد اور نفری کی وجہ سے ڈاکوؤں پر بے خبری میں حملہ کرکے موت کے گھاٹ اتار سکے۔ جبرو نے بھی طیفے کو یہی پیام دے کر تھانیدار کی طرف روانہ کیا تھا۔

طیفا آدھی رات کے بعد بلاس پور قصبے کے پاس پہنچ گیا۔ مگر وہ کھیتوں میں ایک جگہ لیٹ گیا۔ وہ صبح کے وقت تھانے جانا چاہتا تھا۔ اسے طرح طرح کے خیالات نے گھیر رکھا تھا۔ ساری غداری اس نے اپنی بہن اور اس کے بچوں کی زندگی سنوارنے کی خاطر کی تھی اور اب بھی اسے اپنی بہن ہی کا خیال آ رہا تھا۔ یہی سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ طیفے کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ کہیں دن زیادہ تو نہیں گزر گیا۔ اس نے اٹھ کر آسمان کی طرف دیکھا۔ نہیں۔ ابھی سورج کو نکلے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ طیفے نے خدا کا شکر ادا کیا اور سیدھا بلاس پور تھانے جا پہنچا۔

تھانیدار وکرم سنگھ ابھی نہیں آیا تھا۔ طیفے نے حوالدار ٹیکا رام سے کہا کہ جس طرح ہو سکے مجھے وکرم سنگھ جی کے گھر پہنچا دو۔ ان سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔ حوالدار ٹیکا رام جانتا تھا کہ طیفا جبرو ڈاکو کی مخبری کرتا ہے۔ وہ اسی وقت اسے اپنے ساتھ وکرم سنگھ کے گھر لے گیا۔ وکرم سنگھ ناشتا کر رہا تھا۔ طیفے کو دیکھا تو ٹیکا رام کو فوراً واپس بھیج دیا اور طیفے کو اپنے سامنے چوکی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "خیر ہے تم اس وقت کیسے آ گئے؟"

طیفے نے کہا۔ "مہاراج! بڑا سنہرا موقع ہے۔ یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر جبرو اور کمالا آپ کے ہاتھ نہیں آئیں گے کیونکہ وہ کل صبح یہاں سے نکل کر آزاد قبائلی علاقے کا رخ کر رہے ہیں۔"

تھانیدار وکرم سنگھ آزاد علاقے کا نام سن کر چونک پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ آزاد قبائلی علاقے میں جو مجرم بھی جاتا ہے پھر اسے کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ اس نے چائے کی پیالی

نیچے رکھ دی اور تولیے سے منہ پونچھتے ہوئے بولا۔ "جبرو اور اس کے ساتھی اس وقت کہاں ہیں؟"

طیفے نے بتایا کہ جبرو، کمالا اور اس کے باقی ساتھی اس وقت فلاں پہاڑی کے پیچھے ٹھہرے ہوئے ہیں اور آج کا سارا دن اور ساری رات اسی جگہ رہیں گے۔ کل صبح صبح وہاں سے نکل جائیں گے۔ "جناب عالی۔ میں بڑی مشکل سے نکل کر آپ کو یہ اطلاع دینے آیا ہوں۔ جبرو مجھے سراغ رسانی پر نہیں بھیجنا چاہتا تھا مگر میں نے بہانہ بنایا کہ آج میرا جانا بہت ضروری ہے کیونکہ مجھے شبہ ہے کہ پولیس آس پاس گشت کر رہی ہے چنانچہ میں آپ کو خبر دینے آ گیا ہوں۔"

وکرم سنگھ نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ اپنا ایک آدمی بھیجتا ہوں اسے تم وہ جگہ دکھا دو جہاں اس وقت جبرو اور اس کے ساتھی پناہ لئے ہوئے ہیں۔ میں اتنی دیر میں پولیس پارٹی تیار کر لیتا ہوں۔"

تھانیدار وکرم سنگھ نے اسی وقت طیفے کے ساتھ اپنا ایک آدمی کر دیا جسے لے کر طیفا جبرو کے اڈے کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی تھانیدار وکرم سنگھ نے دو آدمیوں کو سپاہیوں کی مزید نفری حاصل کرنے کے لئے تحصیل ہیڈ کوارٹر کی طرف دوڑا دیا۔ دو گھنٹے بعد وہ مخبر بھی واپس آ گیا جس کو تھانیدار نے طیفے کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ طیفے نے اسے درے سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر سے وہ پہاڑی دکھائی جس کی دوسری جانب جبرو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھا۔ مخبر نے واپس پہنچ کر تھانیدار کو سارا محل وقوع تفصیل سے بیان کر دیا۔ تھانیدار وکرم سنگھ نے اسی وقت دو لاریوں میں پولیس کو بھرا اور جبرو کے اڈے کی طرف چل پڑا۔ طیفا اس وقت جبرو کے پاس ہی تھا۔ اس نے جبرو کو بتایا کہ پولیس پارٹی تھانیدار وکرم سنگھ کی قیادت میں چھاپہ مارنے کے لئے چلی آ رہی ہے۔

کمالے نے جبرو کو ایک طرف لے جا کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ جبرو نے اثبات میں سر ہلایا۔ کمالے نے اسی وقت طیفے کے دونوں ہاتھ اور پیر مضبوطی کے ساتھ رسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے باندھ دیئے اور اس کی گردن پر مکہ مار کر بولا۔ "نمک حرام یہاں خاموشی سے بیٹھا رہ۔"

جبرو نے فوراً درے کی دونوں جانب ٹیلوں پر اپنے آدمیوں کو پہنچا دیا۔ ایک ٹیلے کی چوٹی پر کمالے اور فیروز نے مورچہ سنبھال لیا۔ دوسرے ٹیلے پر جبرو بھورے اور رحیمے کو ساتھ لے کر بیٹھ گیا۔ بھری ہوئی فالتو رائفلیں بھی انہوں نے ساتھ ہی رکھ لی تھیں۔

سب کی نظریں اس چھوٹی سی پہاڑی پگ ڈنڈی پر لگی تھیں۔ جو گھنے جنگل میں سے نکل کر اوپر ٹیلوں کی طرف آتی تھی۔ جس ٹیلے کی طرف نے نشاندہی کرائی تھی اس تک پہنچنے کے لئے پولیس کی نفری کا درے میں سے گزرنا ضروری تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جس کا جبرو کو انتظار تھا۔ پھر اچانک دور نیچے درختوں کے عقب میں لاریوں کے انجن کی ہلکی سی گونج سنائی دی اور پھر رک گئی۔ جبرو نے سیٹی بجا کر کمالے کو خبردار کیا پولیس جنگل میں پہنچ گئی ہے۔ کمالے نے اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دیا۔

پولیس کی دونوں لاریاں نیچے جنگل میں ایک جگہ پہنچ کر رک گئی تھیں۔ سپاہی بندوقیں اور رائفلیں سنبھالے وکرم سنگھ کی قیادت میں اوپر پہاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔ کوئی آدھے گھنٹے کے وقفے کے بعد کمالے اور جبرو نے ایک سپاہی کو جنگل سے نکل کر پگ ڈنڈی پر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے دیکھا۔ وہ جھک کر چاروں طرف دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ ایڈوانس پارٹی کے طور پر موقع کا جائزہ لینے آیا ہے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد رک گیا۔ پھر اس نے پیچھے کی طرف سر موڑ کر اپنے بازو کو اس طرح لہرایا جیسے سپاہیوں کو آگے آنے کا اشارہ کر رہا ہو پھر جنگل میں سے دو قطاروں کی شکل میں پولیس کے سپاہی آگے نکل کر بڑھنے لگے۔ وہ پگ ڈنڈی کے کنارے پر جھکے ہوئے چل رہے تھے۔ جبرو نے غور سے دیکھا۔ دونوں قطاریں کافی لمبی تھیں۔ پولیس کی نفری ساٹھ ستر افراد پر مشتمل تھی۔ تھانیدار وکرم سنگھ آگے آگے تھا۔ اس کی وردی انسپکٹر کی تھی اور ہاتھ میں پستول تھا۔ جبرو کمالا اور اس کے ساتھی

ٹیلوں کے مورچوں میں چپ بیٹھے' سپاہیوں کو درے کی طرف آتے دیکھ رہے تھے۔ پولیس پھیل کر ایڈوانس کر رہی تھی۔

تھانیدار وکرم سنگھ نے ٹیلوں کے قریب آکر تنگ درے کو دور سے دیکھا اور رک گیا۔ سپاہی بھی دو قطاروں کی شکل میں پہلوؤں کی طرف ہو کر وہیں بیٹھ گئے۔ جنگل پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے موت پکی ہوئی فصل کاٹنے کے لئے دم بخود کھڑی وقت کا انتظار کر رہی ہے۔ جبرو اس گھڑی کا منتظر تھا جب پولیس کے سپاہی درے میں آ جائیں۔ دوسری طرف وکرم سنگھ درے میں سے گزرے بغیر ہی نشان زدہ ٹیلے کے عقب میں پہنچنے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ مگر ٹیلے کے عقب میں جانے کا دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ٹیلوں کے دونوں جانب گہری کھائیاں تھیں۔ وکرم سنگھ کو لا محالہ اپنے آدمیوں کو اس درے میں سے گزارنا تھا۔

سوچنے اور غور کرنے کے لئے وکرم سنگھ کے پاس وقت نہیں تھا۔ وہ جبرو کے ٹھکانے کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ اب وہ ایک ہی ہلے میں جبرو اور اس کے آدمیوں پر اندھا دھند فائرنگ کر کے ان سب کو ہلاک یا گرفتار کر لینا چاہتا تھا۔ اشارے سے حوالدار ترلوچن سنگھ کو قریب بلا کر جھاڑی کی اوٹ میں بٹھا لیا اور اس سے کھسر پسر کرنے لگا۔ اس کے فوراً بعد پولیس پارٹی دو ٹکڑیوں میں بٹ گئی۔ ایک ٹکڑی کی قیادت حوالدار ترلوچن سنگھ اور دوسری کی قیادت تھانیدار وکرم سنگھ کر رہا تھا۔ دونوں پارٹیاں درمیان میں فاصلہ رکھ کر دونوں جانب سے ٹیلوں کے درمیان درے کی طرف بڑھنے لگیں۔

جبرو اور کمالا الگ الگ ٹیلوں کے اوپر اپنے مورچوں میں گھات لگائے بیٹھے پولیس کی دونوں پارٹیوں کو درے کی طرف ایڈوانس کرتے دیکھ رہے تھے۔ وہ اس سنہری اور فیصلہ کن لمحے کا انتظار کر رہے تھے جب دونوں پارٹیاں درے میں آ جائیں۔ سب سے پہلے وکرم سنگھ کی پارٹی درے میں پہنچی۔ اس پارٹی میں تیس کے قریب سپاہی تھے۔ جبرو اور کمالے کو سپاہیوں کے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رائفلوں کی نالیاں ٹیلے کے اونچے گھاس میں سے نکل کر نیچے جھکی ہوئی تھیں۔ جبرو
حکم تھا کہ سب سے پہلے وہ فائر کرے گا۔ جبرو دوسری پارٹی پر نظریں جمائے ہوئے تھا
جو حوالدار ترلوچن سنگھ کی قیادت میں درے میں داخل ہو چکی تھی۔

وکرم سنگھ کی بدقسمتی کہ اس نے درے میں سے گزر کر دوسری طرف سے حملہ
کرنے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ٹیلے کی درے والی چڑھائی چڑھ کر جبرو اور اس کے
ساتھیوں کو اوپر سے اچانک جا لے گا۔ یہی وجہ تھی کہ درے میں سے گزر جانے کے
بجائے وکرم سنگھ اپنی پارٹی کو لے کر ایک جگہ ٹیلے کی اوٹ میں آکر رک گیا۔ سپاہی
رائفلیں اور بندوقیں تانے وہیں بیٹھ گئے۔ یہ سارے سپاہی جبرو کی زد میں تھے۔ وہ
بیٹھی ہوئی بطخیں تھیں جنہیں جبرو آسانی سے بھون سکتا تھا مگر وہ دوسری پارٹی کو تک
رہا تھا۔ حوالدار ترلوچن سنگھ پولیس کی دوسری پارٹی کو لے کر درے میں داخل ہوگیا
تھانیدار وکرم سنگھ نے بیٹھے بیٹھے اس کی طرف بازو ہلا کر اشارہ کیا۔ ترلوچن سنگھ
حوالدار ٹیلے کی دیوار کے ساتھ لگ کر آگے کو کھسکنے لگا۔

جبرو نے جب دیکھا کہ پولیس کی دوسری ٹکڑی بھی درے میں داخل ہو چکی ہے
اس نے ایک فلک شگاف چیخ کی آواز حلق سے نکالی اور ساتھ ہی تھانیدار وکرم سنگھ
نشانے میں لے کو تڑاخ سے فائر کر دیا۔ جبرو کے فائر کی آواز بلند ہونے کی دیر تھی کہ
کمالے، بھورے، فیروز اور رحیمے نے بھی دھڑا دھڑ فائرنگ شروع کر دی۔ سب نے
ایک ایک سپاہی کو پہلے ہی سے نشانے میں لے رکھا تھا چنانچہ پہلے راؤنڈ میں تھانیدار
وکرم سنگھ کے ساتھ چار دوسرے سپاہی خاک اور خون میں تڑپنے لگے۔ کچھ ڈر کر
پیچھے بھاگے۔ انہیں بھورے نے اپنی رائفل کی زد میں لے کر فائر شروع کر دیا۔ جبرو
نے حوالدار ترلوچن سنگھ کو گرا دیا۔ وہاں کہرام مچ گیا۔ جنگل گولیوں کے دھماکوں سے
گونج اٹھا۔ پرندے پھڑپھڑاتے ہوئے درختوں پر سے اڑ گئے۔ سپاہی گھیرے میں تھے
ان پر اوپر سے فائر آ رہا تھا۔ بھورا ٹیلے سے چھلانگ لگا کر نیچے نشیب میں آگیا۔ یہاں
سے وہ ان سپاہیوں کو اپنی گولیوں سے اڑانے لگا جو پیچھے جنگل کی طرف بھاگنے کی

کوشش کر رہے تھے۔ درے میں گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ بھری ہوئی رائفل
خالی ہو جاتی تو دوسری رائفل اٹھالی جاتی۔ ایک چیخ و پکار مچی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد
درے میں چاروں طرف لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ جو زخمی تھے وہ تڑپ
رہے تھے۔ اس کے باوجود کچھ سپاہی کھائیوں میں چھلانگیں لگا کر بھاگنے میں کامیاب ہو
گئے۔

جبرو اپنے ساتھیوں سمیت ٹیلے سے نیچے اتر آیا۔ کمالا، بھورا اور فیروز بھی نیچے
آگئے۔ جبرو نے سب سے پہلے تھانیدار وکرم سنگھ کی لاش کو جھک کر دیکھا۔ گولی وکرم
سنگھ کی دن میں لگی تھی اور شہ رگ کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ وکرم سنگھ کا ریوالور
اس کے ادھ کھلے ٹھنڈے ہاتھ کے قریب ہی پڑا تھا۔ جبرو نے اسے اٹھالیا اور بولا۔
تمام سپاہیوں کا اسلحہ جمع کر لو۔"

تمام سپاہیوں کی رائفلیں اور گولیوں کی پیٹیاں اتار کر ایک جگہ اکٹھی کر لی گئیں
اور پھر انہیں لے کر جبرو اور کمالا پہاڑی کی دوسری جانب اپنے اڈے پر آ گئے۔ یہاں
طیفا رسیوں میں بندھا سہما ہوا بیٹھا تھا وہ جانتا تھا کہ پولیس پارٹی کا کوئی خوش قسمت
ہی اس قیامت خیز فائرنگ سے بچا ہوگا۔

کمالے نے طیفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جبرو سے کہا۔ "گورو! اب اس
غدار کی لاش بھی درے میں اس کے آدمیوں کے پاس پھینک دینی چاہئے۔"

مگر جبرو کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اسے اس حقیقت کا احساس تھا کہ طیفے نے جو کچھ
بھی کیا صرف اپنی بیوہ بہن اور اس کے بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کی غرض سے
کیا تھا اور بہن جبرو کی سب سے بڑی کمزوری تھی۔ کیونکہ صرف اس کی وجہ سے اس
کی اپنی بہن اور بہنوئی کو بدمعاشوں نے امرتسر میں قتل کر دیا تھا۔ وہ آج تک بہن کے
پیار کو ترستا تھا اور اسے اس بات کا پچھتاوا تھا کہ وہ اپنی اس بہن کی کوئی خدمت نہ
کر سکا جس نے ہر مشکل کے وقت اس کا ساتھ دیا تھا۔

کمالا، بھورا، فیروز اور رحیما وہیں بیٹھے تھے۔ طیفا سر جھکائے رسیوں میں بندھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاموش تھا۔ جبرو اٹھ کر جھولداری میں گیا' جب باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں مو
جامے کا بنا ہوا ایک تھیلا تھا۔ سب اس کی طرف تکنے لگے۔ طیفا سمجھ گیا کہ موت
گھڑی آن پہنچی ہے۔ جبرو تھیلے میں سے اپنا خاص ریوالور نکال کر اس پر فائر کرے
اور وہ ہمیشہ کے لئے موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ اس نے آخری بار گڑگڑا
معافی مانگتے ہوئے جبرو سے رحم کی اپیل کی۔

جبرو نے جواب دینے کے بجائے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر سونے کے کچھ زیور نکال
زمین پر رکھ دیئے۔ اس کے سارے ساتھی تعجب سے اسے دیکھنے لگے۔ مگر جبرو سے
سوال کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہو رہی تھی۔ اس نے دوسری بار تھیلے میں ہاتھ ڈالا او
سو سو کے نوٹوں کی دو گڈیاں بھی باہر نکال لیں۔ اس تھیلے میں جبرو کے اپنے حصے
کا مال ہوتا تھا۔ اس نے کمالے سے کہا۔ "کمالے اس کے ہاتھ پاؤں کھول دے۔"

کمالا کچھ حیرانی اور زیادہ غصے سے بولا۔ "جبرو یہ تم کیا کر رہے ہو؟ طیفا غدار
ہے۔ ہمارا دشمن ہے۔ اس نے ہم سب کو پھانسی پر چڑھانے کی سازش کی تھی۔"

جبرو غضب ناک آواز میں بولا۔ "جو میں کہتا ہوں وہ کرو۔"

کمالا ہمیشہ جبرو سے دب کر رہا تھا۔ اصل میں وہ جبرو کی دلیری' غیرت اور دوستو
کی خاطر اپنی جان قربان کر دینے کے جذبے سے بے حد متاثر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ
جبرو کو نہ تو اپنی جان کی فکر ہے اور نہ وہ کسی دوسرے کی جان کی پروا کرتا ہے۔ و
خاموشی سے اٹھ کر طیفے کے پاس گیا اور بادل نخواستہ اس کی رسیاں کھولنے لگا۔ طیفا
اس قدر سناٹے میں تھا کہ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جبرو اس کے ساتھ یہ کس قسم
کا سلوک کر رہا ہے۔

جبرو نے نوٹوں کی گڈیاں اور زیور طیفے کی طرف اچھال دیئے اور بولا۔ "یہ
تمہاری بہن اور اس کے یتیم بچوں کے لئے ہیں۔ اپنی بہن کو لے کر اس علاقے سے
نکل جا۔ پھر کبھی اس طرف کا رخ نہ کرنا۔"

ہر کوئی بت بنا جبرو کو دیکھ رہا تھا۔ کسی میں جرات نہ تھی کہ جبرو کے اس ناقابل

تصور فیصلے پر اعتراض کرتا۔ سب سے بڑھ کر خود طیفے کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ کہاں وہ
اپنی موت کی گھڑیاں گن رہا تھا اور کہاں اسے نہ صرف جبرو نے آزاد کر دیا تھا۔ بلکہ
ایک خطیر رقم اور زیور بھی اسے دے دیئے تھے۔ وہ لپک کر جبرو کے قدموں میں گر پڑا
اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ جبرو کی زبان سے ایک عرصے کے بعد گالی نکلی۔ اس
نے طیفے کو پاؤں کی ٹھوکر سے پرے دھکیل دیا۔ "اگر اپنے باپ کی اولاد ہے تو یہ
رقم اپنی بہن اور اس کے بچوں پر خرچ کرنا۔ اب دفع ہو جا یہاں سے۔"

طیفے نے جلدی جلدی زیور اور نوٹوں کی گڈیاں زمین پر سے اٹھا کر اپنی صدری
کی جیبوں میں ٹھونسیں اور تقریباً دوڑتا ہوا نشیب کی خود رو جھاڑیوں کی طرف اتر
گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد جبرو نے ایک گہرا سانس لیا اور بھورے سے کہا۔
"چاچا! سامان باندھو ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

کمالا خاموش تھا۔ تھوڑی دیر بعد یہ گروہ گھوڑوں پر سوار درے میں زخمیوں اور
لاشوں کو چھوڑ کر دور دراز جنگلوں کی طرف چلا جا رہا تھا۔ شام ہونے سے پہلے پہلے وہ
دریا پار کر کے ایک جنگل میں داخل ہو گئے۔ جہاں اونچی اونچی زنگ آلود چٹانوں میں
قدرتی غار بنے ہوئے تھے۔ جبرو نے ایک غار میں اپنا عارضی ٹھکانہ بنا لیا۔ اس کا دل
بہت اداس تھا۔ رہ رہ کر اسے اپنی مرحومہ بہن کا خیال آ رہا تھا۔ رات کو بھی سونے
سے پہلے وہ اپنی بہن کے بارے میں ہی سوچتا رہا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایک
ویران محل کے پائیں باغ میں ہے۔ سامنے ایک محراب اور دروازہ بنا ہے جس پر لمبی
لمبی بیلیں لٹک رہی ہیں پھر ہوا چلنے لگتی ہے اور محراب دار دروازے سے اچانک اس
کی بہن نمودار ہوتی ہے وہ سر سے پاؤں تک سفید لباس پہنے ہوئے ہے۔ جبرو اس کی
طرف بڑھنے لگتا ہے کہ بہن اسے ہاتھ کے اشارے سے وہیں روک دیتی ہے۔

"بھائی! میری قبر پر فاتحہ پڑھنے نہیں آؤ گے۔ میں کب سے تیری راہ دیکھ رہی
ہوں۔ بہن کی قبر پر فاتحہ پڑھنے نہیں آؤ گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک دم سے منظر غائب ہو گیا اور جبرو کی آنکھ کھل گئی۔ غار میں گھپ اندھیر
تھا۔ جبرو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ابھی تک اپنی سوگوار بہن کی رو
کی اداس شکل تھی اور کانوں میں اس کی حسرت بھری آواز تھی۔ "بھائی میری قبر
فاتحہ پڑھنے نہیں آؤ گے۔"

کمالا اس کے قریب ہی زمین پر سو رہا تھا۔ جبرو نے کمالے کو جگا دیا۔ کمالا ا
بیٹھا۔ "کیا بات ہے۔ جبرو۔ تم جاگ رہے ہو۔"

جبرو نے کہا۔ "کمالے! ابھی ابھی میں نے خواب میں اپنی بہن کی روح کو دیکھ
ہے۔ اور پھر جبرو نے اسے سارا خواب سنا دیا۔"

کمالے نے کہا۔ "جبرو! تمہیں اپنی بہن کی قبر پر جاکر فاتحہ ضرور پڑھنا چاہئے۔"

جبرو کی آنکھیں اپنی بہن کو یاد کرکے ڈبڈبا آئیں' سانس بھر کر بولا۔ "ہاں کمالے
چاہے کچھ ہو جائے میں اپنی بہن کی قبر پر جاکر فاتحہ ضرور پڑھوں گا ورنہ میری بہن
روح کو چین نصیب نہیں ہوگا۔"

کمالے نے کہا۔ "اب تو سو جا۔ صبح اٹھ کر بات کریں گے۔"

جبرو لیٹ گیا۔ کافی دیر تک اسے نیند نہیں آئی۔ بند آنکھوں میں بہن کا سوگ
چہرہ پھرتا رہا۔ پھر اسے نیند آگئی وہ خواب دوبارہ نہ آیا۔ صبح وہ دن چڑھے اٹھا۔ بھو
چولہے کے پاس بیٹھا چائے وغیرہ تیار کر رہا تھا۔ فیروز آٹا گوندھ رہا تھا۔ منہ ہاتھ دھو
کمالے اور جبرو نے ایک طرف بیٹھ کر اکٹھے ناشتا کیا اور پھر صلاح مشورہ شروع
دیا۔

کمالے نے کہا۔ "میرے خیال میں تمہارا اکیلا امرتسر جانا مناسب نہیں سفر بڑا
ہے۔ راستے میں کئی بڑے بڑے شہر پڑتے ہیں۔ ہر شہر کے تھانے میں ہماری تصویر
پہنچ چکی ہیں۔ ہر شہر کی پولیس ہماری تلاش میں ہے جانے ہم پر کتنے پولیس والو
خون ہے۔ میں تو یہی کہتا ہوں کہ مجھے تمہارے ساتھ جانا چاہئے۔"

جبرو نے چائے کا مگ زمین پر رکھ دیا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور بولا

"ہم دونوں کے لئے پولیس نے انعام رکھا ہوا ہے۔ پولیس ہم دونوں کی تلاش میں
ہے۔ اگر ہم اکٹھے گئے تو دونوں پکڑے جائیں گے۔ میں اکیلا گیا تو کم از کم تم تو بچ
جاؤ گے۔"

کمالے نے کہا۔ "تم پکڑے گئے تو میرا جینا بے کار ہوگا یار جبرو۔ یاد نہیں۔ میں
نے ایک بار کلکتے میں تمہیں کہا تھا۔ جیئیں گے تو اکٹھے اور مریں گے تو اکٹھے۔"

جبرو نے کش لگایا اور بولا۔ "وہ تو ٹھیک ہے مگر میں اس سفر پر اکیلا ہی جاؤں گا۔
یہ میرا اپنا معاملہ ہے۔ میں اپنی بہن کی قبر پر اس کی روح کی خواہش کے مطابق فاتحہ
خوانی کرنے جا رہا ہوں۔ تمہیں میرے ساتھ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیچھے بھی تو
کسی کو رہنا ہوگا۔ میں واپس کس کے پاس آؤں گا۔ مجھے اپنی ٹولی کے کسی آدمی پر اب
بھروسا نہیں رہا۔ ہم دونوں چلے گئے تو یہ لوگ ادھر ادھر بکھر جائیں گے اور ہمیں ابھی
ان لوگوں کی ضرورت ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم ان کے ساتھ رہو۔ میں اللہ کا نام لے
کر چل پڑتا ہوں۔ انشاء اللہ بہت جلد واپس آکر تم سے آن ملونگا۔"

کمالے نے اس کے بعد کوئی عذر پیش نہ کیا۔ اب انہوں نے اس بات پر غور
شروع کر دیا کہ جبرو کو امرتسر جانے کے لئے کون سا راستہ اور کون سا بھیس اختیار کرنا
ہوگا۔ جبرو کہنے لگا۔ "کوئی بھی حلیہ بنالوں گا۔ اتنا یاد ہے کہ پولیس نے جب میرا فوٹو
اخبار میں چھاپا تھا تو اس وقت میری چھوٹی چھوٹی مونچھیں تھیں۔ اب کافی بڑی مونچھیں
میں نے رکھ لی ہیں۔ داڑھی مونڈھی ہوئی ہے۔ اب اتنا وقت نہیں کہ میں داڑھی
بڑھاؤں۔ بہتر یہی ہے کہ میں دیہاتی آدمی کا حلیہ بناکر اللہ کا نام لے کر چل پڑوں۔ جو
ہوگا دیکھا جائے گا۔ ایک بھرا ہوا ریوالور اپنے ساتھ رکھ لوں گا اور پھر میں شہر سے
دور رہ کر سفر کروں گا۔"

کمالے نے کہا۔ "پھر بھی تم پیدل کہاں تک چل سکو گے۔ تمہیں چارو نا چار ریل
گاڑی میں سفر کرنا ہی ہوگا اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہوگی۔" پھر کچھ سوچ کر
بولا۔ "تم بھورے کو اپنی حفاظت کے لئے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ وہ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارے علاقے کا بھیدی بھی ہے۔"

جبرو نے کہا۔ "کمالے کوئی پتا نہیں مجھے کیسے کیسے حالات میں سے گزرنا پڑے۔ میرے ساتھ کوئی بھی ہوا وہ میرے لئے پریشانی کا باعث ہوگا۔ تم مجھے اکیلا ہی اس پر جانے دو۔ اللہ مالک ہے جو رات قبر میں لکھی ہے اس سے پہلے موت نہیں آسکتی مجھے۔ بھورے کا ویسے بھی تمہارے ساتھ رہنا ضروری ہے اس لئے کہ وہ قابل اعتماد آدمی ہے۔ ہاں اس سے میں اتنا ضرور پوچھوں گا کہ یہاں سے قریبی شہر کون سا ہوگا۔"

کمالے نے کہا۔ "تو کیا تم اسے بتادو گے کہ تم امرتسر جارہے ہو؟"

"کیوں نہیں۔" جبرو نے کہا۔ "یہ تو ان سب کو بتانا پڑے گا۔ اس میں مجھے تو کوئی قباحت دکھائی نہیں دیتی۔ جب میں جاؤں گا تو ان سب لوگوں کو پتا چل جائے گا۔ پھر خواہ مخواہ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟"

جبرو نے بھورے، فیروز اور رحیمے کو اپنے قریب بلاکر بٹھالیا اور ساری بات بیان کر دی۔ فیروز اور رحیما تو خاموش رہے مگر بھورے نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "استاد! یہ تو بڑا خطرناک معاملہ ہے۔ تمہارا اکیلے جانا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں رہے گا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

جبرو نے بھورے کو بڑی مشکل سے قائل کیا کہ اسکا اکیلا جانا ہی مناسب ہے۔ جب یہ طے ہوگیا کہ جبرو اس خطرناک اور طویل سفر پر اکیلا ہی جائے گا تو جبرو نے بھورے سے پوچھا۔ کہ وہاں سے قریبی شہر کون سا ہے اور اس شہر سے آگے جبرو کو کون سی ٹرین پکڑنی ہوگی۔

بھورے نے کہا۔ "استاد! ہم اس وقت جہاں بیٹھے ہیں یہاں سے تیس کوس شمال کی جانب بینا کا شہر ہے۔ بینا جنکشن ہے جہاں سے ساگر اور کٹنی کی طرف ریل گاڑیاں جاتی ہیں۔ بینا سے اوپر کی جانب آگے جھانسی کا شہر ہے۔ پھر گوالیار اور اس کے بعد آگرہ شہر کا بہت بڑا جنکشن آتا ہے۔ یہاں سے آگے پھر متھرا، خورجہ اور دہلی آجاتا

ہے۔ اس کے بعد تم سب راستوں کو جانتے ہو۔"

بھورے نے دہلی تک جو شہر بتائے تھے۔ وہ سب کے سب بڑے شہر تھے اور خطرناک بھی تھے۔ ان شہروں سے پولیس اور خفیہ پولیس کے آدمیوں کی عقابی نگاہوں سے بچ کر نکل جانا بہت مشکل کام تھا۔ مگر جبرو کو ہر حالت میں اپنی بہن کی قبر پر پہنچنا تھا۔ اس نے بھورے سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں آج رات ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ تم بینا ریلوے اسٹیشن تک میری رہنمائی کرو گے۔ اس کے بعد میں جانوں میرا کام۔ ہاں پیچھے تم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق سے رہنا۔ میں امرتسر میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔ بہن کی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہی واپس روانہ ہو جاؤں گا۔ اگر یہ میری بہن کی روح کی خواہش نہ ہوتی تو میں تم لوگوں سے کبھی جدا نہ ہوتا۔"

فیروز نے کہا۔ "استاد! تم اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ سب خیر ہی خیر ہے۔ انشاء اللہ تم جلد واپس آجاؤ گے۔ ہماری فکر نہ کرو۔ ہم سب تمہاری راہ دیکھیں گے۔"

کمالے نے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اتنی دیر تک اسی جگہ ڈیرا کیسے ڈالے رہیں گے۔ میرا خیال ہے یہ علاقہ پولیس کی زد میں آچکا ہے۔ اس سارے علاقے پر پولیس کی نظر ہے اور پولیس کی اتنی نفری کے ہلاک ہو جانے کے بعد ممکن ہے پولیس انڈین فوج کی مدد حاصل کرکے ہمیں گھیرے میں لینے کی کوشش کرے۔"

جبرو نے بھورے سے پوچھا۔ "چاچا! تم اس معاملے میں کیا کہتے ہو۔ یہاں سے نکل کر ہمیں کہاں جانا چاہئے؟"

بھورا بیڑی کو مسل کر پرے پھینکتے ہوئے بولا۔ "کمالا ٹھیک کہتا ہے تمہارے بعد ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔ یہاں رہنا خطرناک ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب مل کر یہاں سے بینا شہر کے قرب و جوار تک چلتے ہیں۔ وہاں سے تم جھانسی کی طرف نکل جانا اور میں کمالے فیروز اور رحیمے کو ساتھ لے کر کٹنی کے جنگل میں چلا جاؤں گا۔"

جبرو نے پوچھا۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ تم لوگ کم از کم ایک مہینے تک محفوظ رہ سکو گے کیونکہ مجھے کم از کم ایک مہینہ ضرور لگ جائے گا۔ جانے مجھے کہاں کہاں سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیدل چل کر بھی امرتسر تک سفر کرنا ہوگا۔"

بھورا بولا۔ "بینا شہر کے قریب سے دریا گزرتا ہے اگر تم واپسی پر اس دریا کے ساتھ ساتھ دکھن کی طرف چلتے آؤ تو تمہیں یہ دریا اپنے ساتھ لے کر کٹنی کے اطراف کے جنگل میں داخل ہو جائے گا۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی بھورے رنگ کی چٹانوں کا ناہموار سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ان چٹانوں میں دس کوس آگے جاکر دریا سے ہٹ کر ایک تیز رفتار ندی گزرتی ہے۔ یہ ندی بھوری چٹانوں کے درمیان پتھروں سے ٹکرا کر شور مچاتی ہوئی جاتی ہے۔ اس ندی کو تم پتھروں پر پاؤں رکھ کر پار کرسکتے ہو۔ ندی کے پار تمہیں ایک چھوٹے سے پرانے مندر کے کھنڈرات ملیں گے جس کی سیاہ دیواروں پر خشک گھاس اگ آئی ہے۔ بس میں کمالے، رتھے اور فیروز کے ساتھ اس مندر کے آس پاس کسی محفوظ مقام پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہوں گا۔ میں ہر رات شام کے بعد اس مندر کے کھنڈر میں آکر تمہیں دیکھ جایا کروں گا۔ یہ ڈیوٹی میں ایک ہفتے کے بعد شروع کروں گا۔ اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟"

جبرو کو بھورے کا یہ منصوبہ مناسب معلوم ہوا۔ اس نے اس کی منظوری دیدی۔ بینا تک کا سفر چونکہ طویل تھا اس لئے بھورے کے مشورے پر انہوں نے دوپہر کا کھانا کھاتے ہی بوریا بستر باندھ کر گھوڑوں پر رکھا اور اپنے عارضی ٹھکانے کو چھوڑ کر بینا کی طرف روانہ ہوگئے۔

شام تک وہ ویران جنگلوں میں سفر کرتے رہے۔ یہ جنگل اب زیادہ گھنے نہیں رہے تھے۔ بیچ بیچ میں کئی ندیاں بھی انہوں نے عبور کیں۔ آدی باسی لوگوں کے کئی قبیلے بھی آئے۔ وہ گزرتے چلے گئے۔ جب شام کا اندھیرا گہرا ہونے لگا تو انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ رات اس مقام پر بسر کی اور اگلے روز منہ اندھیرے پھر اپنے سفر پر روانہ ہوگئے دوسرا دن بھی سفر میں گزر گیا۔ کہیں بیابان آجاتے تو وہ گھوڑوں کی رفتار تیز کر دیتے تھے۔ دشوار گزار علاقہ شروع ہوتا تو وہ گھوڑوں کو قدم قدم چلانے لگتے۔ دوسرا دن بھی گزر گیا۔ رات کو انہوں نے ایک ندی کے کنارے ڈیرا ڈال دیا۔

رات وہاں گزاری۔ صبح ہوئی تو پھر اپنا سفر شروع کر دیا۔ بھورے نے جبرو اور کمالے کو ایک طرف دور درختوں کی قطار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ان درختوں کے پار ضلع بینا کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔"

درختوں کی اس قطار تک پہنچتے پہنچتے انہیں شام ہو گئی۔ ابھی شام کا اندھیرا پوری طرح سے نہیں چھایا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے کی روشنی باقی تھی۔ یہاں سامنے پھلوں کے باغوں کا سلسلہ شروع ہو رہا تھا۔ ان کے درمیان سے ایک چھوٹی ندی گزرتی تھی۔ بھورے نے اس نہر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "استاد! یہ نہر اس دریا میں نکالی گئی ہے جس کے کنارے کنارے چلتے ہوئے تم واپسی پر بھوری چٹانوں والے علاقے میں مندر کے کھنڈر میں پہنچو گے۔"

جبرو نے دیکھا کہ پھل دار درختوں کے نیچے ایک چھوٹی نہر بہ رہی تھی اور شام کا اندھیرا درختوں کے نیچے جیسے جمع ہو رہا تھا۔ اس نے بھورے سے پوچھا۔ "یہ بتاؤ کہ اب مجھے کس طرف کو جانا ہوگا؟"

بھورا کہنے لگا۔ "یہ باغ ایک مربع اراضی پر پھیلا ہے۔ اس پار جاؤ گے تو ضلع بینا میں داخل ہو جاؤ گے۔ وہاں تھوڑی دور مشرق کی طرف چلنے کے بعد تمہیں دور سے بینا ریلوے اسٹیشن کے سگنل کی بتیاں دکھائی دینے لگیں گی۔"

جبرو گھوڑے سے اتر آیا۔ باقی ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ جبرو ان سب سے باری باری گلے ملا۔ کمالے سے بغل گیر ہوا تو اس نے اداس آواز میں کہا۔ "جبرو! میرا دل تمہارے اکیلے جانے پر راضی نہیں ہے۔ میں پھر یہ کہوں گا کہ مجھے اپنے ساتھ لیتے چلو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں۔"

جبرو نے کمالے کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ "کمالے تمہاری دعائیں میرے ساتھ ہوں گی۔ میرا اکیلا جانا ہی مناسب ہے اور پھر میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔ مجھے اس قسم کے سفر کا بہت تجربہ ہے۔"

کمالے نے کہا۔ "پہلے اور بات تھی جبرو مگر اب تمہارے پیچھے ان گنت پولیس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والوں کا قتل بھی ہے۔ انگریز کی پولیس بھوکے کتوں کی طرح تمہیں سونگھتی پھر رہی ہے۔"

جبرو نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر جواب دیا۔ "اللہ مالک ہے اور خدا کے بعد میری بہن کی روح میری حفاظت کرے گی۔ روحیں بھی انسان کی حفاظت کرتی ہیں۔ ایک مولوی صاحب نے مجھے بتایا تھا۔ تم بھورے کے ساتھ جاؤ۔ کوئی دن نہیں جاتے کہ میں تم لوگوں کے درمیان ہوں گا۔ اچھا دوستو۔ اللہ کے حوالے۔"

جبرو ان لوگوں سے الگ ہوا تو سب کے چہرے اداس ہو گئے۔ حالات اس قدر سنگین شکل اختیار کر چکے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ جبرو اتنا پر خطر سفر اختیار کرے گا مگر جبرو رکنے والا نہیں تھا۔ وہ اپنی مرحومہ بہن کی روح کی خواہش کو پورا کرنے کا پختہ عزم کر چکا تھا۔

اس کے پاس ایک ہزار کے قریب کرنسی نوٹ تھے۔ یہ سو سو اور پانچ پانچ کے نوٹوں کی شکل میں تھے جن میں سے دو سو روپے کے نوٹ اس نے اپنی صدری کی اندرونی جیب میں ٹھونس لئے تھے اور باقی کے نوٹ ایک کپڑے میں لپیٹ کر اپنی کمر کے گرد باندھے ہوئے تھے۔ بھرا ہوا ریوالور اس کے گاڑھے کے تہمد میں اڑسا ہوا تھا۔ پاؤں میں کچے چمڑے کی پرانی طرز کی دیہاتی جوتی تھی۔ سر پر میٹالے رنگ کی پگڑی بندھی تھی اور گلے میں کھدر کا کرتا تھا۔ جس کے نیچے صدری تھی۔ گردن کے گرد اس نے چار خانے دار کھدر کا کھیس لپیٹ رکھا تھا۔ دور سے دیکھنے پر وہ کوئی عام دیہاتی ہی لگتا تھا۔ مگر قریب سے دیکھنے پر اسے پہچانا جاسکتا تھا۔

پھل اور درختوں کے باغ میں جوندی بہتی تھی۔ جبرو نے اس کے کنارے بیٹھ کر منہ ہاتھ اور پاؤں دھوئے۔ تھوڑا سا پانی پیا اور پھر درختوں کے نیچے چلنے لگا۔ یہ آلو چوں اور آڑوؤں کے باغ تھے۔ مارچ کے دن تھے۔ سردی دن کے وقت اتنی نہیں ہوتی تھی۔ مگر رات کو ٹھنڈ ہو جاتی تھی۔ جبرو پھلوں کے باغ کی دوسری طرف سے نکلا تو سامنے شام کے جھٹ پٹے میں دور ریلوے سگنل کی سرخ اور سبز بتیاں دکھائی دے

رہی تھیں۔ آس پاس بھی دور دور آبادیوں میں روشنیاں جھلملانے لگی تھیں۔ جبرو نے ریلوے اسٹیشن کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

سیاسی طور پر غیر منقسم ہندوستان کا سب سے زیادہ ہیجان خیز دور تھا۔ شروع مارچ ۱۹۴۷ء کے دن تھے۔ پاکستان کی تحریک پورے عروج پر تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قیام پاکستان کے دن قریب آ رہے تھے۔ ہندوؤں اور سکھوں کے اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مسلمان ہند متحد اور منظم ہو کر اپنی منزل پاکستان کی طرف قدم بڑھائے جا رہے تھے جو اب چند ماہ ہی دور رہ گئی تھی پنجاب میں خاص طور پر زبردست کشیدگی پائی جاتی تھی۔

جس علاقے سے جبرو آ رہا تھا وہاں بھی حالات میں تناؤ تھا اور کانگریس اور مہاسبھائی ہندو مسلم لیگیوں کے گھروں کو آگ لگا رہے تھے اور ان کی تباہی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے مگر پنجاب میں تناؤ اور کشیدگی زیادہ ہی تھی۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ سکھوں کے مذہبی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کھل کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ پاکستان نہیں بنے دیا جائے گا۔

دوسری طرف مسلمان قائداعظمؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا چکے تھے۔ دور اندیش اور قیافہ شناس انگریز سمجھ گیا تھا کہ اب ہندوستان میں اس کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں چنانچہ اس کی ساری توجہ سیاسی جوڑ توڑ کی طرف تھی۔ وہ جاتے جاتے ہندوؤں کے ساتھ مل کر ہندوستان کو اور خاص طور پر پنجاب کو اس طرح تقسیم کرنا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچے۔

جبرو کو سیاسی طور پر ہنگامہ خیز حالات کا صرف یہ فائدہ ہوا کہ پولیس اور خفیہ پولیس کی توجہ مفرور مجرمان کی طرف کم اور ملک میں سیاسی جلسے جلوسوں کو تتر بتر کرنے اور سیاسی لیڈروں کی گرفتاریوں اور لاٹھی چارج کی طرف زیادہ لگی تھی۔ اس کے باوجود پولیس ریلوے اسٹیشنوں اور لاریوں کے اڈوں پر موجود تھی اور خفیہ پولیس کے آدمی بھی ادھر ادھر ٹہلتے رہتے تھے لیکن جبرو بذریعہ ٹرین انتہائی احتیاط اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوشیاری کے ساتھ امرتسر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔

امرتسر ریلوے اسٹیشن پر اگرچہ ہندو سکھ اور مسلمان مسافر آ جا رہے تھے لیکن فضا میں ایک قسم کا تناؤ اور کشیدگی تھی۔ جبرو اس سیاسی کشیدگی سے بے نیاز تھا۔ اسے تو صرف یہ فکر تھی کہ کہیں کوئی خفیہ پولیس والا اسے پہچان نہ لے۔ وہ پلیٹ فارم پر اتر کر ریلوے لائنوں کے یارڈ کی طرف چل پڑا۔ وہ اسی یارڈ میں بچپن میں شنٹنگ کرتی ریل گاڑیاں دیکھنے آیا کرتا تھا۔ وہ ایک ایک ریلوے لائن سے واقف تھا۔ اس کا رخ ریگو برج کی طرف تھا ادھر ریلوے کی حدود سے نکل کر وہ دائم گنج اور مقبول فلور ملز کی طرف سے ہوتا ہوا بلاقی شاہ کے قبرستان میں داخل ہونا چاہتا تھا جہاں اس کے بزرگوں اور اس کی پیاری بہن کی قبر تھی۔

راستے میں جبرو کو معلوم ہو گیا تھا کہ امرتسر میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو چکے ہیں اور شہر کی ہندو سکھ اکثریت والی آبادی میں مسلمانوں پر اکا دکا حملے بھی ہوئے ہیں جبرو کا رخ لاہوری دروازے کی طرف تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ سڑکوں پر زیادہ لوگ نہیں ہیں لیکن وہ اطمینان سے لاہوری دروازے سے ہوتا ہوا اس سڑک پر آ گیا جو بلاقی شاہ کے قبرستان کو جاتی تھی۔ قبرستان میں اسے کچھ لوگ قبروں پر فاتحہ پڑھتے نظر آئے۔ جبرو کو معلوم تھا کہ اس کے بزرگوں کی قبریں کہاں ہیں۔ یہاں اس کی ماں باپ اور دادا دادی کی قبریں بھی تھیں۔ اسی جگہ دو ایسی قبریں ساتھ ساتھ بنی ہوئی تھیں جن کے سرہانے پر پتھر کی سرخ سل پر مرنے والوں کے نام اور سن وفات درج تھا ان میں سے ایک قبر پر اس کے بہنوئی اور دوسری طرف اس کی بہن کا نام لکھا تھا۔ جبرو اپنی بہن کی قبر کے پاس بیٹھ گیا اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے جب اس کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو ہاتھ اٹھا کر بہن کی روح کی مغفرت کے لئے فاتحہ پڑھی پھر اس نے اپنے بہنوئی ' ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ خوانی کی اور دوبارہ بہن کی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ شریف کا ورد کرنے لگا۔

تھوڑی تھوڑی دیر میں وہ گردن چاروں طرف گھما کر ماحول کا جائزہ لے لیتا تھا کہ کہیں خفیہ کا کوئی آدمی تو وہاں موجود نہیں ہے۔ اور اس پر بھی غور کر رہا تھا کہ یہاں سے کس طرف جائے دلی جانے والی گاڑی رات کے ساڑھے نو بجے امرتسر اسٹیشن سے روانہ ہوتی تھی اور نو بجنے میں ابھی کافی وقت تھا۔ ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی۔ آخر جبرو نے قبرستان میں ہی یہ وقت گزارنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں کسی کو اس پر شک بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ آہستہ آہستہ شام کا اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ قبروں پر یہاں وہاں چراغ جھلملانے لگے۔ قبرستان میں جو اکا دکا لوگ فاتحہ پڑھتے نظر آئے تھے وہ بھی چلے گئے اور وہاں ہو کا عالم طاری ہو گیا۔

بلاقی شاہ کا قبرستان شہر کی آبادی سے باہر ایک ویرانے میں واقع تھا۔ اس زمانے میں اتنی آبادی نہیں تھی' لوگ سر شام گھروں کو چلے جاتے تھے۔ اب چونکہ شہر میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں تناؤ کی فضا بنی ہوئی تھی اس لئے سڑکیں اور گلیاں خالی خالی ہو گئی تھیں جبرو کو ابھی دو اڑھائی گھنٹے قبرستان میں ہی ٹھہرنا تھا۔ چنانچہ وہ ایک اونچے چبوترے والی قبر کے پیچھے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

رات کا اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ شہر کی کسی مسجد سے شام کی اذان کو بلند ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ اس کے اندازے کے مطابق رات کے پونے آٹھ کا وقت ہو گا۔ جبرو نے سوچا کہ اٹھ کر قبرستان سے باہر چلنا چاہئے تاکہ کسی آنے جانے والے سے وقت پوچھا جائے۔ کیونکہ وہ وقت سے پہلے ریلوے اسٹیشن جانے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ اسے آدمیوں کی آواز سنائی دی۔ ان میں ایک نسوانی آواز بھی شامل تھی جو قدرے گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ کچھ بول کر یوں اچانک چپ ہو جاتی جیسے کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ جبرو خاموشی سے ادھر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں اسے اندھیرے میں کچھ سائے قبروں کے بیچ میں سے ہو کر اس کوٹھری کی طرف جاتے نظر آئے جو وہاں سے دس بارہ قبریں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھوڑ کر نیم کے درخت کی چھاؤں میں بنی ہوئی تھی۔ کوٹھری ویران تھی اور لوگ اس کا دروازہ اکھاڑ کر لے جا چکے تھے۔ انسانی سائے اس کوٹھری کے پاس جا کر رک گئے۔ جبرو غور سے انہیں دیکھنے لگا۔ اس نے اتنا پہچان لیا کہ تینوں سکھ تھے اور ایک عورت کو کوٹھری کی طرف گھسیٹ رہے تھے جس کے بال کھلے اور سر دوپٹے سے عاری تھا۔ عورت بار بار رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ انہوں نے عورت کو نیچے گرا لیا۔ سکھوں میں سے دو کے ہاتھوں میں کرپانیں تھیں۔ ایک سکھ خالی ہاتھ تھا۔

عورت نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھے کچھ نہ کہنا۔ میں کسی کی امانت ہوں۔ میں تمہیں خدا رسول کا واسطہ دیتی ہوں۔"

ایک سکھ نے عورت کو زور سے طمانچہ مارا۔ "تیرا باپ مسجد میں بڑی تقریریں کرتا ہے پاکستان کے حق میں' فکر نہ کر ہم تیرے بعد اسے بھی پاکستان پہنچا دیں گے۔ اوئے نہال سیاں۔ اس کا منہ بند کر کے اندر ڈال دے۔ ہم ٹھیکے سے بوتل لے کر ابھی آتے ہیں۔"

عورت کو باندھ کر کوٹھری میں دھکیل دیا گیا۔ باہر ایک سکھ کرپان لے کر کھڑا ہو گیا اور باقی دو قبرستان کی پرلی طرف چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد قبرستان میں پھر پہلے جیسی بھیانک خاموشی طاری ہو گئی۔ جبرو سمجھ گیا کہ سکھ کسی مسلمان عورت کو اغواء کر کے لائے ہیں اور اب اسے خراب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ناممکن تھا کہ جبرو کسی بے کس و مظلوم اور مسلمان عورت کو اس حالت میں دیکھے اور پھر اس کی مدد کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی نہ لگا دے۔

جبرو نے غور سے اس سکھ کو دیکھا جو کوٹھری کے باہر کرپان لئے کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ پھر اس نے دائیں بائیں نگاہیں ڈالیں اور کوٹھری کے اندر گھس گیا۔ جبرو بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر کوٹھری کی طرف چلا۔ اس نے اپنا ریوالور نکال لیا تھا۔ کوٹھری کے اندر سے عورت کی دبی دبی سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جبرو اچھل کر کوٹھری کی طرف آیا اور چھلانگ لگا کر اندر داخل ہو گیا۔ اندھیرے میں

جبرو نے دیکھا کہ سکھ اس مظلوم و بے بس عورت کو نیچے گرائے ہوئے ہے۔ ایک آدمی کو چھلانگ لگا کر اندر داخل ہوتے دیکھ کر سکھ نہال سنگھ تڑپ کر ایک طرف ہوا اور کرپان اٹھالی۔ جبرو اتنی دیر میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے سکھ کے منہ پر اتنی زور سے ٹھڈا مارا کہ وہ دہرا ہو گیا۔ ساتھ ہی جبرو نے اس کی گردن سے ریوالور لگا دیا۔

"ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔"

عورت اٹھ کر باہر کو دوڑنے لگی تو جبرو نے جلدی سے کہا۔ "بہن باہر مت جانا۔"

عورت وہیں رک گئی۔ جبرو نے نہال سنگھ کی پگڑی اتار کر اس کی مشکیں کسیں۔ منہ میں پگڑی کا کپڑا اچھی طرح ٹھونسا اور عورت سے کہا۔ "میرے ساتھ باہر آ جا بہن۔ میں مسلمان ہوں تمہارا بھائی۔ گھبرا مت۔"

عورت دبلی پتلی تھی۔ رنگ گورا تھا اور لمبے بال پیچھے کھلے تھے۔ جبرو نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ ٹھنڈا تھا اور کانپ رہا تھا۔ جبرو اسے کوٹھری سے باہر لے آیا۔ "اس کے ساتھی آ ہی رہے ہوں گے۔ یہ بتا کہ تیرا گھر کہاں ہے تاکہ میں تجھے وہاں چھوڑ آؤں۔"

اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور آنسوؤں سے بھیگی آواز میں بولی۔ "خدا تیرا بھلا کرے۔ تو فرشتہ بن کر آیا ہے۔ مجھے میرے گھر پہنچا دے خدا کے لئے۔ میرے ماں باپ کا برا حال ہو گیا ہو گا۔"

جبرو نے کہا۔ "مگر تیرا گھر ہے کہاں؟"

عورت بولی۔ "یہ سکھ مجھے ترن تارن سے اٹھا کر لائے ہیں۔ میرا گھر بھی وہیں ہے۔ میرا باپ گاؤں کی مسجد کا امام ہے میں کھیتوں میں ساگ توڑنے گئی تھی کہ انہوں نے میرا منہ بند کر کے گھوڑے پر ڈالا اور یہاں لے آئے مجھے میرے ماں باپ کے پاس لے چل بھائی۔ تجھے خدا رسول کا واسطہ ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو شش و پنج میں پڑ گیا۔ ترن تارن کا قصبہ وہاں سے پندرہ بیس میل دور تھا اس کا مطلب تھا کہ وہ دلی جانے والی گاڑی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ لڑکی کو ترن تارن کر جانے کے لئے اس کے پاس سواری بھی کوئی نہیں تھی۔ لیکن اس عورت کو ا کے ماں باپ کے پاس پہنچانا اب جبرو کا فرض بن گیا تھا۔

جبرو اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ اسے یاد آ گیا کہ بلاقی شاہ کے قبرستان کے پاس ٹانگوں اور یکوں کا ایک اڈا ہے جہاں سے قریبی گاؤں کو یکے جاتے ہیں اس کے پا کافی رقم تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ رات کے وقت بھی پیسے کا لالچ دے کر کسی نہ کس کوچوان کو ترن تارن چلنے پر راضی کر لے گا۔ جبرو نے عورت کو تسلی دی اور کہا کہ فکر نہ کرے اسے اس کے گھر پہنچا دیا جائے گا۔

وہ عورت کو لے کر چلنے ہی لگا تھا کہ اسے سامنے قبروں میں سے دو انسانی سا اپنی طرف بڑھتے نظر آئے۔ یہ وہ سکھ تھے جو ٹھیکے پر بوتل لینے گئے تھے۔ اچانک جبرو خیال آیا کہ اگر وہ عورت کو اس کے مکان پر چھوڑ بھی آتا ہے تو بدمعاش اسے دوبار اغواء کر لیں گے اور ممکن ہے کہ اس کے باپ کو بھی مار ڈالیں یہی سوچ کر جبرو ان تینوں کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا اس نے عورت کو سرگوشی میں بتایا۔ "تم ا چبوترے کی دیوار کے پاس چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں یہاں سے ہلنا مت۔"

عورت بے چاری دو سکھوں کو آتے دیکھ کر سہم گئی تھی۔ جلدی سے وہیں چبوترے کی دیوار کے پاس بیٹھ گئی اور ہاتھ باندھ کر آہستہ آہستہ سر ہلانے لگی جیسے منہ ہی منہ میں دعائیں مانگ رہی ہو۔ جبرو تیزی سے اندھیرے میں حرکت کرتا ہوا دوسری طرف سے کوٹھری کی طرف بڑھا اور اس کے دروازے کی ایک جانب کھڑا ہو گیا۔ دونوں سکھ جلدی جلدی قدم اٹھاتے قبروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ دروازے کے پاس آ کر وہ رک گئے۔ ان میں سے ایک نے آہستہ سے پکارا۔ "اوئے نہال سیاں! کتھے ایں اوئے؟"

نہال سنگھ کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ منہ میں کپڑا ٹھنسا تھا۔ وہ کہاں سے جواب

دیتا۔ جب کوئی جواب نہ آیا تو دوسرا سکھ بولا۔ "کوئی گڑ بڑ معلوم ہوتی ہے سردار۔ اندر چل کر دیکھتے ہیں' یہ بوتل تو پکڑ لے۔"

دونوں سکھوں نے کرپانیں نکال لیں اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے کوٹھری کے اندر گھس گئے۔ "نہا لیا؟" اندر جاتے ہی ان میں سے ایک نے آواز دی۔ ساتھ ہی نہال سنگھ کی گھٹی گھٹی آواز آئی۔ "اوئے اس کو تو کسی نے باندھ دیا ہے۔ سردار عورت غائب ہے۔"

وہ گھبرا کر باہر نکلنے ہی لگے تھے کہ جبرو ریوالور تان کر ان کے سامنے آ گیا اور اوپر تلے دو فائر کر دیئے۔ اتنے قریب سے نشانہ کیسے خطا ہو سکتا تھا گولیوں کے دھماکوں سے رات کا سناٹا ایک لمحے کے لئے چیخ کر چپ ہو گیا دونوں سکھ شدید زخمی حالت میں کوٹھری کے اندر زمین پر گرے تڑپ رہے تھے۔ تیسرا سکھ بندھا پڑا تھا۔ وہ خوف زادہ تھا اور اندھیرے میں جبرو کو دیکھ رہا تھا جو اسے ایک ہیولے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ جبرو نے قریب آ کر تیسرا فائر بندھے ہوئے سکھ پر جھونک دیا۔ اس کے ساتھ ہی لپک کر کوٹھری سے باہر نکلا۔ اسے خطرہ تھا کہ فائر کی آواز سے ڈر کر عورت بھاگ نہ گئی ہو مگر وہ اپنی جگہ پر سہمی ہوئی بیٹھی تھی اور خوف کے مارے لرز رہی تھی۔

وہ عورت کا ٹھنڈا ہاتھ پکڑ کر قبرستان کے مغربی درختوں کی طرف دوڑا۔ عورت جان گئی تھی کہ یہ شخص تین آدمیوں کا خون کر آیا ہے وہ اس سے بھی خوف زدہ تھی۔ جبرو تمام راستوں اور سڑکوں سے واقف تھا۔ کوچوانوں کی حویلی کے باہر کچھ لوگ کھڑے قبرستان کی طرف دیکھتے ہوئے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ جبرو نے اپنی رفتار نارمل کر لی اور عورت سے کہا۔ "تم کوئی بات نہ کرنا خاموش رہنا۔" جبرو نے کوچوانوں کے پاس جا کر سلام کیا اور کہا۔ "میں اپنی بہن کو بڑے اسپتال علاج کے لئے لایا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے داخل نہیں کیا' ہمیں واپس ترن تارن لے چلو گے بھائی۔"

ایک کوچوان نے کہا۔ "بھائی اندھیرا ہو گیا ہے۔ اس وقت تمہیں کوئی بھی ترن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تارن نہیں لے جائے گا۔"

جبرو نے کہا۔ "میں پچاس روپے دینے کو تیار ہوں۔"

پچاس روپے بہت بڑی رقم تھی جبکہ اس زمانے میں ترن تارن کی ایک سوار صرف اکنی دیا کرتی تھی۔ آخر ایک کوچوان راضی ہو گیا۔ اس نے اسی وقت گھوڑے یکے کے آگے لگایا۔ جبرو عورت کے ساتھ اس میں بیٹھ گیا اور ترن تارن جانے وا سڑک پر چل پڑا۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ جب جبرو عورت کو لے کر ترن تارن کے قصبے میں پہنچا۔ اس نے کوچوان کو باہر ہی سے پچاس روپے دے کر واپس کر دیا اور خود عورت کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چل پڑا جو مسجد کے پیچھے ہی تھا۔ شریف النفس امام مسجد نے اپنی بیٹی کو دیکھا تو اسے گلے لگا لیا۔ ماں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بچی بھی رو رہی تھی۔ جبرو نے امام مسجد سے کہا۔ "مولوی صاحب آپ کی بچی کی عزت اللہ پاک نے محفوظ رکھی ہے۔ میں اسے عین وقت پر سکھوں سے چھڑا کر لایا ہوں۔"

باپ نے جبرو کو سینے سے لگا لیا اور کہا۔ "تجھے اللہ پاک اس کی جزا دے گا۔"

ماں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا "وہ لوگ کہیں پھر تو میری بچی کو اٹھا کر نہیں لے جائیں گے۔" جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "اب وہ کبھی نہیں آئیں گے ماں جی۔"

جبرو نے راستے میں عورت کو تاکید کر دی تھی کہ وہ قبرستان میں قتل کے بارے میں زبان بند رکھے اور کسی سے بھول کر بھی اس کا ذکر نہ کرے۔ ان لوگوں نے جبرو کو رات اپنے پاس ہی رکھا۔ وہ باہر برآمدے میں چارپائی پر کھیس لے کر پڑ گیا۔

دن چڑھا تو مولوی صاحب نے جبرو کی بڑی خاطر داری کی اور پوچھا کہ وہ کہاں رہتا ہے اور اب کہاں جانا چاہتا ہے۔ جبرو نے یونہی کہہ دیا کہ میں جالندھر سے اپنے ایک دوست کی قبر پر فاتحہ پڑھنے امرتسر آیا تھا۔ اب واپس جالندھر چلا جاؤں گا۔ مولوی صاحب اسے زیادہ دن اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے مگر جبرو نے کہا کہ وہ آج شام واپس چلا جائے گا اس نے مولوی صاحب کو بھی ہدایت کی کہ وہ اغواء کا کیس پولیس

میں ہرگز نہ دیں۔ وہ شریف لوگ تھے۔ انہوں نے پولیس کو ابھی تک اطلاع نہیں دی تھی اور نہ ہی کوئی رپورٹ درج کرائی تھی۔ اگر جبرو ان سکھوں میں سے کسی کو بھی زندہ چھوڑ دیتا تو وہ ضرور مولوی صاحب کے گھر کا رخ کرتا مگر اب ان میں سے کوئی بھی ادھر نہیں آسکتا تھا۔

جبرو نے سارا دن مولوی صاحب کے مکان میں ہی گزار دیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے بھی مکان سے باہر نہ نکلا۔ اسے اپنی گرفتاری کا بھی ڈر تھا۔ جب شام کا اندھیرا اترنے لگا تو جبرو نے مولوی صاحب سے اجازت لی اور اڈے پر آ گیا۔ اس نے اپنا منہ سر چھپا رکھا تھا وہ بالکل عام دیہاتی حلیے میں تھا۔ اڈے پر آخری لاری امرتسر جانے کو تیار کھڑی تھی۔ جبرو خاموشی سے اس میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد لاری امرتسر کی طرف چل پڑی۔

ابھی امرتسر دو میل دور تھا کہ جبرو نے لاری رکوائی اور وہیں اتر گیا۔ اور کھیتوں میں سے نکل کر جی ٹی روڈ پر آ گیا۔ یہاں سڑک اسے بالکل سنسان دکھائی دی۔ یہ عجیب سی بات تھی۔ وہ سڑک سے اتر کر کچے راستے پر ٹاہلیوں کے نیچے چلنے لگا۔ آگے پتلی گھر کی آبادی تھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اس آبادی پر بھی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جبرو حیران ہوا کہ یہ کیا بات ہے۔ وہ پتلی گھر کے چوراہے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک بند دکان کا دروازہ تھوڑا سا کھلا اور کسی نے اسے آواز دی۔ "کہاں جا رہے ہو تم؟۔ معلوم نہیں کرفیو لگا ہے گو رکھے گولی مار دیں گے۔ ادھر آجاؤ۔"

جبرو نے پہلی بار کرفیو کا نام سنا تھا۔ وہ واپس اس آدمی کے پاس آ گیا جس نے اسے آگے جانے سے منع کیا تھا۔ یہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اس نے جبرو کو دکان میں بلا کر دروازہ بند کر دیا۔ "میاں تم تو موت کے منہ میں جا رہے تھے۔"

جبرو نے دیکھا کہ وہ چائے کی دکان تھی۔ دیوار کے ساتھ لکڑی کے بنچ لگے تھے۔ چبوترے پر انگیٹھیاں بنی تھیں چائے کی کیتلیاں اور پیالے ایک طرف رکھے ہوئے تھے۔ دکان میں چارپائی پر بستر بچھا تھا۔ بوڑھے نے جبرو سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اور کہاں جائے گا۔ جبرو نے کھیس سر پر سے اتار کر بالوں کو کھجایا اور بولا۔
میاں جی! میں ترن تارن اپنی ایک بہن سے ملنے آیا تھا۔ اس کا بچہ بیمار تھا۔ جالندھر
رہنے والا ہوں۔ واپس جالندھر جانے کے لئے لاریوں کے اڈے کی طرف جا رہا تھا۔
بوڑھے نے پوچھا۔ "مگر تم تو پیدل آ رہے تھے۔"
جبرو نے اسے بتایا کہ پیچھے اس کی لاری خراب ہو گئی تھی۔ لاری کے ڈرائیور
بھی معلوم نہیں کہ شہر میں گورکھا فوج آ گئی ہے۔ پھر وہ پوچھنے لگا۔ "میاں جی!
کرفیو کیا ہوتا ہے؟"
بوڑھے نے اسے سمجھایا کہ کرفیو جب لگتا ہے تو کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں
ہوتی۔ اگر کوئی گھر سے باہر نظر پڑ جائے تو فوج اسے گولی مار دیتی ہے۔ تم خوش قسمت
ہو کہ میں نے تمہیں دیکھ لیا۔ نہیں تو آگے گورکھا فوج بیٹھی تھی۔ اب تم رات گئے
تک یہیں پڑے رہو۔ کرفیو صبح سات بجے کھلے گا تو لاریوں کے اڈے پر چلے جانا۔"
جبرو عجیب مشکل میں پھنس گیا تھا۔ دن کی روشنی میں وہ لاریوں کے اڈے
یا ریلوے اسٹیشن پر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس کا منصوبہ رات کے اندھیرے میں ریل
سوار ہو کر دلی کی طرف نکل جانے کا تھا لیکن حالات ایک نیا رخ اختیار کر چکے تھے
صورتحال خطرناک تھی۔ بوڑھے نے کرفیو لگنے کی وجہ یہ بتائی کہ آج صبح بلاتی
قبرستان میں تین سکھوں کی لاشیں ملی تھیں جس کے بعد اس علاقے میں فساد
شروع ہو گئے سکھوں نے ایک مسلمان کو کرپان مار کر زخمی کر دیا اور دو مکانوں
آگ لگا دی جس کے بعد شہر میں کرفیو لگا دیا گیا اور گورکھا فوج آ گئی۔ جبرو خاموشی
سنتا رہا۔ یہ کام اسی کا شروع کیا ہوا تھا اس کے پاس ریوالور بھی موجود تھا۔ کمر
ساتھ رقم بھی بندھی ہوئی تھی۔ ریوالور میں ابھی بھی گولیاں بھری ہوئی تھیں۔
مجبوراً یہاں سے صبح کے وقت نکل جانا ہوگا۔ وہ کرفیو کھلنے سے پہلے منہ اندھیرے
نکل سکتا تھا۔ کرفیو دن چڑھنے کھلنا تھا۔ جبرو کی سمجھ جواب دے رہی تھی۔
بوڑھے نے پوچھا۔ "تم نے روٹی کھائی تھی۔ نہیں تو میں چائے بنا دیتا ہوں

روٹی اس میں ڈبو کر کھالو۔"
جبرو امام مسجد کے گھر سے کھانا کھا کر چلا تھا۔ کہنے لگا۔ "شکریہ میاں جی! میں نے
بہن کے گھر سے کھانا کھا لیا تھا۔"
بوڑھا بولا۔ "بیٹا اس بنچ پر پڑ کر سو جاؤ۔ میں لیمپ بجھانے لگا ہوں۔"
بوڑھے نے لیمپ بجھا دیا۔ دکان میں اندھیرا چھا گیا۔ جبرو نے اپنے آپ کو کھیس
میں لپیٹا اور بنچ پر لیٹ گیا۔ نیند کوسوں دور تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ صبح جب کرفیو ہٹے
گا تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ کیا وہ اس دکان میں ہی کوئی بہانہ بنا کر بیٹھا رہے؟ اگر وہاں
بھی بیٹھتا ہے تو وہ لوگوں کی نگاہوں میں آ جائے گا۔ لوگ گھروں سے نکل آئیں گے۔
یہ تو چائے کی دکان ہے یہاں تو ہر قسم کے لوگ آئیں گے۔ آخر جبرو نے یہی فیصلہ کیا
کہ وہ صبح کرفیو کے کھلتے ہی یہاں سے نکل کر واپس ترن تارن جانیوالی سڑک پر روانہ
ہو جائے گا اور دن کسی کھیت کھلیان میں چھپ کر گزار دے گا۔ پھر جب شام ہو
جائے گی تو ریلوے اسٹیشن پر آ جائے گا۔ پھر جانے کس وقت اسے نیند آ گئی۔
آنکھ کھلی تو بوڑھا اپنی چارپائی پر نماز پڑھ رہا تھا۔ جبرو چپ چاپ بنچ پر لیٹا رہا۔
نماز سے فارغ ہو کر بوڑھے نے دکان کے بند دروازے سے جھانک کر باہر دیکھا۔ پھر
چارپائی پر آ کر بیٹھ گیا اور تسبیح پھیرنی شروع کر دی۔ پھر اس نے چبوترے پر رکھا ہوا
مٹی کے تیل کا لیمپ بجھا دیا۔ لیمپ بجھتے ہی دروازے کی درزوں میں سے صبح کی پھیکی
پھیکی روشنی دکان میں داخل ہونے لگی۔ جب روشنی سفید ہو گئی تو جبرو کلمہ شریف
پڑھتا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بوڑھے کو سلام کر کے پوچھا۔ "چاچا جی ابھی کرفیو نہیں کھلا؟"
بوڑھے نے اپنے جسم پر پھونک ماری اور تسبیح لپیٹ کر صدری کی جیب میں
ڈالتے ہوئے بولا۔ "بس کھلنے ہی والا ہے۔ ابھی گھوگھو بولے گا۔"
پھر گھوگھو بول پڑا۔ کرفیو کھل گیا۔ بوڑھے نے دکان کھول دی۔ لوگ گھروں سے
نکل آئے۔ بازاروں میں چہل پہل شروع ہو گئی۔ دکان میں بھی لوگ چائے وغیرہ پینے
کے لئے آ گئے۔ بوڑھا آگ جلا رہا تھا جبرو چپکے سے دکان سے نکل کر واپس ترن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تارن کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایک جگہ اس نے رہٹ چلتے دیکھا۔ کنویں کا پانی ایک چھوٹی سی ندی کی شکل میں کھیتوں میں جا رہا تھا۔ جبرو وہاں بیٹھ گیا اس نے منہ ہاتھ دھویا۔ اور پانی پیا اور پاس ہی کٹے ہوئے کھیت میں بیٹھ کر ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اسے ان علاقوں سے نکل کر بہت دور جانا تھا۔ سفر بڑا کٹھن خطرناک اور طویل تھا۔ کسی بھی جگہ اس کے پکڑے جانے کا خطرہ تھا۔ وہ جس مسئلے پر غور کر رہا تھا وہ کسی محفوظ مقام پر دن گزارنے کا تھا دور جی ٹی روڈ پر اسے ایک فوجی ٹرک گزرتا نظر آیا۔ شہر میں فوج کے آنے سے خطرہ بڑھ گیا تھا۔ کہیں بھی اسے روک کر اس کی تلاشی لی جا سکتی تھی اور ریوالور برآمد ہونے پر اسے گرفتار بھی کیا جا سکتا تھا۔ جبرو نے ریوالور وہیں کھیت میں پھینک دینے کے بارے میں بھی سوچا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس کے پاس کم از کم ایک ایسا ہتھیار ہے جسکی مدد سے وہ اپنی جان بچانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ ترن تارن امام مسجد کے گھر میں چلا جائے لیکن وہاں بھی خطرہ تھا ہو سکتا ہے پولیس کو تفتیش کے دوران یہ علم ہو گیا ہو کہ ایک آدمی عورت کے ساتھ واردات کی رات کو قبرستان سے نکل کر یکے میں سوار ہوا تھا اور ترن تارن گیا تھا جبرو کی خیر نہیں ہے اگرچہ پولیس سکھوں کے قتل کو ہندو مسلم فساد کا شاخسانہ ہی کہہ رہی تھی اس کے باوجود جبرو کا ترن تارن جانا ان حالات میں مناسب نہیں تھا۔

پھر وہ کیا کرے؟ وہ سوچنے لگا۔ ان کھیتوں میں وہ زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا تھا وہاں بھی لوگوں کو اس پر شک ہو سکتا تھا۔ جبرو سگریٹ پی رہا تھا۔ ایک دم سے اس نے سگریٹ کو دور پھینکا اور سر کو جھٹک کر اپنے آپ سے کہنے لگا۔ "جبرو۔ شیر بن کر زندہ رہ شیر کی موت مر' جو ہوگا دیکھا جائے گا چل اپنے یار کمالے کی طرف۔ اس کا مالک ہے جو رات قبر میں لکھی ہے اسے کوئی بھی مائی کا لال آگے پیچھے نہیں کر سکتا" اس کے ساتھ ہی جبرو کھیس جھاڑتا اٹھا۔ کھیس کو کاندھے پر ڈالا اور خدا کا نام لے کر کھیتوں کھیت امرتسر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ وہ وہاں سے کوئی لاری یا جالندھر پھگواڑہ تک کی کوئی ٹرین پکڑنا چاہتا تھا۔ چلتے چلتے وہ خالصہ کالج کے قریب آ

یہاں آگے کھیتوں میں پانی دیا ہوا تھا۔ جبرو جی ٹی روڈ پر نکل آیا۔ کرفیو کھلنے کی وجہ سے لوگ جلدی میں جدھر جانا تھا جا رہے تھے۔ کسی کو دوسرے کی طرف دھیان دینے کی فرصت نہیں تھی۔

جبرو خالصہ کالج سے ملحقہ آبادی کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک دور تین فائر ہوئے اور پھر لوگوں کا ایک ہجوم اس کی طرف بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ ہر طرف بھگدڑ سی مچ گئی۔ جبرو ایک طرف ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص کے جسم سے خون بہ رہا تھا۔ پیچھے یکے بعد دیگرے چار مزید فائر ہوئے یہ تھری ناٹ تھری کے فائر تھے۔ ہجوم تلواریں اور بلم لہراتا سڑک پر سے گزر گیا ان میں سکھ زیادہ تھے پیچھے سے جو لوگ بھاگتے ہوئے آئے وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ "گھروں میں چلے جاؤ۔ فوج آ رہی ہے۔ کرفیو لگ گیا ہے۔"

لوگ مکانوں کی طرف دوڑے۔ دیکھتے دیکھتے سڑک خالی ہو گئی۔ پھر اس نے دور سے فوجی ٹرکوں کو آتے دیکھا۔ گورکھے فوجی باہر لٹکے ہوئے فائرنگ کر رہے تھے۔ جبرو دوڑ کر خالصہ کالج والی آبادی میں گھس گیا۔ فوجی شاید ہوائی فائرنگ نہیں کر رہے تھے۔ ایک گولی جبرو سے تھوڑی دور ایک مکان کی دیوار سے لگ کر پھٹی تو جبرو ایک مکان کی ڈیوڑھی میں گھس گیا۔ اندر سے کسی مرد کی بھاری آواز بلند ہوئی۔ "اوئے ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر دے۔"

جبرو نے جلدی سے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور وہیں ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک دم سے آن کی آن میں کیا ہو گیا ہے جس مرد نے جبرو کو دروازہ بند کرنے کو کہا تھا لپک کر ڈیوڑھی میں آیا اس نے جبرو کی طرف بالکل نہ دیکھا۔ دروازے کی درز میں آنکھ لگا کر باہر دیکھا اور بولا۔ "کرفیو لگ گیا ہے۔ فوجی گلی میں پھر رہا ہے۔ ادھر آ جا کون ہے تو؟"

جبرو نے کھیسی کے پلو سے منہ پر آیا ہوا پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ "پردیسی ہوں جی ترن تارن سے آیا ہوں۔ شہر جا رہا تھا کہ بھگدڑ مچ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرد دبلا پتلا سا تھا اور اس نے کھدر کا کرتہ پاجامہ پہن رکھا تھا۔ اس نے جبرو سے کہا۔ "کرفیو ابھی ابھی لگا ہے باہر نکل کر اسٹیشن کی طرف چلے جاؤ۔ کہہ دینا پردیسی ہوں۔"

مکان کے اندر سے کسی دوسرے مرد کی آواز آئی۔ "رام مورتی اس غریب کو کیوں مروا رہے ہو فوجی اسے گولی مار دیں گے۔ اندر لے آؤ اسے۔"

جبرو سمجھ گیا کہ یہ ہندوؤں کا گھر ہے۔ رام مورتی اس نوجوان کا نام تھا جو اسے موت کے منہ میں جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ اس نے ڈیوڑھی ہی سے جواب دیا۔ "پتا جی کرفیو جانے کب تک لگا رہے یہ کہاں رہے گا۔"

اندر سے اب ایک عورت نے آواز دی۔ "اسے اندر بلاؤ' پتا تو کرو کون ہے یہ؟"

رام مورتی نے جبرو سے کہا۔ "اندر آ جاؤ۔"

ڈیوڑھی کے آگے ایک چھوٹا سا دالان تھا۔ ایک طرف چولہا چونکا بنا ہوا تھا جہاں ایک موٹی ہندو عورت سفید ساڑھی میں ملبوس ترکاری بنا رہی تھی۔ سامنے کمرے تھے۔ ایک کمرے کے باہر موڑھے پر ایک گنجے سر والا ادھیڑ عمر مرد عینک لگائے بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ جبرو نے جاتے ہی ہاتھ جوڑ کر ہندوؤں کی طرح پر نام کیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے یہاں اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنا ہوگا۔ یہ ادھیڑ عمر آدمی رام مورتی کا باپ تھا۔ اس نے جبرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کون ہو تم بھئی؟"

جبرو نے وہی بیان دہرا دیا جو اس نے رام مورتی کو دیا تھا۔ لالے نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

جبرو کو نجیب آباد کے ایک ہندو تھانیدار کا نام یاد آ گیا اس نے فوراً کہا۔ "گیا چند جی۔"

جبرو امرتسر کے آس پاس کے تمام علاقے سے واقف تھا۔ اس نے کہا کہ وہ رانسی کے گاؤں میں پنساری کی دکان کرتا ہے۔ ترن تارن میں اس کی بہن کملا رہتی

ہے۔ وہ بیمار تھی اسکی خبر لے کر واپس لاریوں کے اڈے کی طرف جا رہا تھا کہ بھگدڑ مچ گئی اور گولیاں چلنے لگیں۔

رام مورتی پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا۔ "پتا نہیں کرفیو کب تک رہتا ہے؟"

اس کے باپ نے کہا۔ "ہمارا دھرمی بھائی ہے اور پردیسی ہے۔ باہر گیا تو فوجی گولی مار دیں گے۔"

رام مورتی کی ماں نے جبرو سے پوچھا کہ اس نے ناشتا کیا ہے؟ جبرو بولا۔ "بہن کے گھر سے دودھ پی کر چلا تھا۔" حالانکہ جبرو کو سخت بھوک لگ رہی تھی۔ اس ہندو عورت نے پھر بھی جبرو کو چائے کے ساتھ ایک چھوٹی سی پرانٹھی بنا کر کھلائی۔ رام مورتی بولا۔ "سنا ہے مسلمانوں نے اسٹیشن کے پاس دو ہندوؤں کو مار ڈالا ہے ایک ہندو زخمی حالت میں بھاگ آیا ہے ہمیں ان مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہئے آخر امرتسر میں یہ زیادہ تو نہیں ہیں۔"

اس کا باپ حقہ پی رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "ان کا پاکستان بن جائے گا تو سب کو ادھر دھکیل دینا چاہئے۔ روز کی بک بک ہی ختم ہو جائے گی۔"

دونوں باپ بیٹا مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہے جبرو چپ چاپ چوکی پر ایک طرف بیٹھا چائے پیتا رہا۔ ریوالور اس کے پیٹ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے وہ۔ مگر وہ اتفاقات اور حالات کے سامنے بے بس تھا۔

کچھ دیر وہ آپس میں باتیں کرتے رہے پھر رام مورتی کا پتا اپنی بیوی سے بولا۔ "شانتا کی ماں' شانتا بیٹی کو جگاؤ۔ کب تک سوئے گی۔ اسے کہو کرفیو کھل کر پھر لگ گیا ہے اب آ کر ناشتا کر لے۔"

جبرو نے محسوس کیا کہ رام مورتی کو وہاں اس کی موجودگی زہر لگ رہی تھی۔ وہ کئی بار اسے غصیلی نظروں سے دیکھ چکا تھا۔ آخر اس نے اپنے باپ سے کہہ ہی دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پتا جی۔ اس پینڈو گیان چند کو کہاں رکھیں گے کیا معلوم کرفیو رات کو بھی نہ کھلے!"

اس کے پتا نے کہا۔ "اپنا دھرمی بھائی ہے۔ اسے مروانے کے لئے باہر بھی نہیں نکال سکتے۔ جا اس کو اوپر والی بیٹھک میں چھوڑ آ۔"

جبرو نے ہندوؤں کی طرح کا انداز بنا کر کہا۔ "مہاراج! میری وجہ سے آپکو تکلیف ہوئی ہے۔ مجھے معافی دے دیں۔"

ہندو لالہ بولا۔ "کوئی بات نہیں جا اوپر جا کر آرام کر۔"

ہندو لالائین اپنی بیٹی شانتا کو جگانے ساتھ والے کمرے میں گئی ہوئی تھی۔ کمرے سے پہلے وہ اور اس کے بعد ایک زرد رنگ کی دبلی پتلی ساڑھی والی لڑکی جو بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے باندھ رہی تھی۔ اس نے جبرو کی طرف تعجب سے دیکھا اور بولی۔ "پتا جی یہ کون ہے؟"

ہندو لالے نے کہا۔ "کوئی نہیں اپنا ہندو بھائی ہی ہے۔ تو منہ ہاتھ دھولے کرفیو لگ گیا ہے۔"

"پتا جی میں کالج کیسے جاؤں گی؟" شانتا نے کہا۔

اس کی ماتا بولی۔ "ارے شہر میں فساد ہو رہے ہیں کالج تو بند ہو گیا ہوگا۔"

رام مورتی جبرو کو لے کر مکان کی دوسری منزل پر آ گیا۔ یہاں ایک چھوٹی سی بیٹھک بنی ہوئی تھی جس کی کھڑکیاں نیچے گلی میں کھلتی تھیں۔ اندر صرف ایک چارپائی بچھی تھی' اور کچھ بھی نہیں تھا۔ رام مورتی نے چارپائی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "یہاں پڑے رہو۔ کرفیو کھلتے ہی چلے جانا اور ہاں کھڑکی کھول کر سر باہر نکالا تو گورکھا گولی مار دے گا۔"

رام مورتی سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد جبرو نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس نے دیکھا سامنے دیوار پر ہنومان کی رنگین تصویر فریم میں لگی تھی۔ اس نے گرز کاندھے پر رکھا ہوا تھا۔ بیٹھک کی دو کھڑکیاں تھیں اوپر ایک روشن دان تھا۔ کھڑکیاں اور روشندان دونوں

تھے۔ دن کی روشنی صرف کھلے ہوئے دروازے میں سے اندر آ رہی تھی۔ جبرو چارپائی پر بیٹھ گیا اور سگریٹ سلگا کر اپنے معاملات پر از سرنو غور کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اٹھ کر دروازے کو بند کیا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔

یونہی دوپہر ہو گئی۔ دوپہر کو اسے بیٹھک میں پھلکے اور دال پہنچا دی گئی۔ سب کا خیال تھا کہ شام کو کرفیو کھل جائے گا لیکن شہر کا انگریز ڈپٹی کمشنر شاید لوگوں سے انتقام لے رہا تھا۔ شام سے ذرا پہلے ڈپٹی کمشنر کی طرف سے جگہ جگہ ڈھول پیٹ کر اعلان کر دیا گیا کہ کرفیو کل شام تک جاری رہے گا۔ جبرو نیچے آیا تو رام مورتی کا منہ پھولا ہوا تھا۔ وہ نفرت بھری نگاہوں سے جبرو کی طرف دیکھ کر بولا۔ "گنوار آدمی اب کل شام تک اوپر ہی پڑے رہو۔ نیچے آنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں روٹی پانی اوپر پہنچ جائے گا۔"

جبرو کا دل چاہا کہ ابھی ریوالور نکال کر اس کو شوٹ کر دے مگر اس نے اپنے غصے کو پی لیا۔ ویسے بھی جبرو نے اس گھر کا نمک کھا لیا تھا۔ وہ اس خاندان کے کسی فرد کو محض اپنے غصے کی خاطر ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ رام مورتی کی ماتا بڑی نرم دل شریف عورت تھی۔ اس نے اپنے بیٹے کو جھڑک کر چپ کرا دیا اور جبرو سے کہا۔ "پتر گیان چند! تو یہیں میرے پاس بیٹھ کر روٹی کھا لے پھر اوپر جا کر آرام کرنا۔ اب تیری قسمت کہ کرفیو اونترا کل کھلے گا۔"

رام مورتی کا بوڑھا باپ خاموشی سے حقہ گڑگڑاتا رہا رام مورتی سر کو جھٹک کر خاموش ہو گیا۔ جبرو کو رام مورتی کی ماں اچھی لگی۔ اسے ماں کا پیار نہیں ملا تھا۔ بچپن ہی میں اس کی ماں فوت ہو گئی تھی۔ اسے اپنی ماں کی شکل و صورت خواب کی طرح یاد تھی۔ جبرو رام مورتی کی ماتا کے قریب چوکی پر جا بیٹھا اور بولا۔ "ماتا جی! آپ کو دیکھ کر مجھے اپنی ماتا جی یاد آ گئیں۔"

"تمہاری ماتا جی جالندھر میں رہتی ہیں کیا؟" اس نے پوچھا

"جی نہیں۔ ہمارے گاؤں میں رہتی ہیں۔ انہیں میری فکر لگی ہوگی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہندو عورت نے ہنڈیا میں ترکاری ڈالتے ہوئے کہا۔ "کرفیو کھلتے ہی تو سیدھ
ماتا کے پاس چلے جانا۔ ماؤں کو اولاد سے جو محبت ہوتی ہے۔ اسے اولاد کبھی نہیں
سکتی۔ اب تو جا کر اشنان کر لے تیرے کپڑے بڑے گندے ہو رہے ہیں۔ میں
سے کہتی ہوں وہ تیرے لئے نئی دھوتی کرتا نکال دے گی۔"

رام مورتی نے وہیں سے آواز لگائی۔ "میری دھوتی کرتا اسے مت دے دینا
اس کے باپ نے کہا۔ "ارے اس کو میرے کپڑے دے دینا۔ دھرمی بھائی
کوئی غیر نہیں۔ پتر تم آریہ سماجی ہو کہ ہندو مہاسبھائی۔"

جبرو نے ہندو مہاسبھائیوں کا نام بہت سنا تھا اور اسے یہ بھی پتا تھا کہ مہا
بڑے کٹر ہندو ہوتے ہیں اس نے کہا کہ جی میں مہاسبھائی ہوں۔ رام مورتی کا
خوش ہو کر بولا۔ "پھر تو تو ہمارا ہی بھائی ہے۔ ہم بھی ہندو مہاسبھائی ہیں۔"

جبرو نہیں چاہتا تھا اس موضوع پر زیادہ بات چیت ہو۔ کیونکہ اسے مہاسبھا
کے عقیدے کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے مطلب کی
شروع کر دیں۔ وہ انہیں ایک ڈاکے کا فرضی قصہ سنانے لگا جب ایک دفعہ اس
گاؤں میں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا تھا اور پھر کس طرح گاؤں کے لوگوں نے بہا
سے کام لیتے ہوئے گاؤں کا گھیراؤ کیا اور سارے ڈاکوؤں کو پکڑ کر پولیس کے حوا
دیا موضوع بدل گیا اور اب ڈاکوؤں کی باتیں شروع ہو گئیں۔

رام مورتی اندر جا کر لیٹ گیا تھا۔ اتنے میں اس کی بہن شانتا نے جبرو کے
ایک کھدر کی صاف ستھری دھوتی اور کرتا نکال دیا۔ جبرو نے چھوٹے سے غسل
میں جا کر اپنا بھرا ہوا ریوالور اور کمر کے گرد بندھے ہوئے نوٹ نکال کر غسل
کے طاق میں رکھے اور اچھی طرح سے غسل کیا۔ پھر کپڑے بدلے اور باہر آ کر چو
بیٹھ گیا۔ شام ہو رہی تھی۔ اس نے وہیں بیٹھ کر بھوجن کیا۔ دالان میں بلب جل
تھا جس کی روشنی کافی تھی۔ جبرو سگریٹ سلگا کر بیٹھا رام مورتی کے پتا جی، ماتا جی
شانتا کو ڈاکوؤں کے مقابلے کی ایک اور سنسنی خیز فرضی کہانی سنا رہا تھا کہ گلی میں

تانگہ آ کر رکا۔

رام مورتی کا باپ حقے کی نے پرے ہٹاتے ہوئے بولا۔ "کرفیو میں ہمارے گھر
کون آیا ہے؟"

دروازے کی کنڈی کھڑکی۔ رام مورتی اندر سے نکل آیا۔ بولا۔ "میں دیکھتا
ہوں۔ کون ہو سکتا ہے۔؟"

ڈیوڑھی میں اندھیرا تھا۔ جبرو کو ڈیوڑھی کا دروازہ کھلنے اور پھر رام رام بھرا جی کی
اونچی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی ایک چوڑے شانوں والا نوجوان پولیس انسپکٹر کی وردی
میں دالان میں داخل ہوا۔ سب نے اس کا خیر مقدم کیا۔ "پتر مانک رام تو کہاں سے آ
گیا؟" رام مورتی کے باپ نے کہا۔"

انسپکٹر مانک رام نے رام مورتی کے پتا جی اور ماتا جی کے پاؤں چھوئے اور شانتا
کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "شانتا! کیرم بورڈ نکال لے۔ آج سات بازیاں
جیتوں گا۔"

شانتا مسکرا کر بولی۔ "ویر جی! آپ بیٹھیں تو سہی۔"

"پتر کھانا پروستی ہوں۔ پہلے بھوجن کر لے۔" رام مورتی کی ماں نے یہ کہہ کر کانسی
کی تھالی ساڑھی کے پلو سے صاف کر کے چوکی پر رکھ دی۔

رام مورتی کا پتا بولا۔ "مانک رام بیٹا! تو تو جالندھر میں تھا امرتسر اچانک کیسے آ
گیا؟"

مانک رام نے کہا۔ "بھایا جی امرتسر میں گڑ بڑ ہونے کی وجہ سے آئی جی صاحب
نے مجھے خاص طور پر یہاں بھیج دیا ہے۔ آج پانچ بجے آیا تھا اب آپ سے ملنے چلا
آیا ہوں۔"

اب اس کی نظر جبرو پر پڑی۔ جبرو اس وقت سے اوپر والی بیٹھک میں بھاگ جانے
کو سوچ رہا تھا مگر اس خیال سے مسمسی صورت بنائے چوکی پر بیٹھا تھا کہ اس طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہیں انسپکٹر کو اس پر شک نہ ہو جائے مانک رام نے انسپکٹروں والی ٹوپی اتار کر تخت پر رکھ دی اور پیٹی ڈھیلی کرتے ہوئے بولا۔ "یہ کون ہے بھایا جی!"

رام مورتی کے پتا جی نے کہا۔ "پردیسی ہے بیٹا..... گیان چند اس کا نام ہے۔ اچانک بھگدڑ مچی۔ کرفیو لگا تو یہ بے چارہ جان بچا کر ہمارے مکان میں گھس آیا صبح سے ہمارے پاس ہی ہے اب کل کرفیو کھلے گا تو اپنے گاؤں چلا جائے گا۔"

جبرو نے ہاتھ جوڑ کر انسپکٹر مانک رام کو پرنام کیا۔ جبرو نے محسوس کیا کہ انسپکٹر اسے گہری نظروں سے گھور رہا ہے۔ کہیں اس نے پہچان تو نہیں لیا مجھے؟ جبرو کے دل میں بس یہی خیال بار بار پیدا ہو رہا تھا۔ اس نے بھی فیصلہ کر لیا کہ اگر انسپکٹر مانک رام نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو وہ اسے بھون کر رکھ دے گا۔ انسپکٹر کا ریوالور اس کی پیٹی کے ہولسٹر میں بند تھا اور جبرو کا ریوالور اس کے کرتے کے نیچے تھا جسے وہ ایک سیکنڈ میں نکال سکتا تھا۔

انسپکٹر مانک رام مسکرا کر بولا۔ "بے چارہ شکل و صورت سے ہی پردیسی لگتا ہے۔ کوئی بات نہیں گیان چند جی۔ کرفیو کل سات بجے کھل رہا ہے۔ تم چلے جانا۔" پھر شانتا کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "اری شانتا! میرا منہ کیا تک رہی ہے۔ جلدی سے چائے بنا کر پلا۔ کنٹین کی چائے پی پی کر تنگ آ گیا ہوں۔"

اب جبرو نے موقع مناسب سمجھ کر ہاتھ باندھ کر رام مورتی کی ماں سے کہا۔ "ماتا جی! میں اوپر جا کر سوتا ہوں۔ نیند آ رہی ہے۔"

"ہاں پتر جا تو اوپر جا کر سو جا۔"

جبرو رام رام کر کے سیڑھیاں چڑھنے لگا سیڑھیوں میں اندھیرا تھا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کے بعد انسپکٹر مانک رام کہیں اس کے بارے میں تو کوئی بات نہیں کرتا جبرو وہیں زینے کے اندھیرے میں رک گیا اور ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا۔ والان میں سے اسے انسپکٹر مانک رام کی آواز سنائی دی۔ وہ رام مورتی کے پتا جی سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ آدمی کس وقت آیا تھا بھایا جی؟"

رام مورتی کے پتا جی کی آواز آئی۔ "آج جس وقت کرفیو لگا اسی وقت آیا تھا۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو پتر؟"

انسپکٹر مانک رام نے کہا۔ "بھایا جی! مجھے یہ آدمی مشکوک لگتا ہے۔"

ماتا جی بولیں۔ "تم پولیس والے تو ہر کسی پر شک کرنے لگتے ہو۔ ارے پتر یہ تو بے چارہ دیہاتی آدمی ہے پردیسی ہے۔ کرفیو لگنے کی وجہ سے جان بچا کر یہاں آ گیا تھا۔"

رام مورتی کے پتا جی نے کہا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو مانک رام؟" انسپکٹر مانک رام نے کہا۔ "بھایا جی اس کی شکل ایک مفرور ملزم سے ملتی جلتی لگتی ہے جس کی پولیس ایک عرصے سے تلاش ہے۔"

رام مورتی کے پتا جی بولے۔ "ارے پتر! شکلیں تو تھوڑی بہت مل جایا کرتی ہیں۔ تم اندر جا کر کیرم بورڈ کھیلو تمہاری ماسی تمہارے لئے بھوجن پروستی ہے۔"

انسپکٹر مانک رام نے کہا۔ "بھایا جی! میں اس آدمی سے تھوڑی پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں اوپر جا کر۔"

ماتا جی بولیں۔ "ارے پتر یہ لے پہلے چائے پی لے پھر کر لینا پوچھ گچھ۔ وہ کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ تم پولیس والے بڑے وہمی ہوتے ہو۔"

رام مورتی کے پتا جی کی آواز آئی۔ "انہیں ہر وقت تفتیش کی لگی رہتی ہیں۔"

جبرو دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھتا اوپر والی بیٹھک میں آ گیا' اس نے اندر سے کنڈی لگا لی۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ وہ وہاں سے اگر بھاگتا تو باہر کرفیو لگا ہے۔ سڑک پر آتے ہی یا تو گولی کا نشانہ بن جائے گا یا گورکھے فوجی اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیں گے۔ کرفیو میں کسی دوسرے گھر کا دروازہ بھی اس کے لئے نہیں کھلے گا۔ وہ کیا کرے؟ مانک رام انسپکٹر نے شاید اسے پہچان لیا ہے۔ جالندھر کے ہر پولیس اسٹیشن پر اس کی تصویر ہوگی۔ انسپکٹر چند لمحوں کے بعد پوچھ گچھ کے لئے اوپر آنے والا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جبرو گرفتاری سے بچ نہیں سکتا تھا کم از کم اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حقیقت کا انکشاف بڑی آسانی سے کیا جاسکتا تھا۔ کہ جبرو ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا تو پھر جبرو کی گرفتاری یقینی تھی۔ وہ کبھی چارپائی پر بیٹھتا۔ کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتا بیٹھک میں کوئی دوسری شے نہیں تھی۔ جبرو ریوالور کا فائر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ فائر کے دھماکے سے سارا محلہ مکان پر اٹھ آتا۔ ممکن ہے گلی کے باہر جو فوجی پہرے پر ہیں۔ وہ بھی بھاگ کر ادھر آ جائیں۔

اچانک جبرو کو نجیب آباد کے ٹھگوں کا خیال آ گیا۔ ان کے پاس آدمی کو انتہائی خاموشی سے موت کے گھاٹ اتارنے کا ایسا فن آتا کہ جس کی مثال نہیں تھی۔ جبرو ان کے ساتھ کچھ وقت گزار چکا تھا۔ انسپکٹر مانک رام کسی بھی وقت اوپر آ سکتا تھا۔ جبرو کو وہاں اپنے مطلب کی کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جبرو کو اس رومال کا خیال آ گیا جس میں نوٹ لپیٹ کر جبرو نے اپنی کمر کے گرد باندھ رکھا تھا۔ بڑی تیزی سے جبرو نے اس رومال کو کھولا۔ نوٹوں کی گڈی جیب میں ٹھونسی۔ رومال کو بٹ کر اسے رسی جتنا باریک بنایا اور اپنی کلائی کے گرد لپیٹ کر چارپائی کی پائنتی بیٹھ کر مانک رام کا انتظار کرنے لگا۔

پھر اسے سیڑھیوں پر بھاری بوٹوں کی آواز سنائی دی۔ اس نے کلائی والی رسی کے سروں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں مضبوطی سے اس طرح پکڑ لیا کہ رسی کا ایک پھندا بن گیا۔ جبرو دروازے کی ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ انسپکٹر مانک رام کے بوٹوں کی چاپ باہر چھت پر سنائی دی۔ پھر اس نے ذرا کھانس کر کہا۔ "بھائی گیان چند! دروازہ کھولو۔ تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

جبرو اس وقت ایک خونخوار اور وحشی ڈاکو بن چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ مانک رام اسے ریوالور تان کر گرفتار کرے اور پھانسی کے تختے تک لے جائے جبرو اسے ہر قیمت پر ہلاک کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "کھولتا ہوں مہاراج جی۔" اور دروازے کی ایک جانب کھڑے کھڑے دروازے کی کنڈی اتار دی مگر دروازے کا پٹ بالکل نہیں کھولا۔ مانک

رام دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس وقت جبرو دروازے کے پٹ کی اوٹ میں تھا۔ جونہی مانک رام بیٹھک میں آیا۔ پیچھے سے جبرو کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے۔ جبرو کے رومال کا پھندا انسپکٹر کی گردن میں تھا۔

پھندے کو گردن میں ڈالتے ہی جبرو نے پوری طاقت کے ساتھ ایک زبردست جھٹکا دیا۔ ٹھگ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور پلک جھپکنے میں آدمی کو ٹھنڈا کر کے زمین پر لٹا دیتے تھے۔ انسپکٹر مانک رام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ ایسا بھیانک سلوک ہونے والا ہے۔ ایک سیکنڈ کے لئے اسے محسوس ہوا کہ وہ پھنس گیا ہے اور پھر اس کی آنکھوں کے آگے گہری تاریکی کا پردہ گر گیا اس کی گردن کا منکا ٹوٹ چکا تھا۔

جبرو نے پاؤں کی مدد سے دروازے کے ادھ کھلے ہوئے پٹ کو بند کیا اور انسپکٹر مانک رام کے بے جان جسم کو چارپائی کے پاس ہی فرش پر کھینچ کر لٹا دیا۔ اس نے ابھی تک گردن میں پھندے کو ڈھیلا نہیں کیا تھا۔ جبرو نے اس کے دل کے ساتھ کان لگا دیا۔ دل کی دھڑکن کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ مانک رام کی آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں۔ جبرو نے آہستہ سے پھندا اس کی گردن سے نکال لیا۔ اور دروازے کو اندر سے کنڈی لگا دی۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اسے جو کچھ کرنا تھا۔ وہ اس نے پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ ابھی نیچے سے کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا۔

جبرو نے سب سے پہلے اپنے کپڑے اتار کر پرے پھینکے۔ پھر انسپکٹر مانک رام کی وردی اتار کر پہننے لگا۔ انسپکٹر اپنے ساتھ اوپر پولیس کی کیپ نہیں لایا تھا۔ ریوالور پیٹی میں ہی لگا تھا۔ اس کے بوٹ جبرو کو ذرا سے تنگ تھے مگر اس قسم کی باتیں سوچنے کے لئے اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ اپنا ریوالور اس نے پولیس کی خاکی پتلون کی جیب میں رکھ لیا تھا۔ اس سارے کام میں اسے بمشکل پانچ منٹ لگے ہوں گے۔ اب اس نے کھڑکی کھول کر گلی میں جھانکا۔ گلی اسی طرح اندھیرے میں ڈوبی ہوئی سنسان تھی۔ بلندی ایک منزل کی تھی۔ جبرو چھلانگ نہیں لگا سکتا تھا۔ نیچے پہلی منزل والے کمرے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روشندان کا چھجہ تھا۔ اگر وہ چھجے پر پہنچ کر نیچے لٹک بھی جائے تو گلی کے فرش کا فاصلہ دس فٹ سے زیادہ نہیں ہوگا۔ مگر چھجے پر اترنے کیلئے اس کے پاس کوئی رسی نہیں تھی۔ رسی کے خیال کے ساتھ ہی اس کی نگاہ بے اختیار چارپائی پر چلی گئی۔

جبرو نے جلدی جلدی چارپائی کی پائینتی کی رسی نکال کر اسے کھڑکی کے ایک پٹ کے ساتھ کس کر باندھا اور رسی کو آہستہ سے گلی میں پھینک دیا پھر فوراً ہی رسی کے سہارے نیچے لٹک گیا۔ اس کے لئے گلی میں اترنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ گلی میں اترتے ہی وہ بالکل سیدھا ہو کر پولیس انسپکٹر کی طرح اندھیری گلی میں سے گزرتا جی ٹی روڈ پر آگیا۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے یہ معرکہ سر کرلیا ہے۔ اگر وہ اتنی جرات اور حاضر دماغی سے کام نہ لیتا تو اس کا گرفتار ہو کر پھانسی کی کوٹھری میں پہنچ جانا یقینی تھا۔ کیونکہ یہ بات ناممکن تھی کہ انسپکٹر مانک رام اسے چھوڑ دیتا۔ اس نے یقیناً اسے نوے فیصد پہچان لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے ریوالور سمیت اوپر آیا تھا۔ اب اگر کچھ دیر بعد اسکی لاش بیٹھک میں مل بھی جاتی ہے تو رام مورتی اور اس کے پتا جی میں سے کوئی بھی باہر نہیں نکل سکے گا۔ گھر میں ضرور کہرام مچ جائے گا۔ مگر کرفیو کی وجہ سے باہر نکلنے کا خطرہ کوئی بھی مول نہیں لے گا۔ لا محالہ وہ صبح کرفیو کھلنے کا انتظار کریں گے۔

جی ٹی روڈ پر گلی کی نکڑ پر بجلی کے کھمبے والا بلب روشن تھا۔ جبرو اس کے نیچے سے سینہ تانے بڑی بے نیازی سے ریلوے اسٹیشن کی طرف چلنے لگا۔ کوئی دس قدم گیا ہوگا کہ ایک گورکھا فوجی گن لئے سڑک کے درختوں میں سے سامنے آگیا۔ اس نے پولیس انسپکٹر کو دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ جبرو نے آہستہ سے ہاتھ اٹھا کر سلیوٹ کا جواب دیا اور فوجی زبان میں پوچھا۔ "سب ٹھیک ہے جوان؟"

"ٹھیک ہے سر۔" گورکھے فوجی نے جواب دیا۔ "سر پولیس کی لاری تو شہر میں کب کا چلا گیا ہے۔"

جبرو نے کہا۔ "ہاں جوان۔ ہم کو معلوم ہے۔ ہم ادھر اپنی بہن کے گھر پر چائے پی رہا تھا۔ فکر نہیں ہم پیدل شہر کو جائے گا۔"

جبرو نے خدا کا شکر ادا کیا کہ آگے ریلوے اسٹیشن تک اسے کم از کم پولیس کا کوئی سپاہی نہیں ملے گا۔ پولیس کے سپاہیوں میں پہنچ کر اس کا راز فاش ہو جاتا۔ انسپکٹر مانک رام کا قد جبرو سے چھوٹا تھا چنانچہ اس کی خاکی پتلون جبرو کے ٹخنوں سے اوپر آتی تھی۔ بش شرٹ بھی ذرا تنگ تھی۔ کرفیو کی وجہ سے ساری سڑک ویران پڑی تھی سوائے گورکھے فوجیوں کے سڑک پر کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا تھا۔ رات کے نو بج رہے ہوں گے۔ ریلوے اسٹیشن کی بتیاں روشن تھیں مگر باہر آدمی کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سڑک پر سے ہوتے ہوئے گورکھے فوجی اسے سلیوٹ کرتے تو جبرو بھی ہاتھ ماتھے کے قریب لا کر ان کے سلیوٹ کا جواب دے دیتا۔

ریلوے اسٹیشن تک کوئی پولیس والا نہ ملا۔ لیکن اسٹیشن کے بکنگ آفس کے باہر اسے دو سکھ پولیس والے دکھائی دیئے جنہوں نے انسپکٹر کو دیکھا تو جلدی سے سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے اور جبرو کو سلیوٹ کیا۔ جبرو نے انسپکٹر مانک رام کی زبانی یہ سن لیا تھا کہ اس کا تعلق امرتسر پولیس سے نہیں ہے اور وہ جالندھر سے یہاں ڈیوٹی پر آیا تھا۔ جبرو نے اندازہ لگا لیا کہ وہ دونوں سپاہی امرتسر پولیس کے ہیں اور جالندھر پولیس سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے انسپکٹر مانک رام یعنی جبرو کو نہیں پہچانا تھا۔ جبرو نے بڑے رعب سے انہیں حکم دیا کہ وہ اسٹیشن کے مسافر خانوں میں جا کر گشت لگائیں۔ دونوں سپاہی فوراً مسافر خانے کی طرف چل دیئے۔ ان کے جانے کے بعد جبرو ادھر ادھر چند لمحوں تک ٹہلتا رہا۔ پھر اس نے بکنگ ونڈو میں جھک کر ٹکٹ بابو سے پوچھا۔ "ادھر اس وقت کوئی گاڑی چلنے والا ہے؟"

ٹکٹ بابو کی زبانی جبرو کو معلوم ہوا کہ اگرچہ امرتسر شہر میں کرفیو لگا ہوا ہے مگر ریل گاڑیاں پیچھے پشاور اور لاہور سے آ رہی ہیں۔ اور فرنٹیر میل تھوڑی دیر میں لاہور سے آنے والی ہے۔ جبرو کے سر پر سے جیسے بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ اس نے ٹکٹ بابو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کہا۔ "میرا ریلوے پاس کہیں گم ہو گیا ہے تم ایسا کرو کہ مجھے دلی تک کا فرسٹ کلاس کا ایک ٹکٹ دے دو۔"

بابو مسکرا کر بولا۔ "سر! آپ کو ٹکٹ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ تو پولیس کے آفیسر ہیں۔"

جبرو نے سو روپے کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا اور بولا۔ "میں ایک دیانتدار افسر ہوں۔ تم ٹکٹ کاٹ دو۔"

ٹکٹ جیب میں ڈال کر جبرو چاروں طرف غور سے جائزہ لیتا پلیٹ فارم پر آ گیا۔ پلیٹ فارم ویران ویران تھا۔ ٹی اسٹال کھلا تھا۔ سامنے والے پلیٹ فارم پر بھی سوائے گورکھے اور ایک دو سکھ فوجیوں کے اور کوئی نظر نہ آیا تھا۔ جبرو پولیس انسپکٹر مانک رام کی وردی میں ٹھنسا ٹھنسایا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا آگے چلنے لگا۔ ایک جالی دار دروازے کے اوپر درجہ اول ویٹنگ روم کی تختی لگی تھی۔ جبرو اندر داخل ہو گیا۔ ویٹنگ روم میں دو قلی دیوار کے ساتھ منہ کر کے سو رہے تھے۔ جبرو نے منہ ہاتھ دھویا اور سگریٹ سلگا کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

گاڑی آنے میں ابھی آدھ گھنٹہ تھا۔ اس سے آرام سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا کئی بار جالی دار دروازے کے پاس جا کر باہر جھانکا۔ اگرچہ اسے یقین تھا کہ صبح کرفیو کھلنے سے پہلے رام مورتی اور اس کا باپ مانک رام کے قتل کی واردات کی خبر پولیس تک نہیں پہنچا سکے گا اس کے باوجود جبرو کو برابر تشویش لگی تھی۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ رام مورتی شور مچا کر گورکھا فوجیوں کو اپنی طرف بلا بھی سکتا تھا اور ممکن ہے اس نے ایسا ہی کیا ہو اور پولیس ایسے آدمی کی تلاش میں ریلوے اسٹیشن کی طرف آ رہی ہو جس نے پولیس انسپکٹر کی وردی پہن رکھی ہو۔

اس خیال کے ساتھ ہی جبرو نے پریشان ہو کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ وہ چھ آدمیوں کو مار کر مرے گا۔ اتنی آسانی سے پولیس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اچانک اسے ریل کے انجن کی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ کوئی

ٹرین پلیٹ فارم میں داخل ہو رہی تھی۔ جبرو نے باہر نکل کر دیکھا پلیٹ فارم انجن کی لائٹ سے روشن ہو گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ فرنٹیر میل کے آنے میں ابھی آدھ گھنٹہ باقی ہے مگر یہ فرنٹیر میل ہی تھی۔ ٹرین رک گئی۔ کچھ مسافر نیچے اترے۔ ڈبوں میں کافی رش تھا۔ مسافروں کو ادھر ہی سے خبر مل گئی کہ امرتسر میں رات بھر کا کرفیو لگا ہے۔ جو مسافر اترے وہ صبح تک پلیٹ فارم پر ہی رہنے کا فیصلہ کر کے آئے تھے۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں ایک اینگلو انڈین عورت پہلے سے بیٹھی تھرمس کے کپ میں کچھ ڈالے پی رہی تھی۔ جبرو جلدی سے نیچے اتر گیا اس نے سوچا کہ وہ عورتوں کے ڈبے میں غلطی سے چڑھ گیا تھا۔ گارڈ نے اسے بتایا کہ فرنٹیر میل کے ساتھ صرف یہی ایک ڈبہ فرسٹ کلاس کا ہے' اس زمانے میں فرسٹ کلاس میں اینگلو انڈین عورت یا انگریز عورتیں بھی مردوں کے ساتھ سفر کیا کرتی تھیں۔ جبرو کو مجبوراً اسی ڈبے میں سوار ہونا پڑا۔ اینگلو انڈین عورت نے ذرا سا مسکرا کر جبرو کو دیکھا اور انگریزی میں کچھ کہا جسے جبرو بالکل نہ سمجھ سکا اور مسکرا کر سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا ڈبہ ٹھنڈا تھا اور اس کی فضا میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ روشنی مدھم مدھم تھی کھڑکیوں پر سبز شیشے چڑھے ہوئے تھے۔

جبرو کھڑکی کا شیشہ اٹھا کر دوسرے پلیٹ فارم کی طرف دیکھ کر تسلی کر لینا چاہتا تھا کہ ادھر کوئی پولیس کا آدمی تو نہیں ہے کیونکہ سبز شیشے میں سے دوسرا پلیٹ فارم رات کے وقت پوری طرح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس پر اینگلو انڈین عورت نے انگریزی میں کہا کہ شیشہ مت کھولو گرد اندر آئے گی۔ جبرو کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے کھڑکی کا شیشہ اٹھا کر ایک نگاہ ڈالی۔ دوسری طرف والا پلیٹ فارم ویران تھا۔ جبرو نے شیشہ نیچے گرا دیا اور سیٹ پر ٹانگیں لمبی کر کے بیٹھ گیا۔

اینگلو انڈین عورت نے اب ہندوستانی میں کہا۔ "انسپکٹر کیا تم انگریزی نہیں جانتے؟"

جبرو نے اسے مسکرا کر دیکھا اور بولا۔ "میں ہندوستانی بولنا پسند کرتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اینگلو انڈین عورت کی عمر جبرو کے اندازے کے مطابق چالیس سے دو تین سال کم ہی ہوگی مگر اس نے کچھ ایسا بناؤ سنگھار کیا ہوا تھا۔ کہ بیس برس کی لگتی تھی۔ رنگ گورا اور آنکھیں سیاہ تھیں۔ اس نے شب خوابی کا ریشمی سوٹ پہن رکھا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں تیسرا مسافر کوئی نہیں تھا۔ فرنٹیر میل تھوڑی دیر ٹھہر کر جالندھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

اینگلو انڈین عورت نے جبرو کی طرف تھرمس بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "تم مشروب پینا پسند کرو گے انسپکٹر؟"

جبرو نے نفی میں سر ہلا کر انکار کر دیا اور سگریٹ سلگا کر خاموشی سے اپنے الجھے ہوئے خیالات میں گم ہو گیا۔ ٹرین ابھی پلیٹ فارم پر کھسک ہی رہی تھی کہ بریکیں لگیں اور ٹرین رک گئی۔ اینگلو انڈین عورت نے قدرے گھبراہٹ میں پوچھا "ٹرین کیوں رک گئی؟"

جبرو بھی پریشان ہو گیا۔ وہ اپنے طور پر پریشان تھا اتنے میں فرسٹ کلاس کے اس بند کمپارٹمنٹ پر باہر سے کسی نے زور سے دستک دی۔ "دروازہ کھولئے۔"

جبرو کا ہاتھ ریوالور والی جیب میں چلا گیا۔ اس نے اٹھ کر دروازے کا بولٹ کھول دیا۔ وہ دھک سے رہ گیا۔ ایک انگریز فوجی لیفٹیننٹ دو گورکھے فوجیوں کے ساتھ اندر گھس آیا۔ جبرو چھلانگ لگا کر فرار ہونے کی سوچ رہا تھا کہ گورے فوجی نے عورت کی طرف دیکھ کر ہندوستانی میں کہا۔ "للی تھامسن! تمہیں میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہو گا۔"

جبرو کے سینے سے جیسے بوجھ اتر گیا۔ یہ فوجی اس عورت کی تلاش میں وہاں آئے تھے۔ اینگلو انڈین عورت نے گورے فوجی کو جھاڑ دیا اور بولی۔ "میرا نام للی تھامسن نہیں ہے۔ میں ششی سروٹے ہوں اور یہ میرے پتی انسپکٹر چندو سروٹے ہیں تم کون ہوتے ہو ایک شریف عورت سے اس طرح بات کرنے والے؟ میں تمہارے خلاف کیریژن کمانڈر سے شکایت کر دوں گی۔"

گورا فوجی چپ سا ہو گیا اس نے جبرو کی طرف گردن گھما کر دیکھا اور پوچھا۔ "مسٹر چندو سروٹے؟ کیا یہ تمہاری بیوی ہیں؟"

جبرو نے اینگلو انڈین عورت کی طرف دیکھا۔ اس کے حسین چہرے پر ایک عجیب سی عاجزی اور خاموش التجا تھی۔ جبرو نے گورے فوجی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیوں نہیں۔ یہ میری بیوی ششی ہے۔ تم جسے ڈھونڈ رہے ہو وہ یہاں نہیں ہے ہمیں آرام کرنے دو۔"

اینگلو انڈین عورت نے گہرا سانس لیا اور تیز آواز میں بولی۔ "میں انڈین ریلوے کے خلاف بھی رپورٹ کر دوں گی۔ پلیز! یہاں سے چلے جائیں یہ ہمارا آرام کا وقت ہے۔" گورا فوجی "سوری میڈم۔" کہتا ہوا کمپارٹمنٹ سے اتر گیا۔ اینگلو انڈین عورت نے جلدی سے دروازہ بند کر کے بولٹ چڑھا دیا اور اطمینان کا سانس لیتے ہوئے متشکرانہ انداز میں جبرو کی طرف دیکھا اور اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ "انسپکٹر! میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

جبرو نے کہا۔ "تم نے مجھے اپنا خاوند کیوں ظاہر کیا؟"

وہ عورت ہونٹوں کو تھوڑا سا سکیڑنے کے بعد مسکرائی اور کہا۔ "اس لئے کہ تم مجھے اچھے لگے تھے۔ تم پولیس انسپکٹر ہو۔ مجھ پر شک نہ کرنا۔ میں کسی کا خون کر کے نہیں بھاگی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ میں اپنے خاوند کے ظلم سے تنگ آ کر گھر سے بھاگی ہوں میرا خاوند فوج میں ہے۔ یہ فوجی اس کی رپورٹ پر یہاں آئے تھے۔ ہر عورت کو اپنے ظالم خاوند سے نجات حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔"

جبرو نے کہا۔ "مگر تم اس سے طلاق بھی لے سکتی ہو۔"

وہ عورت کہنے لگی۔ "وہ کہتا تھا طلاق لو گی تو گولی مار دوں گا اب تم بتاؤ میں کیا کرتی؟" پھر جبرو کی طرف ایک ادائے دلبری سے دیکھ کر بولی۔ "تمہارا نام کیا ہے انسپکٹر۔"

جبرو نے ریوالور والی جیب سے ہاتھ نکال لیا تھا۔ ٹرین امرتسر اسٹیشن کے یارڈ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے گزر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "چندو ہی میرا نام ہے۔"

اینگلو انڈین عورت چھوٹا سا قہقہہ لگا کر ہنس دی اور اٹھ کر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ جبرو نے اس عورت کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک دیکھی تھی جو صرف جرائم پیشہ عورتوں کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ جبرو نے سوچا کہ مجھے اس سے کیا سروکار ہے' دلی جا کر دوسری گاڑی پکڑ لوں گا۔ جہاں چاہے جاتی پھرے اینگلو انڈین عورت نے سگریٹ سلگا لیا۔ ہلکا سا کش لگا کر جبرو کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "انسپکٹر ویسے تم مجھے پولیس کے آدمی نہیں لگتے۔"

جبرو ایک دم سے چونک پڑا۔ یہ عورت کیا کہہ رہی تھی؟

○☆○

جبرو سوچنے لگا کہ اس اینگلو انڈین عورت نے یہ کیوں کہا کہ تم مجھے پولیس آفیسر نہیں لگتے یا تو اس نے جبرو کو پہچان لیا ہے' یا پھر وہ عورت بے انتہا زیرک اور قیافہ شناس ہے اور اس نے جبرو کے لب و لہجے سے اندازہ لگایا ہے کہ یہ شخص پولیس آفیسر نہیں ہو سکتا۔ جبرو نے سگریٹ سلگاتے ہوئے سر کو آہستہ سے جھٹک کر کہا۔ "اگر میں پولیس آفیسر نہیں ہوں تو پھر تمہیں کیا لگتا ہوں؟"

للی تھامسن نے مشروب کا ایک ہلکا سا گھونٹ لیا اور سگریٹ کا کش لگا کر جبرو کے قریب ہو کر بولی۔ "تم مجھے کسی فلم کے ہیرو لگتے ہو۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی اور بالوں کو آہستہ سے پیچھے جھٹک دیا۔

جبرو کو تسلی ہوئی کہ عورت نے اسے پہچانا نہیں۔ ٹرین امرتسر شہر کو پیچھے چھوڑ کر جالندھر کی طرف تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔ جبرو نے ایک جمائی لی اور بولا۔ "میں برتھ پر سوؤں گا۔ نیند آ رہی ہے۔"

للی نے انداز دلربائی سے جبرو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "انسپکٹر! مجھے یہ کہنے کی اجازت دو کہ تم بڑے احمق ہو۔"

للی' جبرو کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ جبرو اس کی مسکراہٹ کا مطلب اچھی طرح سمجھتا تھا مگر وہ جبرو تھا۔ وقتی اور سفلی جذبات میں بہ جانے والا نوجوان نہیں تھا۔ وہ اوپر برتھ پر جا کر لیٹ گیا۔ ٹرین جالندھر پہنچ کر تھوڑی دیر کو رکی اور پھر آگے روانہ ہو گئی۔ فرنٹیر میل ساری رات چلتی رہی۔ دن کافی نکل آیا تھا کہ ٹرین دلی اسٹیشن کے کشادہ پلیٹ فارم میں داخل ہو گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

للی نے جبرو کے قریب آکر کہا۔ "انسپکٹر! مجھے یقین ہے کہ تم کسی اور خاص طور پر پولیس کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں اپنے خاوند میجر تھامسن کے گھر سے بھاگ کر دلی آئی ہوں۔ تھامسن نے مجھ پر بڑے ظلم کئے ہیں۔ وہ مجھے اپنی لونڈی بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اب میں اس کے پاس کبھی نہیں جاؤں گی۔"

جبرو نے کہا۔ "میں کسی سے تمہاری بابت کوئی ذکر نہیں کروں گا۔"

للی نے جبرو کا ہاتھ تھام لیا اور بولی۔ "اگر کبھی تمہارا جی مجھ سے ملنے کو چاہے تو میں اس ٹیلی فون پر تمہیں مل سکتی ہوں۔"

للی نے جیب سے پاکٹ بک نکالی۔ ٹیلی فون نمبر لکھا۔ کاغذ پھاڑ کر جبرو کو دیا اور جبرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "مجھے امید ہے کہ تم مجھے ضرور فون کرو گے۔"

جبرو نے کاغذ کا ٹکڑا اپنی جیب میں رکھ لیا۔ ٹرین رک گئی۔ اس نے پیچھے مڑ کر بھی للی کی طرف نہ دیکھا اور جلدی سے نیچے اتر گیا۔ وہ پولیس انسپکٹر کی وردی میں تھا۔ ٹوپی اس کے سر پر نہیں تھی۔ پیٹی میں ریوالور لگا تھا اور اپنا پستول اس کی جیب میں تھا۔ دو کانسٹیبلوں نے اسے دیکھتے ہی سلیوٹ مارا۔ جبرو نے آہستہ سے ہاتھ اٹھا کر سلیوٹ کا جواب دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ریلوے اسٹیشن سے باہر آگیا۔ جبرو کو یہاں سے اتر پردیش کے جنگلوں میں اپنے اڈے پر پہنچنا تھا۔ جہاں وہ اپنے جگری یار کمالے اور دوسرے ڈاکو ساتھیوں کو چھوڑ آیا تھا۔

یہاں سے وہ ٹرین کی بجائے لاریوں پر آگے سفر کرنا چاہتا تھا۔ پولیس انسپکٹر کی وردی اس کے لئے ایک ڈھال بھی تھی اور اسے کسی مصیبت میں بھی پھنسا سکتی تھی۔ مگر اس کے پاس دوسرے کپڑے نہیں تھے۔ جبرو نے سوچا کہ اسے اسی وردی میں آگے سفر کرنا چاہئے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

پنجاب کے فسادات کا اثر دلی کی فضا سے ظاہر تھا ریلوے اسٹیشن کے آس پاس رش نہیں تھا۔ جو مسافر فرنٹیر میل سے اترے تھے۔ وہ مختلف سواریوں میں بیٹھ کر شہر

کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ ہر کوئی جلدی میں تھا۔ لوگوں کے چہروں پر خوف و ہراس تھا۔ اگرچہ دلی میں ابھی فسادات شروع نہیں ہوئے تھے مگر فضا میں ایک قسم کا تناؤ صاف محسوس کیا جاسکتا تھا۔

جبرو لاری اڈے پر آگیا۔ یہاں اس نے ایک لاری پکڑی اور اپنے علاقے کی طرف روانہ ہوگیا۔ راستے میں ایک جگہ اس نے لاری تبدیل بھی کی۔ دلی سے آگے حالات نسبتاً پرسکون تھے اور لوگوں میں زیادہ ہراس نہیں تھا۔ دوپہر کے بعد جبرو اس شہر میں پہنچ گیا جہاں سے اسے آگے جنگل میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس خفیہ اڈے پر پہنچنا تھا۔ یہاں سے وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ جب ٹیکسی شہر سے باہر دور ہرے بھرے کھیتوں کے آخری کنارے پر پہنچی تو جبرو نے ٹیکسی والے کو واپس بھیج دیا۔ ان کھیتوں کے پار درختوں کی ایک قطار مشرق سے مغرب کی طرف چلی گئی تھی۔ یہاں سے خطرناک گھنے جنگل کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جبرو جنگل میں سے گزر رہا تھا جو اس کا جانا پہچانا تھا۔ وہ پہاڑی کھڈ نالوں سے گزرتا اپنے اڈے کی طرف جارہا تھا اور دل میں مطمئن تھا کہ وہ اپنی بہن کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر خیریت سے اپنے علاقے میں واپس آگیا ہے۔

اب جنگل میں سیاہ چٹانوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ جبرو کا خفیہ اڈہ ان چٹانوں کی دوسری طرف تھا۔ وہ ایک چھوٹی ندی کا پل عبور کرکے گھاٹی میں اتر رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے انسانی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جبرو نے فوراً ریوالور نکال لیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے اس کا جگری یار کمالا کھڑا تھا۔ کمالے کے ہاتھ میں رائفل تھی اور چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اس نے جبرو کو دیکھ کر کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

جبرو نے آگے بڑھ کر کمالے کو گلے لگالیا اور بولا۔ "کمالے! میں بہن کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آیا ہوں اور یہ ہندو پولیس انسپکٹر کی وردی ہے جو میں نے پہن رکھی ہے۔ اڈے پر چلو تمہیں ساری کہانی سناتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمالے نے گہری سانس بھر کر کہا۔ "جبرو اب اڈے پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

جبرو نے کمالے کے چہرے کی طرف دیکھا۔ کمالے نے جبرو کو بازو سے تھاما اور جھاڑیوں کے پیچھے لے گیا یہاں اس نے بڑے دکھ کے ساتھ جبرو کو بتایا کہ ان کے سارے ساتھی پولیس مقابلے میں مارے جاچکے ہیں۔ اور اڈہ خالی پڑا ہے۔

"میں بڑی مشکل سے وہاں سے جان بچا کر نکل سکا' دو دن سے میں یہاں چھپ کر تمہارا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ میں جانتا تھا تم اسی راستے سے آؤ گے۔"

جبرو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "یہ۔ یہ سب کیسے ہو گیا؟ کیا تمہیں پولیس کا پہلے سے پتا نہیں چلا؟"

"کچھ پتا نہیں چل سکا جبرو۔ یہ سب کچھ اچانک ہو گیا ہم دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک چاروں طرف سے ہم پر گولیاں برسنے لگیں۔ ہمیں اپنے ہتھیار اٹھانے کی بھی مہلت نہ ملی اور پولیس ہمارے سر پر آگئی۔ پولیس کی نفری زیادہ تھی۔ گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے سارے ساتھی پولیس کی گولیوں سے چھلنی ہو گئے۔ میں ندی میں چھلانگ لگا کر جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔"

"یہ کب کا واقعہ ہے کمالے؟" جبرو نے غمگین آواز میں پوچھا۔

"جس روز تم یہاں سے امرتسر گئے اس کے دوسرے دن دوپہر کا واقعہ ہے۔"

جبرو کا سر جھک گیا۔ اس کا دل اپنے ساتھیوں کے غم میں خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اس نے کمالے کی طرف اپنا اداس چہرہ اٹھایا اور پوچھا۔ "ان کی لاشیں کہاں ہیں؟"

کمالے نے اسے بتایا کہ ساری لاشیں پولیس اٹھا کر لے گئی ہے اور اب وہ ان دونوں کی تلاش میں ہے۔ "میں یہاں دو روز سے صرف تمہاری خاطر چھپا ہوا تھا۔ اب ہمیں یہاں سے کسی دوسرے شہر کی طرف نکل جانا چاہئے۔ ہمارا یہاں زیادہ دیر رہنا ٹھیک نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پولیس کا کوئی نہ کوئی مخبر آس پاس ضرور نگرانی کر

رہا ہوگا۔"

"ہمارے گھوڑے کہاں ہیں؟"

کمالے نے بتایا کہ کچھ گھوڑے فائرنگ کی افراتفری میں بھاگ گئے تھے اور دو گھوڑے پولیس اپنے ساتھ لے گئی۔ جبرو نے گہری اور غضبناک آواز میں کہا۔ "کمالے میں یہاں کی پولیس سے اپنے آدمیوں کے قتل کا بدلہ لوں گا۔ جب تک ایک ایک کانسٹیبل کو ہلاک نہ کر لوں ..... یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

کمالے نے جبرو کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ "جبرو! تم جذبات میں بہ رہے ہو۔ حالات بڑے خراب ہیں باہر کے شہر سے بھی پولیس کی بھاری نفری یہاں پہنچی ہوئی ہے۔ ہم اکیلے اتنی بڑی نفری کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے؟"

جبرو نے اپنی آواز کو دباتے ہوئے کہا۔ "مگر کمالے میرے بڑے قیمتی آدمی مار دیئے گئے ہیں۔ میں مرنے کے بعد انہیں کیا منہ دکھاؤں گا۔"

کمالا بولا۔ "اس وقت ضرورت یہاں سے دوسری جگہ روپوش ہو جانے کی ہے۔ بعد میں ہم بدلہ لینے کے لئے کوئی منصوبہ بنا سکتے ہیں۔ ابھی یہاں سے نکل چلو۔ آؤ میرے ساتھ۔ ہم کم از کم یہاں سے تو نکل چلیں۔"

جبرو نے کہا۔ "میں یہ پولیس کی وردی تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔"

کمالے نے کہا۔ "ہم اس وقت پرالی گاؤں میں اپنے پرانے ساتھی شجو ڈرائیور کے گھر جائیں گے۔ وہاں کوئی پروگرام بنا لیں گے کہ آگے کہاں جانا چاہئے۔"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ کمالا اس کے ساتھ تھا۔ دونوں جنگل کے دشوار گزار علاقے سے گزرتے ہوئے جنگل کے جنوبی کنارے کی طرف روانہ ہو گئے۔ دو گھنٹے کے بعد وہ جنگل کے جنوبی کنارے سے باہر نکل گئے۔ اب ایک ویران کھلا میدان شروع ہو گیا تھا۔ جہاں کہیں کہیں جنگلی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ سورج غروب ہو رہا تھا کہ وہ پرالی گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔ گاؤں سے کچھ دور کمالے نے جبرو سے کہا۔ "تم یہاں ٹھہرو جبرو۔ میں گاؤں جا کر شجو کو دیکھتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمالا چلا گیا۔ " جبرو کیکر کے ایک درخت تلے بیٹھ گیا اسے اپنے ساتھیوں کی موت کا بڑا افسوس تھا' مگر جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ کمالا گاؤں کے باہر باہر سے ہوتا ہوا شجو کے مکان پر آگیا۔ شجو کے مکان کے باہر ایک پرانی جیپ کا ڈھانچہ کھڑا تھا۔ شجو کی بیوی صحن میں چولہا جلا رہی تھی۔ وہ کمالے کو جانتی تھی۔ کمالے نے سلام کیا اور شجو کے بارے میں پوچھا۔ ایک ناٹے قد اور گٹھے ہوئے بدن کا آدمی کوٹھری سے باہر نکل آیا۔ اس نے کمالے کو گلے لگایا اور بولا۔ "خیریت..... سب ٹھیک ہے نا۔ اندر آجاؤ۔"

کوٹھری میں جاکر کمالے نے شجو کو بتایا کہ اس کے ساتھ جبرو بھی ہے۔ شجو کا چہرہ کچھ متفکر سا ہو گیا کہنے لگا۔ " یہاں حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ صبح ایک پولیس والا میں نے گاؤں میں پھیرتے دیکھا تھا لیکن تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جبرو کو لے آؤ۔"

تھوڑی دیر میں جبرو بھی اس کی کوٹھری میں بیٹھا تھا۔ جبرو نے سب سے پہلے پولیس کی وردی اتار کر دوسرے کپڑے پہنے۔ پھر وہ شجو سے مخاطب ہو کر بولا۔ " شجو بھائی! ہم تمہیں خطرے میں نہیں ڈالیں گے صرف ایک رات تمہارے ہاں ٹھہریں گے تم ہمیں صرف اتنی خبر لا دو کہ شہر کے تھانے میں پولیس کی نفری کتنی ہے؟"

شجو بولا۔ "جبرو بھائی! تم جب تک چاہو میرے پاس ٹھہر سکتے ہو۔ میں مصیبت کے وقت تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ ہاں تھانے کی نفری کے بارے میں تمہیں کل شام تک پوری خبر لا دوں گا۔ مگر تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

جبرو بولا۔ " یہ بھی تمہیں بتا دوں گا۔ تم صرف مجھے تھانے کی نفری کی پوری پوری اطلاع لا دو کسی طرح سے۔"

شجو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی ہو جائے گا۔ پہلے میں تمہارے لئے روٹی کا بندوبست کرتا ہوں۔"

رات کو تینوں دوستوں نے کوٹھری میں مل کر کھانا کھایا۔ کمالے اور جبرو کے لئے کوٹھری میں ہی بستر لگا دیئے گئے شجو صحن میں سویا۔ مگر سونے سے پہلے اس نے گاؤں

کا چکر لگا کر تسلی کر لی تھی کہ وہاں پولیس کا کوئی مخبر موجود نہیں ہے۔ دوسرے دن شجو خود شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ کمالا اور جبرو اس کے مکان میں ہی رہے۔ دوپہر کے بعد شجو واپس آگیا۔ اس نے بتایا کہ تھانے میں پولیس کی بھاری نفری موجود ہے پولیس جبرو اور کمالے کی تلاش میں ہے۔

کمالے نے یہ سن کر جبرو سے کہا۔ " جبرو! میری مانو۔ پولیس سے بدلہ لینے کا معاملہ ابھی ملتوی کر دو۔ اس وقت ہمیں اپنی جانیں بچانے کی ضرورت ہے۔"

شجو نے کہا۔ "مگر تم لوگ کہاں جاؤ گے۔ پولیس تو سارے علاقے میں پھیلی ہوئی ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ ابھی تک اس گاؤں میں کیوں نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے آج ادھر بھی آجائے۔"

جبرو خاموش تھا۔ کمالا کہنے لگا۔ "یہی حال پنجاب میں ہے۔ سنا ہے وہاں فسادات بھی شروع ہو گئے ہیں۔ اس اعتبار سے وہاں دہرا خطرہ ہے۔ پنجاب کی چھاؤنیوں میں گورا فوج بھی آگئی ہے۔ ہندو سکھوں نے پاکستان کے خلاف مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا ہے۔"

شجو کہنے لگا۔" میری رائے یہ ہے کہ تم دونوں کشمیر کی طرف نکل جاؤ۔ وہاں ویسے بھی مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ وہاں تم جب تک چاہو آسانی سے کسی جگہ چھپ سکتے ہو۔ کشمیری مسلمان بڑے وطن پرست ہیں اور پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ تمہاری حفاظت کریں گے۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں تم یہاں واپس آسکتے ہو۔"

کمالے نے جبرو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ " شجو کی رائے مجھے اچھی لگی ہے جبرو۔ کشمیر میں میرا ایک کشمیری ہانجی دوست ہے۔ ہم اس کے گاؤں میں جا کر رہ سکتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا گاؤں ہے اور سرینگر کے قریب ہی ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

جبرو نے بے دلی سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ " ٹھیک ہے۔ جو جی میں آئے کرو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شجو بولا۔ "مگر تمہیں پنجاب سے ہو کر کشمیر جانا ہوگا اور پنجاب میں فسادات کے علاوہ تم دونوں کی تصویریں اخباروں میں چھپ چکی ہیں۔"

کمالا کہنے لگا " شجو بھائی خطرہ کہاں نہیں ہے۔ سارے ہندوستان میں ہمارے لئے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ تو کیا ہم عورتوں کی طرح ڈر کر بیٹھ جائیں؟ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ تم ایسا کرو۔ میری رائفل اپنے پاس رکھو یا اسے کہیں دبا دو۔ اس کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی ریوالور ہو تو مجھے لا دو۔"

جبرو نے کہا۔ "میرے پاس فالتو ریوالور ہے۔ یہ تم رکھ لو۔ گولیاں بھی ہیں۔"

شجو بولا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ تم دونوں کو اپنا حلیہ بدل کر سفر کرنا چاہئے۔ اس حلیے میں تم پہچانے جاؤ گے۔"

کمالے نے اپنی ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جبرو کی طرف دیکھا۔ "کیا خیال ہے جبرو؟"

جبرو ایک پل کے لئے چپ رہا۔ پھر بولا۔ " حلیہ بدلنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہم راتوں کو سفر کریں گے۔ اگر پھر بھی کسی نے پہچان لیا تو اسے وہیں پر ختم کر دیں گے۔"

کمالا جبرو کی طبیعت سے واقف تھا۔ اس نے کوئی اعتراض نہ کیا اور شجو سے کہنے لگا۔ " ٹھیک ہے۔ ہم آج رات یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

شجو نے پوچھا۔ "تمہارے پاس رقم کم ہو تو مجھ سے کچھ پیسے لے لو۔ میرے پاس اس وقت پانچ سو روپے ہیں۔"

کمالے نے جیب سے بٹوا نکالتے ہوئے کہا۔ "پیسوں کی فکر نہیں۔ میرے پاس کافی روپے ہیں۔"

جبرو اپنے پستول میں گولیاں بھر رہا تھا۔ سارا دن انہوں نے پرائی گاؤں کے اس مکان میں بند رہ کر گزار دیا۔ جب رات کو کھانا کھایا اور چلنے کے لئے تیار ہو گئے اس وقت رات کے نو بجے کا عمل تھا۔ گاؤں پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کمالے اور جبرو کو

معلوم تھا کہ انہیں کس راستے سے گزر کر کہاں جانا ہوگا۔ انہوں نے شجو سے ہاتھ ملایا اور اس کے مکان سے نکل کر رات کے اندھیرے میں گم ہو گئے۔

ایک کچی سڑک دوسرے گاؤں کی طرف جاتی تھی اس گاؤں سے آگے شمال کی طرف ایک قصبہ تھا۔ جہاں سے شہر جانے والی لاری گزرتی تھی۔ آدھی رات کے وقت جبرو اور کمالا اس قصبے کے لاری اڈے پر آکر ایک طرف بنچ پر بیٹھ گئے۔ وہ ہر طرف سے چوکس تھے۔ لاری اڈے پر کوئی دوسرا مسافر نہیں تھا۔ قصبے کے لوگ گھروں میں گہری نیند سو رہے تھے۔

کمالے نے جبرو سے کہا۔ " تم بنچ پر کچھ دیر سو جاؤ۔ میں جاگ رہا ہوں۔"

جبرو بنچ پر لیٹ کر سو گیا۔ کمالا جاگتا رہا۔ لاری صبح کے وقت وہاں سے گزرتی تھی۔ رات کے پچھلے پہر جبرو اٹھ بیٹھا۔ پھر اس نے کمالے کو سلا دیا۔ سورج نکلنے سے کچھ پہلے لاری اڈے پر ایک آدمی نے آکر چائے کی دکان کھلی اور انگیٹھی جلانے لگا۔ قصبے میں بھی زندگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ کمالا بھی جاگ گیا۔ دونوں نے چادروں سے اپنا منہ سر لپیٹ رکھا تھا تاکہ ایک نظر میں انہیں کوئی پہچان نہ لے۔ اپنے ہاتھ چادروں کے اندر انہوں نے پستول اور ریوالور پر رکھے ہوئے تھے۔ لاری اڈے پر قصبے میں سے دو تین مسافر بھی آکر بیٹھ گئے۔ وہ آگے کے شہر جانے والے تھے۔

تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ دن کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی اور پھر لاری بھی آگئی۔ جبرو اور کمالا دونوں لاری میں سوار ہو گئے اور لاری دوسرے مسافروں کو بھی لینے کے بعد آگے چل پڑی۔ دو گھنٹے تک لاری چلتی رہی۔ راستے میں کچھ مسافر اترے، کچھ چڑھے۔ اب ایک شہر کے آثار نظر آنے لگے۔ جبرو نے کمالے کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے اور شہر کی آبادی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ کمالے نے لاری کو رکوایا اور وہ دونوں نیچے اتر گئے۔

جبرو نے کمالے سے کہا۔ "ہمیں دن یہاں کسی محفوظ جگہ گزارنا ہوگا۔ شام کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد آگے روانہ ہوں گے۔"

وہاں سے وہ کھیتوں سے گزرتے ہوئے ایک مندر کے عقب میں آکر پیپل کے درخت تلے بیٹھ گئے۔ یہ پیپل ایک خشک تالاب کے کنارے اگا ہوا تھا۔ کمالا ایک دکان سے کھانے کو لے آیا۔ انہوں نے وہیں بیٹھ کر کھانا وغیرہ کھایا اور شام ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ مندر کی طرف لوگوں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ یہاں انہوں نے باری باری نیند بھی پوری کرلی۔ جب شام ہوئی تو لاری میں سوار ہوکر آگے چل پڑے۔ یونہی دن کو آرام کرتے اور راتوں کو سفر کرتے جبرو اور کمالا دلی پہنچ گئے لیکن سیدھے دلی جانے کی بجائے وہ فرید آباد میں ہی اتر گئے۔ اس زمانے میں فرید آباد اور دلی کے درمیان سارا علاقہ ویران تھا۔ اور یہاں ایک پرانا مقبرہ ہوا کرتا تھا۔

فرید آباد پہنچتے دن نکل آیا تھا۔ کمالے اور جبرو نے پرانے مقبرہ میں پناہ لی۔ یہ ویران مقبرہ تھا جس کے اندر ایک شکستہ قبر تھی۔ جبرو قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ کمالے نے کہا۔ "میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں تم اتنی دیر آرام کرلو۔ یہ اجاڑ جگہ ہے کسی کے آنے جانے کا خطرہ نہیں ہے۔"

کمالا چلا گیا۔ جبرو وہیں ٹانگیں لمبی کرکے لیٹ گیا۔ ساری رات کا جاگا ہوا تھا۔ فوراً سو گیا۔ کمالا جب روٹیاں اور کباب لے کر آیا تو جبرو گہری نیند سو رہا تھا۔ کمالے نے اسے جگا دیا۔ دونوں نے مل کر کھانا کھایا جس کے بعد جبرو دوبارہ سو گیا۔ اور کمالا پہرہ دیتا رہا۔ دو گھنٹے بعد وہ اٹھا اسی طرح انہیں وہاں شام ہوگئی۔ کمالا جاگ گیا تھا۔ کہنے لگا۔ "ہمیں اب لاری کی بجائے ٹرین میں سفر کرنا چاہئے۔ لاری میں ہم محفوظ نہیں ہوں گے۔ سڑک پر خطرہ ہے۔ ٹرین میں خطرہ نہیں ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

جبرو بولا۔ "مگر ہم دلی سے نہیں غازی آباد سے ٹرین پکڑیں گے۔ اس لئے ہمیں یہاں سے غازی آباد جانا ہوگا۔"

جونہی رات کا اندھیرا ہوا دونوں ساتھی مقبرے سے نکلے اور بڑی سڑک پر آ گئے۔ کافی آگے جاکر انہیں ایک ٹیکسی مل گئی۔ اس میں سوار ہوئے اور ڈرائیور کو غازی آباد چلنے کو کہا۔ غازی آباد وہاں سے کافی دور تھا۔ کمالے نے ڈرائیور کو پچاس روپے دیئے۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کو بڑی سڑک پر ڈال دیا۔ جبرو نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ شہر کے اندر سے ہو کر جانے کی بجائے شہر سے باہر ہو کر سفر کرے۔

ڈرائیور سمجھ گیا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ مگر اسے پیسے مل گئے تھے۔ وہ آرام سے گاڑی چلاتا ہوا ٹیکسی کو دلی کے بیرونی علاقے سے گزار کر جمنا کی طرف لے آیا۔ یہاں اس نے جمنا کے پل کو پار کرنا تھا۔ جبرو اور کمالا دونوں کو خدشہ تھا کہ پل پر کہیں پولیس نہ موجود ہو۔ پل ابھی دور تھا کہ کمالے نے گاڑی رکوا دی وہ خود نیچے اتر کر پل کی طرف گیا۔ پیچھے سے آکر اس نے دیکھا کہ پل پر پولیس موجود نہیں تھی۔ معمولی سا ٹریفک چل رہا تھا۔ واپس آکر وہ ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور ڈرائیور کو پل کے پار چلنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی دریائے جمنا کے پل کے اوپر آگئی لیکن جونہی پل کے اوپر تھوڑی دور آگے نکلی۔ پل کے ایک طرف اندھیرے میں سے ایک آدمی نکلا۔ اس نے جیب سے چھوٹا سا ریڈیو ٹرانسمیٹر نکال کر پل کی دوسری طرف موجود پولیس کو سگنل دیا کہ جس کی تلاش ہے وہ پل پر آگئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی پل کی دوسری طرف سے پولیس کی جیپ جس میں سات کانسٹیبل سوار تھے۔ پل پر چڑھ گئی۔ کانسٹیبلوں نے رائفلیں تان رکھی تھیں۔ کمالا اور جبرو ٹیکسی میں بیٹھے سامنے دیکھ رہے تھے۔ اچانک انہیں سامنے سے ایک گاڑی آتی نظر آئی۔ انہوں نے سمجھا کہ کوئی عام گاڑی ہوگی۔ مگر پولیس نے عام گاڑیوں کے لئے ٹریفک اسی وقت دونوں طرف سے روک دی تھی۔ ایک دم سے پولیس کی جیپ میں سے تیز روشنی نکل کر جبرو کی ٹیکسی پر پڑی۔ ساتھ ہی دو ہوائی فائر ہوئے اور سپیکر پر پولیس انسپکٹر کی آواز بلند ہوئی۔

"جبرو! تم پولیس کی زد میں ہو۔ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کردو۔"

جبرو اور کمالے نے یہ آواز سنی تو ڈرائیور کو چلا کر ٹیکسی روکنے کو کہا۔ ٹیکسی ابھی رکی نہیں تھی کہ جبرو نے چیخ کر کہا۔ "دریا میں کود جاؤ کمالے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے ساتھ ہی جبرو نے ایک طرف سے اور کمالے نے دوسری طرف سے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور طوفان کی طرح دوڑ کر پل پر سے نیچے چھلانگیں لگا دیں۔ ان کے دریا میں گرتے ہی اوپر سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ دریا کی لہریں تیزی سے بہ رہی تھیں۔ اندھیرے میں دریا میں گرتے ہی دونوں پانی کے اندر نیچے ہی نیچے اترتے چلے گئے۔ دونوں پل کے عین نیچے کودے تھے جہاں قیامت کے بھنور پڑ رہے تھے۔ پل کے ستونوں کے پاس دریا کی لہریں طوفانی انداز میں چکرا رہی تھیں۔ ایک پل کے لیے وہ اس بھنور میں پھنس کر رہ گئے۔

گولیاں ان کے آس پاس گر رہی تھیں۔ پولیس پل کے اوپر سے دھڑا دھڑ فائرنگ کر رہی تھی۔ جبرو اور کمالا دونوں زبردست تیراک تھے۔ بھنور میں پھنسنے کے چند لمحوں کے بعد ہی وہ اس میں سے نکل گئے۔ پہلے جبرو بھنور سے نکلا اور تیز لہروں میں بہتا کہیں سے کہیں نکل گیا۔ اس کے بعد کمالا غوطہ لگا کر پانی کے اندر ہی اندر آگے نکل گیا۔ دریا پر اندھیرے کی گہری چادر تنی ہوئی تھی۔ پانی کے بہاؤ نے انہیں ایک دوسرے سے کافی دور کر دیا تھا۔ جبرو آگے ہی آگے تیرتا چلا جا رہا تھا۔ اس نے تیرتے تیرتے آگے جا کر گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ پل کی روشنیاں دور ہو گئی تھیں۔ رات کی تاریکی میں اسے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

کمالا جبرو سے کافی پیچھے بائیں جانب دریا کی سطح سے ابھرا اور تیزی سے کنارے کی طرف چلا۔ دریا کا پاٹ پل کے پاس کافی چوڑا تھا۔ دونوں کو معلوم تھا انہیں تیرتے تیرتے بائیں جانب والے کنارے کی طرف جانا ہے جو دریا کے پل کی دوسری طرف تھا۔ مگر دونوں دوست ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے اور پانی کی رفتار موجیں انہیں ایک دوسرے سے مزید دور کر رہی تھیں، پولیس کی فائرنگ رک گئی تھی۔ اس حقیقت کا بھی دونوں کو احساس تھا کہ پولیس جیپ لے کر دریا کے کنارے پر آ کر انہیں تلاش کرے گی جس طرف وہ جا رہے تھے۔ چنانچہ اس خیال کو ذہن میں رکھتے ہوئے دونوں دریا کے بہاؤ کی جانب کافی آگے نکل کر دریا سے باہر

چاہتے تھے تاکہ ان کے اور پولیس کے درمیان فاصلہ کافی پڑ جائے۔

دریا کا پاٹ مزید چوڑا ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے جبرو دریا سے باہر نکلا۔ دریا کا کنارا دلدلی تھا اور بے پناہ سرکنڈے اگے ہوئے تھے۔ ان سرکنڈوں کی وجہ سے جبرو دلدل میں دھنسنے سے بچ گیا۔ اگر سرکنڈے نہ ہوتے تو دلدل نے جبرو کو بڑی آسانی سے زمین کے اندر کھینچ لیا ہوتا۔ اس کے باوجود جبرو کے پاؤں پنڈلی تک دلدل میں دھنسے جا رہے تھے۔ وہ سرکنڈوں کو پکڑ پکڑ کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو آگے کی طرف جھکا رکھا تھا۔ اس کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پیچھے دریا کا چوڑا پاٹ تھا۔ کسی نہ کسی طرح جبرو سرکنڈوں میں سے اپنے آپ کو نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ کنارا چھ سات فٹ اونچائی پر تھا۔ جبرو کنارے پر آ گیا۔ اس نے پل کی طرف دیکھا۔ پل کی دھندلی روشنیوں کے سوا اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پولیس کی جیپ شاید ادھر نہیں آ سکی تھی۔

اب جبرو کی نظریں دریا میں کمالے کو ڈھونڈنے لگیں مگر کمالا وہاں کہیں نہیں تھا۔ یہ اس کے انتظار کرنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ جلد از جلد اس علاقے سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر اپنے آپ کو چھپانا چاہتا تھا۔ کیونکہ پولیس وہاں پر موجود تھی اور سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ علاقے کو پولیس نے اپنے گھیرے میں نہ لے رکھا ہو۔ جبرو کے کپڑے گیلے تھے۔ پنڈلیوں تک دلدل کا کیچڑ چڑھا ہوا تھا وہ اٹھا اور کنارے سے نیچے اتر کر ریتلی زمین پر جنوب کی طرف بھاگا۔ آگے کھیت شروع ہو گئے۔ جہاں کہیں کہیں درختوں کے سیاہ جھنڈ تھے۔ جبرو کھیتوں میں اتر گیا اور فصل کے درمیان سے ہو کر تیز تیز چلنے لگا۔

ایک جگہ کھیتوں میں مچان بنا ہوا تھا۔ مچان کے اوپر چھت پڑی تھی مگر آدمی کوئی نہیں تھا۔ جبرو مچان پر چڑھ گیا اور اس نے رات کے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دریا اور پل کی طرف دیکھا۔ اسے پل کی طرف سے جیپ کے انجن کے گھر گھر رنائی دی۔ وہ سمجھ گیا یہ آواز پولیس کی جیپ ہی کی ہو سکتی ہے۔ کمالا اسے کہیں نظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں آیا تھا۔ جیپ کی بتیاں درشن نہیں تھیں۔ صرف آواز بلند ہو رہی تھی جو لحہ بہ لحہ قریب ہوتی جا رہی تھی۔ جبرو نے مچان پر سے نیچے چھلانگ لگا دی اور کھیتوں میں بھاگ اٹھا۔ جس طرف اس کا منہ تھا۔ دور کسی بستی کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

جبرو آبادیوں سے بچنا چاہتا تھا۔ آبادی کا رخ کرنا اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کرنے کے برابر تھا۔ اس نے تھوڑا سا زاویہ بدل دیا اور دریا اور بستی کے بیچ میں سے ہو کر دوڑنا شروع کر دیا۔ جبرو کا جسم مضبوط اور ہمت جوان تھی۔ اسے دوڑنے کی بھی کافی مشق تھی۔ اس نے اپنی جوانی کو بھی سنبھال کر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دوڑنے کے باوجود اس کا سانس نہیں پھولا تھا۔ وہ کھیتوں میں دوڑتا چلا گیا۔ پھر کھیت ختم ہو گئے اور ایک کلر زدہ میدان شروع ہو گیا۔ جبرو نے یہ میدان بھی پار کر لیا۔ سامنے ایک چوڑا برساتی نالہ آ گیا۔ نالے میں پانی نہیں تھا۔ جبرو نے نالے کو درمیان میں سے پار کیا اور دوسرے کنارے پر آ کر پیچھے دیکھا۔

پولیس کی گاڑی کی آواز بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ اسے کچھ تسلی ہوئی کہ پولیس اب اس کے پیچھے نہیں آ رہی۔ وہ تھوڑی دیر کو سانس لینے اور کمالے کا سراغ لگانے کے لئے وہاں بیٹھ گیا۔ پولیس کی جیپ کی آواز رات کی خاموشی میں دریا کے ساتھ ساتھ آگے کی طرف نکل گئی تھی۔ اب جبرو کو یہ تشویش لاحق ہوئی کہ کہیں کمالا پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دور دریا کی جانب فائر کی آواز گونجی یہ تھری ناٹ تھری رائفل کا فائر تھا۔ اس کے ساتھ ہی اوپر تلے چار فائر ہوئے۔ یہ چاروں کے چاروں فائر بھی تھری ناٹ تھری کے تھے۔ جبرو کا چہرہ ساکت ہو گیا۔ ظاہر ہے پولیس نے کمالے کو دریا میں دیکھ لیا ہوگا اور اس پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ جبرو دل میں کمالے کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگا کمالے کے پاس ریوالور تھا مگر ریوالور کا ایک بھی جوابی فائر نہیں ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کمالا ابھی تک دریا میں ہو اور فائر نہ کرسکا ہو۔ جبرو کے دل میں طرح طرح کے خیال آنے شروع ہو گئے۔ کیونکہ فائرنگ

بند ہو گئی تھی۔ کہیں کمالا مارا تو نہیں گیا۔ کہیں وہ پولیس کے ہاتھ تو نہیں آ گیا۔

جبرو کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ جیپ کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور پھر آواز نے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ جبرو اٹھا اور ایک بار پھر اس نے آگے کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ کچھ فاصلے پر اسے سڑک کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ وہ سڑک سے ہٹ کر نکل جانا چاہتا تھا مگر جیپ کی آواز اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ جیپ اب شاید کلر زدہ میدان میں داخل ہو گئی تھی۔ اچانک جیپ کی ہیڈ لائٹس روشن ہو گئیں۔ جبرو پر جیپ کی روشنی پڑی تو اس نے اپنی رفتار تیز کر دی اور چند لمحوں میں ایک کھائی کے اوپر سے کودتا ہوا سڑک پر آ گیا۔ یہ چھوٹی مگر پختہ سڑک تھی جس کی ایک جانب درختوں کی قطار تھی اور دوسری جانب پرانی وضع کی انگریزی ٹائپ کی چھوٹی چھوٹی کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان کوٹھیوں کے ورانڈوں میں کہیں کہیں دھیمی دھیمی روشنی ہو رہی تھی۔

جبرو دو کوٹھیوں کے درمیان چھوٹے سے کچے راستے پر آ گیا اس کے پیچھے جیپ کی روشنی اس کا برابر تعاقب کر رہی تھی۔ دو فائر ہوئے۔ رات کی خاموش فضا تھری ناٹ تھری کے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ جبرو اونچی اونچی ٹاہلیوں کے بیچ میں بھاگتا جا رہا تھا کہ ایک اور فائر ہوا اور گولی اس کے بالکل قریب سے ہو کر سنسناتی ہوئی نکل گئی۔ جبرو خطرے میں گھر گیا تھا۔ کیونکہ اس کے سامنے بھی کوٹھی کی عقبی دیوار تھی جو چھ سات فٹ اونچی ہو گی۔ جبرو ایک دلیر آدمی تھا۔ وہ پولیس کے آگے یونہی ہتھیار پھینکنے والا نہیں تھا۔ ابھی پولیس کی جیپ کی روشنی اس چھوٹے سے کچے راستے پر نہیں پڑی تھی۔ مگر جیپ اسی طرف آ رہی تھی۔

جبرو کے سامنے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ جبرو نے اچھل کر دیوار کی اوپر والی اینٹوں کو پکڑ لیا۔ پھر بغیر کچھ سوچے سمجھے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ جھاڑیوں میں گرا۔ یہ چھوٹی سی پرانی انگریزی وضع کی کوٹھی کا پچھلا حصہ تھا۔ یہاں عقب کی جانب روشنی بالکل نہیں تھی۔ کوٹھی کے سامنے کی طرف ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو جھاڑیوں میں گرنے کے بعد آہستہ سے اٹھا۔ یہ گارڈینیا کی جھاڑیاں تھیں جن میں کانٹے نہیں ہوتے۔ اب جیپ کی روشنی دیوار کے عقب میں پڑی اور ساتھ ہی جیپ کی روشنی دیوار کے عقب میں پڑی اور ساتھ ہی جیپ کی آواز بھی سنائی دی۔ پولیس کی جیپ کوٹھیوں کے درمیان والے اس چھوٹے سے راستے میں آگئی تھی۔ جبرو کا پکڑا جانا یقینی تھا۔ وہ اٹھا اور اس نے جیب سے پستول نکال لیا۔ پولیس کی جیپ کوٹھی کی عقبی دیوار کے سامنے آکر ایک دھچکے سے رک گئی۔ انسپکٹر جیپ سے باہر کودا۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ دیوار پھلانگ جاؤ۔ جبرو دوسری طرف کودا ہوگا۔

آواز جبرو نے سنی تو جھاڑیوں سے چیتے کی طرح زقند بھر کر نکلا اور کوٹھی کے دوسرے ورانڈے میں آگیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب پولیس مقابلہ ہوگا۔ جب تک وہ زندہ ہے پولیس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس کے پستول میں میگزین بھرا ہوا تھا۔ فالتو گولیاں بھی اس کی جیب میں تھیں۔ سامنے ایک جالی دار دروازہ تھا۔ اس کمرے میں کوئی بیدار ہو گیا تھا۔

جبرو دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ تھوڑا سا کھول کر تحکمانہ انداز میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

آواز نسوانی تھی۔ دوسری طرف پولیس کے کانسٹیبل کوٹھی کی عقبی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو چکے تھے۔ جبرو کو اور کچھ نہ سوجھا' اس نے دوڑ کر آدھ کھلے دروازے کو دھکا دیا اور عورت سمیت کمرے کے اندر آگیا۔ عورت اس کے طاقتور دھکے سے پیچھے رکھے ہوئے صوفے پر گر پڑی تھی۔ جبرو نے جلدی سے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ اسے علم ہی نہیں تھا کہ عورت کے ہاتھ میں بھی پستول ہے۔ ابھی وہ کنڈی لگا ہی رہا تھا کہ پیچھے سے عورت نے سختی سے کہا۔ "ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ نہیں تو گولی چلا دوں گی۔"

جبرو کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ پولیس مقابلے میں اس بات کا امکان تھا کہ

وہ ہلاک ہو جاتا مگر عورت کے ہاتھوں وہ نہیں مر سکتا تھا۔ یہ اس کے دل میں اتنا پختہ یقین تھا کہ اس نے عورت کے چیلنج کی بالکل پروا نہ کی اور واپس مڑ کر بولا۔ "پستول پھینک دو نیچے۔"

کمرے میں پرانی طرز کا ٹیبل لیمپ پلنگ کے سرہانے روشن تھا۔ اس کی روشنی دھیمی تھی مگر اس دھیمی روشنی میں بھی جبرو نے اس عورت کو پہچان لیا۔ یہ وہی اینگلو انڈین عورت للی تھامسن تھی۔ جو اسے امرتسر سے دلی آتے ہوئے ٹرین کے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں ملی تھی۔ اور جس نے جبرو کو اپنا ٹیلی فون نمبر بھی دیا تھا اور اسے پولیس انسپکٹر کی وردی میں دیکھ کر کہا تھا کہ تم پولیس آفیسر نہیں لگتے۔

للی نے ابھی تک جبرو کو نہیں پہچانا تھا۔ اس لئے کہ جبرو پولیس کی وردی میں نہیں تھا۔ اس نے سر پر چادر لپیٹ رکھی تھی۔ للی نے پستول کی نالی کا رخ جبرو کی آنکھوں کی طرف کر دیا اور بولی۔ "اپنا پستول پھینک دو۔"

جبرو نے فوراً سر پر سے چادر ہٹا دی اور بولا۔ "للی میں پولیس انسپکٹر ہوں جو تمہیں ٹرین میں ملا تھا اور جس کو تم نے اپنا فون نمبر دیا تھا۔"

اب للی نے بھی جبرو کو پہچان لیا۔ اتنے میں باہر پولیس پہنچ چکی تھی۔ بیڈ روم کے روشندان میں سے باہر آتی روشنی دیکھ کر پولیس انسپکٹر نے دروازے پر دستک دی اور انگریزی میں کہا۔ "سر! معافی چاہتا ہوں مگر میں پولیس انسپکٹر جے سنگھ ہوں۔ ہم ایک قاتل اور مفرور ڈاکو کی تلاش میں ہیں۔ جو ابھی اس کوٹھی میں کودا ہے۔ براہ مہربانی دروازہ کھولیں۔"

للی نے فوراً جبرو کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور اسے بیڈ روم کے عقبی دروازے سے نکال کر ایک چھوٹے سے اسٹور روم میں لے گئی اور دبی زبان میں کہا۔ "اس جگہ چھپے رہو۔ آواز نہ نکالنا۔"

للی نے اسٹور روم کو تالا لگایا اور بیڈ روم میں آگئی۔ اس نے پستول سرہانے کے نیچے رکھا اور جمائی لیتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ اس کے سامنے ایک پولیس انسپکٹر اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چار کانسٹیبل کھڑے تھے۔

ان دنوں اینگلو انڈین لوگوں کا بڑا رعب ہوا کرتا تھا۔ لِلی نے کسی قدر کرخت لہجے میں انگریزی میں کہا۔ "تم مجھے آدھی رات کو ڈسٹرب کرنے والے کون ہوتے ہو؟ کیا تمہارے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں؟ کوئی مجرم بھاگ گیا ہے تو وہ میرے بیڈ روم میں کہاں سے آ جائے گا؟"

پولیس انسپکٹر ایک اینگلو انڈین عورت اور اس کی انگریزی سے گھبرا گیا۔ فوراً معذرت کرنے لگا۔ "آئی ایم سوری میڈم۔"

لِلی نے غصے سے کہا۔ "جاؤ اسے کوٹھی سے باہر تلاش کرو۔ تم کیسے پولیس انسپکٹر ہو کہ لوگوں کو پریشان کرتے پھرتے ہو۔ میں تمہاری شکایت پولیس کمشنر سے کروں گی۔"

ہندو پولیس انسپکٹر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ "میڈم غلطی ہو گئی۔ معاف کر دیں پلیز۔" پھر سپاہیوں کی طرف دیکھ کر غصے سے حکم دیا۔ "ساتھ والی کوٹھی میں دیکھو چل کر۔"

لِلی نے زور سے دروازہ بند کر دیا۔ ساتھ ہی دروازے کی جھری میں سے باہر تکنے لگی۔ پولیس انسپکٹر اپنے سپاہیوں کو لے کر کوٹھی کے گیٹ سے جتنی تیزی سے نکل سکتا تھا نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد لِلی نے اطمینان کا سانس لیا اور اسٹور روم کا دروازہ کھول کر جبرو سے کہا۔ "آ جاؤ پولیس چلی گئی ہے۔"

جبرو لِلی کے پیچھے پیچھے بیڈ روم میں آ گیا۔ لِلی نے جبرو کی طرف گہری نظروں سے تکتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔ "میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ تم مجھے پولیس آفیسر نہیں لگتے۔"

جبرو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ کھڑا رہا۔ پستول اس نے جیب میں رکھ لیا تھا۔ لِلی نے مسکرا کر صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ "بیٹھ جاؤ۔" جبرو صوفے پر بیٹھ گیا۔ لِلی نے سگریٹ کیس میں سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور اس کا ہلکا سا کش لگا کر

بولی۔ "اب بتاؤ تم کون ہو۔ لیکن اس سے پہلے میں ایک بات کا اعتراف کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔ ٹرین میں بھی تم مجھے اچھے لگے تھے۔ اسی لئے دلی کے ریلوے اسٹیشن پر میں نے تمہیں اپنا ٹیلی فون نمبر بھی دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔ کم از کم پولیس کو یہاں سے بھگا دینے کے بعد تمہیں یقین ہو جانا چاہئے کہ میں تمہاری خیر خواہ ہوں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں تمہیں بڑی آسانی سے پولیس کے حوالے کر سکتی تھی۔ مگر میں نے پولیس انسپکٹر کو سختی سے ڈانٹ کر کہہ دیا ہے کہ یہاں کوئی مفرور قاتل نہیں ہے۔"

جبرو خاموشی سے لِلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لِلی بھی اسے تک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی دھیمی دھیمی چمک تھی۔ اس نے کہا۔ "مجھے سب کچھ بتا دو۔ اپنا اصلی نام اور یہ بھی کہ تم کس کو قتل کر کے بھاگے ہو۔ تمہارے کپڑے بھی گیلے ہیں اور تمہارے پاؤں پر کیچڑ لگا ہے۔ کیا تم دریا پار کر کے آ رہے ہو؟"

جبرو دل میں سوچ رہا تھا کہ اس عورت کو کیا بتائے۔ وہ اسے اپنی اصلیت سے باخبر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اتنا اسے ٹرین میں ہی احساس ہو گیا تھا کہ یہ عورت اسے پسند کرنے لگی ہے۔ جبرو ایک جہاں دیدہ جوان تھا اور اس نے ہر قسم کی عورتوں کو دیکھا تھا۔ وہ عورت کی نظریں پہچان لیتا تھا۔ اس کے باوجود جبرو اس عورت کو اپنے رازوں میں شریک نہیں کر سکتا تھا۔ لِلی پلنگ پر سے اٹھی اور جبرو کے پاس صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ "کیا اب بھی تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

جبرو نے ایک لمحے کے لئے اس خوبصورت اور جوان اینگلو انڈین عورت کی شربتی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اپنا سر صوفے پر پیچھے کر لیا اور بولا۔ "تم مجھے پولیس انسپکٹر کی وردی میں دیکھ چکی ہو۔ میرا نام جگدیش چندر ہے۔ میں پنجاب پولیس میں انسپکٹر تھا مگر ایس پی میرے خلاف ہو گیا۔ اس نے مجھ پر غبن اور قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ میں مفرور ہو گیا۔ کیونکہ سکھ ایس پی نے جھوٹے گواہ تیار کر لئے تھے۔ پولیس کی حراست سے بھاگ کر یہاں آن پہنچا۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے پولیس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے حوالے نہیں کیا۔"

جبرو نے ایک بات خاص طور پر نوٹ کی کہ لی اس کی طرف دیکھ کر خاص انداز میں مسکرا رہی تھی جیسے اسے جبرو کے بیان پر یقین نہ ہو۔ جبرو نے اپنی بات ختم کی تو وہ صوفے پر سے اٹھ کر الماری کے پاس گئی۔ اس کی دراز کھول کر اخبار کا ایک تراشا نکالا اور جبرو کے سامنے کافی ٹیبل پر رکھ دیا۔ ٹیبل لیمپ کی روشنی میں جبرو نے اخبار کے تراشے کو دیکھا۔ یہ جبرو کی گرفتاری کا اشتہار تھا۔ جس میں اس کی تصویر چھپی تھی اور لکھا ہوا تھا کہ جو کوئی اس قاتل ڈاکو کو پکڑے گا یا اس کے بارے میں اطلاع دے گا اسے بیس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔

لی سگریٹ انگلیوں میں گھماتے ہوئے جبرو کی طرف بامعنی تبسم کے ساتھ تک رہی تھی۔ "اب تم کیا کہنا چاہو گے جبرو؟"

جبرو نے پھر بھی تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی اس میرے دشمن سکھ ایس پی کی شرارت ہے میرا نام جبرو نہیں ہے۔ میں ڈاکو قاتل نہیں ہوں۔"

لی نے جبرو کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے جبرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولی۔ "تم ساری دنیا کو دھوکا دے سکتے ہو مگر مجھے نہیں۔ اس لئے کہ میں تمہیں پسند ہی نہیں کرتی بلکہ تم سے پیار بھی کرنے لگی ہوں۔ یہ میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ اس پیار کا دیپ میرے دل میں اس وقت جل اٹھا تھا۔ جب میں نے پہلی بار تمہیں ٹرین میں دیکھا تھا اور میرے دل نے مجھے بتا دیا تھا کہ تم پولیس انسپکٹر نہیں ہو۔ بولو اب کیا کہتے ہو؟"

جبرو کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس وقت اسے اپنے جگری یار کمالے کے بارے میں تشویش لگی تھی کہ وہ کہاں ہوگا۔ اس نے دل میں سوچا کہ یہ عورت اس کی مدد کر سکتی ہے کم از کم اسے کچھ وقت کے لئے اپنے ہاں تحفظ ضرور دے سکتی ہے۔ اتنی دیر میں وہ کمالے کا سراغ لگا سکے گا۔ مگر جبرو جھوٹ بھی نہیں بول سکتا تھا۔ اس نے ساری زندگی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ وہ سیدھا صاف گو اور دلیر مسلمان تھا۔ وہ اس

عورت کو اندھیرے میں بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا لیکن اس پر وہ اپنے دل کا راز بھی کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے جبرو نے کہا۔

"لی! میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔ لیکن جس طرح تم مجھ سے پیار کرنے لگی ہو اس طرح میں تم سے پیار نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے میرے دماغ میں پیار کا خانہ خالی ہو۔ لیکن میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ اور تمہارے پیار کے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ اب میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرا نام عبدالجبار عرف جبرو ہے مگر میں قاتل ڈاکو نہیں ہوں۔ بس مجھ سے غلطی سے ایک چھوٹی سی واردات ہو گئی تھی جس کے بعد پولیس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"

لی کے چہرے پر ابھی تک وہی بامعنی مسکراہٹ تھی۔ کہنے لگی۔ "تمہاری صاف گوئی پر مجھے خوشی ہوئی ہے تم اگر مجھ سے محبت نہ بھی کرو تب بھی میرے پیار میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ تم جیسے بھی ہو مجھے اچھے لگتے ہو لیکن اگر تم اپنے بارے میں مزید صاف گوئی اور سچائی سے کام لیتے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی۔"

جبرو خاموش نظروں سے لی کو دیکھتا رہا۔ لی نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے کہا۔ "ابھی کافی رات باقی ہے۔ تم اگر چاہو تو میرے بستر پر سو سکتے ہو۔ میں دوسرے کمرے میں سو جاؤں گی۔ باقی باتیں صبح ہوں گی۔"

جبرو کو کمالے کے بارے میں تشویش تھی۔ مگر اس وقت وہ باہر اس کی تلاش میں بھی نہیں نکل سکتا تھا کہنے لگا۔ "نہیں لی! تم اپنے بستر میں ہی سوؤ۔ میں دوسرے کمرے میں سوؤں گا۔"

لی جبرو کو دوسرے کمرے میں لے گئی۔ یہ ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم تھا۔ لی نے الماری میں سے تکیے اور چادر نکال کر صوفے پر رکھ دی۔ ایک سلیپنگ سوٹ بھی نکالا۔ "باتھ روم ساتھ ہی ہے تم یہاں اپنے پاؤں دھو سکتے ہو۔ کیا میں امید رکھوں کہ تم رات کو یہاں سے چلے نہیں جاؤ گے؟"

جبرو نے کہا۔ "باہر پولیس میری تلاش میں ہے۔ میں یہاں سے کیسے جا سکتا ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب تم جاؤ اور جاکر سو جاؤ۔ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"

لی کو جبرو کا یہ تحکمانہ انداز بہت پسند آیا۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ مردانہ حسن و جمال کا پیکر اس پر حکم چلائے۔ یہ جان کر اسے بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ جس آدمی کو اس نے پولیس انسپکٹر کی وردی میں پسند کیا تھا وہ ایک ڈاکو اور قاتل نکلا تھا۔ یہ انکشاف لی پر دلی آکر ہوا جب اس نے اخبار میں جبرو کی تصویر دیکھی۔ اس نے تصویر کاٹ کر اپنی الماری میں رکھ لی تھی اور جبرو کے فون کا انتظار کیا کرتی تھی مگر جبرو فون کرنے کی بجائے خود ہی اس کے پاس آ گیا تھا۔

لی نے نظریں جھکا لیں اور جبرو سے کہا۔ "اوکے! جو تمہارا حکم۔" اور خاموشی سے اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔

لی کے جانے کے بعد جبرو نے باتھ روم میں جا کر اپنے پاؤں اور ٹانگیں دھوئیں گیلے کپڑے اب کافی حد تک سوکھ چکے تھے۔ پھر بھی اس نے کپڑے اتار کر دوسرے صوفے پر رکھ دیئے اور سلیپنگ سوٹ والا پاجامہ کرتا پہن کر صوفے پر تکیہ رکھ کر لیٹ گیا۔ بیڈ روم میں سے لی کے پلنگ پر کروٹ بدلنے کی آواز آئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ جبرو اپنے جگری یار کمالے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ضرور وہ دریا پار کر گیا ہو گا۔ کبھی خیال آتا کہ کہیں پولیس کی فائرنگ سے وہ ہلاک نہ ہو گیا ہو۔ ایسا بھی ہو سکتا تھا۔ جبرو نے آنکھیں بند کر کے دل میں خدا سے دعا مانگی کہ وہ کمالے کی زندگی کی حفاظت کرے۔

پھر جبرو لی تھامسن کے بارے میں سوچنے لگا کہ یہ کوٹھی میں اکیلی کیسے رہ رہی ہے۔ لی نے جبرو کو ٹرین میں بتایا تھا کہ اس کا خاوند تھامسن اس پر بڑا ظلم کرتا تھا۔ اور وہ اسے چھوڑ کر دلی آ گئی تھی۔ لی جبرو کو ایک پر اسرار عورت لگنے لگی۔ لیکن اس نے سوچا کہ مجھے اس کی پر اسراریت سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔ میں تو یہاں کچھ وقت پولیس سے بچ کر چھپا رہوں گا اور کمالے کا سراغ لگانے کی بھی کوشش کروں گا۔ اگر کمالا نہ ملا تو میں شمال کی طرف کسی رات نکل جاؤں گا۔"

یہی سوچتے سوچتے جبرو سو گیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس کے کانوں میں قرآن شریف کی قرات کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ پہلے تو اسے محسوس ہوا کہ وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ مگر وہ جاگا ہوا تھا۔ ڈرائنگ روم کے روشندان میں پو پھٹنے کی نیلی نیلی روشنی جھلکنے لگی تھی۔ وہ حیران تھا کہ ایک اینگلو انڈین عورت کی کوٹھی سے قرات کی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ وہ صوفے پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور آواز پر کان لگا دیئے۔ اب اسے محسوس ہوا کہ یہ آواز لی کے بیڈ روم میں سے آ رہی تھی۔ وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔ قرات کی آواز کسی مرد قاری کی تھی اور انتہائی خوش لحان تھی۔ اس کی قرات میں ایک جلال اور عظمت تھی جبرو آہستہ سے اٹھا اور اس معمے کو حل کرنے کے خیال سے لی کے بیڈ روم کے دروازے کے پاس آ گیا۔

آگے پرانے طرز کا بریکٹوں والا پردہ گرا ہوا تھا' پیچھے دروازہ بند تھا۔ جبرو کو کنڈی کے پاس چھوٹی سے جھری مل گئی۔ جس میں سے بیڈ روم کی روشنی کی لکیر باہر نکل رہی تھی۔ جبرو نے جھری کے ساتھ آنکھ لگا دی۔

دوسری طرف بیڈ روم میں اس نے جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر جبرو کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ لی کے پلنگ کے پاس روشن ٹیبل لیمپ کے نیچے ریڈیو لگا ہوا تھا۔ قرات کی آواز ریڈیو میں سے آ رہی تھی۔ شاید دلی ریڈیو اسٹیشن کی پہلی مجلس شروع ہو رہی تھی۔ سب سے زیادہ حیران کر دینے والی بات یہ تھی کہ لی سر پر کپڑا لپیٹے پلنگ کے پاس ہی جاء نماز بچھائے' ہاتھ سینے پر باندھے نماز پڑھ رہی تھی جبرو ششدر سا ہو کر رہ گیا۔ وہ یہ کیا دیکھ رہا تھا؟ کیا یہ عورت مسلمان ہے؟ لیکن وہ تو کل رات تک اینگلو انڈین تھی۔ صبح ہوتے ہی یہ کیسا انقلاب آ گیا۔ جبرو کو یاد آ گیا کہ ٹرین کے سفر کے دوران لی مشروب سے بھی دل بہلاتی رہی تھی۔

جبرو جلدی سے دروازے پر سے ہٹ کر صوفے پر واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد قرات کی آواز بند ہو گئی۔ ریڈیو پر اناؤنسر کوئی اعلان کرنے لگا' پھر جیسے ہی لی نے ریڈیو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بند کر دیا۔ جبرو صوفے پر لیٹ گیا اور چادر اوپر کرلی۔ وہ لی کو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس نے اسے نماز پڑھتے دیکھ لیا ہے۔ روشندان میں جھلکنے والی صبح کی نیلی روشنی سفید ہوتی گئی۔ اب یہ روشنی کھڑکیوں کے پردوں کے پیچھے سے بھی نظر آنے لگی تھی۔ ڈرائنگ روم بھی اس روشنی سے بھر گیا دور سڑک پر سے کسی بس کے گزرنے کی آواز آئی۔ باہر درختوں پر چڑیاں بول رہی تھیں۔

جبرو اٹھ کر غسل خانے میں گیا۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے انگلی پر ٹوتھ پیسٹ لگا کر دانتوں کو صاف کیا۔ آئینے میں اپنا چہرہ غور سے دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کی شکل ڈاکوؤں جیسی ہو گئی تھی۔ وہ صوفے پر آکر نیم دراز ہو گیا۔ اتنے میں لی کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور وہ مسکراتی ہوئی اپنے گاؤن کا فیتہ باندھتی نمودار ہوئی۔

"میں تمہارے لئے چائے لاتی ہوں۔"

جبرو کے دل میں لی کی توقیر بڑھ گئی تھی۔ وہ اس سے بے اختیار پوچھنا چاہتا تھا کہ صبح وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ کیا وہ مسلمان ہے؟ مگر وہ خاموش رہا۔ لی کہہ رہی تھی۔ "تم نے منہ ہاتھ دھو لیا ہے۔"

جبرو نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔"

لی بولی۔ "میرا ایک بوڑھا کرسچن خانساماں ہے۔ وہ ناشتا بنا رہا ہوگا۔ مگر میں اسے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

جبرو نے کہا۔ "اس طرح اسے شک پڑ جائے گا۔"

لی نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں اسے بھیج دیتی ہوں تم یہیں بیٹھے رہو۔"

لی ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر کچن کی طرف چلی گئی۔ جبرو اٹھ کر کھڑکی کے پاس آگیا۔ پردہ ہٹا کر اس نے بند کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھا۔ دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ برآمدے کے آگے کوٹھی کا پرانا بے ترتیب گھاس والا چھوٹا سا لان تھا۔ جس کے کنارے کنارے چھوٹے گیٹ تک گارڈینیا کی جھاڑی تھی۔ نیم کا ایک گھنا درخت کوٹھی کے باہر سڑک کنارے کھڑا تھا جس پر چڑیاں چہچہا رہی

تھیں۔ بائیں جانب کچن تھا جدھر سے لی کے خانساماں سے بات کرنے کی آواز آرہی تھی۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک دبلا پتلا ادھیڑ عمر آدمی کوٹھی کے گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ لی نے خانساماں کو بھیج دیا تھا۔

وہ پردہ چھوڑ کر صوفے پر واپس آکر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد لی ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے تھامے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ جبرو نے اٹھ کر اس کے ہاتھ سے ٹرے تھام لیا لی مسکرا رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں تو چاہتی ہوں کہ تم مجھ پر حکم چلاؤ اور میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں۔"

لیکن جبرو نے جب سے لی کو نماز پڑھتے دیکھا تھا اس کے دل میں لی کا احترام دو چند ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔"

جبرو نے ٹرے میز پر رکھ دی۔ لی انڈوں کو فرائی کر کے اور ٹوسٹ بنا کر لائی تھی۔ دلیا اور دودھ بھی تھا جبرو نے سیر ہو کر ناشتا کیا۔ ناشتے پر اس نے لی سے زیادہ بات نہ کی۔ لی ہی باتیں کرتی رہی اور جبرو ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔ وہ لی سے اس کے نماز پڑھنے کا راز معلوم کرنے کو بے تاب تھا مگر اس کا موقع تلاش کر رہا تھا۔ وہ یہ بات پوچھتے ہوئے جھجک بھی رہا تھا کہ لی یہ جان کر برا محسوس نہ کرے کہ اس نے اس کے بیڈ روم میں جھانکا تھا۔

لی چائے بناتے ہوئے کہنے لگی۔ "میں نے خانساماں کو بھجوا دیا ہے۔ تم جب تک چاہو یہاں چھپے رہ سکتے ہو۔ یہاں پولیس نہیں آئے گی۔ میں ایک اینگلو انڈین میجر کی بیوی ہوں اور دلی کے اونچے سرکاری حلقوں میں میرے کافی تعلقات ہیں۔ پولیس کو یہ بات معلوم ہے اس لئے وہ یہاں نہیں آئے گی۔"

جبرو مزید تذبذب میں پڑ گیا کہ یہ عورت ابھی تک اپنے آپ کو اینگلو انڈین میجر کی بیوی بتا رہی ہے اور صبح اپنے بیڈ روم میں تلاوت سنتے ہوئے نماز بھی ادا کر رہی تھی۔ یہ کیا معمہ ہے؟ جبرو زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں تھا وہ اپنے دل کی بات کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مصلحتوں کے پردے میں زیادہ دیر تک نہیں چھپا سکتا تھا۔ آخر اس کے دل کی
اس کی زبان پر آگئی۔

اس نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے لی کی طرف دیکھا اور بولا۔ "لی! میں
سے ایک بات کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔"

لی نے بے نیازی سے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔ "کس بات کی معا
تم نے کیا کیا ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "میں نے بند دروازے میں سے صبح تمہارے سونے والے کمر
میں جھانک کر دیکھا تھا۔"

لی کے ہاتھ میں تھما ہوا چائے کا پیالہ اس کے ہونٹوں کے پاس ہی رک گیا۔
جبرو کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی۔ جبرو نے پیالی میز پر رکھ دی اور بولا۔ "میں
سیدھا آدمی ہو۔ بات یہ ہے کہ صبح صبح میری آنکھ کھلی تو تمہارے کمرے سے قرآن
شریف کی قرات کی آواز آ رہی تھی۔ میں حیران ہوا کہ تم تو عیسائی ہو۔ پھر قرآن
شریف کی آواز تمہارے کمرے سے کیسے آ رہی ہے۔ میں نے دروازے کے سوراخ
میں سے جھانک کر دیکھا تو تم نماز پڑھ رہی تھیں۔ یہ کیا راز ہے لی؟ میں اس وقت
سے معمہ حل کرنے کو بے چین ہوں۔"

لی نے بھی چائے کی پیالی میز پر رکھ دی۔ ایک پل کے لئے آنکھیں بند کرلیں
پھر آنکھیں کھول کر جبرو کو دیکھا اور بولی۔ "اب جبکہ تم نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں
سے دیکھ لیا ہے تو میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ ویسے بھی میں کھلے دل سے
اعتراف کر چکی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور جس آدمی سے محبت کرے
اس سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔ سنو! میرا نام لی تھامسن ہی ہے۔ ایک مہینہ پہلے تک
عیسائی تھی اور میجر تھامسن کی بیوی ہی تھی لیکن پھر میں نے پشاور کے ایک عالم دین
کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اس لئے کہ مذہب اسلام سے میں شروع ہی سے بہت
متاثر تھی اور میں نے قرآن شریف اسی عالم دین سے ترجمے کے ساتھ پڑھا تھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اپنے خاوند میجر تھامسن کو بتا دیا کہ میں مسلمان ہو
چکی ہوں۔ میرا خاوند بہت ناراض ہوا۔ اس نے مجھے مارا بھی۔ مگر میں اپنی جگہ پر قائم
رہی اور صاف صاف کہہ دیا کہ اگر وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا تو میں طلاق
لے لوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں نے ایک روز اپنے خاوند سے طلاق لے لی اور
پشاور سے دلی اپنے مکان میں آ گئی۔ یہ مکان میرے مرحوم باپ کا ہے۔ میرے ماں
باپ مرچکے ہیں۔ کوئی بہن بھائی بھی نہیں ہے۔ صرف ایک عیسائی سہیلی پامیلا ہے جو
دلی کے برگیزا ہوٹل میں کام کرتی ہے۔ میں نے تمہیں اسی کا ٹیلی فون نمبر دیا تھا۔ اب
میں یہاں اکیلی رہ رہی ہوں۔ میں بہت خوش ہوں کہ اب میں آزادی سے یہاں نماز
پڑھ سکتی ہوں اور کوئی مجھے روکنے والا نہیں۔ میرا باپ میرے لئے اتنی رقم چھوڑ گیا
ہے کہ میں ساری زندگی بغیر کوئی نوکری کئے آرام سے گزار سکتی ہوں۔"

جبرو بڑی دلچسپی اور توجہ سے لی کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "جب تم
مسلمان ہو گئی ہو تو پھر ٹرین میں شراب کیوں پی رہی تھیں؟"

لی ہنس دی اور بولی۔ "وہ شراب نہیں تھی۔ واقعی مشروب تھا۔ اگر تم پی لیتے تو
پتا نہ کرتے۔"

لی نے سگریٹ نکال کر سلگایا اور کہنے لگی۔ سگریٹوں کی عادت مجھے اسکول کے
زمانے میں ہی پڑ گئی تھی۔ یہ میں نہیں چھوڑ سکتی۔"

ڈرائنگ روم میں عجیب سی خاموشی چھا گئی تھی۔ اس خاموشی میں جبرو کو ایک
ہیبت اور جلال سا محسوس ہو رہا تھا لی نے آگے کو جھک کر جبرو کا ہاتھ اپنے ہاتھوں
میں سنبھال لیا اور اس کی طرف التفات بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے عجز آمیز تبسم سے
کہا۔ "میں نے اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے کیا تم مجھے اپنی زبان سے وہ
کچھ نہیں بتاؤ گے جو مجھے پہلے سے معلوم ہیں۔ یعنی جن کا میں اندازہ لگا چکی ہوں
اور جن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ سچ ہیں۔"

اب جبرو اس نو مسلم عورت سے کچھ نہیں چھپا سکتا تھا۔ اس نے پیالی میں سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹھنڈی چائے کا آخری گھونٹ پیا اور کہا۔ "لی! میرا نام عبدالجبار ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ہی اس علاقے کا مشہور ڈاکو جبرو ہوں' جس نے صرف ڈاکے ہی نہیں ڈالے بلکہ کئی خون بھی کئے ہیں۔ لیکن یہ خون میں نے ایسے آدمیوں کے کئے ہیں۔ جن کے ہاتھ کئی بے گناہوں کے خون سے رنگے ہوئے تھے اور ڈاکے ان سرمایہ کاروں اور سنگ دل سرمایہ داروں کے ہاں ڈالے ہیں جو غریبوں کا خون چوس چوس کر سرمایہ دار بنے تھے اور میں لوٹی ہوئی دولت ہمیشہ غریبوں میں تقسیم کرتا رہا ہوں۔ میں ایک شریف گھرانے میں پیدا ہوا۔ لیکن حالات نے ....."

اور جبرو نے لی کو اپنی زندگی کی ساری کہانی بیان کر دی۔ لی بڑی دلچسپی سے جبرو کے مردانہ وجاہت والے چہرے کو تکتی ہوئی اس کی زندگی کی داستان سنتی رہی جب جبرو داستان زندگی سنا چکا تو لی نے جبرو کا ہاتھ چوم لیا۔ "جبرو! مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے ایک دلیر اور بہادر مرد سے پیار کیا ہے۔ تم چاہے مجھ سے پیار کرو یا نہ کرو لیکن میری محبت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آئے گا۔ بلکہ اگر کبھی ایسا موقع آیا تو میں اپنی جان بھی تم پر قربان کر دوں گی۔"

جبرو کا دل ہل گیا۔ یہ بات آج تک اسے کسی عورت نے نہیں کہی تھی۔ اس کی پہلی محبوبہ ثریا نے بھی کبھی یہ بات نہیں کہی تھی حالانکہ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ اب جبرو نے لی کا ہاتھ اپنے کھردرے سخت ہاتھوں میں لیا اور بولا۔ "لی! خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا وقت آئے۔ اگر میں نے تمہیں یہ کہا ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم سے وہ محبت نہیں کرتا جو پہلی نظر میں کسی کو دیکھتے ہی ہو جایا کرتی ہے۔ جیسی کہ تمہیں مجھ سے ہو گئی تھی لیکن میں تمہارا بے حد احترام کرتا ہوں۔ اور تمہاری عزت اور تمہارے تحفظ کی خاطر ایک ہزار ایک آدمیوں کو قتل کر سکتا ہوں۔"

لی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے اپنا ہاتھ جبرو کے ہاتھ سے نہ چھڑایا۔ دوسرے ہاتھ کو اپنی آنکھوں کے آگے رکھ دیا اور سسکیاں بھر کر رونے لگی۔ یہ

ہماری عورت سے شاید آج تک کسی نے ایسی والہانہ محبت کا اظہار نہ کیا تھا۔ یہ جملہ اس کے خاوند کو کہنا چاہئے تھا کہ میں تمہاری خاطر ایک ہزار ایک آدمیوں کو قتل کر سکتا ہوں۔ خاوند اپنی بیویوں کے لئے صبح سے شام تک کولہو کے بیل کی طرح کام کرتے ہیں لیکن کبھی بیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت کے دو بول نہیں کہتے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ عورت کو کولہو کے بیل کی نہیں ایک ایسے مرد کی ضرورت رہتی ہے جو اس کے سامنے محبت کا اظہار کر سکے۔ دوسری ننانوے فیصد بیویوں کی طرح لی بھی اس اظہار محبت کی نعمت سے محروم رہی تھی اور جب جبرو نے اس کی عزت اور اس کی ناموس کے تحفظ کے لئے اپنے مردانہ عزم کا اظہار کیا تو لی کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ جبرو نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ لی دونوں ہاتھوں میں اپنا خوبصورت چہرہ چھپا کر بچوں کی طرح سسکیاں بھر رہی تھی۔ جبرو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے چپ کرائے۔ لی کی سسکیاں ختم نہیں ہو رہی تھیں۔ آخر جبرو اٹھ کر اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر چپ کرانے کی کوشش کرنے لگا۔

لی جبرو کے سینے سے لگ کر کچھ دیر سسکیاں لیتی رہی۔ پھر پیچھے ہٹ گئی اور رومال سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی۔ "آئی ایم سوری جبرو۔ مجھے آنسوؤں پر اختیار نہ رہا۔ تم نے بات ہی ایسی کہہ دی جس کے سننے کو آج تک میرے کان ترستے رہے تھے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں اور چائے لاتی ہوں"

چائے کا دوسرا دور چل پڑا۔ اس دوران لی تھوڑی دیر کے لئے اٹھ کر باہر گئی اور پھر واپس آ گئی اور بولی۔ "میرا خیال ہے کہ پولیس نے میری کوٹھی کے باہر کوئی خفیہ آدمی نگرانی کے لئے نہیں چھوڑا ہوگا۔ ویسے باہر مجھے ارد گرد کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا۔"

اب جبرو کو پھر اندیشوں نے گھیر لیا۔ لی سے باتیں کرتے ہوئے وہ کچھ دیر کے لئے بھول گیا تھا کہ وہ ایک مفرور قاتل ڈاکو ہے اور پولیس کی حراست سے فرار ہو کر دریا میں چھلانگ لگانے کے بعد لی کی کوٹھی میں آیا تھا اور کمالا بھی اس کے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ لی نے جب خفیہ آدمی کا ذکر کیا تو وہ بولا۔ "پولیس نے مجھے اس کوٹھی کی دیوار پھاندتے دیکھ لیا تھا۔ تمہارے اثر و رسوخ کی وجہ سے پولیس ممکن ہے یہاں دھاوا نہ بولے مگر اس نے باہر سی آئی ڈی کا کوئی آدمی ضرور بٹھا دیا ہوگا۔"

لی کہنے لگی۔ "تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟ جب تک تم یہاں ہو تم پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ اگرچہ میں نے اپنے میجر خاوند سے طلاق لے لی ہے لیکن یہاں کے انگریز فوجی اور سول افسروں سے میرے ذاتی مراسم ہیں او یہ بات یہاں کے اعلیٰ ہندو سکھ پولیس آفیسر بھی جانتے ہیں۔ اس وجہ سے کوئی پولیس آفیسر یہاں آنے کی جرات نہیں کرے گا۔"

جبرو بولا۔ "لیکن میں یہاں ساری زندگی تو نہیں بیٹھا رہوں گا۔ مجھے اپنے جگری یار کمالے کے بارے میں بھی تشویش ہے۔ اس نے میرے ساتھ دریا میں چھلانگ لگائی تھی۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مرچکا ہے۔ پولیس نے دریا میں اندھا دھند فائرنگ کی تھی۔"

لی نے کہا۔ "تمہارے دوست کا بھی سراغ مل جائے گا۔"

جبرو بولا۔ "اس کو تلاش کرنے کے لئے مجھے یہاں سے باہر جانا ہوگا لی۔ میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ کمالا اگر زندہ ہے تو کہاں چھپا ہوا ہوگا۔ اسے بھی میرے بارے میں پریشانی ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ جب تک میں اسے نہیں مل جاتا وہ دلی میں ہی کہیں روپوش رہے گا۔"

لی نے کہا۔ "ٹھیک ہے تم بھیس بدل کر رات کے اندھیرے میں اپنے دوست کا سراغ لگانے یہاں سے نکل سکتے ہو۔ اس سلسلے میں میں بھی تمہاری مدد کروں گی۔ تم مجھے کمالے کا حلیہ بتا دو۔"

جبرو جانتا تھا کہ یہ بے چاری عورت کہاں کمالے کو تلاش کرے گی۔ پھر بھی اس نے احتیاط کے طور پر لی کو کمالے کا پورا حلیہ بتا دیا۔ لی نے کہا۔ "میں دوپہر کے بعد اپنی سہیلی پامیلا سے ملنے جاؤں گی اور تمہارے دوست کو بھی تلاش کروں گی۔ ہوسکتا

ہے وہ مجھے کہیں نظر آ جائے اور ہاں جب میں باہر جاؤں تو تم ڈرائنگ روم میں ہی رہنا۔ میں باہر سے تالا لگا جاؤں گی۔ کسی کو جرات نہیں کہ ایک اینگلو انڈین میجر کی بیوی کے مکان کا تالا توڑے۔ میری کوٹھی کے باہر ابھی تک مسز میجر ڈیوڈ تھامسن کی تختی لگی ہے۔ میں آج یہ تختی اتارنے والی تھی مگر اب نہیں اتاروں گی۔"

جبرو نے کہا۔ "لی! میں ایک عام آدمی ہوں۔ زیاں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ سیاست کو بھی نہیں جانتا۔ لیکن اب پاکستان بننے والا ہے۔ ہندوستان سے بھی انگریز چلے جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ انگریز کی اب وہ دہشت نہیں رہی۔ اس لئے میرا یہاں زیادہ دن رہنا ٹھیک نہیں۔"

لی مسکرائی' نیا سگریٹ سلگاتے ہوئے بولی۔ "تم سیاست نہیں جانتے مگر میں سیاست کو سمجھتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ ہندو انگریز کے ساتھ مل کر یہ سارا کھیل کھیل رہا ہے۔ کانگریس انگریز کو اپنے ساتھ رکھے گی۔ ہندو شروع ہی سے انگریز کے سائے میں رہا ہے اور پاکستان بن جانے اور ہندوستان آزاد ہو جانے کے بعد بھی وہ انگریز کے ساتھ رہے گا۔ اس وجہ سے یہاں انگریز کا اثر و رسوخ ختم نہیں ہو سکتا کم از کم ابھی کچھ سال تک ختم نہیں ہوگا۔ تم بے فکر ہو کر یہاں رہو۔ ہاں اگر کوئی خطرے کی بات ہوئی تو میں اپنی سہیلی پامیلا کی مدد سے تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچا دوں گی۔"

جبرو نے فوراً کہا۔ "کیا تم پامیلا کو بھی میرے بارے میں بتا دو گی؟"

لی نے جبرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور بولی۔ "جبرو! جس طرح کمالا تمہارا جگری دوست ہے اس طرح پامیلا میری جگری سہیلی ہے۔ میرے راز اس کے سینے میں اور اس کے راز میرے سینے میں دفن ہیں۔ وہ جان دے دے گی مگر تمہارے بارے میں کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہے گی۔ میں اسے تم سے بہت جلد ملاؤں گی۔ دیکھنے میں وہ بڑی فیشن ایبل اور آزاد خیال لڑکی لگتی ہے مگر اندر سے وہ بڑی حوصلہ مند ذمے دار اور آہنی مزاج کی لڑکی ہے۔ سب سے پہلے میں نے پامیلا ہی کو بتایا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کے بعد یہ بات میں نے اپنے خاوند کو بتائی تھی"۔

جبرو نے کہا۔ "جیسے تمہاری مرضی۔ لیکن کمالے کو میں خود تلاش کرنے نکلوں گا۔"

لی نے کہا۔ "میں نے تمہیں کب روکا ہے لیکن تمہیں بھیس بدل کر جانا ہوگا۔ یہ تم بہتر سمجھتے ہو کہ تمہیں کونسا بھیس بدلنا چاہئے۔ اس وقت تمہیں سب سے پہلے مناسب کپڑوں کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے لئے بازار سے کچھ کپڑے خرید کر لانا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ تم پتلون شرٹ پسند کرو گے؟"

جبرو اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس نے اپنے سلیپنگ سوٹ پر ایک نگاہ ڈالی اور بولا۔ "یہ لباس میں نے زندگی میں پہلی بار پہنا ہے۔ تم ایسا کرو کہ میرے لئے دو نیلی پتلونیں اور نیلے ہی رنگ کی دو قمیصیں لے آؤ۔ میں تمہیں پیسے دیتا ہو۔ میرے پاس کافی رقم ہے۔"

جبرو نے رات کو گیلے نوٹ سکھا لئے تھے۔ لی نے جبرو کی طرف آنکھیں سکیڑ کر دیکھا اور کہا۔ "میں تمہارے اور اپنے پیسوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتی جبرو۔ جب میرے پیسے ختم ہو جائیں گے تو تم سے لے لوں گی۔ مجھے بتاؤ تمہارے لئے اور کیا لاؤں؟ خانساماں مرغی بھون کر رکھ گیا ہے' روٹیاں اور چاول میں خود پکالوں گی۔ تمہارے لئے کیک کون سا لاؤں؟"

جبرو ہنس پڑا۔ "لی! میں کوئی سرکاری افسر نہیں ہوں۔ میں تو ایک اکھڑ اور وحشی ڈاکو' قاتل ہوں۔ ہمیں تو کبھی کبھی جنگلوں میں مرغی ذبح کرکے کچا گوشت ہی کھانا پڑ جاتا ہے یہ کیک کی عیاشی میں نے کبھی نہیں کی۔ ہاں اگر ہوسکے تو میرے پستول کے لئے کچھ گولیاں لیتی آنا۔ لیکن نہیں اس طرح تم پر دکاندار کو شک ہو جائے گا۔"

لی ہنس کر کہنے لگی۔ "تم پھر بھول گئے ہو جبرو کہ میں ایک اینگلو انڈین عورت ہوں اور ابھی تک یہاں سوائے پامیلا کے اور تمہارے اور کسی کو معلوم نہیں کہ میں

مسلمان ہو چکی ہوں۔ لوگ مجھے انگریز فوجی میجر تھامسن کی بیوی ہی سمجھتے ہیں اور میرے اپنے مراسم بھی ہیں۔ ویسے یہ کام میری سہیلی پامیلا بھی کرسکتی ہے۔ سرکاری حلقوں میں اس کا رسوخ مجھ سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ کلب میں سی ایس پی افسران' پولیس اور فوج کے اعلیٰ عہدیداروں کے ساتھ بیٹھ کر شراب بھی پی لیتی ہے۔ میں ایسا نہیں کرتی۔ تم بے فکر رہو۔ میں پامیلا سے کہہ کر تمہارے پستول کے لئے گولیاں بھی تمہیں منگوا دوں گی۔ ابھی میں تمہارے لئے کپڑے خرید کر لاتی ہوں۔ تم ڈرائنگ روم میں ہی رہنا۔ میں باہر سے تالا لگا جاؤں گی۔"

لی نے بیڈ روم میں جا کر کپڑے تبدیل کئے۔ بالوں میں برش پھیرا۔ ہلکا ہلکا میک اپ کیا۔ جاتے ہوئے جبرو کی طرف مسکرا کر دیکھا اور دروازہ کھول کر برآمدے میں آگئی۔ دروازے کو بند کرکے تالا لگایا اور اپنی مخصوص چال کے ساتھ چلتی کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل گئی۔

جبرو بند کھڑکی کے شیشے کے سامنے پردے کو ذرا سا ہٹا کر لی کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کوٹھی کے سامنے والی چھوٹی لین کے درختوں میں ایک طرف نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے پردہ چھوڑ دیا اور آہستہ آہستہ چلتا سوچ میں ڈوبا صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

مارچ کا مہینہ تھا۔ گرمی بالکل نہیں تھی۔ سردی کا بھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ موسم خوشگوار تھا۔ ڈرائنگ روم کا پنکھا بند تھا۔ جبرو تکیے سے ٹیک لگا کر کھڑکیوں کو تکنے لگا جس کے پردوں پر ہلکی دھوپ پڑ رہی تھی۔ اس کا ذہن اس وقت صرف کمالے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ اگر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو دلی میں کہاں کہاں چھپ سکتا ہے۔ دلی میں صرف دو اڈے ایسے تھے جہاں کمالا روپوش ہو سکتا تھا۔ ایک اڈہ دلی کی جنوبی بستی میں بڑے تالاب کے کنارے والا تکیہ بودی شاہ تھا جہاں سائیں بودی شاہ رہتا تھا۔ وہ پیسے لے کر مفرور مجرموں اور جرائم پیشہ افراد کو دو ایک دن کے لئے ہنگامی حالات میں خفیہ جگہ پر چھپا دیتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرا ٹھکانہ قطب شاہ کی لاٹ کے پیچھے ایک پرانا مقبرہ تھا جس کا مجاور بھی جرائم پیشہ لوگوں کو اپنے ہاں پناہ دے دیا کرتا تھا۔ یہ مقبرہ کسی مغل امیر کا تھا جہاں کبھی کوئی فاتحہ خوانی یا چڑھاوے کے لئے نہیں آیا تھا۔ جبرو سب سے پہلے ان دو جگہوں پر کمالے کو دیکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ بات کمالے کے بھی ذہن میں تھی کہ جبرو کو ان دونوں ٹھکانوں کا پتا ہے۔ جبرو نے سوچ لیا کہ وہ آج رات ان دونوں ٹھکانوں پر جاکر کمالے کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا کیونکہ اگر کمالا زندہ ہے تو پھر ان دونوں ٹھکانوں میں سے کسی ایک جگہ پر ہی ہو سکتا تھا۔

کوٹھی کے باہر خاموشی تھی۔ اس خاموشی کو کبھی کبھی دور سڑک پر سے گزرتا کوئی ٹرک یا بس توڑ دیتی تھی۔ درختوں پر کسی وقت کوئی کوا بولنے لگتا۔ جبرو نے صوفے کی پشت سے سر لگا دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ وہ نیند کی سرحد پر پہنچ چکا تھا کہ اسے یوں لگا جیسے باہر کوئی گاڑی آکر رکی ہو۔ جبرو نے ایک دم آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی باہر سے گاڑی کا دروازہ زور سے بند کرنے کی آواز آئی۔

جبرو تیزی سے صوفے پر سے اٹھا اور کھڑکی کا پردہ ذرا سا اٹھا کر باہر نگاہ ڈالی۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ کوٹھی کے چھوٹے سے پھاٹک کے سامنے پولیس کی ایک جیپ کھڑی تھی۔ دو سپاہی اور ایک ایس آئی پھاٹک کے پاس کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جبرو کو جس بات کا ڈر تھا وہ ہو کر رہی تھی۔ للی جانے کن خیالوں میں رہتی تھی۔ جبرو نے کہا تھا کہ پولیس اس کوٹھی پر چھاپا ضرور مارے گی مگر اس نے کوئی خیال نہیں کیا اور یہی کہتی رہی کہ پولیس کی جرات نہیں کہ اس طرف آئے۔ اب پولیس آگئی تھی اور جبرو کوٹھی میں بند تھا۔ جبرو نے پیچھے لپک کر سرہانے کے نیچے سے پستول نکالا اور اسے اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ کھڑکی کا پردہ تھوڑا سا اٹھائے شیشے میں سے باہر دیکھنے لگا۔

ایس آئی اور دونوں سپاہی اب پھاٹک میں سے گزر کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے

لان میں دائیں بائیں دیکھتے برآمدے کے پاس آکر رک گئے تھے۔ ایس آئی نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا۔ سکھ سپاہی نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ جبرو نے پردہ چھوڑ دیا اور جلدی سے کھڑکی کے نیچے ہو گیا۔

سکھ سپاہی کی آواز بلند ہوئی۔ "سرجی! تالا لگا ہے۔"

ایس آئی اور دوسرا سپاہی بھی دروازے کے قریب آگئے۔ ایس آئی پولیس نے جھک کر تالے کو دیکھا اور بولا۔ "مسز تھامسن شاید باہر گئی ہوئی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ ہم اس کا انتظار کریں گے۔"

دونوں سپاہی اور ایس آئی برآمدے سے نکل کر لان میں آکر کھڑے ہو گئے۔ جبرو نے اپنی آنکھ دوبارہ پردے کے ساتھ لگا دی۔ ایس آئی بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا بید آہستہ آہستہ اپنے دوسرے ہاتھ پر بجا رہا تھا۔ دوسرا سکھ کانسٹیبل کہنے لگا۔ "سر ہمارے پاس مکان کی تلاشی کے وارنٹ نہیں ہیں۔"

ایس آئی بولا۔ ہم تلاشی کہاں لیں گے جو گندر سنگھ۔ ہم تو مسز تھامسن سے مجرم کے بارے میں کچھ سوال پوچھنے آئے ہیں۔"

دوسرا کانسٹیبل کہنے لگا۔ "سرجی! انگریز افسر کی عورت ہے سوچ لیں۔"

ایس آئی بولا۔ "ہم سرکاری ڈیوٹی پر آئے ہیں اور پھر اب ہندوستان آزاد ہو رہا ہے۔ انگریز ہو گا اپنے گھر میں تم لوگ یہاں بیٹھو۔"

دونوں سپاہی چھوٹے لان میں گھاس پر بیٹھ گئے۔ ایس آئی وہاں کچھ دیر ٹہلتا رہا۔ پھر وہ بھی ذرا الگ ہو کر گھاس پر بیٹھ گیا۔ جبرو پستول ہاتھ میں لئے کھڑکی کے ساتھ لگا انہیں برابر دیکھ رہا تھا۔ اس نے ان کی باتیں سن لی تھیں اور سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ للی کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جبرو کچھ مضطرب ضرور تھا۔ اگرچہ اسے معلوم تھا کہ للی ایک دبنگ قسم کی عورت ہے اور وہ صورت حال کو سنبھال لے گی پھر بھی معاملہ سنگین صورت اختیار کر سکتا تھا۔ پولیس آخر پولیس ہوتی ہے اور ہندو ایس آئی کو بڑا گھمنڈ تھا کہ ہندوستان آزاد ہو رہا ہے اور انگریز وہاں سے جانے والا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو کھڑکی سے ہٹ کر اس کے نیچے بچھے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ کھڑکی کا پردہ ہٹا کر انہیں دیکھتا۔ پولیس کے تینوں آدمی ویسے ہی لان میں بیٹھے تھے۔ پھر جبرو کو باہر لی کی تیز آواز سنائی دی۔ وہ پولیس آفیسر سے تیز لہجے میں بات کر رہی تھی۔ جبرو نے کھڑکی میں سے دیکھا۔ وہ سخت لہجے میں انگریزی بولے جا رہی تھی جبکہ ایس آئی اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لی نے کوٹھی کے گیٹ کی طرف اشارہ کیا اور انگریزی میں کہا۔ "چلے جاؤ یہاں سے۔" اور ایس آئی اپنے دونوں سپاہیوں کو لے کر کوٹھی سے چلا گیا۔ جبرو صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

لی دروازے کا تالا کھول کر ڈرائنگ روم میں آگئی۔ آتے ہی اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور جبرو سے کہا۔ "انہوں نے تمہیں دیکھا تو نہیں۔"

جبرو نے نفی میں سر ہلایا۔ لی جبرو کو اپنے بیڈ روم میں لے آئی۔ اس کے ہاتھ میں لفافے تھے۔ ان میں جبرو کے لئے ایک پتلون اور دو قمیضیں تھیں۔ جبرو نے قدرے جھنجلا کر کہا۔ "وہ لوگ مجھے بے بس کر کے پکڑنا چاہتے ہیں۔ میں چوہے کی موت مرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔"

لی نے جبرو کے کاندھے پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم بہت جلد بھڑک جاتے ہو۔ ویسے تمہاری یہ عادت مجھے پسند ہے لیکن تم گھبراتے کیوں ہو؟ اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں تمہارا کہیں دوسری جگہ انتظام کر دوں گی۔ جہاں پولیس کو کبھی خیال نہیں آسکتا کہ تم یہاں چھپے ہوئے ہو۔"

جبرو بے بس چیتے کی طرح بیڈ روم میں ٹہلنے لگا۔ لی نے اسے بڑی محبت کے ساتھ صوفے پر بٹھایا اور لفافے میں سے کپڑے نکال کر دکھائے۔ "میرا خیال ہے یہ سائز تمہیں پورا ہوگا۔"

جبرو نے پتلون اور قمیض کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "لی! اگر تم نے صبح تک میرا کہیں دوسری جگہ انتظام نہ کیا تو میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔ میں جنگل کا شیر ہوں۔ جنگل میں کہیں بھی چھپ سکتا ہوں۔"

لی بھی سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے سانس بھر کر کہا۔ "مجھے آج رات کی مہلت دے دو۔ میں پامیلا کو یہیں بلوا لیتی ہوں۔ تم اسی کمرے میں بیٹھو میں اسے فون کر کے آتی ہوں۔ فون ایک کوٹھی چھوڑ کر ہے۔"

لی باہر سے تالا لگا کر چلی گئی۔ تیسری کوٹھی سے اس نے پامیلا کو فون کیا اور کہا کہ وہ شام کو دفتر سے چھٹی کرنے کے بعد اس کے ہاں آجائے۔ پامیلا نے ہنس کر پوچھا۔ "کیا بات ہے ڈیئر؟ کوئی پارٹی ہے؟"

لی نے کہا۔ "نہیں پارٹی کوئی نہیں۔ بس جی چاہتا ہے کہ اکٹھے بیٹھ کر چائے پی جائے۔ کئی روز سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

فون کر کے لی واپس اپنی کوٹھی کی طرف آ رہی تھی کہ اس کی نظر نیم کے درخت کے پیچھے بیٹھے ایک فقیر پر پڑی۔ اسے لی نے پہلے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔ کہیں یہ خفیہ پولیس کا آدمی تو نہیں ہے؟ اب لی کو بھی پریشانی ہوئی کہ خفیہ پولیس کا ایک آدمی ان کی نگرانی کر رہا ہے۔

لی نے واپس آکر جبرو کو یہ بات نہ بتائی۔ اسے صرف اتنا ہی کہا کہ پامیلا شام کو ہمارے ساتھ چائے پئے گی۔ وہ آ رہی ہے۔ جبرو کو پامیلا اور لی وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب اسے اپنی سلامتی کی فکر تھی۔ وہ بھارتی جیلوں کی کال کوٹھری میں اذیت اور بے بسی کی موت نہیں مرنا چاہتا تھا۔ وہ بیڈ روم کے صوفے پر گردن ایک طرف کئے' خاموش بیٹھا رہا۔ لی سمجھ گئی کہ جبرو کی تشویش بے جا نہیں ہے۔ اب تو لی نے باہر خفیہ پولیس والے کو بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ خود بھی فکر مند تھی کہ کہیں سچ مچ پولیس اس کے مکان پر چھاپہ نہ مار دے۔ پولیس ایسا کر سکتی تھی۔ قانون کے پاس ایسا اختیار تھا۔ وہ خود بھی یہی چاہتی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے پامیلا سے بات کر کے جبرو کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔

ساڑھے چار بجے پامیلا آگئی۔ وہ تانگے میں آئی تھی۔ لی نے جبرو کو ایک چھوٹے سے سائیڈ روم میں چھپا دیا تھا۔ وہ پہلے پامیلا کو ساری کہانی سنا دینا چاہتی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پامیلا ایک نوجوان عورت تھی جس نے نیم آستینوں والا بلاؤز اور اسکرٹ پہن رکھا تھا۔ پاؤں میں سرخ رنگ کی پمپی تھی۔ بالوں میں سرخ رنگ کا ربن بندھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ گول، رنگ زردی مائل، آنکھیں نیم خوابیدہ اور ناک ذرا سی اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک بے فکری، خوشی وقتی اور عیش پرستی کا احساس جھلکتا تھا۔ اپنا پرس اس نے بے پروائی سے کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔

اندر آتے ہی اس نے لی کو گلے لگایا اور ہنس کر کہنے لگی۔ "کیا بات ہے میری جان! آج کوئی خاص پارٹی ہے کیا؟"

لی اسے بیڈ روم کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ صرف تمہارے ساتھ چائے پینے کو جی چاہتا ہے۔"

پامیلا نے تعجب سے پوچھا۔ "تو پھر مجھے بیڈ روم میں کیوں لے جا رہی ہو؟"

لی نے پامیلا کو بازو سے اندر کھینچتے ہوئے کہا۔ "تم چلو تو سہی۔"

اور دونوں گہری سہیلیاں بیڈ روم میں چلی گئیں۔ لی نے دروازہ بند کر دیا۔ پامیلا پلنگ پر بیٹھی تو اچانک لی سر پکڑ کر اٹھی اور بولا۔ "میں ابھی آئی۔" وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ پامیلا کا خیر مقدم کرتے ہوئے لی ڈرائنگ روم کے دروازے کو اندر سے کنڈی لگانا بھول گئی تھی۔ ڈرائنگ روم میں آکر اس نے بھاگ کر دروازے کو اندر سے کنڈی لگائی اور واپس پلٹی تو پامیلا بیڈ روم کے دروازے میں کھڑی اس کی طرف حیرانی سے تک رہی تھی۔

"کیا بات ہے میری جان! اس سے پہلے تو تم نے کبھی میرے آنے پر اندر سے کنڈی نہیں لگائی۔ آج کیا بات ہے؟ تم ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

سائیڈ روم میں جبرو کو دونوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کچھ گفتگو انہوں نے انگریزی میں کی تھی جو تھوڑی تھوڑی جبرو سمجھ لیتا تھا۔ آخر وہ میٹرک تک تعلیم حاصل کر چکا تھا۔ پھر جب دونوں سہیلیاں بیڈ روم میں چلی گئیں تو وہاں خاموشی چھا گئی۔

اس کے چند سیکنڈ بعد بیڈ روم میں سے لی کی بہت سی دھیمی دھیمی گنگناہٹ سی سنائی دینے لگی۔ لی، پامیلا کو جبرو کے بارے میں ساری کہانی شروع سے سنانے لگی تھی۔ جبرو سائیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھنا چاہئے۔ بیڈ روم میں لی کی دھیمی دھیمی آواز برابر آ رہی تھی۔ الفاظ جبرو کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ ظاہر تھا کہ وہ پامیلا کو جبرو کے بارے میں بتا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ لی پہلے باہر نکلی اس کے پیچھے پامیلا تھی۔

پامیلا کے مختصر لباس کو دیکھ کر جبرو پر پہلا اثر یہ ہوا کہ اس نے آنکھیں نیچی کر لیں اور آنکھیں سکیڑ کر قالین کو دیکھنے لگا۔ لی نے قریب آکر کہا۔ "پامیلا سے شرمانے کی ضرورت نہیں جبرو۔ یہ میری جگری سہیلی ہے۔ ہم دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے جسم الگ الگ ہیں۔" پھر لی نے پامیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔ "پامیلا یہ ہمارا دوست جبرو ہے۔ میرا خیال ہے کہ مزید تعارف کی ضرورت نہیں رہی۔"

جبرو نے چہرہ اٹھا کر پامیلا کو دیکھا۔ پامیلا نے ہاتھ بڑھا کر جبرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور گہری آواز میں بولی۔ "تم سے مل کر مجھے واقعی بڑی خوشی ہوئی ہے۔ مجھے ایسے مرد سے ملنے کی بڑی آرزو تھی جو دلیر اور عورت کی عزت کی خاطر کسی کو قتل کر سکتا ہو؟"

جبرو نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور لی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "تمہاری یہ سہیلی مجھے دو ایک دن کے لئے چھپا سکتی ہے؟"

پامیلا نے لی کی طرف دیکھا۔ لی نے کہا۔ "تم اس کی فکر کیوں کر رہے ہو؟"

جبرو نے کسی قدر ترش روئی سے کہا۔ "اس لئے کہ مجھے نہ تم پر اعتبار ہے نہ تمہاری اس سہیلی پر چاہے وہ کتنی طاقتور کیوں نہ ہو۔" پھر پامیلا کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ "تمہارے پاس ایسی کونسی جگہ ہے جہاں میں ایک دو راتوں کے لئے چھپ سکوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پامیلا مسکرا دی۔ اس کے ہاتھ میں سگریٹ سلگ رہا تھا۔ دونوں سہیلیاں جبرو کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ لی نے کہا۔ "پامیلا کا باپ شہر میں ولایتی شراب کا کاروبار کرتا ہے۔ شہر سے باہر پرانی باؤلی کے پیچھے اس کا ایک گودام ہے جس کے تہ خانے میں اس نے شراب کے ڈرم اسٹور کر رکھے ہیں۔ وہاں وہ مہینے میں صرف ایک بار ہی جاتا ہے۔ گودام پر تالا پڑا رہتا ہے۔ اس کی چابی پامیلا حاصل کرے گی۔ تم اس گودام کے تہ خانے میں بالکل محفوظ ہو گے۔ اگر تم پسند کرو تو آج رات ہی وہاں جاسکتے ہوں۔ پامیلا تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

جبرو کمالے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کا ملنا بہت ضروری تھا۔ اس کے لئے پر ہی جبرو کشمیر کی طرف نکل جانا چاہتا تھا۔ اس نے لی سے کہا۔ "کیا تم نے اپنی سہیلی کو میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے؟"

لی نے جواب دیا۔ "ایسا کرنا بہت ضروری تھا اور پھر میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ پامیلا میری وفادار سہیلی ہے اور اس کی زبان پر کبھی کوئی ایسی بات نہیں آئے گی جس کی وجہ سے ہمیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔"

جبرو خاموشی سے سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے عورتوں پر جبرو نے کبھی بھروسا نہیں کیا تھا۔ خاص طور پر وہ اپنے آپ کو ان کے تحفظ میں نہیں دے سکتا تھا لیکن اب مجبوری تھی۔ لی کے بعد پامیلا بھی اس کے راز میں برابر کی شریک ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے سر کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور بولا۔ "یہ گھر پولیس کی نگاہ میں ہے۔ خفیہ پولیس کا ایک آدمی یہاں نگرانی کر رہا ہے۔ میں آج رات ہی یہاں سے دوسری جگہ چلے جانا چاہتا ہوں۔"

پامیلا نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں رات کو آؤں گی۔ میرے ساتھ چلے چلنا۔"

جبرو نے سخت لہجے میں کہا۔ "آخر تم نے عورتوں کی طرح کچی بات کی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خفیہ پولیس کا آدمی کوٹھی کے آس پاس ہر وقت منڈلاتا رہتا ہے؟"

لی بولی۔ "پھر تم کیسے یہاں سے جاؤ گے؟ آخر تمہیں یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا جبرو۔"

جبرو نے پامیلا کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں سے اکیلا نکلوں گا۔ تم رات کو مجھے لینے یہاں نہیں آؤ گی۔ تم مجھے گودام کی جگہ بتا دو۔ میں شہر میں دو جگہوں پر اپنے دوست کمالے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ وہاں مجھے مل جائے۔"

پامیلا نے سگریٹ کا کش لگایا اور بولی۔ "مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں گودام کا پتہ بتائے دیتی ہوں مگر جو وقت میں تمہیں دوں۔ تمہیں ٹھیک اس وقت وہاں پہنچ جانا ہو گا۔ کیونکہ میں وہاں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکوں گی۔"

جبرو نے کہا۔ "تمہیں میرا وہاں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔" پھر اس نے لی سے کہا۔ "یہاں سے نکلنے کے لئے مجھے نگرانی پر مقرر خفیہ پولیس والے کو دھوکا دینا ہوگا۔ اندھیرا ہو جانے کے بعد تم دونوں کوٹھی سے باہر سڑک پر نکل کر اسی طرح ٹہلو گی۔ جیسے تمہیں کسی کا انتظار ہے۔ تم بار بار اپنی گھڑی پر وقت دیکھو گی۔ اس دوران میں کوٹھی کے پیچھے سے نکل جاؤں گا۔"

لی نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ تم میرے بیڈ روم والے غسل خانے سے نکلنا۔ وہاں سے دائیں طرف کچھ دور چلنے کے بعد تم سڑک پر پہنچ جاؤ گے۔ وہاں سے تم کوئی بھی سواری لے کر جدھر جانا چاہو جاسکو گے۔ مگر یاد رکھنا۔ ٹھیک وقت پر پامیلا کے باپ کے گودام میں پہنچ جانا۔ کیونکہ پامیلا رات کو زیادہ دیر تک گھر سے باہر نہیں رہ سکتی۔ زیادہ سے زیادہ بارہ بجے تک باہر رہ سکتی ہے۔"

جبرو نے کہا۔ "میں دس بجے رات تک گودام کے باہر پہنچ جاؤں گا۔"

پامیلا ایک بار پھر جبرو کو گودام کا محل وقوع سمجھانے لگی۔ جبرو کے لئے دلی شہر کوئی اجنبی نہیں تھا۔ یہاں اس نے کئی وارداتیں کی تھیں اور یہاں کے گلی کوچوں اور بازاروں سے واقف تھا۔ اس نے گودام کے نقشے کو اچھی طرح سے ذہن میں بیٹھا لیا اور صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ لی نے پامیلا کو اشارہ کیا۔ دونوں اٹھ کر کچن کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف چلی گئیں۔

رات کا اندھیرا چھا گیا تو جبرو نے لی سے کہا۔ "اب میں جاؤں گا۔ تم پامیلا کو
کر ویسے ہی کرو۔ جیسے میں نے تمہیں کہا ہے۔"

لی نے جبرو کے قریب آکر کہا۔ "بیڈ روم کے غسل خانے کی عقبی کھڑکی میں
کھول دی ہے۔ وعدہ کرو کہ تم اپنا خیال رکھو گے۔"

جبرو نے کندھے اچکائے اور اٹھ کر بیڈ روم کی طرف چلا۔ لی اور پامیلا ڈرائنگ
روم کے دروازے کے پاس کھڑی رہیں۔ پامیلا نے کہا۔ "پہلے ہمیں باہر جانے
جبرو۔ پھر تم کھڑکی سے کودنا۔"

"تم مجھے اپنے اشاروں پر چلانے کی کوشش نہ کرو۔ میں جانتا ہوں۔ مجھے کیا کر
ہے۔ تم دونوں باہر جاؤ۔"

پامیلا نے سانس بھر کر لی کی طرف دیکھا۔ لی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں پا
کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور دونوں ڈرائنگ روم کا دروازہ آہستہ سے کھول کر با
نکل گئیں۔ وہ کوٹھی کے سامنے چھوٹی سے کچی سڑک پر ٹہلنے لگیں۔ پامیلا بار بار
گھڑی پر نگاہ ڈالتی جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ درختوں کے نیچے اندھیرا تھا۔ اندھیر
میں انہیں وہاں کوئی آدمی تو نظر نہیں آرہا تھا مگر لی کو یقین تھا کہ خفیہ پولیس والا
اندھیرے میں کہیں نہ کہیں چھپا انہیں دیکھ رہا ہوگا۔ دونوں سہیلیاں خفیہ پولیس وا
کو یہ تاثر دے رہی تھیں کہ وہ کسی خاص آدمی کا انتظار کر رہی ہیں۔ اتنی دیر میں
نیلی قمیص اور نیلی پتلون پہن کر، بھرا ہوا پستول اپنی جیب میں ڈال کر لی کے بیڈ
والے غسل خانے کی کھڑکی سے کود کر وہاں سے نکل چکا تھا۔ جھاڑیوں میں وہ ا
منٹ کے لئے ویسے ہی ساکت ہو کر بیٹھا رہا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں چار
طرف جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر وہ جھک کر اندھیرے میں چلتا ویران گراؤنڈ سے
ہوا دوسری طرف ایک بڑی کوٹھی کے عقب میں آگیا۔

پھر وہ کوٹھیوں کے علاقے سے نکل کر اس کچے راستے پر ہو گیا جو دریا کی طرف

جاتا تھا۔ یہاں ایک جگہ چھپ کر اس نے پیچھے نگاہ دوڑائی۔ اندھیرے میں اسے کچھ
نظر نہ آیا۔ دو پانچ چھ منٹ تک وہیں چھپا رہا کہ اگر خفیہ پولیس والا اس کے پیچھے لگا
ہوا ہوگا تو ضرور سامنے آئے گا جب وہاں کوئی نہ آیا تو جبرو درخت کے پیچھے سے نکل
کر دریا کی طرف تیز تیز چلنے لگا۔ دریا کی طرف سے اب ٹھنڈی مرطوب ہوا آنے لگی
تھی۔ دریا پر پہنچنے کے بعد جبرو نے جنوب کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ آگے ایک چھوٹی
سی بستی تھی۔ ایک گھاٹ بنا ہوا تھا جہاں دو تین لالٹینیں جل رہی تھیں۔ یہاں سے
ایک کشتی کے ذریعے جبرو نے دریا پار کیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ آگے ایک
پگ ڈنڈی اندھیرے میں اونچے سرکنڈوں کے بیچ میں سے ہو کر دلی شہر کے جنوب
مشرقی علاقے کی طرف چلی گئی تھی۔ جبرو سب سے پہلے بودی سائیں کے تکیے میں
کمالے کا پتا چلانا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ جگہ وہاں سے قریب تھی۔ قطب صاحب کے
مقبرے والا علاقہ وہاں سے کافی دور تھا۔ آج رات جبرو اسی تکیے میں بودی سائیں سے
ملاقات کر کے کمالے کا پتا چلانا چاہتا تھا۔

آدھ گھنٹے بعد جبرو بودی سائیں کے تکیے کے قرب و جوار میں آگیا۔ تکیے میں جلتی
لالٹین اسے دور سے نظر آنے لگی۔ یہاں جبرو دو تین بار آچکا تھا۔ بودی سائیں بھی
اسے جانتا تھا۔ بودی سائیں کا کاروبار ہی جرائم پیشہ لوگوں کے تعاون پر چل رہا تھا۔
اس لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ بودی سائیں کسی کی مخبری کرے۔ پھر بھی جبرو
پوری طرح چوکس تھا۔ پستول اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس نے تکیے کو
جانے والی پگ ڈنڈی چھوڑ دی اور اوپر سے ہوتا ہوا تکیے کی دیوار کے پاس آکر رک
گیا۔ تکیے میں خاموشی تھی۔ ملنگ وغیرہ وہاں پر نہیں تھے۔ بودی سائیں کی کوٹھری کے
باہر لالٹین جل رہی تھی۔ اس کی روشنی میں صرف ایک گائے بندھی نظر آرہی تھی۔

جبرو نے اپنے پیچھے ایک نگاہ ڈالی اور خاموشی سے چلتا کوٹھری کے قریب آیا۔ وہ
دستک دینے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے بودی سائیں کی آواز آئی۔ "کون ہو بھئی؟ کیا کام
ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو پتلون قمیص میں تھا اس لئے پہلی نظر بودی سائیں نے اسے نہیں پہچانا تھا۔ قریب آکر اس نے جبرو کو پہچان لیا۔ اوپر نیچے نگاہ ڈالی اور بولا۔ "کیوں بھئی یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ بابو بن گئے ہو تم تو!"

جبرو نے پستول جیب میں ڈالا اور آہستہ سے کہا۔ "بودی سائیں اندر چلو۔ تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

جبرو بودی سائیں کے پیچھے پیچھے کوٹھری میں آگیا۔ بودی سائیں نے دروازہ بند کر کے لیمپ جلا دیا۔ "اب بتاؤ کیا بات ہے۔ تم کہاں پھر رہے ہو۔ تمہاری تو اخبار میں فوٹو آگئی ہے۔ تمہارے لئے سرکار نے انعام کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ تمہیں اس طرح نہیں پھرنا چاہئے۔"

جبرو نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بودی چاچا! مجھے بتاؤ کیا کمالا ادھر آیا تھا؟"

بودی سائیں دوسری چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آیا تھا بڑا پریشان تھا۔ تمہاری تلاش میں تھا۔ میں نے بہت پوچھا۔ بس یہی بولا۔ کہ جبرو آئے تو اسے کہنا میں طیفے کے پرانے ڈیرے پر ہوں۔"

یہ جان کر جبرو نے اطمینان کا سانس لیا کہ اس کا جگری یار کمالا زندہ تھا اور پولیس کی فائرنگ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اسے اپنے بازوؤں میں بھرپور طاقت کا احساس ہوا۔ جبرو کو معلوم تھا کہ طیفے کا پرانا ڈیرہ کہاں ہے؟ طیفا ان کی ٹولی کا ایک ساتھی تھا لیکن غداری کر گیا تھا۔

جبرو نے بودی سائیں سے پھر کہا۔ "کمالا زخمی تو نہیں ہوا تھا بودی؟"

بودی سائیں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ کپڑے اس کے ضرور بھیگے ہوئے تھے۔ پیروں پر بھی کیچڑ جما تھا۔ رات کے پچھلے پہر میرے تکیے پر آیا تھا۔ پھر فوراً ہی یہ پیغام دے کر چلا گیا۔" پھر اس نے جبرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جبرو! اگر تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔ تم میرا ریٹ جانتے ہی ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں چھپا سکتا ہوں۔"

جبرو نے کہا۔ "نہیں چاچا تمہارا شکریہ۔ مجھے کمالے سے ضروری ملنا ہے۔ میں جاتا ہوں۔"

جبرو نے کوٹھری کا دروازہ ایک دم سے کھول کر باہر دیکھا۔ اس خیال سے کہ کہیں کوئی دروازے کے ساتھ لگا ان کی گفتگو تو نہیں سن رہا۔ مگر باہر کوئی نہیں تھا۔ جبرو نے پستول نکال کر ہاتھ میں تھام لیا اور جدھر سے آیا تھا اندھیرے میں اسی طرف چل دیا۔ طیفے کا پرانا ڈیرہ یہاں سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر دریا کے جنوب کی طرف دوسرے کنارے پر واقع ایک ذخیرے میں تھا۔ شیشم کے اس ویران ذخیرے میں طیفے نے اپنی ایک کچی کوٹھری بنا رکھی تھی جہاں کبھی کبھی وہ آتا اور ایک دو راتیں بسر کیا کرتا تھا۔ طیفے کے ڈیرے پر جبرو اس رات نہیں جاسکتا تھا۔ کیونکہ دس بجے رات اسے پامیلا کے باپ کے شراب کے گودام پر پہنچنا تھا۔ جہاں پامیلا آنے والی تھی۔ اگر جبرو نے پامیلا کو وقت نہ دے رکھا ہوتا تو وہ وہاں سے سیدھا طیفے کے ڈیرے کی طرف ہی نکل جاتا۔ وہ ایک ایسی عورت کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا جو صرف اس کو تحفظ دینے کے لئے اپنے گھر سے نکل کر آرہی تھی۔

پامیلا کے باپ کا گودام بھی وہاں سے چار میل کے قریب تھا اور دریا کے دوسرے کنارے پر ہی تھا۔ اس وقت رات کے نو بجنے والے تھے۔ ایک بڑے شہر کی بستی والا چھوٹا گھاٹ ہی رات کے ابتدائی اوقات میں مصروف رہتا تھا۔ ماہی گیر رات کے گیارہ بجے تک شہر سے واپس آتے رہتے تھے۔ چنانچہ واپسی پر بھی جبرو کو ایک کشتی مل گئی جس میں صرف تین چار ماہی گیر ہی سوار تھے۔ ان میں جبرو کو کوئی مشکوک آدمی نظر نہ آیا۔ اگر نظر آتا بھی تو جبرو کے پاس پستول موجود تھا۔ وہ اپنا بچاؤ کر سکتا تھا۔ دریا پار پہنچ کر جبرو دلی شہر کی اس مضافاتی آبادی کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس کے پیچھے پرانی باؤلی کے پاس پامیلا کے باپ کا گودام تھا۔ گودام تک پہنچتے پہنچتے رات کافی ہو گئی۔ جبرو کے اندازے کے مطابق رات کے دس بجنے والے تھے۔ یہ آبادی جبرو نے کئی بار دیکھی تھی۔ مگر پامیلا کے باپ کے گودام پر اس کی نظر کبھی نہیں پڑی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آبادی میں داخل ہونے کی بجائے وہ دور ہی دور چلتا پرانی باؤلی کے عقب میں آنکلا۔

یہاں کیکر اور بیریوں کے بے شمار درخت تھے۔ ان درختوں کے درمیان ایک ڈھلوان چھت اور اونچی دیواروں والی ایک بارک بنی ہوئی تھی۔ یہی گودام ہو سکتا تھا پامیلا نے بھی یہی جگہ بتائی تھی۔ جبرو نے گودام کے دروازے کی طرف دیکھا جو بند پڑا تھا۔ اسے باہر کوئی انسان نظر نہ آیا۔ جبرو ایک طرف ہٹ کر کیکر کے درخت تلے بیٹھ گیا۔ وہ چلتے چلتے تھک گیا تھا۔ بیٹھنے سے اسے کافی سکون ملا۔ پستول اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ اور چاروں طرف اندھیرے میں اپنی چمکیلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے اسے پندرہ بیس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ آبادی کی طرف سے ایک انسانی سایہ آتا دکھائی دیا۔ جبرو ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں انسانی سائے پر لگی ہوئی تھیں۔ جو آہستہ آہستہ گودام کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ پامیلا ہی ہو سکتی تھی۔ وہ اس لڑکی کی دلیری پر بڑا حیران تھا جو رات کے اندھیرے میں اس ویران جگہ اکیلی چلی آئی تھی۔ ویسے اس زمانے میں چوری ڈکیتی اور اغواء کی اتنی وارداتیں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ لوگ راتوں کو بھی گھر سے باہر چلے جاتے تھے۔ پھر بھی پامیلا ایک عورت تھی۔

جبرو نے پامیلا کو پہچان لیا۔ اس نے پتلون اور شرٹ پہن رکھی تھی۔ سر پر رومال باندھا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ایک پھولا ہوا تھیلا تھا۔ اس حلیے میں پامیلا جبرو کو ایک دلیر اور ایڈونچرس عورت لگی۔ جبرو اپنے دل میں اس بظاہر کمزور عورت کی جرات پر داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ پامیلا گودام کے دروازے کے پاس آکر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ جبرو درختوں کے پیچھے سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ اندھیرا وہاں اتنا زیادہ نہیں تھا۔ ستاروں کی پھیکی روشنی ضرور تھی۔

پامیلا جبرو کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ اس نے تھیلا نیچے رکھ دیا۔ اور پتلون کی جیب سے چابی نکالتے ہوئے بولی۔ "تمہیں زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا؟"

جبرو نے مختصراً کہا "نہیں۔"

پامیلا نے گودام کا تالا کھول دیا۔ جبرو نے آگے بڑھ کر دروازے کے ایک کواڑ کو کھولا تو اندر سے عجیب سی ناگوار بو اس کے نتھنوں میں گھس گئی۔ یہ شراب کا گودام تھا۔ ظاہر ہے اندر سے ناگوار بو ہی آسکتی تھی۔ پامیلا اندر آگئی۔ جبرو نے اس کے ہاتھ سے تھیلا پکڑ لیا۔ "اس میں کیا ہے؟"

گودام میں اندھیرا تھا۔ پامیلا نے جیب سے چھوٹی ٹارچ نکال کر جلائی۔ ٹارچ کی روشنی میں جبرو کو دائیں بائیں بڑے بڑے لکڑی کے گول ڈرم ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے نظر آئے۔ پامیلا ان ڈرموں کے درمیان تنگ راستے سے آگے آگے جا رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "اس میں تمہارے لئے کمبل اور کھانے پینے کے لئے کچھ چیزیں ہیں۔ تم یہاں بھوکے تو نہیں رہ سکتے۔ پانی کا ایک نلکا لگا ہوا ہے۔"

جبرو نے پامیلا کا شکریہ ادا کرنا چاہا مگر وہ خاموش رہا۔ اس قسم کے تکلفات کی اس عادت نہیں تھی۔ شراب کے ڈرموں کے درمیان والا تنگ راستہ ختم ہوا تو پیچھے ایک کھلی جگہ آگئی جہاں کونے میں لکڑی کے ٹوٹے ہوئے خالی کھوکھے پڑے تھے۔ پامیلا نے کونے میں دیوار کے ساتھ لگی بانس کی ایک چھوٹی چارپائی کو نیچے گرا دیا اور بولی۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے لئے اس سے بہتر جگہ کا انتظام نہیں کر سکی۔ ویسے یہاں تم ہر طرح سے محفوظ ہو گے۔ میں صبح کو تو نہیں آسکوں گی مگر رات کو پہلے پہر آ جایا کروں گی تمہارا کھانا لے کر۔ میری تم فکر نہ کرنا۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو۔"

جبرو چارپائی کے پاس کھڑا تھا۔ پامیلا نے ٹارچ جبرو کو تھمائی اور تھیلے میں سے دو کمبل نکال کر چارپائی پر ڈال دیئے۔ پھر گتے کے دو ڈبے نکالے۔ کہنے لگی۔ "ایک ڈبے میں بھنا ہوا خشک گوشت ہے۔ دوسرے میں ڈبل روٹی ہے۔ کل رات میں تازہ کھانا لاؤں گی۔"

پامیلا نے جبرو کے ہاتھ سے ٹارچ لے لی۔ جبرو کو پامیلا کے لباس میں سے کسی عجیب و غریب مگر بڑے خوشگوار عطر کی خوشبو آ رہی تھی۔ یہ خوشبو گودام کے ڈرموں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی بو پر غالب آ گئی تھی۔ پامیلا نے کونے میں ایک طرف ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ وہاں ایک چھوٹا سا نلکا لگا تھا۔ جس کے نیچے بالٹی رکھی تھی۔ پامیلا نے قریب جا کر نلکا کھول دیا۔ نلکے میں سے پانی نکل کر بالٹی میں گرنے لگا۔ پامیلا نے نلکے کو بند کر دیا اور کہا۔ "پانی تم بے فکر ہو کر پی سکتے ہو۔ یہ کونے میں غسل خانہ ہے۔"

جبرو چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ ٹارچ تم مجھے دے جاؤ۔" "ہاں تم رکھ لو۔ یہاں لالٹین تو ہے۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ تم اسے جلاؤ۔ باہر سے اس کی روشنی دیکھی جا سکتی ہے۔ تمہیں احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔"

جبرو نے پوچھا۔ "تمہیں یہاں آتے کسی نے دیکھا تو نہیں؟"

پامیلا نے کندھے سکیڑ کر کہا۔ "میرا خیال ہے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں ہر طرف سے باخبر ہو کر یہاں تک آئی ہوں۔"

جبرو نے کہا۔ "کل رات میں کمالے سے ملنے جا رہا ہوں۔ مجھے اس کا ایک جگہ سراغ مل گیا ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ میں یہاں سے باہر کیسے نکل سکوں گا۔ کیونکہ گودام کو باہر سے تالا لگا ہوگا۔"

پامیلا نے پوچھا۔ "کیا تمہارا جانا ضروری ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "ضروری کیوں نہیں ہے۔ کمالے کی تلاش میں تو میں یہاں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ ورنہ میں کب کا اس علاقے سے نکل گیا ہوتا۔"

پامیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چلو اچھا ہوا۔ اسی بہانے تم سے ملاقات ہو گئی۔"

جبرو پر اس جملے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے پوچھا۔ "مجھے بتاؤ کہ یہاں سے باہر جانے کا کوئی خفیہ راستہ بھی ہے یا نہیں؟"

پامیلا نے ٹارچ کی گول دائرہ نما روشنی غسل خانے کی طرف ڈالی اور کہا۔ "اس غسل خانے میں ایک کھڑکی ہے جو باہر کھلتی ہے تم اس کھڑکی میں سے باہر جا سکتے ہو۔ لیکن باہر جانے کے بعد کھڑکی کو اچھی طرح سے بند کر دینا۔ میں بہر حال دس بجے

رات آ کر یہاں چارپائی پر تمہارا کھانا رکھ جاؤں گی۔"

جبرو سوچ میں پڑ گیا۔ کہنے لگا۔ "اگر مجھے کمالا مل گیا تو ہو سکتا ہے۔ میں اس کے ساتھ کل رات ہی یہاں سے کسی طرف نکل جاؤں۔ اگر ایسا ہوا تو میں اس وقت ہی تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم میری طرف سے لی کا بھی شکریہ ادا کر دینا۔"

پامیلا نے کہا۔ "تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہاں اگر تم چلے گئے تو لی کو میں تمہارے شکریے کا پیغام پہنچا دوں گی۔ اب میں جاتی ہوں۔ ٹارچ تم اپنے پاس ہی رکھو۔"

پامیلا دروازے کی طرف مڑی۔ جبرو چارپائی پر بیٹھا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے چھوٹی ٹارچ کی روشنی پامیلا کے راستے پر ڈالی۔ پامیلا رکی۔ پلٹ کر جبرو کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ "لی نے کہا تھا کہ تمہیں پستول کے لئے میگزین کی ضرورت ہوگی۔ تم بے فکر رہو۔ اگر تمہیں یہاں رہنا پڑ گیا تو اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔"

پامیلا پھر دروازے کی طرف چل دی۔ گودام کا دروازہ آہستہ سے کھولا اور باہر نکل گئی۔ جبرو ٹارچ پکڑے اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ جبرو دروازہ بند کرنے لگا تو اس کی نظر پامیلا پر پڑی۔ وہ دروازے کے باہر کھڑی اندھیرے میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جبرو نے پامیلا کی نگاہوں کو سمجھنے کی کوئی کوشش نہ کی اور دروازہ بند کر دیا۔ پامیلا نے باہر گودام کو تالا لگایا اور جس طرف سے آئی تھی اس طرف روانہ ہو گئی۔

پامیلا کے جانے کے بعد جبرو چارپائی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اسے بھوک نہیں تھی۔ شام کو وہ لی کے ہاں سے کھانا کھا کر نکلا تھا۔ اس نے کھانے کے دونوں ڈبے اٹھا کر ایک خالی کھوکھے کے اندر رکھ دیئے۔ چارپائی پر کمبل بچھا دیئے۔ گودام کی فضاء میں ہلکی ہلکی گرمی تھی۔ باہر رات خنک تھی۔ اس نے ٹارچ بجھا دی اور چارپائی پر لیٹ گیا۔

اب اس پر مچھروں نے حملہ کر دیا۔ جبرو ان کا مقابلہ کرنے لگا جنگل میں وہ مچھروں سے جنگ کرنے کا عادی تھا۔ مگر یہ مچھر کچھ زیادہ ہی ضدی تھے۔ جبرو نے کمبل اوڑھ لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کمبل کے اندر گرمی ہو گئی۔ اس نے چہرے پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کمبل ہٹا لیا۔ مچھر پھر حملہ آور ہوگئے۔ جبرو اٹھ بیٹھا۔ پستول اس نے جیب میں رکھا اور غسل خانے میں آکر ٹارچ روشن کی۔ غسل خانہ خشک پڑا تھا۔ سامنے دیوار میں چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ اس نے کھڑکی کھول دی۔ باہر سے تازہ اور ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ ساتھ ہی مزید مچھر بھی اندر آگئے۔ جبرو نے کھڑکی بند کر دی اور واپس چارپائی پر آکر لیٹ گیا اور کمبل اوپر کرلیا۔ یونہی مچھروں سے جنگ کرتے اسے رات کے کسی پہر نیند آگئی۔

اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب باہر چڑیوں کی چہکار گونج رہی تھی۔ اور گودام کی چھت کے پاس دو روشن دانوں میں سے دن کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ جبرو کمبل ہٹا کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ غسل خانے میں جاکر اس نے منہ ہاتھ دھولیا اور تھوڑا بھنا ہوا ٹھنڈا گوشت ڈبل روٹی کے ٹکڑے کے ساتھ کھایا اور لیٹ گیا۔ رات کو اس نے پوری نیند نہ لی تھی۔ چنانچہ چارپائی پر لیٹتے ہی اسے نیند آگئی۔ اب اس کی آنکھ کافی دیر بعد کھلی۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے باقی سارا بھنا ہوا گوشت ڈبل روٹی کے ساتھ کھالیا اور پھر سو گیا۔ اسے آرام کرنے کا بڑا اچھا موقع مل گیا تھا۔ وہ شام تک سویا رہا۔ جب شام ہو گئی اور باہر چاروں طرف رات کے اندھیرے نے چادر تان دی تو جبرو نے سوچا کہ اب اسے کمالے کی طرف چل دینا چاہئے۔ دس پندرہ میل کا دریا کے کنارے کنارے کا سفر تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دریا والی بستی کے پار جو بڑی سڑک ہے۔ وہاں اسے کوئی لاری یا بس وغیرہ مل جائے گی۔ اگرچہ یوں بس یا لاری میں سفر کرنا خطرے کا باعث بن سکتا تھا۔ لیکن مجبوری تھی۔

جبرو نے پستول جیب میں رکھا۔ ٹارچ کو وہیں غسل خانے میں رہنے دیا اور غسل خانے کی کھڑکی میں سے گودام کی پچھلی طرف نیم کے گھنے درختوں میں نکل گیا۔ وہ ہر طرف سے چوکس ہو کر اندھیرے میں چل رہا تھا۔ راستہ اسے معلوم تھا۔ وہ دریا کے کنارے آگیا۔ یہاں اونچے سرکنڈوں نے دریا کے بلند کنارے کو چھپا دیا تھا۔ دوسری طرف دریائے جمنا بہ رہا تھا۔ جس کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ چلتے

چلتے جبرو ماہی گیروں کی بستی والے گھاٹ کے قریب پہنچ گیا۔ گھاٹ پر دو کشتیاں کھڑی تھیں۔ ایک کشتی میں لالٹین روشن تھی۔ دو تین آدمی وہاں موجود تھے۔ جبرو وہاں سے بائیں جانب ہو گیا اور بستی کے باہر باہر سے ہوتا ہوا بڑی سڑک پر آگیا۔ ایک ہاتھ اس نے پتلون کی جیب میں ڈال رکھا تھا۔ جس میں بھرا ہوا پستول تھا۔ وہ سڑک کے کنارے ذرا نیچے درختوں میں کھڑا تھا اور پیچھے دیکھ رہا تھا کہ شاید ادھر سے کوئی لاری یا بس آ جائے۔

یہ سڑک آگے غازی آباد کو ایک طرف چھوڑتی ہوئی دوسرے قصبات کی طرف نکل گئی تھی۔ کلکتہ اور لکھنؤ جانے والی سڑک اس کے متوازی تھی۔ جبرو اس طرف نہیں جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس سڑک پر پولیس کا خطرہ تھا۔ جبرو کو وہاں کھڑے کافی دیر ہو گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر تھوڑی دیر تک کوئی لاری نہ آئی تو وہ پیدل ہی چل پڑے گا لیکن اتنے میں پیچھے سڑک پر کسی گاڑی کی روشنی پڑی۔ جبرو تذبذب میں پڑ گیا۔ یہ گاڑی پولیس کی ویگن بھی ہوسکتی تھی لیکن سڑک پر آکر ہی گاڑی روکی جاسکتی تھی۔ گاڑی کی روشنی قریب آ رہی تھی۔ اب اسے گاڑی کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ یہ شور لاری کا ہی ہوسکتا تھا۔ جبرو سڑک پر آگیا اور اس نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔ یہ ایک کھٹارا قسم کی لاری تھی جس میں کچھ دیہاتی مسافر سوار تھے۔ ڈرائیور نے ایک بش شرٹ اور پتلون والے بابو کو دیکھ کر گاڑی روک دی۔ جبرو نے سر پر رومال باندھ رکھا تھا تاکہ آسانی سے پہچانا نہ جاسکے۔

جبرو لاری میں گھس گیا۔ کلینر نے پوچھا۔ "کہاں جاؤ گے بابو؟"

جبرو نے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر اسے دیا اور کہا۔ "اگلے گاؤں تک جاؤں گا۔"

کلینر نے آٹھ آنے کاٹ کر باقی پیسے جبرو کو دے دیئے۔ لاری آگے روانہ ہو گئی۔ جبرو ایک سیٹ پر سکڑ کر بیٹھ گیا۔ اب اس نے اندھیرے میں سواریوں کا جائزہ لیا۔ یہ سب دیہاتی تھے اور اونگھ رہے تھے۔ جبرو کو یہی چاہئے تھا۔ لاری سڑک پر دوڑی جا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی تھی۔ جبرو اندھیرے میں باہر گھور کر دیکھ رہا تھا۔ طیفے کا ڈیرہ وہاں سے پندرہ میل دور تھا اور اس کی نشانی ایک برجی تھی جو سڑک کے کنارے ہی کھڑی تھی۔ آدھ گھنٹے بعد جبرو کو اندھیرے میں برجی نظر آئی تو اس نے کلینر سے کہا۔ "میں یہاں اتروں گا۔"

کلینر نے لاری رکوا دی۔ جبرو نیچے اتر گیا۔ لاری آگے چل دی۔ جبرو برجی کے قریب سے ہو کر کھیتوں میں چلنے لگا۔ رات تاریک تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ کھیت ختم ہو گئے اور ویران میدان شروع ہو گیا۔ یہ میدان ختم ہوا تو ایک طرف شیشم کے درختوں کے جھنڈ کے سیاہ دھبے نظر آنے لگے۔ یہی وہ ذخیرہ تھا جہاں طیفے کا ڈیرہ تھا۔ جبرو کے گروہ میں شامل ہونے سے پہلے طیفا اس ڈیرے میں ناجائز منشیات کا دھندا کرتا تھا۔ یہاں اس کا ایک بڑا بھائی بھی ہوا کرتا تھا جو ایک ٹانگ سے معذور تھا اور بیساکھی کے سہارے چلتا تھا۔ طیفا اگرچہ خود جبرو کے گروہ میں شامل ہو گیا تھا مگر بقول اس کے اس کا معذور بھائی ڈیرے پر ہی رہتا تھا۔ جبرو سے ایک بار طیفے کے بھائی کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔ اس کا نام تو کچھ اور تھا مگر سب اسے راجہ راجہ کہہ کر بلاتے تھے۔

شیشم کے ذخیرے کے قریب پہنچ کر جبرو رک گیا۔ اس نے غور سے درختوں کی طرف دیکھا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ جبرو نے سوچا اس ذخیرے میں کمالا بھی مل سکتا ہے اور پولیس بھی اس کی گھات میں بیٹھی ہو سکتی ہے۔ کم از کم کمالے کو اس طرح سوچنا چاہئے تھا۔ کیونکہ پنجاب اور دلی کی پولیس جبرو اور کمالے کے پیچھے لگی تھی۔ ذخیرے کے پیچھے ایک کھال تھا۔ جبرو کھال کی طرف آ کر اس میں اتر گیا۔ کھال میں سیم کا پانی بہ رہا تھا۔ وہ کنارے کنارے ہو کر آگے بڑھا۔ یہ کھال طیفے کے ڈیرے کے عقب سے ہو کر آگے نکل جاتا تھا۔ اندھیرے میں جبرو پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا کہ اس کے چلنے سے آواز پیدا نہ ہو۔ وہ درختوں کے قریب آ گیا۔ اب اسے اندھیرے میں ڈیرے کی کوٹھری کی عقبی دیوار نظر آنے لگی۔ جبرو کھال سے باہر نکل آیا۔ ڈیرے

کی طرف گہری خاموشی تھی۔ اس خاموشی میں سنگین خطرہ بھی چھپا ہوا ہو سکتا تھا۔ جبرو پوری طرح سے ہوشیار تھا۔ وہ دبے پاؤں چلتا ڈیرے کی دیوار کے ساتھ آ کر لگ گیا۔ پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔ دیوار کے ساتھ وہ کچھ لمحے خاموش کھڑا رہا۔

پھر وہ کھسکتا ہوا دیوار کی دوسری طرف آ گیا۔ اس کی نظر چارپائی پر پڑی۔ کوٹھری کے باہر چارپائی پر کوئی چادر تانے سو رہا تھا۔ جبرو وہیں بیٹھ گیا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟ یہ کمالا بھی ہو سکتا تھا۔ طیفے کا بڑا بھائی راجہ بھی ہو سکتا تھا۔ کمالا یوں بے فکری سے باہر نہیں سو سکتا۔ جبرو یہ سوچ کر چارپائی کی طرف بڑھا۔ اس نے پستول کا رخ سوئے ہوئے آدمی کی طرف کر دیا اور چارپائی کو پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ "کون ہو تم؟" جبرو نے کہا۔

چارپائی پر سویا ہوا آدمی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اب جبرو کو چارپائی کے قریب ہی زمین پر بیساکھی پڑی نظر آئی۔ یہ طیفے کا بھائی راجہ تھا۔ وہ بھی کچھ بوکھلا سا گیا تھا۔ اس نے اندھیرے میں اپنے اوپر پستول تانے ایک اونچے لمبے جوان آدمی کو دیکھا تو بولا۔ "کیا بات ہے بھئی۔ یہاں کیا ہے جو تم ڈاکہ مارنے آئے ہو؟"

یہ طیفے کا بھئی راجہ ہی تھا۔ جبرو اس کے پاس ہی چارپائی پر بیٹھ گیا اور دھیمی آواز میں بولا۔ "میں جبرو۔ یہاں پولیس تو نہیں ہے؟"

راجہ نے چادر ایک طرف کر دی اور جبرو کو پہچان کر بولا۔ "جبرو! یہ تم ہو؟ نہیں۔ پولیس یہاں آئی ضرور تھی مگر اس وقت وہ یہاں نہیں ہے۔"

جبرو نے پوچھا۔ "کمالا کہاں ہے؟ مجھے اس کا پیغام ملا تھا کہ میں طیفے کے ڈیرے پر ہوں۔"

راجہ بولا۔ "اندر کوٹھری میں آ جاؤ۔"

جبرو پیچھے ہٹ گیا۔ راجہ نے بیساکھی اٹھا کر بغل میں دبائی اور لنگڑا کر چلتا کوٹھری کی طرف آ گیا۔ کوٹھری کھولی۔ جبرو بھی اندر چلا گیا۔ کوٹھری میں گھپ اندھیرا تھا۔ راجہ لالٹین روشن کرنے لگا تو ماچس کی آواز سن کر جبرو نے کہا۔ "لالٹین مت جلاؤ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے بتاؤ کمالا کہاں ہے؟ کیا وہ یہاں آیا تھا؟"

راجہ کہنے لگا۔ "تم بیٹھو تو سہی۔ میں بتاتا ہوں۔"

کوٹھری میں بھی ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ راجہ اور جبرو اس چارپائی پر بیٹھ گئے۔ راجہ نے کہا۔ "کمالا کل رات اور اس سے پہلی رات بھی یہاں آیا تھا۔ وہ آج رات بھی آئے گا۔"

جبرو نے بے تابی سے پوچھا۔ "وہ کس وقت آ رہا ہے؟"

راجہ نے کہا۔ "دونوں راتوں کو وہ رات کے پچھلے پہر ہی آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آج بھی رات کے پچھلے پہر ہی کوئی ڈھائی تین بجے کے قریب آئے گا۔"

جبرو نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ پستول جیب میں رکھا اور بولا۔ "مجھے بودی سائیں نے بتایا تھا کہ کمالا طیفے کے ڈیرے پر ہے اور وہیں وہ میرا انتظار کرے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کا پتا مل گیا۔"

راجہ خاموش تھا۔ جبرو نے کہا۔ "مجھے اپنے تمام ساتھیوں کی موت کا بڑا افسوس ہے مگر قدرت کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے۔"

راجہ ٹھنڈا سانس بھر کر بولا۔ "جبرو بھائی! ہم لوگوں کا ایک دن یہی انجام ہوتا ہے۔ یا کسی دشمن کا چاقو کھا کر گندی نالی پر ہماری لاش پڑی ہوتی ہے اور یا پولیس مقابلے میں مارے جاتے ہیں! یہ کاروبار ہی ایسا ہے۔ اس دھندے میں بستر پر کسی خوش قسمت کو ہی موت آتی ہے۔"

جبرو نے سوچا کہ طیفے کے بھائی نے بالکل سچی بات کہی تھی۔ اس نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے پوچھا کہ اس وقت کیا بجا ہوگا۔ راجہ اٹھ کر باہر گیا۔ آسمان پر ستاروں کو دیکھا واپس آیا اور کہنے لگا۔ "میرے اندازے کے مطابق آدھی رات ہونے والی ہے۔" پھر اس نے جبرو سے کہا کہ وہ وہیں کوٹھری میں تھوڑی دیر آرام کرے۔ "میں جاگ رہا ہوں باہر کمالا آئے گا تو میں تمہیں جگا دوں گا۔ مجھے اندازہ ہے وہ کب آئے گا۔ ابھی اسکے آنے میں دو گھنٹے رہتے ہیں۔ اتنی دیر تم آرام کرلو۔"

جبرو کو بھلا کہاں نیند آئی تھی۔ وہ کمالے کے انتظار میں گھڑیاں گن رہا تھا۔ بولا۔ "تم باہر جا کر سو جاؤ۔ میں یہیں بیٹھا ہوں۔ مجھے نیند بالکل نہیں آ رہی۔"

راجہ باہر جانے لگا تو جبرو نے اس سے پوچھا۔ "پولیس اس علاقے کی نگرانی تو ضرور کر رہی ہوگی۔ ہمیں چوکس رہنا ہوگا۔"

راجہ گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "پولیس دو تین بار یہاں اچانک چھاپہ مار چکی ہے۔ اسے کچھ نہیں ملا۔ یہ بڑی خوش قسمتی ہوئی کہ پولیس نے پچھلے پہر چھاپہ نہیں مارا۔ ورنہ کمالا ضرور پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا۔ اب میرا خیال ہے کہ پولیس کا رخ کسی دوسری طرف ہو گیا ہے۔ شاید پولیس کو یقین ہو گیا ہے کہ تم دونوں پنجاب کی طرف نکل گئے ہو۔"

جبرو چارپائی پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ بولا۔ "پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ تم خبردار رہو۔"

راجہ ہنس کو بولا۔ "جبرو راجہ! فکر کیوں کرتے ہو۔ میں تو سونے چلا۔ تم بھی تھوڑی دیر آرام کرلو۔"

جبرو کوٹھری کے اندھیرے میں ہی چارپائی پر بیٹھا رہا۔ یہاں بھی اسے مچھروں نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس سے اسے ایک فائدہ ضرور ہوا کہ اسے نیند آنے لگی تھی مگر مچھروں نے اسے سونے نہ دیا۔ طیفے کا بھائی راجہ باہر جا کر چارپائی پر چادر تان کر لیٹ گیا۔ جبرو کچھ دیر کوٹھری میں مچھروں سے جنگ کرتا رہا۔ پھر پستول ہاتھ میں لے کر اٹھا اور کوٹھری سے نکل آیا۔ راجہ کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔ جبرو دوسری طرف درختوں کے پیچھے جا کر جہاں چھوٹی سی پگ ڈنڈی تھی۔ ایک جگہ پتھروں کے ڈھیر کے پیچھے بیٹھ گیا۔ مچھر یہاں بھی بھنبھنانے لگے۔ جبرو اٹھ کر درختوں میں ٹہلنے لگا۔

وہ اندھیرے میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد گھور کر دیکھ لیتا۔ ابھی تک کمالے کا دور دور تک نشان نہ تھا۔ جبرو کو خیال آیا کہ کمالا اگر آیا تو وہ بھی پیچھے کھال یعنی سیم نالے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف سے ہی آئے گا کیونکہ وہ علاقہ محفوظ تھا۔ یہ سوچ کر جبرو آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا کھال کی طرف چل پڑا۔ ابھی کمالے کے آنے میں کچھ وقت تھا اور جبرو کمالے کو راستے میں ہی ملنا چاہتا تھا۔ وہ ڈیرے کی دیوار کے پیچھے سے ہو کر کھال میں اترنے کی بجائے اس کے سرکنڈوں کے عقب میں چلنے لگا۔ وہ چل نہیں رہا تھا بلکہ ٹہل رہا تھا۔ قدرتی طور پر بلکہ غیر شعوری طور پر اسے خطرے کی سنگینی کا احساس تھا چنانچہ اس کے نہ صرف پاؤں بے آواز ہو کر پڑ رہے تھے بلکہ اس کے کان بھی خاموشی پر لگے ہوئے تھے۔ ذرا سا جھینگر بولتا تو جبرو پستول تان کر پیچھے ہو جاتا تھا۔

ٹہلتے ٹہلتے وہ کھال کے کنارے کنارے اندھیرے میں کوئی پچاس ساٹھ قدم پیچھے چلا گیا۔ اب اسے احساس ہوا کہ وہ کافی آگے نکل آیا ہے اسے واپس جانا چاہئے۔ وہ واپس مڑنے ہی لگا تھا کہ اسے اچانک ایک کرخت آواز سنائی دی۔ "ہاتھ اٹھا لو۔ نہیں تو گولی مار دوں گا۔"

جبرو ایک دم نیچے ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے پیچھے دیکھا اس کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ پھر یہ آواز کہاں سے آئی تھی۔ اب پستول پر اس کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ یہ کیسا معمہ ہے۔ اتنے میں اس آدمی کی آواز ایک بار پھر بلند ہوئی۔ "کانسٹیبل پرشاد۔ اسے ہتھکڑی ڈال دو۔ جلدی کرو۔"

جبرو زمین پر رینگتا ہوا اس طرف چلا جدھر سے یہ آواز آئی تھی۔ اس نے سرکنڈوں کے پیچھے سے سر ذرا سا آگے نکال کر دیکھا کہ نیچے ڈھلان میں کھال کے کنارے ستاروں کی پھیکی روشنی میں کانسٹیبل نے رائفل تان رکھی تھی۔ اور دوسرا کانسٹیبل سامنے کھڑے ایک اونچے لمبے نوجوان آدمی کے بازو پیچھے کر کے ہتھکڑی لگا رہا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا جبرو اپنے جگری یار کمالے کو نہ پہچانتا۔ یہ کمالا ہی تھا۔

اس کے سامنے تین قدم کے فاصلے پر سکھ کانسٹیبل تھری ناٹ تھری کی رائفل تانے کھڑا تھا۔ رائفل کا رخ کمالے کی چوڑی چھاتی کی طرف تھا۔ اگر وہ ذرا سی بھی حرکت کرتا ہے تو تھری ناٹ تھری کی گولی رائفل سے نکل کر اس کے سینے کے پرخچے

اڑا دیتی۔ کمالا بے بس و مجبور ہو کر اپنے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈلوا رہا تھا۔ سکھ کانسٹیبل نے بلند آواز میں کہا۔ "زمین پر بیٹھ جاؤ کمالے۔"

کمالا اپنی جگہ چٹان کی طرح کھڑا رہا۔ سکھ کانسٹیبل ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور چلایا۔ "میں تین تک گنوں گا۔ اگر تو زمین پر نہ بیٹھا تو گولی چلا دوں گا مجھے تمہیں زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے آرڈر ملے ہیں۔"

سکھ کانسٹیبل نے فوراً ہی گنتی شروع کر دی۔ اس نے بیچ میں کوئی وقفہ بھی نہ دیا۔ ایک۔ دو۔ اور تین کہنے والا تھا کہ کمالا بیٹھ گیا۔ جبرو سرکنڈوں میں سے رینگتا ہوا نکل کر کھال کے کنارے ایک ایسی اونچی جگہ پر پہنچ کر اوندھے منہ لیٹ گیا جہاں سے دونوں کانسٹیبل اس کی زد میں تھے۔ جبرو ایک ہی گولی سے ان دونوں کو شکار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ان دونوں کو باری باری گولی مارنی تھی لیکن اس میں خطرہ صرف یہی تھا کہ پہلی گولی اگر نشانے پر نہ لگی تو کمالے کو پھر وہ سکھ کانسٹیبل کی تھری ناٹ تھری سے نہیں بچا سکے گا۔

کمالا زمین پر بیٹھا تھا۔ اس نے سکھ کانسٹیبل سے کہا۔ "تم کیا کر لو گے؟"

سکھ کانسٹیبل نے تو تھری ناٹ تھری کی رائفل کمالے کے سامنے کی جانب تان ہی رکھی تھی۔ اب دوسرا کانسٹیبل بھی رائفل کی نالی کا رخ کمالے کی گردن کی طرف کئے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اسکے باوجود کمالا بھی ان دونوں کانسٹیبلوں کو ہلاک کر کے وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ تیار کر رہا تھا۔ مگر یہ بظاہر ناممکن بات نظر آتی تھی۔

سکھ کانسٹیبل نے کڑک کر پوچھا۔ "تمہارا ساتھی جبرو کہاں ہے؟"

کمالے نے کوئی جواب نہ دیا۔ جو کانسٹیبل کمالے کے سر پر کھڑا تھا۔ بولا۔ "بتا جبرو کہاں ہے؟ تو اسے ہی ملنے آیا ہو گا۔ نہیں تو گولی مار دوں گا۔"

کمالے کی آواز آئی۔ "مجھے نہیں معلوم جبرو کہاں ہے۔ میں یہاں اسے ملنے نہیں آیا تھا۔"

سکھ کانسٹیبل غصے میں چنگھاڑ کر بولا۔ "اوئے تم دونوں نے ہی دریا میں چھال ماری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ پھر وہ کہاں گیا؟"

کمالا خاموش رہا۔ جبرو نے اس کانسٹیبل کو اپنے نشانے کی زد میں لے لیا تھا جو کمالے کے سر پر کھڑا تھا۔ جبرو کو یقین تھا کہ جونہی فائر ہوا کمالا قدرتی طور پر ایک طرف کو ہو جائے گا۔ یوں وہ دوسرے سکھ کانسٹیبل کی گولی سے بچ جائے گا۔ جبرو نے کسی مزید تاخیر سے کام لئے بغیر ٹرائیگر دبا دیا۔ دھماکا ہوا۔ پستول کی نالی نے شعلہ اگلا۔ پلک جھپکنے سے بھی پہلے کانسٹیبل نیچے گر پڑا۔ گولی اسکی کھوپڑی کو پاش پاش کر چکی تھی۔ جبرو کی آنکھیں کمالے پر لگی تھیں۔ کمالا فائر کی آواز کے ساتھ ہی دوسری طرف لڑھک گیا۔ ایک لمحے کے لئے تو جبرو کا دل بیٹھ گیا کہیں گولی کمالے کو تو نہیں لگ گئی۔ یہ سب کچھ ایک سیکنڈ کے شاید ہزارویں حصے میں ہو گیا تھا۔ سکھ کانسٹیبل نے فائر کی آواز کے فوراً ساتھ ہی گولی چلا دی مگر اتنی دیر میں کمالا دوسری طرف لڑھک چکا تھا۔

جبرو نے ساتھ ہی سکھ کانسٹیبل پر بھی فائر کر دیا یہ فائر جبرو نے کھال کے کنارے کھڑے ہو کر کیا تھا جو سیدھا سکھ کانسٹیبل کی چھاتی میں لگا اور وہ منہ کے بل کٹے ہوئے درخت کی طرح گر پڑا کمالے کو ابھی تک خبر نہیں تھی کہ یہ فائر کدھر سے آئے ہیں۔ اتنی دیر میں جبرو نے آواز دی۔ "کمالے! میں ہوں جبرو۔ تم زخمی تو نہیں ہوئے؟"

کمالے نے وہیں سے جواب دیا۔ "نہیں جبرو۔ میں زخمی نہیں ہوں۔"

جبرو نے کھال کے کنارے سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ سب سے پہلے اس نے سکھ کانسٹیبل کے سامنے پڑی ہوئی رائفل اٹھا کر اپنے قبضے میں کی اور کانسٹیبل کی لاش کو جھک کر دیکھا۔ سکھ کانسٹیبل کا سینہ پھٹا ہوا تھا اور اس میں سے خون ابھی تک ابل رہا تھا۔ جبرو لپک کر کمالے کی طرف گیا۔ اس کو سینے سے لگا کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے تمہیں زندہ سلامت دیکھا۔"

کمالے نے کہا۔ "دوسرے کانسٹیبل کی پیٹی کے ساتھ ہتھکڑی کی چابی ہے۔"

جبرو نے دوسرے کانسٹیبل کی لاش کے پاس جا کر اس کی پیٹی میں سے چابی نکالی اور

کمالے کی ہتھکڑی کھول دی۔ اب کمالے نے بھی جبرو کو بے اختیار ہو کر اپنے سینے سے لگا لیا اور ہنس کر بولا۔ "میں بھی تو تمہیں گلے لگا لوں میرے یار!"

دونوں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو پا کر بڑے خوش تھے۔ جبرو نے کہا۔ "چلو طیفے کے ڈیرے پر وہاں راجہ بھی ہے۔ میں تو اتفاق سے تمہارے انتظار میں ٹہلتا ٹہلتا ادھر آنکلا اور تمہیں دیکھ لیا۔ قدرت مجھے خود ہی یہاں لے آئی ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی۔"

دونوں کھال میں نکل کر طیفے کے ڈیرے کی طرف چل پڑے۔ کمالا بولا۔ "میں بھی وہیں تمہاری تلاش میں جا رہا تھا۔ میں پہلے بھی رات کو دوبار آیا تھا۔"

جبرو نے کہا۔ "مجھے بودی سائیں کی زبانی پتا چلا کہ تم یہاں چھپے ہوئے ہو۔"

کمالا بولا۔ "میں نے بودی سائیں کو اسی لئے بتا دیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم اس کی طرف ضرور جاؤ گے۔ وہ تو خدا کا شکر ہے کہ مجھے دریا میں گولی نہیں لگی۔ پولیس نے تو گولیوں کی بارش کر دی تھی۔ میں غوطہ لگانے میں پھرتی نہ کرتا تو بڑی مشکل تھی۔ مگر تم اتنی دیر کہاں چھپے رہے؟"

جبرو نے کہا۔ "بیٹھ کر اطمینان سے سب کچھ بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ طیفے کے ڈیرے پر ہمارا جانا ٹھیک رہے گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ڈیرے کے قریب دو کانسٹیبل تمہیں ہینڈز اپ کرا سکتے ہیں تو باقی پولیس بھی ضرور یہاں آس پاس موجود ہوگی اور پھر میں دو فائر بھی کر چکا ہوں۔ میرا تو خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

کمالے نے کہا۔ "میں تو یہاں سے دور ایک کھنڈر میں چھپا رہتا ہوں۔ چلو وہیں چلے چلتے ہیں لیکن یہ کھنڈر بھی اس علاقے میں آتا ہے۔ پولیس اگر یہاں تک آگئی ہے تو وہاں بھی صبح تک ضرور پہنچ جائے گی۔"

جبرو نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

"تم کہاں روپوش ہو؟" کمالے نے سوال کیا۔ جبرو نے کمالے کے کاندھے پر ہاتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکھتے ہوئے کہا۔ "ایک جگہ ہے ویسے بڑی محفوظ ہے۔"

کمالا پیچھے کی طرف دیکھنے لگا۔ "یار! ہمیں وہاں سے رائفلیں اٹھا لانی چاہئے تھیں۔ آگے کام آئیں گی۔"

جبرو بولا۔ "میں آیہاں ہوں تو جا کر اٹھا لاؤ۔"

کمالا اندھیرے میں تیز تیز قدم اٹھاتا کانسٹیبلوں کی لاشوں کے پاس گیا اور دونوں کی رائفلیں اور دونوں کی پیٹیاں یعنی بیلٹ جن میں گولیاں چمڑے کے خانوں میں پھنسی تھیں اٹھا کر لے آیا۔ ایک رائفل جبرو نے لے لی اور گولیوں کی پیٹی گلے میں ڈال لی اور دوسری رائفل اور گولیوں کی پیٹی کمالے نے سنبھال لی۔ جبرو نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ ہم لاریوں والی سڑک پر جائیں گے۔"

کمالے نے تعجب سے جبرو کی طرف دیکھا۔ "کیا تم شہر میں کسی مکان میں روپوش ہو؟"

جبرو بولا۔ ""تم چلو تو سہی تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

جبرو نے کمالے کو ساتھ اور سنگلاخ میدان میں سے گزرتا ہوا رات کے اندھیرے میں کھیتوں میں آ گیا۔ کھیتوں کا راستہ کافی لمبا تھا۔ آخر دونوں جگری یار اور دلوں پر دہشت طاری کر دینے والے ڈاکو اس سڑک پر آ گئے جہاں سے لاری پیچھے دلی کی مضافاتی آبادی کی طرف جاتی تھی۔ اس وقت رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ رائفلیں دونوں نے کاندھوں پر ڈال رکھی تھیں۔ گولیوں والی پیٹی گلے میں لٹک رہی تھی۔ سڑک رات کے اندھیرے میں سنسان تھی۔ جبرو اور کمالا برجی کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جبرو نے کمالے سے کہا کہ کوئی نہ کوئی لاری یا ٹرک غازی آباد سے ضرور آ جائے گا۔

کمالا بولا۔ "جبرو تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم کہاں روپوش ہو؟"

جبرو نے رائفل زمین پر رکھ دی اور اپنی پنڈلی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "تمہیں یاد ہے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ امرتسر سے دلی آتے ہوئے ٹرین میں مجھے ایک عیسائی

عورت ملی تھی جس کا نام للی تھا۔"

کمالے نے آہستہ سے ہنکارا بھر کر کہا۔ "ہاں یاد ہے۔"

جبرو نے کہا۔ "جب میں نے تمہارے ساتھ دریا میں چھلانگ لگائی اور دریا کی موجوں اور پولیس کی گولیوں نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا تو میں دریا کے دوسرے کنارے جا نکلا اور پھر....."

پھر جبرو نے کمالے کو سارے واقعات سنا دیئے۔ کمالا یہ سن کر بڑا حیران بھی ہوا اور خوش بھی ہوا کہ للی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کہنے لگا۔ "تو اب تم اس عورت للی کی سہیلی پامیلا کے باپ کے شراب کے گودام میں چھپے ہوئے ہو؟"

"ہاں"۔ جبرو نے کہا۔ "مگر ہم آج کی رات اور کل کا دن ہی وہاں ٹھہریں گے۔ اس کے بعد کشمیر کی طرف نکل جائیں گے۔"

کمالا متفکرانہ انداز میں کہنے لگا۔ "جبرو! پنجاب اور جموں میں حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ وہاں بڑے خونریز قسم کے فسادات ہو رہے ہیں۔ ہندو اور سکھ مل کر مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا رہے ہیں اور ان کا قتل عام کر رہے ہیں۔"

جبرو نے رائفل کو اٹھا کر کہا۔ "ہم مسلمانوں کو کافروں کے ظلم و ستم سے بچائیں گے کمالے! اب ہماری زندگیوں کا یہی مقصد ہونا چاہئے۔ پاکستان بننے والا ہے۔ اگر ہم نے کوئی نیک کام نہ کئے تو اپنے اسلامی وطن پاکستان میں کیا منہ لے کر جائیں گے۔"

کمالا کہنے لگا۔ "مگر جبرو مجھے جو خبر ملی ہے اس کے مطابق پنجاب اور جموں کے بھی شہروں میں رات کو کرفیو لگ جاتا ہے اور گورا فوج گشت کرتی ہے جو کوئی باہر نظر آتا ہے اسے گولی مار دی جاتی ہے۔"

جبرو نے کمالے کے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "یار کیوں پریشان ہوتے ہو۔ دیکھا جائے گا۔ آخر ہم بھی تو اپنی جان ہتھیلی پر لئے لئے پھر رہے ہیں۔ اگر یہ کی شریف بی بی کی عزت بچانے کے کام آ گئی تو پچھلے سارے گناہ اللہ معاف کر دے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمالے نے جلدی سے کہا۔ "خاموش ہو جاؤ۔ مجھے لاری کی آواز آ رہی ہے۔"

جبرو نے بھی کان کھڑے کر لئے۔ جبرو نے کہا۔ "یہ آواز لاری کی نہیں ٹرک کی ہے کمالے۔ ہمارے ہاتھ دینے پر ڈرائیور ٹرک کبھی کھڑا نہیں کرے گا۔"

"میرے ساتھ آؤ۔"

ان کے سامنے سڑک کے نیچے کچے راستے پر ٹاہلی کے درخت کا ایک کٹا ہوا تنا تھا۔ "اسے اٹھا کر سڑک کے درمیان رکھ دیتے ہیں۔ جلدی کرو۔ ٹرک کی روشنی ابھی دور ہے۔" دونوں جوان اور تنومند تھے۔ وہ درخت کے تنے کو لڑھکاتے ہوئے سڑک پر لے آئے اور اسے سڑک کے عین درمیان میں رکھ کر جلدی سے نیچے آ گئے اور برجی کے پیچھے رائفلیں تان کر بیٹھ گئے۔ انہیں ایک دوسرے کو ہدایات دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ دونوں ہی جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ سڑک پر روشنی قریب ہوتی جا رہی تھی۔ ٹرک قریب آ رہا تھا۔ اس کے انجن کی آواز نزدیک سے نزدیک تر ہوتی جا رہی تھی۔ جبرو اور کمالے کی آنکھیں سڑک پر لگی تھیں۔ انگلیاں رائفلوں کے ٹرائیگر پر تھیں۔ گاڑی قریب آ گئی تھی۔ اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سڑک پر پڑا ہوا درخت صاف نظر آنے لگا۔

اچانک بریک لگنے کی چیخ سی بلند ہوئی اور جیپ رک گئی۔ یہ کھلی جیپ تھی۔ نیم اندھیرے میں تین آدمی چھلانگیں لگا کر جیپ سے باہر کودے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ جبرو نے کمالے کو کاندھے سے پکڑ کر جلدی سے نیچے کر لیا۔ "کمالے! یہ تو پولیس کی جیپ ہے۔"

ایک بھاری جسم والا تھانیدار اگلی سیٹ سے اتر کر درخت کے پاس آیا اور چیخ کر بولا۔ "پوزیشن فائر۔"

تینوں سپاہیوں نے سڑک پر اترتے ہی پوزیشن سنبھالی اور دائیں بائیں فائرنگ شروع کر دی۔ تھانیدار بھی دوسری طرف چھلانگ لگا گیا۔

کمالا فائرنگ کھولنے ہی والا تھا کہ جبرو نے اسے پیچھے کھینچتے ہوئے کہا۔ "فائر نہ کرنا

اوئے۔"

اور جبرو کمالے کو لے کر رینگتا ہوا پیچھے ہی پیچھے چلا گیا۔

○☆○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو اور کمالے نے سرکنڈوں کے پیچھے چھلانگیں لگا دیں اور وہیں دم سادھ کر بیٹھ گئے۔ ان کی آنکھیں سرکنڈوں کے بیچ میں سے سڑک پر جمی تھیں۔ پولیس کی جیپ سڑک پر کھڑی تھی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سکھ تھانے دار سڑک کے درمیان پڑے درخت کے پیچھے مورچہ بنا کر لیٹا صاف نظر آ رہا تھا۔

کمالے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "کسی نے مخبری تو نہیں کر دی۔"

جبرو نے سرگوشی کی۔ "کر دی ہے تو دیکھ لیں گے۔ پولیس مقابلے کے لئے ہمارے پاس کافی اسلحہ ہے۔"

تھانے دار نے یونہی ہوا میں دو تین فائر کئے۔ پھر دوڑ کر جیپ کے پیچھے آ گیا اور بلند آواز میں بولا۔ "رام پرشاد۔ مرلی۔ سکھے۔ اوئے تم کہاں مر گئے ہو۔ واپس آ جاؤ۔ ڈاکو بھاگ گئے ہیں۔"

سڑک کی دائیں بائیں جانب والی جھاڑیوں سے نکل کر تینوں کانسٹیبل جیپ کی طرف بڑھے۔ سکھ تھانے دار جیپ میں بیٹھ گیا۔ "اوئے اس اپنے باپ کو سڑک پر ہٹاؤ۔"

کانسٹیبل بھی ڈرے ہوئے تھے۔ انہوں نے جلدی جلدی سڑک پر سے درخت کے تنے کو دوسری طرف لڑھکا دیا اور بھاگ کر جیپ میں سوار ہو گئے۔ تھانے دار نے جیپ اسٹارٹ کر رکھی تھی۔ ان کے بیٹھتے ہی وہ جیپ کو ایک دم سے آگے بڑھا کر لے گیا۔ جبرو نے رائفل نیچی کر لی۔ پولیس جیپ کی عقبی لال بتی سڑک پر آگے جا کر غائب ہو گئی تو کمالا اور جبرو اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبرو سرکنڈوں کے پیچھے سے نکلتے ہوئے بولا۔

"شراب کا گودام یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ مگر ہم سڑک سے ہٹ کر چلیں گے۔"

اندھیری رات تھی۔ دونوں دوست کھیتوں، جھاڑیوں اور اونچی فصل کی آڑ لیتے آگے بڑھتے گئے۔ شراب کے گودام تک پہنچتے پہنچتے رات کے دس بج گئے۔ پامیلا کے کھانا لے کر آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ گودام کے غسل خانے کی عقبی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ دونوں دوست کھڑکی میں سے گودام کے اندر آ کر شراب کے بڑے بڑے مٹکوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ غسل خانے کی کھڑکی اس نے اندر سے بند کر دی تھی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ موم بتی جلا کر ایک اینٹ کے پیچھے اس طرح سے زمین پر ٹکا دی تھی کہ اس کی روشنی روشن دانوں پر نہیں پڑتی تھی۔

کمالا بندوق ایک طرف رکھ کر دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔ "بہت بڑا گودام ہے شراب کا۔ مگر ہم یہاں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکیں گے۔"

جبرو کے کان باہر سناٹے پر تھے۔ اسے پامیلا کا انتظار تھا۔ جس نے کھانا لے کر رات دس بجے تک آنا تھا۔ کمالے نے جبرو کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ "تم کیا سوچ رہے ہو؟"

جبرو کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ "میں سوچتا ہوں کہ ہمیں جتنی جلدی ہو سکے جموں کشمیر کی طرف نکل جانا چاہئے۔ میں نے کسی سے سنا ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں نے پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور انڈیا کی فوج ان کو دبانے کے لئے کشمیر روانہ ہو گئی ہے۔ ہم کشمیری مسلمانوں کی مدد کریں گے۔"

کمالے نے جبرو کی طرف دیکھا۔ "جبرو! فساد شروع ہو گئے ہیں۔ بہار اور پنجاب میں تو مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ تمہاری محبوبہ کس شہر میں ہے؟"

جبرو کی آنکھیں ایک دم سکڑیں۔ اس نے کمالے کے چہرے پر نظریں جما دیں اور شکستہ اور بوجھل آواز میں کہا۔ "اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں نے اسے بنگال میں اس دن چھوڑا تھا جب وہ اپنے خاندان کے ساتھ آسام کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روانہ ہو رہی تھی۔ اب مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے"۔

جبرو چپ ہو گیا۔ اس کے چہرے سے یہ تاثر نمایاں تھا کہ اسے اپنی محبوب کا ذکر پسند نہیں ہے۔ کمالا اپنے دوست کی نفسیات اور رمز کو جانتا تھا۔ اس نے فوراً گفتگو کو بدل دیا اور پوچھا۔ "کیا تم اس کے حق میں ہو کہ ہم جموں کشمیر کی طرف نکل جائیں یا تمہارے خیال میں ہمیں اب پاکستان جا کر شریفانہ زندگی بسر کرنی چاہئے؟"

جبرو نے تڑپ کر کہا۔ "تم خاموش نہیں رہ سکتے کمالے؟" وہ ذرا سے کندھے اچکا کر چپ ہو گیا۔ ایسی آواز آئی جیسے کوئی گودام کا بڑا دروازہ کھول رہا ہے۔ کمالے نے ایک دم بندوق سنبھال لی اور تیزی سے اٹھا۔ جبرو نے کہا۔ "پامیلا ہوگی۔ وہ میرے لئے کھانا لے کر آئی ہے۔"

مگر اس نے فوراً موم بتی پھونک مار کر بجھا دی اور شراب کے مٹکوں کے پیچھے پوزیشن سنبھال لی۔ دروازہ وہاں سے دور تھا۔ شراب کے بڑے بڑے ڈرموں کے بیچ میں سے پتلا سا راستہ دروازے تک جاتا تھا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ دروازہ کھلا پھر بند ہو گیا۔ کسی نے اندر سے کنڈی لگا دی۔ جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "یہ پامیلا ہے۔" اس کے ساتھ ہی دروازے کی طرف ٹارچ کی روشنی ہوئی اور پامیلا کی آواز آئی۔ "میں پامیلا ہوں جبرو۔"

جبرو سامنے آ گیا۔ ٹارچ کی روشنی اس پر پڑی۔ پامیلا نے ایک ٹوکری اٹھا رکھی تھی۔ کل رات کی طرح وہ آج بھی پتلون بش شرٹ میں ملبوس تھی۔ کمالا بھی شراب کے ڈرموں کے پیچھے سے نکل آیا۔ پامیلا نے چھوٹی ٹارچ کی دھندلی روشنی میں کمالے کو دیکھا۔ جبرو نے کمالے کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا جگری یار کمالا ہے۔ میں نے تمہیں اس کے بارے میں بتایا تھا۔"

پامیلا نے کمالے کو ایک نظر دیکھا۔ پھر ٹوکری نیچے رکھ دی۔ "اس میں جو کھانا ہے وہ تم دونوں کے لئے کافی ہو گا۔ میں تھرمس میں چائے بھی بنا کر لائی ہوں۔ کیا تمہارا دوست کمالا چائے پیتا ہے؟"

کمالا بندوق ایک طرف رکھ کر جبرو کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ کہنے لگا۔ "اس وقت چائے کی طلب بری طرح محسوس ہو رہی تھی۔"

پامیلا نے ٹارچ فرش پر لٹا دی۔ اس کی دھندلی روشنی صرف شراب کے ڈرموں تک ہی محدود تھی۔ پامیلا ان کے لئے کھانا نکالنے لگی۔ "لی آج تم سے ملنے کو بڑی بے چین تھی۔ مگر میں نے اسے منع کر دیا۔ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ پولیس تم دونوں کی تلاش میں ہے۔ کل ہی انسپکٹر صفری کلب میں کہہ رہا تھا کہ ہم ان دونوں کو بہت جلد گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

جبرو نے پوچھا۔ "پامیلا! ہم جموں کشمیر کی طرف نکل جانا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنے حلیے تبدیل کرنے کے لئے فقیروں والے کالے لباس، منکوں کی دو ملائیں اور دو لمبے بالوں والی وگوں کی ضرورت ہوگی۔ کیا تم ہمیں یہ چیزیں لا کر دے سکتی ہو؟"

پامیلا نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔ بھنے ہوئے چاولوں پر کباب ڈال کر ایک تھالی جبرو کو ایک تھالی کمالے کو دی۔ پھر تھرمس پر سے پانی کا جگ بھر کر ان کے پاس رکھ دیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔ ٹارچ کی ہلکی روشنی میں وہ کمالے کو چاول کھاتے دیکھ رہی تھی۔

جبرو نے اپنا سوال دہراتے ہوئے کہا۔ "پامیلا تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

پامیلا کے چہرے پر افسردہ سی مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔ کہنے لگی۔ "تمہیں اگر ان چیزوں کی ضرورت ہو گی تو ضرور لا دوں گی۔ لیکن اخباروں میں آج بھی خبریں چھپی ہیں کہ دلی سے آگے فساد شروع ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگائی جا رہی ہے۔ انہیں قتل کیا جا رہا ہے۔ لوگ قافلوں کی شکل میں پاکستان جانا شروع ہو گئے ہیں۔ تم جموں کشمیر کیسے پہنچو گے؟"

جبرو کھانا کھاتے ہوئے بولا۔ "اللہ مالک ہے۔ ہمارا کشمیر جانا بڑا ضروری ہے۔"

پامیلا تھرمس کھول کر پیالوں میں چائے ڈالنے لگی۔ کمالے نے تھالی نیچے رکھ دی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور چائے کا پیالہ اٹھا لیا۔ پامیلا نے دوسرا پیالہ بھر کر تھرمس پر ڈھکنا چڑھایا اور اسے بند کرتے ہوئے بولی۔ "میں تمہیں روک نہیں سکتی۔ مگر پھر کہوں گی کہ آگے حالات بڑے خراب ہیں۔ یہاں دلی میں بھی مسلمانوں میں سخت بے چینی پھیل رہی ہے۔ پنجاب سے ہندو سکھ شرنارتھی آئے ہیں۔ انہوں نے یہاں مسلمانوں کے خلاف بڑی نفرت پھیلا دی ہے۔"

جبرو نے چائے کا گھونٹ بھرا۔ پامیلا کی جانب نظریں اٹھا کر دیکھا پامیلا ٹارچ کی دھیمی روشنی میں کمالے کو چائے پیتے دیکھ رہی تھی۔۔ جبرو دل ہی دل میں مسکرایا۔ یہ عجیب لڑکی ہے۔ اس نے سوچا۔ اسے مہذب لوگوں کی بجائے قاتل ڈاکو خونی لوگ بہت پسند ہیں۔ جبرو نے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟"

پامیلا نے ہلکا سا سانس بھرا اور بولی۔ "میں یہی مشورہ دوں گی کہ ابھی کچھ دن اپنے آپ کو یہیں چھپائے رکھو۔ ذرا حالات ٹھیک ہوئے تو بے شک چلے جانا۔" اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اب میں چلتی ہوں۔ ہوسکتا ہے رات کے پچھلے پہر لالی تم سے ملنے آئے۔ میں نے روکے رکھا ہے۔ اس کی کوٹھی کے باہر خفیہ پولیس والے گھومتے رہتے ہیں۔ پولیس کو شبہ ہے کہ تم اس کے پاس آتے ہو۔ وہ تم سے ملنے کو بے چین ہے۔ کہہ رہی تھی۔ آج رات پچھلے پہر جبرو سے ملنے جاؤں گی۔"

جبرو نے فوراً کہا۔ "اسے مت آنے دینا۔ کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ وہ خفیہ پولیس والوں کے ہتھکنڈوں سے واقف نہیں ہے۔"

پامیلا بولی۔ "میں نے اسے بہت سمجھایا ہے مگر وہ نہیں مانتی"۔ پھر ذرا سا مسکرا کر کہنے لگی۔ "شاید وہ تم سے محبت کرنے لگی ہے۔"

ٹوکری میں خالی برتن ڈال کر پامیلا باہر جانے لگی تو جبرو نے پوچھا۔ "تمہارے پیچھے تو کوئی نہیں لگا ہوتا؟ تم اپنے آنے کا وقت بدل لو تو بہتر ہے۔ ویسے ہم یہاں سے اس وجہ سے بھی جلدی چلے جانا چاہتے ہیں کہ تم دونوں کسی مشکل میں نہ پھنس جاؤ۔"

پامیلا رک گئی۔ ٹارچ اس کے ہاتھ میں تھی جس کی روشنی فرش پر پڑ رہی تھی۔

گردن اٹھا کر اس نے کمالے کی طرف دیکھا اور بولی۔ "مجھے اس ایڈونچر سے خوشی ملتی ہے۔"

کمالا جبرو کا منہ تکنے لگا۔ وہ انگریزی لفظ ایڈونچر کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔ جبکہ جبرو ایسے لفظ کچھ کچھ سمجھنے لگا تھا۔ پامیلا چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد جبرو نے شراب خانے کا دروازہ ذرا سا کھول کر باہر دیکھا۔ اخیر مارچ کی خنک رات تھی اور فضا میں رات کی رانی کی ہلکی ہلکی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ جبرو کو اس خوشبو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کوئی پامیلا کا تعاقب کرتا وہاں تک تو نہیں آیا۔ پامیلا کا سایا کچھ دور تک درختوں میں جاتا نظر آیا پھر وہ اندھیرے میں گم ہو گئی۔

جبرو دروازے کے پیچھے ایک پل کے لئے بالکل ساکت کھڑا رہا دور کسی سڑک پر سے ٹرک کے گزرنے کی آواز آئی۔ جبرو نے دروازہ بند کرکے کنڈی لگا دی۔ شراب خانے کے اس نمدار گودام میں روشن دان میں سے رات کی دھیمی دھیمی نیلی سی روشنی اندر آ رہی تھی۔ کمالا کچھ بے چین سا تھا۔ جبرو نے موم بتی روشن کرکے اینٹ کے پیچھے اسی طرح رکھ دی۔

کمالا چارپائی پر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔ "یار! یہ تو بالکل کال کوٹھری ہے۔ کتنی دیر یہاں رہ سکیں گے۔"

جبرو بھی چارپائی پر پاؤں اٹھا کر بیٹھ گیا۔ "کمالے! ہم کوئی شریف لوگ نہیں ہیں کہ ہمیں چین سے رہنا اور سکھ کی نیند نصیب ہو۔ ہم قاتل اور خونی ہیں چاہے یہ خون ہم نے کیسے ہی کیوں نہ کئے ہوں۔ پولیس شہر میں جگہ جگہ ہماری تلاش میں ہے۔ ہمیں اس کال کوٹھری کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔"

کمالا بولا۔ "مگر یہاں ہم کوئی خطرے سے باہر تو نہیں ہیں۔ یہ لڑکی تو احمق ہے۔ یونہی رات کو کھانا لے کر چل پڑتی ہے۔ ذرا کسی کو شک پڑ گیا تو ہم ناحق مارے جائیں گے۔ میری مانو تو یہاں سے نکل چلو۔"

جبرو نے پوچھا۔ "لیکن جب تک ہمیں باہر کے حالات کے بارے میں پوری طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے علم نہ ہو جائے ہمارا یہاں سے نکلنا ٹھیک نہیں ہوگا اور باہر کے حالات کے بارے میں یہ لڑکی ہی ہمیں بتا سکتی ہے۔ ہماری تو اخباروں میں تصویر بھی آ گئی ہے۔ پولیس نے میرے لئے انعام بھی مقرر کر دیا ہے۔"

کمالا کچھ جھنجلا کر بولا۔ "تو کیا ہم اس کال کوٹھری میں پڑے رہیں گے؟"

جبرو نے کہا۔ "لیکن یہاں سے نکل کر ہم جائیں گے کہاں؟ پولیس نے سارے شہر کی سڑکوں کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ ریلوے اسٹیشن پر بھی پہرہ لگا ہے۔ ہر جگہ میری تصویر پہنچا دی گئی ہے۔ تم گھبراؤ نہیں اگر لی آج پچھلے پہر آ گئی تو میں اس سے بات کرتا ہوں۔"

کمالا بولا۔ "وہ تو خود تمہارے کہنے کے مطابق پولیس کی نگرانی میں ہے۔ اس کا یہاں آنا بڑا خطرناک ہوگا۔"

جبرو نے کہا۔ "لی بہت سمجھ دار عورت ہے۔ وہ پوری طرح دیکھ بھال کر کے یہاں آئے گی۔"

کمالے نے چارپائی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "پھر بھی ہمیں ہوشیار رہنا ہوگا۔ تم یہاں آرام کرو۔ میں گودام کے باہر جا کر پہرہ دیتا ہوں۔ جب لی آئے گی تو میں یہ تسلی کروں گا کہ کہیں اس کے پیچھے خفیہ پولیس کا کوئی آدمی تو نہیں لگا ہوا؟"

جبرو نے کہا۔ "مگر ابھی تو اس کے آنے میں کافی دیر ہے۔"

"پھر کیا ہوا۔ کمالا بولا۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی میں باہر جاتا ہوں۔ تم اندر سے کنڈی لگا لو۔"

جبرو نے کمالے کو روکنے کی دوبارہ کوشش نہ کی۔ اسے معلوم تھا اب وہ نہیں رکے گا۔ کمالا بندوق لے کر شراب کے گودام سے باہر اندھیرے میں نکل گیا اور اس کے سامنے جو چھوٹا سا کچا راستہ تھا اس کی جایک جانب درختوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ جبرو کنڈی لگا کر واپس چارپائی پر آ کر بیٹھ گیا۔ بندوق اس کے پاس چارپائی پر پڑی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ اس جگہ وہ زیادہ سے زیادہ کتنی دیر تک پوشیدہ رہ سکتے

ہیں۔ تیز چائے پینے کے بعد اس کی نیند بھی غائب ہو چکی تھی۔ مچھر بھی تنگ کرنے لگے تھے۔ مگر اب وہ ان کا عادی ہو گیا تھا۔ رات گزرتی چلی گئی۔ موم بتی پگھلتی رہی۔ آخر وہ ساری پگھل گئی اور اس کی لو پگھلی ہوئی موم میں تیرنے لگی۔ جبرو نے اسے پھونک مار کر بجھا دیا۔

☆☆☆

ادھر پامیلا واپس اپنے بنگلے میں خیریت سے پہنچ گئی تھی۔ وہ صرف اس لئے یہ سب کچھ کر رہی تھی کہ ایک تو اسے قاتل اور ڈاکو لوگ پسند تھے اور دوسرے وہ اس قسم کے ایڈونچر بھی پسند کرتی تھی۔ شراب والے گودام کے علاقے سے وہ رکشے میں بیٹھ کر اپنے بنگلے سے کچھ دور پیچھے ہی اتر پڑی اور اپنے کمرے کے غسل خانے سے ہو کر اندر آ گئی۔ اس نے آتے ہی پتلون بش شرٹ اتار کر دوسرے کپڑے پہن لئے اور لی کو ٹیلی فون کرنے کے خیال سے میز کی طرف بڑھی۔ پھر یہ سوچ کر رک گئی کہ لی پولیس کی نگرانی میں ہے اور پولیس اس کا ٹیلی فون ضرور ٹیپ کر رہی ہو گی۔ وہ لی کو جبرو کے پاس جانے سے روکنا چاہتی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں پولیس اس کے پیچھے پیچھے شراب کے گودام تک نہ پہنچ جائے اور جبرو اور کمالا دونوں پولیس کے قابو میں نہ آ جائیں۔ اس نے سوچا کہ وہ کسی طریقے سے خاص لفظوں میں لی کو وہاں جانے سے روک دے گی۔

اس نے ریسیور اٹھا کر ڈائیل گھمایا۔ مگر ٹیلی فون ڈیڈ تھا۔ پامیلا نے بہت کوشش کی مگر ٹیلی فون خراب ہو چکا تھا۔ وہ لی کے ہاں گاڑی لے کر بھی نہیں جا سکتی تھی۔ رات کے گیارہ بجے گیراج سے گاڑی نکالتے دیکھ کر اس کے گھر والے اس سے پوچھتے کہ وہ اتنی رات گئے کہاں جا رہی ہے۔ پامیلا مایوسی کے عالم میں پلنگ پر لیٹ گئی۔

ادھر لی پچھلی رات جبرو سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ پامیلا نے جبرو کو بتا دیا ہوگا کہ لی پچھلے پہر اس سے ملنے آ رہی ہے اور وہ اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پولیس کو اس کے خلاف ابھی تک اس بات کا واضح ثبوت نہیں ملا تھا کہ اس کا جبرو اور کمالے سے باقاعدہ رابطہ ہے۔ مگر وہ چوبیس گھنٹے پولیس کی نگرانی میں تھی۔ ایک خفیہ پولیس والا صبح سے رات تک اور دوسرا رات سے اگلے دن صبح تک اس کی چھوٹی سی کوٹھی کے باہر چھپ کر اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا تھا۔ وہ دن میں یا شام میں جہاں بھی جاتی یہ آدمی سائے کی طرح اس کے ساتھ جاتا تھا۔ للی کے بارے میں سوائے جبرو اور کمالے کے اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے لیکن جب سے اس کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اس کا تعلق کسی نہ کسی اعتبار سے ایک مفرور قاتل اور ڈاکو سے ہے تو کلب میں کرسچن پولیس افسر اس سے کترانے لگے تھے۔ مگر پولیس انسپکٹر صفری نے اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی تھی۔ وہ للی کے گھر میں کسی وقت شام کو کافی پینے آ جاتا تھا۔ محض اس خیال سے کہ وہ للی کے معاملات پر نگاہ رکھ سکے۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ للی نے بیڈ روم کی بتی گل کر دی تھی۔ اس کی چھوٹی سی کوٹھی پر جو اس کے مرحوم والد کے مرنے کے بعد اس کے حصے میں آ گئی تھی۔ خاموشی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف برآمدے کا کمزور سا بلب روشن تھا۔ جہاں للی کا پالتو ایسیشین کتا اپنا منہ اگلی ٹانگوں پر رکھے سو رہا تھا۔ للی اپنے بیڈ روم میں پلنگ پر بالکل سیدھی لیٹی تھی۔ پتلی سی چادر اس نے اپنے اوپر لے رکھی تھی۔ اس کے قریب ہی پتائی پر رکھے ہوئے ٹائم پیس کی ہلکی ہلکی ٹک ٹک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ٹائم پیس کی سوئیاں چمک رہی تھیں۔ للی نے ایک بار پھر وقت دیکھا۔ اس نے سوچا کہ جب رات کے تین بجے بھی جانا ہے تو ایک گھنٹہ پہلے جانے میں کیا حرج ہے۔ اس طرح وہ جبرو کے پاس زیادہ وقت گزار سکے گی۔ اسے صرف جبرو سے ملنے کی خواہش وہاں لے جا رہی تھی۔ وہ جبرو سے محبت کرنے لگی تھی۔

للی نے چادر پرے پھینکی اور پلنگ سے اتر آئی۔ کھڑکی کے پاس جا کر اس نے پردہ ہٹا کر باہر دیکھا۔ رات چاندنی نہیں تھی۔ موسم بہار کے نیلے آسمان پر تارے چمک

رہے تھے۔ ایک عجیب سی خواب انگیز نیلی دھند چاروں طرف چھائی تھی۔ للی اچھی طرح جانتی تھی کہ خفیہ پولیس کا آدمی کوٹھی کے باہر کسی نہ کسی جگہ موجود ہے۔ مگر ہو سکتا تھا کہ اسے نیند نے غافل کر دیا ہو؟ پھر بھی للی کوٹھی کے گیٹ سے باہر نہیں نکلنا چاہتی تھی۔

اس نے اس مشن کے لئے کپڑے پہلے نکال رکھے تھے۔ بیڈ روم کی بتی اس نے نہ جلائی۔ الماری میں کالی پتلون کالی قمیض نکال کر پہنی۔ پاؤں میں ربر کے جوتے پہنے۔ سر پر سیاہ رومال باندھا اور غسل خانے میں آ گئی۔ غسل خانے کے دروازے کی کنڈی اتار دی۔ دروازے کو بڑے آرام سے کھول کر باہر دیکھا۔ پیچھے بہت چھوٹا سا باغیچہ تھا جو رات کے پچھلے پہر کی خاموشی میں سنسان تھا۔ باہر آ کر اس نے دروازے کو اسی طرح بند کر دیا۔ اور جھکی جھکی چلتی سامنے کوٹھی کی ایک مرد اونچی دیوار کے پاس آ کر اچھل کر دیوار کے اوپر چڑھ گئی۔ ایک منٹ کے لئے وہ دیوار کے اوپر ہی سانس روکے لیٹی رہی۔ جب اسے کسی طرف سے کوئی آہٹ یا آواز نہ سنائی دی تو دیوار کی دوسری طرف اتر گئی۔ دوسری طرف کیکر کے کچھ درخت اندھیرے میں خاموش کھڑے تھے۔ وہ ان درختوں میں سے ہو کر کچی سڑک پر آ گئی۔ اس سڑک کو پار کر کے وہ سامنے والے میدان میں داخل ہو گئی۔ میدان میں کہیں کہیں بارش کا پانی کھڑا تھا جن میں نرسل اگے ہوئے تھے۔ للی ان کی آڑ لیتی تیز تیز قدموں سے چلتی پارک میں گھس گئی۔ اس پارک کا دوسرا دروازہ پکی سڑک پر کھلتا تھا۔ للی کو معلوم تھا کہ پامیلا کے باپ کے گودام کو وہاں سے کون سا راستہ جاتا ہے اور شارٹ کٹ کدھر ہے۔ اسے رات کے دو بجے ٹیکسی یا رکشا ملنے کی کوئی امید نہیں تھی اور وہ کوئی سواری لینا بھی نہیں چاہتی تھی۔ یہ علاقہ دلی شہر کا باہر کا علاقہ تھا اور اس زمانے میں ابھی اتنی آبادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ سارا علاقہ سنسان پڑا تھا۔

للی کچھ دور تک پکی سڑک پر درختوں کے نیچے چلتی رہی پھر ایک جگہ سڑک چھوڑ کر ایک ٹیلے کی طرف مڑ گئی۔ یہاں سے ایک راستہ کھیتوں اور املی کے درختوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سے ہوتا ہوا اس گندے نالے کی طرف جاتا تھا جس کے دوسرے کنارے پر پامیلا کے باپ کا گودام تھا۔ لی تھوڑی دور چلنے کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھ لیتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ خفیہ پولیس والا اس کا تعاقب نہیں کر رہا۔ مگر یہ اس کی بھول تھی خفیہ پولیس والے حوالدار بلرام نے اسے غسل خانے سے نکلتے اور دیوار پھاند تے دیکھ لیا تھا اور وہ وہیں سے لی کے پیچھے ہو لیا تھا۔ وہ کچھ فاصلہ رکھ کر بڑی مہارت کے ساتھ تعاقب کر رہا تھا۔ بھرا ہوا پستول حوالدار بلرام کی جیب میں تھا۔ وہ بڑا تجربہ کار آدمی تھا اور کئی جرائم پیشہ لوگوں کو پکڑوا چکا تھا۔ انسپکٹر صفری نے خاص طور پر اسی لئے اسے رات کے وقت لی کی نگرانی پر لگایا تھا۔

لی گندے نالے کا چھوٹا سا پل پار کر گئی۔ سامنے درختوں کے پیچھے شراب کے گودام کی اونچی دیوار رات کے اندھیرے میں چٹان کی طرح نظر آرہی تھی۔ گودام سے پہلے بائیں جانب املی کے درخت تھے۔ ان درختوں میں ایک درخت کے پیچھے کمالا بندوق اپنے گھٹنوں پر رکھے بیٹھا تھا۔ وہ اونگھ رہا تھا مگر پھر فوراً سنبھل جاتا اور سر کو زور سے جھٹک کر نیند کو بھگانے کی کوشش کرتا۔ اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کمالا ہوشیار ہو گیا۔ اس نے بندوق سنبھال لی اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گندے نالے کے پل کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے ایک انسانی سایہ آتا نظر آیا جو تیز تیز قدموں سے گودام کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کمالے کا ہاتھ اپنے آپ ٹرائیگر پر آگیا۔ لیکن آنے والی ایک عورت تھی۔ کمالے نے فوراً سوچا کہ وہ لی ہو گی۔ لی پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوئی گودام کے دروازے کی طرف چلی گئی۔ کمالے نے اسے جانے دیا اور ساتھ ہی اس کی چیتے ایسی نظریں پیچھے دیکھنے لگیں۔ وہ ایک دم سے چونک پڑا۔

ایک اور سایہ اندھیرے میں کچے راستے پر کنارے کی طرف چلا آرہا تھا۔ یہ سایہ رک گیا۔ کمالے کی آنکھیں سائے پر جمی تھیں۔ سایہ پھر آگے بڑھا۔ اس وقت لی گودام میں داخل ہو چکی تھی۔ کمالا سمجھ گیا کہ یہ خفیہ پولیس کا آدمی ہے جو لی کا پیچھا کرتا وہاں آیا ہے۔ یہ حوالدار بلرام ہی تھا۔ اس نے لی کو گودام میں داخل ہوتے دیکھ

لیا تھا۔ وہ ایک پل کے لئے وہیں کچے راستے کے ایک طرف ہو کر کھڑا گودام کی طرف تکتا رہا۔ پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چھوٹا سا وائرلیس ٹرانسمیٹر نکال کر وہیں درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ ٹرانسمیٹر کو کھول دیا اور آہستہ آہستہ بولنے لگا۔ "ہیلو شیوا جی! ہیلو شیوا جی!"

کمالا رینگتا ہوا بالکل اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ جونہی اس نے دیکھا کہ وہ پیچھے پولیس کو وائرلیس پر پیغام بھیجنے والا ہے۔ کمالے نے پوری طاقت سے بندوق کا دستہ اس کی گردن پر دے مارا۔ حوالدار بلرام وہیں لڑھک گیا۔ وائرلیس اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ کمالے نے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو پاؤں سے دور کر دیا۔ حوالدار کے بارے میں اسے یقین تھا کہ جو ضرب اسے لگی ہے۔ اب وہ اٹھ نہیں سکے گا۔ چھ فٹے کمالے کے ہاتھ سے اتنی شدید ضرب کھانے کے بعد حوالدار بلرام کیسے اٹھ سکتا تھا۔ اس ضرب نے اس کی گردن کا منکا توڑ دیا تھا۔ جب کمالے نے گردن سے پکڑ کر اس کا سر اوپر اٹھایا تو وہ مر چکا تھا۔ کمالے نے ٹرانسمیٹر کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ حوالدار بلرام کی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے پستول نکلا۔ کمالے نے پستول بھی اپنی جیکٹ کی جیب میں ڈال لیا اور حوالدار بلرام کی لاش کو گھسیٹ کر درختوں کے درمیان لے آیا۔ جھاڑیوں میں اس نے حوالدار بلرام کی لاش ڈال دی۔ لاش میں سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہا تھا۔ یہ بڑی اچھی بات تھی۔ کمالا لاش کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا اور کسی کسی وقت پیچھے کچے راستے پر نگاہ ڈال لیتا کہ کوئی دوسرا آدمی تو پیچھے نہیں آ رہا۔

اس وقت لی جبرو کے پاس گودام کے اندر چارپائی پر بیٹھی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ جبرو نے لی سے سب سے پہلے پوچھا تھا کہ اس نے اپنے پیچھے کسی کو تعاقب کرتے تو نہیں دیکھا؟ لی نے اسے تسلی دی کہ وہ اکیلی ہی آئی ہے اور خفیہ پولیس والے کو خبر نہیں ہوئی۔ جبرو کو لی کی بات کا یقین نہیں تھا مگر اسے یہ تسلی ضرور تھی کہ کمالا باہر موجود ہے۔ اگر ایسی ویسی بات ہوئی تو وہ آنے والے کو سنبھال لے گا۔ جبرو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لی سے کہہ رہا تھا کہ یوں رات کے وقت نکل کر نہیں آنا چاہئے۔

خدا جانے یہ رات کی خاموشی کا اثر تھا یا تنہائی اور آدھی رات کو چوری چھپے جبرو سے ملنے کے لئے آنے کا رد عمل تھا کہ لی نے جبرو کے آگے اپنا دل کھول کر رکھ دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ جبرو کے لئے لی کا یہ انکشاف کوئی انوکھی چیز نہیں تھی۔ اس نے اس محبت کو شروع میں ہی لی کی آنکھوں میں دیکھ لیا تھا۔ جبرو نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ کیونکہ وہ محبت میں بڑی گہری چوٹ کھا چکا تھا اور اب اس کے پاس محبت کے وہ جذبات بھی نہیں تھے۔ اگر تھے تو اس نے انہیں کچل ڈالا تھا۔

لی نے جبرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بڑے جذباتی لہجے میں بولی۔ "جبرو! کیا تم مجھے اپنا پیار نہیں دو گے؟ کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتے؟ میں جانتی ہوں ایسی بات نہیں ہے۔ تمہارے دل میں میرے لئے محبت ہے۔ ضرور ہے۔"

جبرو نے آہستہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اسے بندوق کے دستے پر جماتے ہوئے بولا۔ "ان باتوں کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم ہمیں بھیس بدلنے کے واسطے کچھ کپڑے لا کر دے سکتی ہو؟ کمالا بھی میرے ساتھ ہی ہے۔"

لی نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ آنکھیں ایک سیکنڈ کے لئے بند کیں۔ پھر آنکھیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"وہ گودام کے باہر نگرانی کر رہا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ تم رات کے پچھلے پہر یہاں آ رہی ہو۔ اسے خطرہ تھا کہ تمہارے پیچھے خفیہ پولیس کا آدمی ضرور لگا ہوگا۔ اس نے تمہیں گودام میں آتے دیکھا ہوگا۔ مگر وہ تمہیں پہچانتا ہے اس لئے خاموش رہا۔"

لی نے جذباتی انداز میں جبرو کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔ "سچ سچ بتاؤ جبرو۔ کہیں تم پامیلا سے تو پیار نہیں کرنے لگے۔ وہ تمہیں روز رات کو کھانا دینے آتی ہے۔"

جبرو نے نفی میں گردن ہلائی اور بولا۔ "تم عورتوں کو ان باتوں کے سوا اور کوئی

بات کرنی نہیں آتی؟" پھر اس نے لی کے ہاتھ بڑے پیارے سے دباتے ہوئے کہا۔ "لی! میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔ تم نے بڑے کٹھن لمحوں میں میرا ساتھ دیا ہے۔ مگر یقین کرو میں کسی بھی عورت سے محبت نہیں کرتا۔ ان باتوں کو چھوڑو اور مجھے میرے سوال کا جواب دو۔ ہم یہاں سے جموں کشمیر کی طرف نکل جانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہم زیادہ دیر تک یہاں نہیں رہ سکتے۔ ہم بھیس بدل کر سفر کرنا چاہتے ہیں کیا تم ہمیں کچھ ایسے کپڑے لا دو گی جو یہاں کے فقیر لوگ پہنتے ہیں۔"

لی نے ساتھ ہی جواب دیا۔ "میں ایک شرط پر تمہاری بات مانوں گی کہ تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر چلو۔"

جبرو لی کو تکنے لگا۔ "روشن دان سے آتی رات کی پھیکی نیلی روشنی کے غبار میں لی کا چہرہ کنول کے مرجھائے ہوئے پھول کی طرح لگ رہا تھا۔ جبرو نے کہا۔ "ہمیں نہ جانے کہاں کہاں دربدر بھٹکنا ہے۔ تم ہمارے ساتھ کہاں ماری ماری پھرو گی؟ اور پھر ہم قاتل اور اشتہاری ملزم ہیں۔ لی! میری بات مانو۔ میرا ساتھ چھوڑ دو اور دلی میں رہ کر اپنی نئی زندگی شروع کرو۔"

لی کے چہرے پر ایک عجیب چمک سی آ گئی۔ اس نے نرالی شان سے اپنی گردن اٹھائی اور جذبات سے تھرکتی ہوئی آواز میں بولی۔ "نئی زندگی کیا ہوتی ہے۔ پرانی زندگی کیا ہوتی ہے۔ زندگی وہی ہوتی ہے جو محبت کی چھاؤں میں بسر ہو اور جب موت آئے تو محبت کرنے والے کی آغوش میں آئے۔ آج میری ایک بات غور سے سن رکھو۔ میں مسلمان ہوں اور تم سے محبت کرتی ہوں۔ ایسی محبت میں نے اپنے خاوند سے بھی نہیں کی۔ تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے بچے تمہاری طرح بہادر اور غیرت مند ہوں۔ اگر تم نے میری محبت کو ٹھکرا دیا تو میں تم سے محبت کی بھیک نہیں مانگوں گی۔ کیونکہ میں بھی غیرت مند اور بہادر عورت ہوں۔ اب بتاؤ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ تمہیں کس کس چیز کی ضرورت ہے؟"

جبرو لی کے کردار کے اس پہلو سے بڑا متاثر ہوا۔ اس کی آنکھوں میں لی کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عزت مزید بڑھ گئی مگر اسے لی سے محبت نہیں تھی اور جبرو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اسے ایک لڑکی سے محبت نہ ہو اور وہ اس سے محبت کی پینگیں شروع کر دے۔ وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ گودام کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

لی نے دروازے کی طرف دیکھا۔ جبرو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کمالا ہوگا۔ تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر جبرو نے رائفل سنبھالی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے پاس جاکر آواز بدل کر پوچھا۔ "کون ہے اوئے؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ہوں کمالا۔"

جبرو نے کنڈی اتار کر دروازہ کھول دیا۔ کمالا جلدی سے اندر آگیا۔ بولا۔ "ابھی کتنی دیر وہ یہاں رہے گی؟"

"کیا بات ہے؟"

کمالے نے کہا۔ "خفیہ پولیس کا آدمی اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک آیا تھا۔"

جبرو کے ماتھے پر شکن ابھر آئی۔ "پھر؟"

کمالے نے کہا۔ "پھر کچھ بھی نہیں۔ ادھر جھاڑیوں میں اس کی لاش پڑی ہے۔ وہ پولیس کو وائرلیس کرنے لگا تھا۔ اور کمالے نے جیب سے نکال کر چھوٹا ٹرانسمیٹر جبرو کو اندھیرے میں دکھایا۔

جبرو بولا۔ "دروازے کو کنڈی لگا کر اندر آجاؤ۔" لی نے پوچھا۔ "کس سے باتیں کر رہے تھے؟" جبرو نے کہا۔ "کمالا ہے۔ تمہیں کچھ معلوم نہیں۔ اگر کمالا باہر نہ ہوتا تو ہم دونوں یہاں یا تو پولیس مقابلے میں مارے جاتے یا پولیس ہمیں گرفتار کر لیتی۔ تمہارے پیچھے پیچھے خفیہ پولیس کا آدمی تھا۔"

لی کچھ حیران سی ہوئی۔ کمالا بھی وہاں آگیا۔ اس نے ساری کہانی بیان کر دی۔ جبرو نے لی سے کہا۔ "میں یہاں رہ کر تمہیں کسی عذاب میں نہیں پھنسانا چاہتا۔ تم اب واپس چلی جاؤ۔ کمالا تمہیں چھوڑنے تمہارے ساتھ جائے گا۔ ہم خفیہ پولیس والے کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے بعد یہاں سے نکل جائیں گے۔"

لی نے تنک مزاجی سے کہا۔ "کمالے کو میرے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب میں آئی تھی تو کمالا میرے ساتھ نہیں تھا۔ میں اکیلی واپس جاسکتی ہوں۔"

لی دروازے کی طرف چل پڑی۔ جبرو نے کمالے کے کندھے کو ہاتھ سے دبایا۔ کمالا اس کے پیچھے چلنے لگا۔ لی دروازہ کھول کر باہر رات کی کھلی فضا میں نکل گئی۔ کمالا اس کے پیچھے تھا۔ لی رک گئی۔ کمالے کی طرف دیکھا اور بولی۔ "تمہیں میرے پیچھے آنے کی ضرورت نہیں۔ جاکر جبرو سے کہہ دو کہ مجھے اس سے نفرت ہے اور مجھے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تیز تیز چلتی کچے راستے کے درختوں میں گم ہو گئی۔

جبرو ادھ کھلے دروازے میں ہی کھڑا تھا۔ اس نے کمالے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جانے دو اسے کمالے۔" جب لی چلی گئی تو جبرو گودام سے باہر آگیا۔ "اس سی آئی ڈی والے کی لاش کہاں ہے؟"

کمالا جبرو کو درختوں کے نیچے لاش کے پاس لے گیا۔ حوالدار بلرام کی لاش اسی طرح پڑی تھی اور اس پر چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے رینگ رہے تھے۔ جبرو نے چاروں طرف دیکھا۔ "ہم اسے گودام میں نہیں پھینک سکتے۔ اس طرح سے پامیلا کے باپ پر شک ہو جائے گا اور پولیس اسے پکڑ سکتی ہے۔"

کمالے نے کہا۔ "اسے گندے نالے میں پھینک دیتے ہیں ہمیں تو اب یہاں رہنا نہیں۔"

جبرو بولا۔ "نہیں کمالے نہیں۔ یہ گودام پامیلا کے باپ کا ہے اور اس کے آس پاس سے خفیہ پولیس والے کی لاش برآمد نہیں ہونی چاہئے۔ پامیلا نے ہمیں یہاں پناہ دے کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ ہم یہ کیسے گوارا کر سکتے ہیں کہ اس لاش کی وجہ سے پولیس اس کے خاندان سے پوچھ گچھ شروع کر دے اور پھر پامیلا لی کی سہیلی بھی ہے۔ پولیس تو فوراً پامیلا کو گرفتار کر لے گی۔"

کمالے نے کہا۔ "تو پھر کہیں گڑھا کھود کر دبا دیتے ہیں۔ ہمارے پاس زیادہ وقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی تو نہیں ہے۔ کوئی دم میں دن نکل آئے گا۔ ہمیں یہاں سے منہ اندھیرے فرار بھی ہونا ہے۔"

جبرو گودام کے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ "اندر ضرور کوئی بیلچہ یا کدال وغیرہ ہوگی۔"

ان کے پاس نہ تو ٹارچ تھی اور نہ موم بتی ہی تھی۔ مگر اندھیرے میں اب وہ چیزوں کو دھندلا دھندلا دیکھ لیتے تھے۔ کدال وغیرہ کی تلاش اندھیرے میں شروع ہو گئی۔ آخر ایک کونے میں انہیں ایک زنگ آلود بیلچہ مل گیا۔ باہر آکر وہ درختوں کے نیچے زمین کھودنے لگے۔ بہت جلد انہوں نے زمین میں چار فٹ گہرا گڑھا کھود کر خفیہ پولیس والے کی لاش کو دبا دیا اور اوپر سے زمین ہموار کرکے خشک پتے جھاڑیاں اور گھاس توڑ کر بکھیر دی۔ اس کے بعد وہ گودام کے اندر آکر بیٹھ گئے۔

"اب کیا ارادہ ہے جبرو۔ میرا مطلب ہے کہ کہاں اور کس طرف چلنا چاہئے۔ اسٹیشن کی طرف نہیں جاسکتے۔ جرنیلی سڑک پر بھی پولیس ہوگی۔"

جبرو کچھ سوچ کر کہنے لگا۔ "ہم دلی سے آگے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔ راتوں کو سفر کریں گے اور دن کو کسی جگہ چھپ جایا کریں گے۔ کہیں کسی جگہ موقع ملا تو ٹرین میں بھی سوار ہو جایا کریں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

کمالے نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اس طرح تو ہمیں کشمیر پہنچتے پہنچتے کئی مہینے لگ جائیں گے۔"

جبرو بولا۔ "تو کیا ہم ہوائی جہاز سے جائیں گے۔"

کمالے کے ذہن میں ایک خیال آگیا۔ کہنے لگا۔ "اگر ہمیں کہیں سے کوئی فوجی گاڑی اور دو فوجی وردیاں مل جائیں تو ہم اس خطرناک علاقے سے نکل سکتے ہیں۔"

"خطرناک علاقہ تو ہمارے لئے پنجاب بھی ہے۔"

"مگر جبرو بھائی! تم یہ بھول رہے ہو کہ ان علاقوں میں فسادات شروع ہو چکے ہیں اور اس قسم کے حالات میں پولیس کو اپنی پڑی ہوتی ہے۔ ہمیں فرار ہونے کا موقع مل

جائے گا۔"

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں ایک ٹرک کی آواز سنائی دی۔ جبرو اور کمالا ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ "یہ ٹرک یہاں کدھر سے آ رہا ہے؟" جبرو نے بندوق اٹھاتے ہوئے کہا۔ کمالے نے بھی رائفل پکڑ لی اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ انہوں نے دروازے کے سوراخوں سے باہر دیکھا۔ ٹرک کی روشنی دروازے پر پڑ رہی تھی۔ ٹرک گودام کی طرف ہی آ رہا تھا۔ ان کے دیکھتے دیکھتے ایک پرانی قسم کا ٹرک گودام کے بالکل قریب آکر رک گیا اور اس میں سے چھ سات آدمی نیچے اتر آئے۔

ڈرائیور نے کھڑکی میں سے سر نکال کر بلند آواز میں کہا۔ "دس پندرہ منٹ میں مال نکال کر نہ بھرا تو میں ٹرک لے کر چلا جاؤں گا۔ سیٹھ سے میں نے کہہ دیا تھا کہ میں نے غازی آباد صبح صبح پہنچنا ہے۔"

ایک منشی بھی ٹرک سے اتر آیا تھا۔ وہ بولا۔ "مرے کیوں جاتے ہو۔ دس کریٹ ہی تو لادنے ہیں۔ اتنے آدمی ہیں۔ ابھی لاد دیں گے چلو بھئی جلد کرو۔"

مزدور گودام کے دروازے کی طرف بڑھے۔ کمالے نے اتنی عقل مندی ضرور کی تھی کہ گودام کے باہر تالا لگا دیا تھا اور خود غسل خانے والی کھڑکی سے اندر آیا تھا۔ جبرو نے کہا۔ "یہ لوگ شراب کی بوتلوں کے کریٹ نکالنے آئے ہیں۔ جلدی سے پیچھے چل کر کہیں چھپ جاتے ہیں۔"

جبرو نے کہا۔ "باہر خطرہ ہے۔ ہوسکتا ہے ان کے آدمی اس طرف بھی ہوں۔ یہ لوگ ابھی چلے جائیں گے اور پھر ہمیں کیا خطرہ ہے۔ ہمارے پاس اتنا اسلحہ ہے کہ ان سب کو ختم کر دیں گے۔"

کمالا کہنے لگا۔ "تو کیوں نہ ان سب کو مار کر یہی ٹرک لے کر نکل چلیں؟"

جبرو بولا۔ "نہیں۔ یہ بے قصور مزدور لوگ ہیں۔ ان کو مارنا ٹھیک نہیں اور پھر یہ ٹرک ہمیں کسی بھی جگہ پکڑوا سکتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مزدور گودام کا دروازہ کھول کر اندر آ گئے۔ منشی نے بتی جلا دی۔ بتی جلتے ہی گودام کے آگے والے حصے میں روشنی ہو گئی۔ مزدور آگے رکھے ہوئے شراب کی بوتلوں کے کریٹ اٹھا اٹھا کر باہر لے جانے لگے۔ جبرو اور کمالا شراب کے ایک بڑے ڈرم کے پیچھے چھپ کر بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے۔ اپنا اسلحہ انہوں نے بالکل تیار رکھا ہوا تھا۔ مزدوروں کو کریٹ لادتے لادتے دن کی روشنی ہو گئی۔ جب وہ لوگ گودام کا دروازہ بند کر کے چلے گئے تو دن نکل آیا تھا۔

کمالے نے سر کو جھٹک کر کہا۔ "دن چڑھ گیا ہے۔ ہم نے سخت غلطی کی۔ ہمیں اس وقت غسل خانے کی کھڑکی سے نکل جانا چاہئے تھا"۔

جبرو نے چارپائی فرش پر بچھائی اور اس پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "کمالے میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ تمہاری فوجی ٹرک والی بات میرے دل کو لگی ہے۔ فوجی ٹرک تو نہیں لیکن ہم کوئی پولیس کی گاڑی ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح سے ہم جرنیلی سڑک پر بڑی تیز رفتاری سے کم از کم دلی کے علاقے سے نکلنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

کمالا بھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ "مگر پولیس کی گاڑی کہاں سے اڑائی جا سکتی ہے۔؟"

"باہر کسی نے دروازے پر دستک دی۔ کمالا اور جبرو اسلحہ سنبھالے ہوئے چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دوسری بار پھر کسی نے دستک دی۔" جبرو نے کہا۔ "آواز غسل خانے میں سے آ رہی ہے۔ کوئی غسل خانے کی کھڑکی سے باہر ہے۔ یہ ضرور للی یا پامیلا ہی ہو سکتی ہے۔"

جبرو نے کمالے کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود رائفل لئے غسل خانے میں گھس گیا۔ غسل خانے کی کھڑکی بند تھی۔ جبرو نے ایک درز میں سے باہر دیکھا۔ باہر پامیلا کھڑی تھی۔ وہ بڑی بے چین لگ رہی تھی۔ جبرو نے جلدی سے کھڑکی کھول دی۔ پامیلا اندر آ گئی۔ جبرو نے کھڑکی بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ تم گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟"

پامیلا غسل خانے سے نکل کر کمالے کے پاس آ گئی۔ اور بولی۔ "تم سخت خطرے

میں ہو۔ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔"

کمالے نے اسلحے کی بیلٹیں کاندھے پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔ "ایسی کون سی قیامت آ گئی۔ اگر پولیس آئی ہے تو ہم ایک ایک کو بھون کر رکھ دیں گے۔"

پامیلا نے کہا۔ "پولیس کے ساتھ ملٹری اور سراغ رساں بو گیر کتے بھی ہیں۔"

"یہ کتے کہاں سے آ گئے؟" جبرو نے پوچھا۔ پامیلا نے کہا۔

پولیس کو پتا چلا ہے کہ سی آئی ڈی کا جو افسر رات کو للی کے بنگلے کے باہر نگرانی پر تھا وہ غائب ہے۔ پولیس کو شبہ ہے کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ اب پولیس اور ملٹری بو گیر سراغ رساں کتوں کو لے کر مقتول کی لاش کی تلاش میں نکل چکی ہے۔ یہ تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ مجھے یہ سب کچھ اتفاق سے معلوم ہو گیا۔ میں نے انسپکٹر صفری کو ٹیلی فون پر یہ کہتے بھی سنا ہے کہ دریا والے شراب کے گودام کو گھیرے میں لے لیا جائے۔"

جبرو اور کمالا صورت حال کی سنگینی کو سمجھ گئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ پولیس کے پاس مقتول حوالدار بلرام کے کپڑے موجود ہوں گے جنہیں سراغ رساں کتوں کو سنگھا دیا جائے گا وہ مقتول کے جسم کی بو لیتے شراب کے گودام کے پاس اس جگہ آ کر زمین کو پنجوں سے نوچنا شروع کر دیں گے۔ جہاں انہوں نے مقتول حوالدار کی لاش دفن کی ہوئی ہے۔

جبرو نے پامیلا کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ "ہم دریا پار جانے کی کوشش کریں گے۔"

پامیلا بولی۔ "یہ غلطی مت کرنا۔ پولیس کے ساتھ ملٹری بھی ہے۔ وہ اس سارے علاقے کو گھیرے میں لے چکے ہوں گے۔ تم زندہ بچ کر نہ نکل سکو گے۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

جبرو نے پوچھا۔ "مگر تم ہمیں کہاں لے جاؤ گی؟ کیا راستے میں پولیس نہیں ہو گی؟"

پامیلا بولی۔ "میں گودام کی چھوٹی ویگن لے کر آئی ہوں اور تمہیں ایسے راستے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے لے چلوں گی جہاں ابھی تک پولیس نہیں پہنچی۔ جلدی چلو۔ باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ آؤ میرے ساتھ۔"

پامیلا نے وہاں اتنی افراتفری مچا دی کہ جبرو اور کمالا اس کے ساتھ ہو لئے۔ شراب کے گودام کے پیچھے ایک جگہ کچی دیوار کے ساتھ چھوٹی بند ویگن کھڑی تھی۔ پامیلا نے بھاگ کر ویگن کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور کمالے اور جبرو کو اندر گھس جانے کا اشارہ کیا۔ دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں۔ پامیلا نے گھبرا کر کہا۔ "پولیس پارٹی آگئی ہے۔ جلدی کرو۔"

دونوں دوست ویگن میں گھس گئے۔ پامیلا نے دروازہ بند کرکے باہر تالا لگا دیا۔ خود آگے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی اور ویگن ایک کچے راستے پر شہر کی کرسچین آبادی والے بنگلوں کی طرف تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔

انسپکٹر ھنری پولیس پارٹی کے ساتھ چار بوگیر کتوں کو لئے چلا آ رہا تھا۔ کتوں کی زنجیریں فوج کے چار مرھٹہ جوانوں نے تھامی ہوئی تھی انسپکٹر ھنری جیپ پر ساتھ ساتھ تھا۔ دوسری جیپ پر مسلح پولیس پارٹی سوار تھی۔ کتوں کو شراب خانے کے گودام کی طرف س مقتول حوالدار بلرام کے جسم کی ہلکی ہلکی بو آ رہی تھی۔ یہ کتے بڑے تربیت یافتہ تھے اور مقتول یا ملزم تک پہنچنے کی مہارت رکھتے تھے۔

کتے گندے نالے کا پل عبور کر کے اس ذخیرے میں داخل ہوگئے جس کے پار پامیلا کے باپ کا گودام تھا وہ املی کے درختوں میں آکر ایک جگہ زمین کو سونگھ سونگھ کر بھونکے جا رہے تھے۔ پھر انہوں نے ایک جگہ زمین پنجوں سے کھرچنی شروع کر دی تھی۔

انسپکٹر ھنری نے حکم دیا کہ یہاں زمین کھودی جائے۔ زمین کھودی گئی تو چار فٹ نیچے زمین میں دبی ہوئی حوالدار بلرام کی لاش مل گئی۔ لاش مسخ ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اسے چادر میں لپیٹ کر جیپ میں رکھوا کر پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ کر دیا

گیا۔ انسپکٹر ھنری کے ساتھ سی آئی ڈی انسپکٹر گردیال بھی تھا۔ انہوں نے دن کی روشنی میں وہاں قدموں کے نشان دیکھے۔ یہ نشان ذخیرے سے نکل کر شراب کے گودام کی طرف جا رہے تھے۔

انسپکٹر ھنری نے کہا۔ "میکسم دادا کا شراب کا گودام ہے جو پامیلا کا باپ ہے اور پامیلا لی کی سہیلی ہے۔"

سی آئی ڈی انسپکٹر گردیال نے سر کو آہستہ سے ہلاتے ہوئے کہا۔ "سر کیس بالکل صاف ہے یہ کام اسی مفرور ڈاکو قاتل جبرو اور اس کے ساتھیوں کا ہی ہو سکتا ہے جو یقیناً واردات کے بعد اس گودام میں چھپ گئے تھے۔"

انسپکٹر ھنری نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گودام کو گھیرے میں لے کر اس کی تلاشی لی جائے۔ پولیس گودام کے چاروں طرف پھیل گئی۔ گودام کے دروازے کا تالا توڑ دیا گیا۔ پولیس پارٹی لے کر انسپکٹر ھنری گودام میں گھس گیا۔ پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔ گودام خالی پڑا تھا۔ انسپکٹر ھنری اس جگہ آگیا جہاں فرش پر خالی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ اس نے سامنے غسل خانے کے دروازے کو دیکھا جس کا آدھا دروازہ کھلا تھا۔ وہ اور سی آئی ڈی انسپکٹر غسل خانے میں آگئے۔ انسپکٹر گردیال نے غسل خانے کی کھڑکی کو باہر کی طرف آہستہ سے دھکیلا۔ کھڑکی کھل گئی۔ اس نے انسپکٹر ھنری کی طرف دیکھا اور بولا۔

"سر ثابت ہوگیا کہ مفرور مجرم اسی جگہ چھپے ہوئے تھے۔ شاید انہیں پولیس پارٹی کے آنے کی پہلے سے خبر ملی گئی اور وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔"

انسپکٹر ھنری نے پستول ہولسٹر میں رکھ لیا اور گودام میں پڑے شراب کے ڈرموں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہمیں میکسم دادا کے بنگلے کی تلاشی لینی ہوگی۔ میرے ساتھ آؤ" انسپکٹر ھنری تیزی سے گودام سے باہر نکل آیا۔ انسپکٹر سی آئی ڈی گردیال اور پولیس پارٹی کو ساتھ لیا اور پامیلا کے بنگلے کی طرف تیز رفتاری سے روانہ ہو گیا۔

دس منٹ کے بعد پولیس پارٹی پامیلا کے بنگلے میں داخل ہو گئی۔ پامیلا نے جیپوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی آواز سنیں تو کچن کی کھڑکی میں سے دیکھا۔ انسپکٹر صفری اور انسپکٹر گردیال جیپ میں سے اتر کر بنگلے کے برآمدے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پامیلا کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ لوگ جبرو اور کمالے کی تلاش میں وہاں آئے ہیں۔ اس وقت بنگلے میں پامیلا اور ایک بوڑھا خانساماں ہی تھا۔ پامیلا کا ڈیڈی اپنے آفس گیا ہوا تھا اور بوڑھا خانساماں کچن میں دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگا تھا۔

خانساماں نے پولیس پارٹی کو دیکھا تو کچھ پریشان ہو کر بولا۔ "بی بی! یہ پولیس یہاں کیا کرنے آئی ہے؟"

پامیلا کے ہاتھ میں چائے کا مگ تھا۔ اس نے کچن سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "کچھ معلوم نہیں بابا۔ پتا کرتی ہوں۔"

انسپکٹر صفری نے برآمدے میں کال بیل کا بٹن دبایا۔ پامیلا نے مسکراتے ہوئے نشست گاہ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔ انسپکٹر صفری پامیلا کو بہت اچھی طرح سے جانتا تھا۔ کلب میں تقریباً روز ہی رات کو ان کی ملاقات ہوتی تھی۔ پامیلا نے بڑی خندہ پیشانی سے انسپکٹر کا خیر مقدم کیا۔ "یو آر ویلکم انسپکٹر! مگر یہ پولیس پارٹی آپ کے ساتھ کیسے آئی ہے؟"

انسپکٹر صفری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بات ہی کچھ ایسی تھی مس پامیلا۔ آئی ایم سوری مگر مجھے آپ کے بنگلے کی تلاشی لینی ہوگی۔"

"وہ کیوں؟ خیریت تو ہے؟" پامیلا نے مصنوعی تعجب سے پوچھا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر گردیال بولا۔ "میڈم! بات اصل میں یہ ہے کہ نہایت خطرناک مفرور قاتل اس علاقے میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہم نے سب کوٹھیوں کی تلاشی لی ہے۔ بس آپ کا بنگلہ رہ گیا تھا۔ اگر اجازت ہو تو.....؟"

پامیلا خوب جانتی تھی کہ پولیس صرف اسی کے بنگلے کی تلاشی لینے آئی ہے اور تلاشی لئے بغیر واپس نہیں جائے گی۔ پولیس پارٹی کی قیادت دو ذمے دار آفیسر کر رہے تھے جو ایک منٹ میں تلاشی کا وارنٹ حاصل کر سکتے تھے۔ پامیلا نے مسکراتے ہوئے

کہا۔ "ضرور تلاشی لیجئے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ مجھے تو خوف آنے لگا کہ قاتل کہیں ہمارے بنگلے میں ہی نہ چھپا ہوا ہو۔ میرے ساتھ آیئے۔ میں خود آپ کو سارے کمرے دکھاتی ہوں۔"

انسپکٹر صفری اور گردیال نے پستول نکال لئے تھے۔ انہوں نے بنگلے کے سارے کمروں کی تلاشی لی۔ انہیں جبرو اور کمالا کہیں نہ ملے۔ پامیلا نے کہا۔ "انسپکٹر! بنگلے کے نیچے ایک تہ خانہ بھی ہے جہاں ڈیڈی نے پرانا سامان رکھا ہوا ہے۔ میرے ساتھ آئیں۔ قاتل کہیں تہ خانے میں نہ چھپا بیٹھا ہو۔"

پامیلا عقبی کمرے کی سیڑھیاں اتر کر تہ خانے کے دروازے کے پاس رک گئی۔ دروازے کی کنڈی لگی ہوئی تھی۔ وہ پیچھے ہٹ گئی اور بولی۔ "انسپکٹر میں اندر نہیں جاؤں گی۔ مجھے خوف آتا ہے۔ آپ خود ہی جائیں۔"

انسپکٹر صفری اور گردیال تہ خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ پامیلا نے دیوار کے ساتھ لگا بٹن دبا دیا۔ تہ خانے میں روشنی ہو گئی۔ وہاں کاٹھ کباڑ بکھرا پڑا تھا۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ لکڑی کے خالی کھوکھے پڑے تھے۔ انسپکٹر صفری اور گردیال پستول ہاتھوں میں لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتے آگے بڑھے۔ انہوں نے ایک ایک کھوکھے کو الٹا کر دیکھا۔ چھت کا جائزہ لیا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ تہ خانے سے باہر آگئے۔

انسپکٹر صفری نے پامیلا سے کہا۔ "مس پامیلا! آئی ایم سوری! تمہیں تکلیف ہوئی۔"

پامیلا بولی۔ "مجھے تو خوف آنے لگا ہے انسپکٹر۔ اچھی طرح سے دیکھیں۔ قاتل کہیں اوپر پانی کی ٹینکی میں نہ چھپا ہو۔ پلیز اوپر جا کر بھی دیکھ لیں۔"

بنگلے کی چھت پر پانی کی بڑی ٹینکی کو بھی دیکھا گیا۔ جبرو اور کمالا کہیں بھی نہیں تھے۔ پامیلا نے انسپکٹر صفری کو چائے پینے کے لئے کہا۔ انسپکٹر نے کہا۔ "تھینک یو پامیلا! شام کو کلب میں تمہارے ساتھ چائے پیئوں گا۔ اس وقت میں ڈیوٹی پر ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب میں چلتا ہوں۔"

پامیلا نے اپنے چہرے پر اسی وقت سے ایک مصنوعی اضطراب طاری کر لیا تھا۔ کہنے لگی۔ "انسپکٹر! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آج میں ڈیڈی کے آفس نہیں جاؤں گی۔ ڈیڈی کو کو فون کر کے دفتر سے ایک گارڈ یہاں منگوا لوں گی۔"

انسپکٹر صفری نے کہا۔ "ہاں ضرور منگوالو۔ ہوسکتا ہے مفرور قاتل ادھر آنکلیں۔ ویسے وہ ہم سے بچ کر نہیں جاسکتے۔"

انسپکٹر صفری اور گردیال نے پامیلا کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور جیپ میں بیٹھ کر پولیس پارٹی کے ساتھ وہاں سے واپس چلے گئے۔ پامیلا میز کے قریب کرسی پر بیٹھی ان پولیس کی گاڑیوں کو سڑک پر جاتے دیکھتی رہی۔

بوڑھے خانساماں نے آکر پوچھا کہ بی بی پولیس والے کیوں آئے تھے؟ پامیلا نے کہا۔ "کچھ نہیں سمجھ میں آرہا بابا۔ انسپکٹر کہہ رہا تھا کہ ادھر کوئی مفرور قاتل آکر کوٹھیوں میں چھپ گیا ہے۔ وہ سارے علاقے کی کوٹھیوں کی تلاشی لے رہے ہیں۔"

خانساماں بولا۔ "بی بی! تب تو یہاں پولیس کے سپاہی کو موجود رہنا چاہئے تھا۔"

پامیلا نے کہا۔ "میں ڈیڈی کو فون کر کے آفس سے ایک گارڈ منگوالیتی ہوں۔"

پامیلا اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اسے اپنے ڈیڈی کو فون کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنے کمرے کے عقبی دروازے سے نکل کر اس بڑے کمرے میں آگئی جہاں سے ایک زینہ نیچے اسی تہ خانے میں جاتا تھا جس کی تلاشی انسپکٹر صفری تھوڑی دیر پہلے لے چکا تھا۔ پامیلا نے پولیس کے جانے کے بعد خشت گاہ کا دروازہ مقفل کر دیا تھا۔ اب کوٹھی کے اندر کوئی کھڑکی یا دروازہ توڑ کر ہی آسکتا تھا۔ وہ تیز تیز قدموں سے زینہ اتری۔ تہ خانے کا دروازہ کھولا اور اندر چلی آئی۔ تہ خانے میں خالی کھوکھے اور کاٹھ کباڑ اسی طرح بکھرا پڑا تھا۔ وہ تہ خانے کے بائیں کونے میں آگئی۔

یہاں ایک پرانا قالین فرش پر بچھا ہوا تھا۔ پامیلا نے تہ خانے کا دروازہ اندر سے بند کر کے کنڈی لگا دی تھی۔ اس نے جلدی سے آدھے قالین کو الٹ دیا۔ نیچے لکڑی

کا فرش نکل آیا۔ یہاں فرش کے ایک چوکھٹے میں ایک چھوٹا سا ہینڈل لگا ہوا تھا۔ جو لکڑی کی موٹائی کے اندر گھسا ہوا تھا جس کی وجہ سے اوپر سے فرش ہموار ہو گیا تھا۔ اس نے ہینڈل کو پکڑ کر ذرا سا زور لگایا۔ لکڑی کا چوکھٹا فرش سے الگ ہوگیا۔ نیچے لکڑی کی ایک سیڑھی چلی گئی تھی۔ پامیلا سیڑھی کے دو چار زینے اتری اور اوپر سے چوکھٹا گرا دیا۔ نیچے ایک چھوٹا سا تہ خانہ تھا جہاں قالین بچھا تھا۔ کونے میں میز اور لوہے کی ایک بہت بڑی الماری دیوار کے ساتھ لگی تھی۔ چھت کے ساتھ بجلی کا ہلکی پاور کا بلب روشن تھا۔

پامیلا کو دیکھنے کے بعد جبرو اور کمالے نے اپنی رائفلیں نیچی کر لیں اور لوہے کی الماری کے پیچھے سے نکل آئے۔ "یہ اوپر کئی آدمیوں کے چلنے پھرنے کی آواز کیسی آرہی تھی۔ کوئی بول بھی رہا تھا۔" جبرو نے پوچھا۔

"انسپکٹر صفری پولیس لے کر بنگلے کی تلاشی لینے آیا تھا۔"

پھر پامیلا نے انہیں ساری بات بتا دی۔ جبرو اور کمالے نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ پولیس نے شراب کے گودام کے پاس دبی ہوئی حوالدار کی لاش برآمد کرلی ہے اور چونکہ پامیلا کے باپ کے گودام کے قریب سے لاش ملی تھی اس لئے پولیس کو شبہ ہوا کہ جبرو وغیرہ کہیں پامیلا کے بنگلے پر نہ چھپے ہوئے ہوں۔ انہوں نے پامیلا کو یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی کہ حوالدار کو انہوں نے ہی قتل کیا تھا۔

پامیلا کہہ رہی تھی۔ "لگتا ہے پولیس نے تم لوگوں کی تلاشی کا دائرہ تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اگر لی میری سہیلی نہ ہوتی تو پولیس کبھی ہمارے ہاں چھاپہ نہ مارتی۔ مگر خیر کوئی بات نہیں۔ پولیس کو مایوس لوٹنا پڑا ہے۔ اگر میرے ڈیڈی نے تہ خانے کے نیچے اپنا خفیہ تہ خانہ نہ بنایا ہوتا تو ہم بچ نہیں سکتے تھے۔"

پامیلا کے ڈیڈی نے اس تہ خانے میں اپنا کالا دھن اور خاص حساب کتاب کے رجسٹر چھپا کر رکھے ہوئے تھے اور اس کا سوائے پامیلا اور اس کے ڈیڈی کے اور کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو علم نہیں تھا۔ یہاں تازہ ہوا کا بھی بڑا اعلیٰ انتظام کیا گیا تھا جو ایک خاص پنکھے کے ذریعے باہر سے آتی تھی اور دوسرے پنکھے کے ذریعے باہر نکالی جاتی تھی۔

کمالے نے پامیلا سے پوچھا۔ "بی بی آج رات کو ٹرک جارہے ہیں نا؟"

"ہاں"۔ پامیلا نے کمالے کو ایک خاص انداز دلرباء سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس انداز کو کمالا بالکل نہ سمجھ سکا۔

جبرو نے کہا۔ "کیا یہ ٹرک صرف انبالہ کینٹ تک ہی جائے گا؟"

پامیلا نے کہا۔ "پہلے یہ ٹرک مہینے میں ایک بار جالندھر تک مال لے کر جایا کرتا تھا۔ مگر اب چونکہ پنجاب میں فسادات کی گڑ بڑ ہے اس لئے ڈیڈی کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ ٹرک انبالہ کینٹ مال چھوڑ کر واپس آ جائے گا۔"

کمالے نے گہری نظروں سے پامیلا کو دیکھا اور پوچھا۔ "کیا ڈرائیور پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟"

پامیلا نے کہا۔ "اس کی تم فکر نہ کرو۔ وہ ہمارا بڑا پرانا ڈرائیور ہے۔ کئی سالوں سے وہی مال لے کر پنجاب میں جاتا ہے۔ میں نے اسے بھاری رشوت دے کر راضی کر لیا ہے۔ اسے میں نے تمہارے بارے میں صرف اتنا بتایا ہے کہ میری ایک سہیلی پنجاب میں سکھوں کے ایک گاؤں میں پھنس گئی ہے اور تم دونوں اس لڑکی کے رشتے دار ہو اور اسے وہاں سے نکالنے کے لئے جارہے ہو۔ ڈرائیور کو میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ تم دونوں چھپ کر انبالہ جارہے ہو تاکہ سکھوں کو تمہارے آنے کی اطلاع نہ مل سکے۔"

جبرو نے اپنے سر کے گھنے بالوں کو کھجاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ کم از کم یہاں سے تو نکلیں گے۔ ٹرک کتنے بجے رات آئے گا؟"

پامیلا بولی۔ "رات دس بجے وہ یہاں بنگلے کے پیچھے پہنچ جایا کرتا ہے۔ مال تو وہ گودام سے لے کر آئے گا۔ مگر یہاں سے ایک خاص پیٹی ڈیڈی خود ٹرک میں رکھواتے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں کیا ہوتا ہے۔"

"تمہارے ڈیڈی تو ساتھ نہیں جائیں گے؟" کمالے نے پوچھا۔

"نہیں۔" پامیلا نے کہا۔ وہ صرف اپنی نگرانی میں خاص پیٹی ٹرک پر رکھواتے ہیں اور پھر اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اب چلتی ہوں۔ دوپہر کو تمہارے لئے کھانا لے کر آؤں گی۔"

پامیلا کو کمالے کی طرف دیکھ کر ذرا سا مسکرائی اور سیڑھی چڑھ کر اوپر چلی گئی۔ اوپر جاکر اس نے فرش کا چوکھٹا بند کردیا۔ اس کے جانے کے بعد کمالے نے گردن ٹیڑھی کرکے جبرو سے پوچھا۔ "یار! یہ لڑکی میری طرف دیکھ کر بار بار کیوں مسکراتی ہے؟ آدمی ایک دو بار مسکرا لیتا ہے۔ مگر یہ تو جب بھی میری طرف دیکھتی ہے مسکرانے لگتی ہے۔"

جبرو نے پستول کو کھول کر صاف کرتے ہوئے بولا۔ "وہ تم سے محبت کرنے لگی ہے کمالے۔"

کمالا ہنس پڑا۔ "یار! محبت کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ میرا خیال ہے یہ بھی اسی طرح مجھ سے محبت کرنی لگی ہے جس طرح لالی تم سے محبت کرتی ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

جبرو نے پستول کو جیب میں رکھا اور الماری کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "اس لڑکی کے سیٹھ باپ نے اس الماری میں بلیک کی دولت جمع کر رکھی ہوگی اور یہ ٹرک بھی شراب لے کر پنجاب میں جاتا ہے جہاں اس کی بلیک ہوتی ہوگی۔"

کمالے نے کہا۔ "ہمیں اس سے کیا یار ہمیں تو کسی طرح یہاں سے نکلنا ہے۔ مجھے تو ڈرائیور پر بھی یقین نہیں ہے۔ جبرو۔"

جبرو نے دونوں ہاتھ سر پر پیچھے ٹکا کر صوفے سے ٹیک لگالی اور بولا۔ "جس کسی نے بھی کوئی گڑبڑ کی۔ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ہمارا آخری موقع ہے۔ ہم خود مال لے کر فرار ہو جائیں گے آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

دوپہر کو پامیلا خود ان کے لئے کھانا لے کر آئی۔ جبرو باتھ روم میں منہ ہاتھ دھونے گیا ہوا تھا۔ پامیلا کمالے کے پاس بیٹھ گئی اور بولی۔ "تم پنجاب میں کہاں جاؤ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے؟ وہاں تو بڑے فسادات ہو رہے ہیں۔ تم مسلمان ہو۔ سنا ہے وہاں ہندو سکھ مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ پاکستان جو بننے والا ہے۔"

کمالے نے کہا۔ "بی بی! ہمیں کہاں جانا ہے؟ یہ ہم تم کو نہیں بتا سکتے!"

پامیلا نے کمالے کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی؟"

کمالا ہنس کر بولا۔ "پاگل ہو گئی ہو۔ عورتوں کا ہمارے ساتھ کیا کام؟ ہمارے ساتھ تو صرف موت ہی سفر کرتی ہے۔"

جبرو غسل خانے سے باہر آ گیا۔ پامیلا اوپر بند کمرے میں آ گئی۔ سارا دن جبرو اور کمالا تہ خانے میں ہی بند رہے۔ جب دلی شہر پر رات کا اندھیرا اترنے لگا تو پامیلا نے جبرو اور کمالے کو تہ خانے سے نکال کر کوٹھی کے پیچھے باغ میں ایک جگہ چھپا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ مال لے کر پنجاب جانے والا ٹرک اسی جگہ آ کر کھڑا ہوا کرتا ہے۔ پامیلا کا ڈیڈی آٹھ بجے بنگلے پر آ گیا۔ اس روز وہ آفس سے سیدھا کلب نہیں گیا تھا جہاں وہ آدھی رات تک دوستوں کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد گپ شپ کیا کرتا تھا۔ پامیلا کا ڈیڈی سیدھا نیچے تہ خانے میں آ گیا۔ الماری کھول کر اس نے ایک خاص فائل نکالی۔ اس میں سے ایک کاغذ نکال کر لفافے میں بند کر کے اس پر مہر کیا اور واپس اپنے کمرے میں آ کر ٹیلی فون کرنے لگا۔

ٹھیک ساڑھے نو بجے رات ٹرک کوٹھی کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے سیٹھ کا پرانا پارسی ڈرائیور ڈنشا چلا رہا تھا جو ہمیشہ مال لے کر پنجاب جاتا تھا اور جس کو راستے کے تمام پولیس والے جانتے تھے۔ سیٹھ نے دلی سے لیکر پنجاب تک پولیس والوں کو روپے دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور وہ ٹرک کی تلاشی نہیں لیتے تھے۔

پامیلا نے ڈنشا کو بتا دیا تھا کہ اس کی سہیلی کے دونوں رشتے دار کس جگہ چھپے ہوئے ہوں گے۔ ٹرک میں ڈنشا نے گودام میں ہی شراب کے لکڑی کے کریٹ اس طرح رکھوائے تھے کہ ان کے پیچھے دو آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ بن گئی تھی۔ کوٹھی

کے اس طرف زیادہ روشنی نہیں تھی۔

سیٹھ کمرے سے نکل کر ٹرک کے قریب آ گیا۔ ڈنشا نے سلام کیا۔ سیٹھ نے پوچھا۔ "سارا مال برابر ہے۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "جی سیٹھ جی! سب برابر ہے۔ یہاں والی پیٹی رکھوانی باقی ہے۔"

سیٹھ نے جیب سے سربمہر لفافہ نکال کر ڈرائیور کو دیا اور کہا۔ "یہ لفافہ منگل سنگھ کو دے دینا۔ انبالے کینٹ سے آگے مت جانا۔ منگل سنگھ انبالے میں اپنے اڈے پر موجود ہو گا۔ اب میرے کمرے سے پیٹی! اٹھوا کر ٹرک میں رکھواؤ اور روانہ ہو جاؤ۔"

پامیلا اپنے کمرے میں کھڑکی سے لگی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سیٹھ اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ ڈنشا نے مزدوروں سے کہا کہ کمرے سے پیٹی نکال کر ٹرک میں رکھ دو۔ مزدور سیٹھ کے کمرے کی طرف گئے تو ڈنشا نے نیم کے درختوں کی طرف دیکھا۔ پھر ادھر چلا گیا۔ پامیلا نیم روشنی میں بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں نیم کے درختوں میں سے جبرو اور کمالا نکل کر ڈرائیور کے ساتھ ٹرک کی طرف بڑھے۔ ان کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔ وہ تیزی سے ٹرک میں چڑھ گئے۔ ڈرائیور وہیں کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ جب جبرو اور کمالا ٹرک میں چھپ گئے تو ڈرائیور برآمدے کے پاس آ گیا۔ مزدور اندر سے پیٹی اٹھائے چلے آ رہے تھے۔

ڈرائیور نے کہا۔ "اسے جلدی سے رکھو۔ پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔"

پیٹی ٹرک کے پیچھے رکھ کر اس رسے سے باندھ دیا گیا۔ ٹرک کے اوپر ترپال پڑی تھی۔ جبرو اور کمالا شراب کے کریٹوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈنشا اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرک کو آہستہ آہستہ چلاتا کوٹھی سے باہر نکل کر سڑک کے اندھیرے پر روانہ ہو گیا۔ پامیلا ابھی تک کھڑکی میں کھڑی تھی۔ جب ٹرک اندھیرے میں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے کھڑکی بند کر دی۔

ٹرک مختلف سڑکوں پر ہوتا ہوا جرنیلی سڑک پر چڑھ گیا سڑک کشادہ تھی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شروع رات ہی میں اس پر ٹریفک کم ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پارسی ڈرائیور نے ٹرک کی رفتار تیز کر دی۔ جبرو اور کمالا ٹرک میں کریٹوں کے پیچھے خاموش بیٹھے تھے۔ ٹرک کے شور میں وہ ایک دوسرے سے اچھی طرح سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ ویسے بھی انہیں بات کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دونوں جانتے تھے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور کن حالات میں جا رہے ہیں۔

ٹرک دلی شہر کی حدود سے نکلنے لگا تو ایک جگہ پارسی ڈرائیور نے سڑک پر چھ سات پولیس کے سپاہیوں کو دیکھا۔ ٹرک کی روشنی میں ڈرائیور کو وہ دور ہی سے صاف نظر آ رہے تھے۔ ڈنشا نے کوئی پروا نہ کی۔ کیونکہ ان سپاہیوں کے مہینے لگے ہوئے تھے اور وہ ہمیشہ ٹرک کی تلاشی لئے بغیر اسے گزار دیتے تھے۔

سپاہیوں نے سڑک پر رکاوٹ کھڑی کر رکھی تھی۔ یہ چھ سات کانسٹیبل تھے جو سب کے سب مسلح تھے اور ڈنشا کے جاننے والے تھے۔ ایک ٹرک پہلے سے سڑک کنارے کھڑا تھا۔ جس کی تلاشی لی جا چکی تھی۔ کانسٹیبل جے چند ٹرک کے پاس آ گیا۔ ڈرائیور نے اسے رام رام کیا اور پوچھا۔ "یہ آج سڑک کیوں بند کر رکھی ہے مہاراج؟"

کانسٹیبل جے چند نے کہا۔ "مجبوری ہے یار۔ ایک مفرور بھاگا ہوا ہے۔ سب گاڑیوں کی تلاشی لی جا رہی ہے۔ گاڑی ایک طرف کھڑی کر دو۔"

پارسی ڈرائیور نے کہا۔ "یار مجھے آج جلدی ہے۔ مجھے تو جانے دو میرے ٹرک میں مفرور قیدی کا کیا کام بھلا۔"

کانسٹیبل نے کہا۔ "نہیں ڈنشا! آج تلاشی بڑی ضروری ہے۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ بس ٹرک پر ایک نظر ہی ڈالنی ہے۔"

پارسی ڈرائیور کو معلوم تھا کہ دو ایسے آدمی اس کے ٹرک میں چھپے ہوئے ہیں جن کے بارے میں اس نے سیٹھ کی بیٹی سے رشوت بھی لے رکھی ہے اور پامیلا نے یہ بھی تاکید کی تھی کہ ان کا کسی کو پتا نہ چلے۔ اس نے تلاشی نہ لینے اور گزر جانے پر

زیادہ اصرار کیا تو دوسرا کانسٹیبل بولا۔ "تم کو بتایا نہیں کہ ٹریک کی تلاشی لی جائے گی۔ خواہ مخواہ وقت کیوں خراب کرتے ہو؟ ٹرک ایک طرف کرو۔"

یہ ساری گفتگو ٹرک میں چھپے ہوئے جبرو اور کمالا سن رہے تھے اور وہ پوری طرح مقابلے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ بندوقیں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ سیفٹی کیچ کھول دیئے گئے تھے۔ اور ان کی انگلیاں ٹرائیگر پر تھیں۔ ٹرک کچی سائیڈ کی طرف ہونے لگا تو جبرو نے کمالے سے سرگوشی میں کہا۔ "میں فائر کھول رہا ہوں۔ تم اس جگہ رہ کر فائرنگ کرنا۔ میں ٹرک کو نکال کر لے جاؤں گا۔"

جبرو شراب کے کھوکھوں کے پیچھے سے رینگ کر آگے آ گیا۔ اسے سڑک کی روشنی میں تین پولیس کانسٹیبل ٹرک میں چڑھتے نظر آئے۔ اس نے ایک کا نشانہ لے کر ٹرائیگر دبا دیا۔ دھماکا ہوا۔ ایک سپاہی گرا۔ دوسرا نیچے اتر رہا تھا کہ جبرو نے اسے بھی گولی سے اڑا دیا۔ تیسرے سپاہی نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس پر کمالے نے فائرنگ شروع کر دی۔

جبرو ٹرک سے سڑک پر کود گیا۔ اب پولیس نے بھی گولیاں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ ڈنشا نے ڈر کر جھاڑیوں کی طرف چھلانگ لگا دی۔ سپاہی سڑک کے کنارے لیٹ کر فائر کرنے لگے۔ جبرو کی رائفل نے شعلے اگل کر تین سپاہیوں کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ اوپر سے کمالا گولیاں چلا رہا تھا۔ جبرو ٹرک کی اگلی سیٹ کی طرف دوڑا۔ ٹرک کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دو گولیاں جبرو کے سر کے اوپر سے ہو کر کھڑکی کا شیشہ چکنا چور کر گئیں مگر جبرو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے ٹرک اسٹارٹ کر دیا۔ اس وقت کمالا مڑ کر پچھلے کھوکھے کے اوپر سے ٹرک کے پہلو کی طرف فائر کر رہا تھا تاکہ سپاہی ڈرائیور سیٹ کی طرف نہ آ سکیں۔ ٹرک ایک زبردست دھچکے سے آگے کو اچھلا تو کمالا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور نیچے سڑک پر گرا۔ سڑک پر گرتے ہی اس نے دو تین لڑھکنیاں کھائیں اور وہیں لیٹے لیٹے ان سپاہیوں پر فائر کھول دیا جو دوڑتے ہوئے ٹرک کے ٹائروں پر گولیاں چلا رہے تھے۔ سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ٹرک سڑک پر چڑھتے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکاوٹوں کو توڑتا' تاخت و تاراج کرتا آگے نکل گیا۔ جبرو سمجھ رہا تھا کہ کمالا ٹرک میں سوار ہے' وہ ڈرائیونگ سیٹ سے سڑک کے عقب میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے ٹرک کو طوفانی رفتار پر چھوڑ دیا تھا۔

کمالے نے جب دیکھا کہ ایک غلط فہمی کا شکار ہو کر جبرو ٹرک کو نکال کر لے گیا ہے۔ اور وہ پیچھے اکیلا رہ گیا ہے تو وہ فائر کرتا اندھیرے میں سڑک کے کنارے والے درختوں کی طرف کھسکنے لگا۔ اس نے دوسری بار میگزین بھرا اور اندھا دھند گولیاں چلاتا درختوں کے عقب میں آکر اٹھ کھڑا ہوا۔ سڑک پر ایک طوفان مچ چکا تھا۔ کمالے کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ کتنے سپاہی مارے جا چکے ہیں۔ وہ صرف اس بات پر حیران تھا کہ گولیوں کی اس بارش میں وہ کیسے زندہ بچ گیا ہے۔ سڑک کی طرف سے گولیاں چلنا رک گئی تھیں۔ اسے بجلی کے کھمبے کی روشنی میں چار سپاہیوں کی لاشیں سڑک پر ادھر ادھر پڑی نظر آرہی تھیں۔ وہ اب جبرو کا پیچھا نہیں کرسکتا تھا۔ جبرو تو یہی سمجھ رہا تھا کہ کمالا ٹرک میں پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔ خدا جانے کہاں جاکر وہ ٹرک کو روکے گا اور اس پر یہ بھید کھلے گا کہ کمالا تو پیچھے رہ گیا ہے اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ پھر واپس دلی آجائے گا یا آگے انبالہ کینٹ کی طرف فرار ہو جائے گا۔

کمالا الٹے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا اور پھر اس نے کھیتوں میں دوڑنا شروع کردیا۔ پیچھے سے کوئی فائر نہ ہوا۔ سڑک پر سے اسے لوگوں کے شور مچانے کی آوازیں کچھ دور تک سنائی دیتی رہیں۔ یہ دوسری گاڑیوں کے مسافر تھے جنہوں نے وہاں لاشیں بھی لاشیں خون میں لت پت پڑی دیکھی تھیں۔ کمالا اندھیرے میں کھڑی اور کٹی فصل میں دوڑتا چلا جارہا تھا۔ جب اس کا سانس پھول گیا تو اس نے رک کر پیچھے نگاہ ڈالی۔ وہ سڑک سے کافی دور نکل آیا تھا۔ وہ دوڑنے کی بجائے تیز تیز چلنے لگا۔ رکنا مناسب نہیں تھا۔ یہ علاقہ اس کا دیکھا بھالا تھا۔ اس کا رخ دریا کی طرف تھا۔ اس کے سامنے چھپنے کے لئے ایک ہی جگہ تھی اور وہ پامیلا کے بنگلے کا تہ خانہ تھا۔ صرف اسی جگہ تھوڑی دیر چھپ کر وہ کوئی دوسرا منصوبہ سوچ سکتا تھا۔

وہ پیدل اور لوگوں اور پولیس کی نظروں سے بچتا ہوا چل رہا تھا اور سیدھی سڑک پر چلنے کی بجائے ادھر ادھر کھیتوں اور ویران علاقوں سے ہو کر گزر رہا تھا چنانچہ اسے پامیلا کے بنگلے پر پہنچتے پہنچتے دیر ہوگئی۔ سیٹھ کا پارسی ڈرائیور ٹیکسی لے کر اسے سے پہلے بنگلے پر پہنچ گیا۔ پامیلا اس وقت اپنے بیڈ روم میں تھی اور جاگ رہی تھی۔ اس کا ڈیڈی اپنے بیڈ روم میں لائیٹ مشروب سے جی بہلا رہا تھا۔

ڈرائیور نے جاتے ہی شور مچا دیا کہ ڈاکو قاتل ٹرک لے کر بھاگ گئے ہیں۔ سیٹھ کا نشہ ہرن ہوگیا۔ وہ غصے میں دہاڑا۔ "تو کہاں مرگیا تھا؟ یہ ڈاکو تیرے ٹرک پر کہاں سے آگئے؟"

ڈرائیور نے ہاتھ باندھ کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "حضور مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کب میرے ٹرک پر پیچھے سے چڑھ کر چھپ گئے تھے۔ پولیس ان کی تلاش میں تھی۔ سڑک پر پولیس نے روکا تو انہوں نے فائرنگ شروع کردی۔"

"فائرنگ؟" پامیلا کے ڈیڈی کے رنگ زرد ہوگیا۔

ڈرائیور بولا۔ "حضور! انہوں نے تو چھ سات پولیس والوں کو میرے سامنے خون میں لت پت کر دیا۔ ان کی لاشیں سڑک پر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئیں۔ وہ میرا ٹرک لے کر بھاگ گئے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچاکر یہاں تک آیا ہوں حضور!"

پامیلا ڈرائیور کا شور سن کر برآمدے میں آگئی تھی اور ڈیڈی کے کمرے کی کھڑکی کے ساتھ لگ کر سب کچھ سن رہی تھی جب اس نے سنا کہ جبرو اور کمالا ٹرک لے کر نکل گئے ہیں تو اس کو تسلی ہو گئی۔ اب اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں ڈرائیور اس کے ڈیڈی کو یہ نہ بتا دے کہ ان قاتلوں کو اس کی بیٹی پامیلا نے اس بنگلے سے ٹرک میں سوار کرایا تھا مگر ڈنشا نے پامیلا سے بھاری رقم بطور رشوت لے رکھی تھی۔ اس نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی۔ بس اس موقف پر قائم رہا کہ اسے کچھ معلوم نہیں ڈاکو کہاں سے اس کے ٹرک میں آکر چھپ گئے تھے۔

پامیلا کا ڈیڈی سیٹھ میکسم گھبرا گیا۔ چھ سات سپاہی ہلاک ہوگئے تھے۔ اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈرائیور کو دو چار گالیاں دیں اور کہا۔ "دفع ہو جاؤ اپنے کوارٹر میں۔"

ڈرائیور کانپتا ہوا باہر نکل گیا۔ پامیلا دوڑ کر اندھیرے میں گیٹ کے پاس آ گئی۔ ڈرائیور وہاں سے گزرنے لگا تو پامیلا اسے ایک طرف لے جا کر اور پوچھا۔ "کیا ہوا تھا؟"

ڈرائیور نے ہاتھ باندھ لئے اور کہا۔ "بی بی! ان دونوں آدمیوں نے کئی خون کر دیئے ہیں مگر میں نے سیٹھ کر ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا یہی کہا کہ وہ کوئی قاتل تھے جو نہ جانے کہاں سے اس کے ٹرک میں آ کر چھپ گئے اور پولیس نے روکا تو وہ گولیاں چلاتے ہوئے مجھے ٹرک سے پھینک کر ٹرک لے کر بھاگ گئے۔"

پامیلا نے کہا۔ "میں تمہیں اور رقم دوں گی۔ اب اپنے اس بیان پر قائم رہنا۔ پولیس تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ یہ کسی کو مت بتانا کہ ان آدمیوں کو میں نے ٹرک پر سوار کرایا تھا۔"

ڈرائیور بولا۔ "ہرگز نہیں بی بی۔ میں آپ کا پرانا نمک خوار ہو۔ کبھی بیان نہیں بدلوں گا۔"

پامیلا اسے اپنے کمرے میں لے گئی اور اپنی الماری میں سے ایک ہزار روپے نکال کر دیئے اور کہا۔ "جو کچھ تم نے ڈیڈی کو بتایا ہے اگر پولیس نے پوچھا تو یہی بتانا۔ میں تمہیں اور پیسے بھی دوں گی۔"

ڈنشا چلا گیا..... پامیلا اپنے کمرے میں آ گئی۔ اسے اطمینان تھا کہ جبرو اور کمالا دلی سے نکل گئے ہیں۔ دوسری طرف سیٹھ نے اسی وقت پولیس کو فون کر کے رپورٹ لکھوا دی کہ کچھ ڈاکو اس کے مال سے بھرے ہوئے ٹرک کو ہتھیا کر فرار ہو گئے ہیں۔ اس کے ڈرائیور کو سڑک پر پھینک دیا گیا تھا۔ پولیس کو اس سے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی۔ ان سپاہیوں میں سے صرف ایک زندہ بچا تھا جو زخمی حالت میں اسپتال میں پڑا تھا۔ اس نے انسپکٹر صفری کو بتایا تھا کہ ٹرک میں سے دونوں مفرور قاتل نکل کر حملہ آور ہوئے تھے۔ انہوں نے اندھا دھند فائرنگ کر دی تھی اور پھر ٹرک لے کر بھاگ

گئے تھے۔ انسپکٹر صفری ایک منٹ ضائع کئے بغیر پامیلا کے ڈیڈی کے بنگلے پر پہنچ گیا۔

سیٹھ میکسم بے حد پریشان تھا اور جاگ رہا تھا۔ اس نے وہی کچھ بتایا جو اس نے ڈرائیور نے اسے بتایا تھا۔ فوراً کوارٹر سے ڈرائیور ڈنشا کو وہاں بلا لیا گیا۔ انسپکٹر نے کچھ پیار سے اور کچھ ڈرا دھمکا کر پوچھا کہ دونوں قاتل اس کے ٹرک میں کہاں سے آ گئے تھے۔ ڈرائیور ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ خوف کے مارے لرزتا رہا۔ مگر وہ اپنے بیان پر قائم رہا کہ وہ تو ہر مہینے رات کو مال ٹرک میں بھر کر پنجاب جاتا ہے۔ وہ بنگلے سے ٹرک لے کر نکلا تو ٹرک میں صرف مال ہی بھرا ہوا تھا۔ راستے میں ایک جگہ وہ سگریٹ لینے کے لئے ضرور رکا تھا۔ ہو سکتا ہے مفرور قاتل اسی جگہ سے ٹرک میں سوار ہو کر چھپ کر بیٹھ گئے ہوں۔

انسپکٹر نے سیٹھ سے کہا۔ "سیٹھ جی! ہم ڈرائیور کو پوچھ گچھ کے لئے تھانے لے جا رہے ہیں۔ آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں۔"

سیٹھ ایک سرمایہ دار آدمی تھا۔ وہ تو اپنی جان چھڑانا چاہتا تھا۔ بولا۔ "مجھے کیا اعتراض ہوگا انسپکٹر۔ اس سے ضرور پوچھیں کہیں اس نے ہی نہ ان قاتلوں کو چھپا رکھا ہو؟"

انسپکٹر ڈرائیور کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر پولیس ہیڈ کوارٹر لے گیا۔ پامیلا اپنے ڈیڈی کے بیڈ روم میں آ گئی اور پوچھا۔ "ڈیڈی! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

سیٹھ کی نیند اڑ چکی تھی۔ چہرہ دبلا ہو گیا تھا۔ اسے اپنے اس مال کی فکر نہیں تھی جو ڈاکو ٹرک کے ساتھ ہی لے گئے تھے۔ اسے تو یہ غم مارے جاتا تھا کہ کہیں وہ پولیس قتل کے کیس میں نہ پھنس جائے۔ اس نے پامیلا کو ساری بات بتائی۔ پامیلا پہلے یہ سب کچھ جانتی تھی۔ بولی۔ "ہمارے غریب ڈرائیور کا اس میں کیا قصور ہے۔ انسپکٹر اسے کیوں تھانے لے گیا ہے۔ آپ کو ڈنشا کو پولیس کے ساتھ نہیں بھجوانا چاہئے تھا۔"

سیٹھ نے غصے میں کہا۔ "تو کیا تم چاہتی ہو۔ پولیس مجھے پکڑ کر لے جائے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پولیس تو ڈنشا سے ضرور پوچھے گی کہ دونوں قاتل اس کے ٹرک میں کہاں سمہ گئے؟ اور تم..... تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔ جاؤ جاکر سو جاؤ۔ میں سب سنبھال لوں گا۔"

پامیلا اپنے بیڈ روم میں آکر پلنگ پر نیم دراز ہو گئی۔ اسے یہی فکر لگی تھی کہ ڈنشا ادھیڑ عمر ہے۔ کہیں پولیس کے تشدد کے آگے ہتھیار ڈال کر سب کچھ نہ بتا دے۔ اس نے کلاک کی طرف دیکھا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ پامیلا مزاج کے اعتبار سے ایک دلیر اور بے خوف لڑکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اسے ڈاکو اور قاتل اچھے لگتے تھے اور وہ کمالے سے محبت کرنے لگی تھی۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ انسپکٹر صفری کے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے اور اگر اس نے میرے خلاف کوئی کارروائی کی تو میں اسے شوٹ کر دوں گی۔"

اور پامیلا نے چادر اوپر کر کے آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆

جس وقت انسپکٹر صفری کو جبرو اور کمالے کے فرار اور پولیس کے چھ کانسٹیبلوں کی موت کی خبر ملی اس نے اسی وقت وائرلیس پر دلی سے آگے پنجاب تک پولیس کو خبردار کر دیا اور ٹرک کا نمبر بھی بتا دیا۔ مگر جبرو اس وقت تک دلی سے میرٹھ کی طرف کافی آگے نکل چکا تھا۔ اس حقیقت سے وہ بھی بے خبر نہیں تھا کہ پولیس کو آگے اس کے بارے میں اطلاع کر دے گی اور کہیں نہ کہیں سڑک پر پولیس نے رکاوٹیں کھڑی کر کے مورچہ بنایا ہوا ہو گا۔ ایک ویران جگہ پر جبرو نے ٹرک سڑک کے کنارے روک دیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سے اتر کر ٹرک کے پیچھے آیا اور زور سے آواز دی۔ "کمالے! اب آگے کی سیٹ پر آ جاؤ۔"

مگر اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اسے خیال آیا کہ کہیں کمالا گولی لگنے سے شدید زخمی نہ ہو گیا۔ جلدی سے ٹرک پر چڑھ گیا۔ کمالا کہیں بھی نہیں تھا۔ جبرو ایک لمحے کے لئے پریشان ہو گیا۔ کمالا کہاں چلا گیا؟ کہیں وہ پولیس مقابلے میں مارا تو نہیں گیا؟ کہیں پولیس کے قابو تو نہیں آ گیا؟ طرح طرح کے تشویش ناک خیال اسے آنے لگے۔ مگر

وہ زیادہ پریشان ہونے والی جنس نہیں تھی۔ کمالا اگر پولیس مقابلے میں مارا گیا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا ہے تو کسی نہ کسی طرح جیل توڑ کر اس سے کہیں نہ کہیں ضرور آن ملے گا۔ اور اگر فرار ہوا ہے تب بھی ان کی کہیں نہ کہیں ملاقات ہو جائے گی۔

یہی سوچتا ہوا جبرو ٹرک کو لے کر آگے روانہ ہو گیا۔ ابھی دن نکلنے میں کچھ وقت باقی تھا۔ آگے بڑا شہر میرٹھ ہی تھا۔ جبرو چاہتا تھا میرٹھ آنے سے پہلے پہلے کسی محفوظ جگہ پر پہنچ کر ٹرک کو چھوڑ دے اور خود کسی کھیت یا ویرانے میں چھپ کر دن گزار دے۔

ادھر انسپکٹر صفری کو سو فیصد یقین تھا کہ لی نے پامیلا کی مدد سے جبرو اور کمالے کو شراب والے ٹرک میں سوار کرایا ہے اور ڈرائیور ڈنشا کو معلوم ہو گا کہ وہ انہیں کس جگہ لے جا رہا تھا چنانچہ اس نے ادھیڑ عمر پارسی ڈرائیور ڈنشا کو ہیڈ کوارٹر لے جاتے ہی الٹا لٹکا دیا۔ بے چارے ڈرائیور نے ایسا تشدد پہلے کہاں دیکھا تھا۔ دو پولیس والوں نے اس کی گردن میں کپڑا ڈال کر مروڑنا شروع کر دیا۔ ڈرائیور نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اسے نیچے اتار دیا گیا۔

انسپکٹر صفری نے اتنے زور سے اس کے منہ پر طمانچہ مارا کہ ڈنشا دوسری طرف لڑھک گیا۔ بولا۔ "دونوں قاتل کہاں سے تمہارے ٹرک پر سوار ہوئے تھے اور تم اسے کہاں لے جا رہے تھے؟"

ڈرائیور نے پانی مانگا۔ اس کے منہ سے خون بہنے لگا تھا۔ اسے پانی پلایا گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "حضور! مجھے بی بی پامیلا نے کہا تھا کہ دو آدمی پنجاب جائیں گے۔ ان کی کوئی رشتے دار عورت وہاں فساد میں پھنسی ہوئی ہے۔"

انسپکٹر صفری اب ڈرائیور کو دلاسا دینے لگا۔ "تم اگر ہمیں سب کچھ بتا دو گے تو میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہارا نام خفیہ رکھا جائے گا۔ اب بتاؤ وہ دونوں قاتل کہاں سے ٹرک میں بیٹھے تھے؟" ڈرائیور نے سب کچھ بتا دیا کہ پامیلا نے اسے رشوت دی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور دونوں آدمی سیٹھ کے بنگلے میں ہی چھپے ہوئے تھے۔ وہ بنگلے پر ہی رات کے اندھیرے میں ٹرک میں چھپا دیئے گئے تھے اور جب سڑک پر پولیس مقابلہ شروع ہوا وہ جان بچا کر جھاڑیوں میں کود گیا تھا۔

انسپکٹر ھنری کے لئے یہ ایک نیا انکشاف تھا کہ جبرو اور کمالے کو پامیلا نے اپنے بنگلے میں ہی کہیں چھپایا ہوا تھا۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔ "کیا تم نے اپنی آنکھوں سے پولیس مقابلے کے بعد ان دونوں کو ٹرک میں سوار کر فرار ہوتے دیکھا تھا؟"

ڈرائیور ڈنشا بولا۔ "ٹرک میں صرف ایک آدمی سوار ہوا تھا۔ دوسرے نے میرے سامنے ٹرک کے اوپر سے سڑک کی دوسری طرف جھاڑیوں میں چھلانگ لگا دی تھی۔ میں چھپ کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔"

سی آئی ڈی انسپکٹر گردیال بھی پاس ہی کھڑا تھا۔ انسپکٹر ھنری نے اس کی طرف دیکھ کر انگریزی میں کہا۔ "اس کا مطلب ہے۔ ان دونوں میں سے ایک ہی ٹرک میں فرار ہوسکا ہے۔ دوسرا اسی علاقے میں روپوش ہے۔ یہ دوسرا جبرو بھی ہو سکتا ہے اور کمالا بھی۔"

اب انسپکٹر ھنری نے ڈرائیو ڈنشا کے لئے گرم چائے کا ایک کپ منگوایا۔ اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ دونوں پولیس افسر خود بھی اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ پولیس کانسٹیبل کو کمرے سے باہر بھیج دیا۔ انسپکٹر گردیال نے ڈرائیور سے کہا۔ "تمہاری جان ایک ہی طریقے سے بچ سکتی ہے کہ تم ہمیں سیٹھ کے بنگلے کی ایک ایک منٹ کی رپورٹ دو۔ ان دونوں قاتلوں کی شکلیں تم پہچان لو گے۔ کیونکہ تم نے خود انہیں ٹرک میں چھپایا تھا اس وقت پامیلا کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ پولیس نے تمہارے ساتھ تھوڑا بہت تشدد کیا تھا مگر تم نے پولیس کچھ نہیں بتایا۔ وہ ضرور یہ سوچ کر پریشان ہوگی کہ کہیں تم پولیس کو اس کے بارے میں نہ بتا دو اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ دوسرا قاتل جو ٹرک سے چھلانگ لگا کر بھاگا تھا کہیں بنگلے میں تو نہیں چھپا ہوا۔ یہ تمہیں کرید کر پوچھنا ہوگا۔ اس کے بدلے نہ صرف یہ کہ ہم

تمہاری جان بخشی کردیں گے بلکہ انعام بھی دیں گے اور تمہارا نام بھی نہیں لیا جائے گا۔ دوسری صورت میں تمہارے اس بیان کی روشنی میں ہم تمہیں چھ پولیس والوں کے قتل کے اعانت کے جرم میں گرفتار کرلیں گے اور تمہاری باقی عمر جیل میں ہی گزرے گی۔"

ڈرائیور گڑگڑایا۔ "حضور! میں ویسے ہی کروں گا جیسے آپ کہیں گے۔ مجھے جیل نہ بھجوانا۔ نہیں تو میرے خاندان کے نام کو بٹہ لگ جائے گا۔ ہم پارسی لوگ اپنے خاندان کی عزت کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔"

انسپکٹر ھنری نے کہا۔ "تو اٹھو ہمارے ساتھ آؤ۔"

ڈرائیور کو جیپ میں بٹھا کر دونوں پولیس افسر پامیلا کے بنگلے کی طرف چل پڑے۔ اس وقت آدھی رات بیت چکی تھی۔ انہوں نے بہت پیچھے جیپ کھڑی کردی اور بنگلے کی عقبی دیوار پر سے ڈرائیور کو دوسری طرف اتار دیا۔ ھنری نے کہا۔ "ہم سامنے درختوں میں کھڑے ہیں۔ تمہیں جیسا کہا ہے ویسے ہی کرو۔ جاؤ۔"

ڈنشا عجیب تذبذب کے عالم میں تھا۔ روپوں کے لالچ میں آکر وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ مگر اب وہ ہر قیمت پر جیل جانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہتا تھا۔ اس نے وہی کچھ کرنے کا فیصلہ کرلیا جو پولیس انسپکٹر نے اسے کہا تھا۔ وہ دبے پاؤں پامیلا کی کھڑکی کے پاس آگیا۔ دروازے کی طرف وہ اس لئے نہیں گیا کہ وہاں کتا سویا ہوا تھا۔ کتے کو ڈرائیور کے کپڑوں کی بو ضرور آئی تھی۔ اس نے تھوتھنی اٹھا کر ذرا سی آواز بھی نکالی تھی مگر چونکہ کتا ڈرائیور کی بو سے مانوس تھا اس لئے تھوتھنی ڈال کر پڑا رہا۔

ڈنشا نے کھڑکی پر دستک دی۔ پامیلا پوری طرح نہیں سوئی تھی۔ وہ یہی سمجھی کہ کمالا آیا ہے۔ جلدی سے اٹھ کر اس نے کھڑکی کھول دی۔ ستاروں کی دھیمی چمک میں اسے باہر ڈنشا نظر آیا۔ پامیلا نے جلدی سے کہا۔ "اندر آجاؤ۔ اندر آجاؤ۔ کیا ہوا۔ پولیس کو تم نے بتایا نہیں؟"

ڈنشا قالین پر بیٹھ گیا اور سانس ٹھیک کرتے ہوئے بولا۔ "بی بی! مجھے پولیس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت مارا۔ مگر میں نے زبان نہیں کھولی۔ ان کو ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔ بس یہی کہتا رہا کہ مجھے نہیں معلوم وہ دونوں آدمی کہاں سے میرے ٹرک میں آ گئے تھے۔"

پامیلا کے سر سے ایک بوجھ سا اتر گیا۔ اس نے کہا۔ "تم نے بڑی بہادری کی۔ میں تم سے بڑی خوش ہوں۔ اب تم اپنے کوارٹر میں جاکر آرام کرو۔ صبح میں تمہیں کچھ پیسے دوں گی۔ اپنے لئے نئے کپڑے خرید لانا۔"

ڈنشا نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔ "بی بی! وہ دوسرا آدمی ادھر تو نہیں آیا؟ میں نے اسے خود ٹرک سے چھلانگ لگاتے دیکھا تھا۔ اگر آئے تو تم کوئی فکر نہ کرنا۔ میں نے پولیس کو غلط راستے پر ڈال دیا ہے اور میں نے انسپکٹر کو خود کہتے سنا ہے کہ دونوں قاتل پنجاب کی طرف چلے گئے ہیں اور جالندھر یا پٹیالے میں کہیں چھپے ہوئے ہوں گے۔ پولیس نے اپنا رخ جالندھر پٹیالے کی طرف موڑ دیا ہے۔"

پامیلا کو دل میں بڑی تسلی ہو گئی تھی مگر وہ ڈرائیور کو اپنی راز داری میں شامل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ میرا ان قاتلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے تو انہیں اپنی مصیبت زدہ سہیلی کے رشتے دار سمجھ رہی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ دونوں مفرور قاتل ہیں۔ پولیس چاہے جو کچھ کرے۔ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ تم جاکر آرام کرو۔ ڈیڈی جاگ پڑے تو مصیبت آ جائے گی۔"

ڈرائیور کھڑکی میں سے باہر کود گیا۔ پامیلا نے کھڑکی بند کر دی اور پلنگ پر بیٹھتے ہوئے اطمینان کا سانس لیا۔ اب اسے کمالے کا انتظار تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کمالا اگر ٹرک میں جبرو کے ساتھ سوار نہیں ہوا تو وہ چھپنے کے لئے اسی کے بنگلے میں آئے گا۔ ڈرائیور نے ٹرک سے چھلانگ لگانے والے قاتل کا جو حلیہ بتایا تھا وہ کمالے کا ہی تھا۔ پامیلا اس کے لئے جاگ رہی تھی۔ اس نے بیڈ روم کی بتی بجھائی ہوئی تھی اور اس کے کان باہر لگے تھے۔

ڈنشا اپنے کوارٹر کی طرف جانے کی بجائے دیوار پھاند کر درختوں کی طرف بڑھا جہاں دونوں پولیس انسپکٹر پہلے سے اس کے منتظر تھے۔ اس نے بتایا کہ بی بی پامیلا کے

کمرے میں کوئی قاتل نہیں ہے اور اس کی باتوں سے بھی اس نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ وہاں ابھی تک کوئی نہیں آیا۔ انسپکٹر صفری نے پوچھا۔ "اس بنگلے میں کوئی دوسرا تہ خانہ بھی ہے؟"

ڈرائیور بولا۔ "حضور! میں تو ایک ہی تہ خانے سے واقف ہوں جہاں سیٹھ کبھی کبھی مال رکھوا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر یہاں کوئی تہ خانہ ہے تو مجھے معلوم نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنے کوارٹر میں جاؤ۔ ہم تمہیں پھر ملیں گے اور ہاں۔ بنگلے کی خبر رکھنا۔ اگر کسی غیر آدمی کو تم یہاں دیکھو یا تمہیں پامیلا کی نقل و حرکت سے پتا چلے کہ قاتل یہاں چھپا ہوا ہے تو ہمیں فوراً اطلاع کر دینا۔"

انسپکٹر صفری نے یہ کہہ کر ڈرائیور ڈنشا کو اس کے کوارٹر طرف بھیج دیا اور خود اندھیرے میں درختوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے انسپکٹر گردیال سے کہا۔ "انسپکٹر! یہاں ہمارے ایک خفیہ آدمی کا چوبیس گھنٹے رہنا بہت ضروری ہے۔"

انسپکٹر گردیال بولا۔ "اب ہیڈ کوارٹر جاکر ہی ہم کوئی آدمی بھیج سکتے ہیں۔"

صفری نے کہا۔ "یہ کام تمہیں جاتے ہی کرنا ہوگا۔ میرا دل کہتا ہے کہ جبرو اور کمالے میں سے جو کوئی بھی ٹرک میں سوار نہیں ہو سکا۔ وہ اسی بنگلے میں چھپنے کے لئے آئے گا"۔ دونوں پولیس افسر باتیں کرتے دور سڑک کنارے کھڑی جیپ میں سوار ہو گئے اور پھر ہیڈ کوارٹر کی طرف تیزی سے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

پامیلا پلنگ پر خاموشی لیٹی تھی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ مگر روشن دان میں سے رات کی جو دھیمی چمک سی اندر آ رہی تھی۔ اس میں اسے چھت پر لگا ہوا پنکھا صاف نظر آ رہا تھا۔ اسے باہر باغیچے میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ پامیلا ہمہ تن گوش ہو گئی۔ دوسرے لمحے کسی نے دروازے پر آہستہ سے ٹک ٹک کی۔ پامیلا جلدی سے اٹھ کھڑکی کے پاس گئی اور اس نے بے دھڑک کھڑکی کھول دی۔ باہر ایک چھ فٹا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جوان رائفل کاندھے پر ڈالے گہرے سانس لے رہا تھا۔ ستاروں کی روشنی میں پامیلا نے اسے فوراً پہچان لیا۔ اس نے کہا۔ "کمالے! اندر آ جاؤ۔"

کمالا کھڑکی میں سے اندر آ گیا اور رائفل اتار کر فرش پر رکھ دی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "پولیس مقابلہ ہو گیا تھا۔ ہم نے پولیس کے چھ سات آدمی مار دیئے ہیں۔ جبرو ٹرک لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ یہی سمجھ رہا ہو گا کہ میں ٹرک پر ہی ہوں۔ مجھے رات کی رات وہیں تہ خانے میں چھپا دو۔ ادھر پولیس تو نہیں آئی۔ تمہارے ٹرک کا ڈرائیور کہاں ہے؟"

پامیلا کمالے کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ اسے کمالے کے سانس لینے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس اندھیرے میں کمالے کو چوڑے مردانہ وجاہت والے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کسی بات کی فکر کیوں کرتے ہوئے؟ جب تک میں زندہ ہوں۔ پولیس تمہیں ہاتھ نہیں بھی نہیں لگا سکتی۔ آؤ میں تمہیں تہ خانے میں لئے چلتی ہوں۔"

پامیلا خفیہ دروازے میں سے گزر کر سب سے پہلے بڑے گودام ٹائپ کے تہ خانے میں آ گئی۔ پھر وہاں سے قالین ہٹا کر نیچے والے تہ خانے کا چوکھٹا اٹھایا اور کمالے کو ساتھ لے کر نیچے اتر گئی۔ یہاں گھپ اندھیرا تھا۔ کمالے کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ایک جگہ رک گیا۔ پامیلا اسے اندھیرے میں بھی دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے ٹکرا گئی اور یوں ظاہر کیا جیسے وہ گر رہی ہے۔ کمالے نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں لے لیا اور پھر فوراً ہی اسے چھوڑ دیا۔

پامیلا اپنے سانس کو درست کرتے ہوئے بولی۔ "میں تمہارے لئے گرم دودھ لاتی ہوں۔"

کمالے نے کہا۔ "بتی جلا دو۔"

پامیلا بولی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے پاس ہی تو صوفہ ہے۔ لاؤ مجھے اپنا ہاتھ دو۔"

کمالے نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ مجھے صوفہ نظر آ گیا ہے اور دودھ کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ تم جا کر آرام کرو۔ میں بھی سخت تھک گیا ہوں۔"

پامیلا قریب آ کر بولی۔ "لاؤ میں تمہارا سر دبا دیتی ہوں۔" کمالا صوفے پر بیٹھ گیا۔ "اس کی بھی ضرورت نہیں۔ بس اب تم جاؤ۔ میں کل یہاں سے نکل جاؤں گا۔ جبرو میرٹھ سے آگے نہیں گیا ہو گا۔ پولیس اسے کے پیچھے ہو گی۔ میرا خیال ہے کہ میں اسے اس علاقے میں کہیں نہ کہیں ڈھونڈ لوں گا۔ اب تم جا کر آرام کرو۔ تمہاری بڑی مہربانی ہے۔ تم نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔"

پامیلا ٹھنڈا سانس بھر کر بولی۔ "میں تو ہمیشہ تمہارا ساتھ دینا چاہتی ہوں۔" پھر وہ سیڑھی چڑھ گئی اور اس نے تہ خانے کا چوکھٹا گرا دیا۔ اپنے بیڈ روم میں آ کر پامیلا کو کتنی دیر تک نیند نہ آئی۔ پھر نہ جانے کب نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

صبح ہوئی تو پامیلا کے ڈیڈی نے فوراً اپنے ڈرائیور ڈنشا کا پتا کرایا کہ وہ رات کو پولیس اسٹیشن سے واپس آ گیا تھا کہ نہیں۔ نوکر ڈرائیور کو ساتھ ہی لے آیا۔ سیٹھ نے اس سے پوچھا کہ پولیس نے اس کو مارا پیٹا تو نہیں اور اس نے کیا بیان دیا۔ ڈنشا تو ایک طرح سے پولیس کا سلطانی گواہ بن چکا تھا۔

اس نے کہا۔ "حضور! پولیس نے مجھ پر تھوڑا بہت تشدد کیا تھا۔ انسپکٹر چاہتا تھا کہ میں یہ بیان دوں کہ دونوں آدمی یہاں سے میرے ٹرک میں سوار ہوئے تھے۔ مگر حضور میں جھوٹ کیسے بولتا۔ میں نے کہا کہ مجھے تو معلوم ہی نہیں کہ وہ کہاں سے آ گئے تھے۔ میں تو مال لے کر جا رہا تھا۔ خدا جانے کہاں سے آ کر میرے ٹرک میں چھپ گئے؟"

سیٹھ نے جیب سے ایک سو روپے کا نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیا اور کہا۔ "اچھا کیا تم نے پولیس کے دباؤ میں آ کر جھوٹ نہیں بولا۔ میں انسپکٹر صاحب سے بات کر لوں گا۔ اب تمہیں کوئی تھانے نہیں بلائے گا۔ جاؤ۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "حضور! ٹرک کا پتا کرانا چاہئے۔ اس میں ہمارا مال بھرا ہوا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیٹھ نے کرخت لہجے میں کہا۔ "تمہیں مال کی کیوں فکر پڑی ہے؟ مال جائے جہنم میں۔ ہماری عزت بچ گئی۔ بس ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے۔ جاؤ جاکر مال تیار کرو۔ دو تین دنوں میں تمہیں نیا مال لے کر جانا ہوگا۔ اب جاؤ۔"

ڈنشا سلام کر کے چلا گیا۔

☆☆☆

جبرو ٹرک لئے جرنیلی سڑک پر چلا جا رہا تھا۔ ابھی تک راستے میں اسے پولیس کہیں نہیں ملی تھی۔ پو پھٹنے لگی تو جبرو کو دائیں بائیں کھیتوں میں دور کہیں کہیں اکا دکا روشنیاں جگمگاتی نظر آئیں۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی شہر قریب آ رہا ہے۔ یہ شہر میرٹھ ہی ہو سکتا ہے۔ پھر اس کی بائیں جانب کچھ فاصلے پر ایک کارخانہ گزر گیا۔ کارخانے میں بھی روشنیاں ہو رہی تھیں۔ جبرو نے ٹرک کی رفتار کم کر دی۔ ٹرک کو چھوڑنے کا وقت آ گیا تھا۔ ٹرک میں اس زمانے کے حساب سے ہزاروں روپے کی شراب بھری ہوئی تھی مگر جبرو کو شراب سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ جب شہر کی روشنیاں زیادہ قریب آنے لگیں تو جبرو نے ٹرک کو سڑک سے نیچے کچے راستے پر اتار دیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اس نے ٹرک کو ایک جگہ درختوں کے نیچے کھڑا کر دیا۔ انجن بند کیا اور ایک منٹ کے لئے اپنی سیٹ پر بالکل ساکت ہو کر بیٹھا رہا۔ بھری ہوئی رائفل اس کی ساتھ والی سیٹ پر پڑی تھی۔ گولیوں کی پیٹی بھی وہیں رکھی تھی۔ ٹرک کا انجن بند ہو جانے سے جبرو کو باہر کی گہری خاموشی کا احساس ہوا۔

یہ ۱۹۴۷ء کا زمانہ تھا اور آبادی اتنی نہیں بڑھی تھی۔ شہروں کی آبادی اپنے حدود کے اندر ہی تھی۔ نیا مکان اور نئی کوٹھی کبھی کبھار ہی تعمیر ہوتی تھی جو کارخانہ ایک بار لگا تھا۔ وہی برسوں سے چل رہا تھا۔

وہ ٹرک سے اتر آیا۔ گولیوں کی پیٹی گلے میں ڈال کر رائفل ہاتھ میں لے لی۔ آسمان پر صبح کاذب کی ہلکی نیلی جھلکیاں ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ رات کے دھندلکے میں سے مکانوں کھیتوں اور درختوں کے خاکے ابھرنے لگے تھے۔ جرنیلی سڑک پر

سے ایک ٹرک پیچھے سے آ کر گزر گیا۔ جبرو دور ہی سے اس کی روشنی دیکھ کر اپنے ٹرک کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ ٹرک آگے نکل گیا تو جبرو نے ٹرک کے پیچھے آ کر شراب کے کریٹوں کو دیکھا۔ اب شروع صبح کا ہلکا اجالا ہو گیا تھا۔ جبرو نے دیکھا کہ لکڑی کے کریٹوں میں جگہ جگہ گولیاں لگی تھیں۔ وہ ٹرک میں چڑھ گیا۔ وہ اس بات کی تسلی کرنا چاہتا تھا کہ کمالا ٹرک پر چھپا ہوا تھا کہیں وہاں اس کا خون تو نہیں گرا ہوا۔ اسے خون کہیں نظر نہ آیا۔ اس خیال سے اسے تسلی ہوئی کہ کمالا زخمی نہیں ہوا تھا۔ بس ویسے اس پولیس مقابلے کی افراتفری میں وہ ٹرک سے کسی طرف کود گیا ہوگا اور پھر ٹرک روانہ ہو گیا۔

جبرو ٹرک سے نیچے آ گیا۔ بھرا ہوا پستول اس کی جیکٹ کی اندر والی جیب میں تھا۔ یہ خاکی جیکٹ تھی۔ اس کی پتلون بھی میلی کچیلی ہو رہی تھی۔ سر پر اس نے صافہ لپیٹ رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حلئے سے وہ شکاری لگے۔ کالے رنگے کے بوٹوں پر مٹی جمی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی جیبوں کو ٹٹولا۔ اس کے پاس سو سوا سو روپے کی رقم تھی جو اس زمانے میں بہت ہوا کرتی تھی۔ ٹرک اس نے چھوڑ دیا اور کھیتوں میں چلتا ایک جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ یہاں چھوٹی سی نالی میں سے کھیتوں میں پانی جا رہا تھا۔ اس نے منہ ہاتھ دھویا۔ ٹھنڈا تازہ پانی پیا اور سامنے نگاہ دوڑائی۔ آسمان پر دن کا اجالا پھیل گیا تھا۔

دور اسے شہر کی عمارتیں اور کارخانوں کی دو چار چمنیاں نظر آ رہی تھیں۔ سڑک پر سے ایک ریڑھا تیزی سے گزر گیا..... کھیتوں میں اکا دکا کسان قسم کے لوگ نظر آنے لگے تھے۔ جبرو کو تشویش ہونے لگی کہ وہ پولیس کے قابو میں نہ آ جائے۔ پولیس کو اطلاع مل چکی ہوگی اور اس بار پولیس پوری بریگیڈ اس پر حملہ کرے گی۔ اس کا کہیں بہت جلد چھپنا بہت ضروری تھا اس کے پاس رائفل بھی تھی۔ اس زمانے میں کسی کسی کے پاس ہی رائفل ہوا کرتی تھی۔ یہ رائفل جبرو کو اگر کسی مصیبت سے بچا بھی سکتی تھی تو اسے کسی مشکل میں پھنسا بھی سکتی تھی۔ کیونکہ اس کے پاس اس کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لائسنس نہیں تھا اور رائفل پولیس کی تھی۔

جبرو وہیں کھیت کی مینڈھ پر بیٹھا سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس کی منزل کشمیر کی وادی تھی جہاں وہ کشمیری مجاہدوں کی جدوجہد آزادی میں ان کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ پاکستان کا باقاعدہ اعلان ہونے میں ابھی چار مہینے باقی تھے۔ پنجاب میں فسادات شروع ہو چکے تھے مگر لوگوں نے ابھی بڑی تعداد میں نقل مکانی شروع نہیں کی تھی۔ ہر فرقے کے لوگ اپنے اپنے محلوں میں اپنا اپنا دفاع کر رہے تھے۔ موقع ملتا تھا تو ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے محلے پر حملہ کر دیتے تھے۔ کہیں کہیں اکا دکا چھرا گھونپنے کی وارداتیں بھی ہو جاتی تھیں۔ ایک خوف اور ہراس سا ضرور پنجاب کی فضاء میں پھیلا ہوا تھا۔ مگر لوگ ابھی تک اپنی اپنی جگہ جمے ہوئے تھے۔

آخر جبرو نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے رائفل اور گولیوں کی پیٹی سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے۔ آگے شہر ہے اور یہ اسلحہ اسے کسی الجھن میں مبتلا کر سکتا ہے چنانچہ اس نے گولیوں کی پیٹی اور رائفل وہیں کھیتوں میں پھینک دی اور سر پر صافہ لپیٹ کر شہر کی طرف چل پڑا۔ سورج نکل آیا تھا جس کی روشنی میں شہر کے مکانات صاف نظر آ رہے تھے۔ اب صرف ایک ریوالور ہی جبرو کے پاس رہ گیا تھا جس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں ..... کچھ فالتو گولیاں بھی اس کی جیب میں تھیں۔ وہ کھیتوں میں سے نکل کر شہر کی آبادی میں داخل ہو گیا۔ دکانیں کھل چکی تھی۔ زندگی رواں دواں تھی۔ بچے تانگوں میں بیٹھے اسکول جا رہے تھے۔ یہاں جبرو کو فسادات کی کشیدگی بالکل محسوس نہیں ہوئی۔ بازار میں اسے ہندو۔ مسلمان اور سکھ بھی چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔

ایک چائے کی دکان آئی تو جبرو رک گیا۔ کچھ لوگ دکان کے اندر اور کچھ باہر بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ جبرو کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ وہ دکان کے اندر بیٹھ گیا اور بند مکھن اور چائے کے لئے لڑکے کو کہا۔ وہ بڑی گہری نگاہوں سے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ مزدور قسم کے شریف لوگ تھے۔ جبرو کونے میں بیٹھا تھا۔

دوسری طرف میرٹھ پولیس کو اطلاع مل چکی تھی کہ جبرو اور کمالا دو بدنام

شہاری ملزم پولیس کے چھ آدمیوں کو قتل کر کے پنجاب کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ میرٹھ پولیس چوکس ہو گئی تھی جس وقت جبرو کھیتوں میں رائفل وغیرہ پھینک کر شہر کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد پولیس کی ایک جیپ وہاں سے گزری۔ انہیں ایک ٹرک سڑک کنارے نظر آیا تو پولیس وہاں آ گئی۔ شرما تھانے دار پولیس پارٹی کے ساتھ تھا۔ اسے اطلاع مل گئی تھی کہ دونوں اشتہاری مجرم سیٹھ میکسم کے شراب کا ٹرک لے کر بھاگے ہیں۔ ٹرک کا نمبر بھی میرٹھ پولیس کو بتا دیا گیا تھا۔ تھانے دار شرما نے ٹرک کا نمبر پڑھا تو سپاہیوں سے کہا۔ "یہی ٹرک ہے۔ دونوں قاتل اس وقت ہمارے علاقے میں ہیں۔"

ٹرک پر پولیس کا پہرہ لگا کر شرما تھانے دار سیدھا تھانے پہنچا۔ وہاں سے اس نے دلی انسپکٹر ھنری کو ٹیلی فون پر اطلاع کر دی کہ شراب کا ٹرک میرٹھ شہر کے باہر مل گیا ہے۔ اور دونوں قاتلوں کی تلاش کے لئے پولیس کو چوکس کر دیا گیا ہے۔ انسپکٹر ھنری نے جواب میں ہدایت کی کہ شہر کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی جائے اور قاتلوں کو بھاگر نکلنے کا موقع نہ دیا جائے۔

تھانے دار شرما نے سارے شہر میں پولیس دوڑا دی..... ریلوے اسٹیشن اور لاری اڈوں پر سفید لباس میں پولیس تعینات کر دی اور خود سفید لباس میں پستول جیب میں رکھ کر اپنے کانسٹیبل کو ساتھ لے کر شہر کے بڑے بازار میں نکل آیا۔ اس کا کانسٹیبل بھی سفید کپڑوں میں تھا۔ تھانے دار شرما کے تھانے میں جبرو اور کمالے کی تصویریں موجود تھیں۔ اس نے ان تصویروں کو ایک نظر پھر غور سے دیکھ لیا تھا۔ ان میں جبرو کی جو تصویر تھی اس میں اس کی داڑھی مونچھ صاف چٹ تھی جبکہ اب جبرو نے اپنی داڑھی بڑھانی شروع کر دی تھی۔ مگر یہ داڑھی ابھی خشخشی ہی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود پولیس اسے پہچان سکتی تھی جس وقت جبرو چائے خانے میں بیٹھا ناشتا کر رہا تھا۔ اس وقت شرما اپنے کانسٹیبل کے ساتھ میرٹھ شہر کے جنوبی علاقے میں جبرو کمالے کو تلاش کرتا پھر رہا تھا جبکہ جبرو اس وقت شہر کے شمالی مشرقی علاقے میں بیٹھا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ میرٹھ پولیس کو اس کی اطلاع مل گئی ہوگی اور سڑک کنارے کھڑے ٹرک سے بھی پولیس اندازہ لگا لے گی کہ جبرو اور کملا اسی شہر میں ہیں۔ چنانچہ جبرو بہت زیادہ محتاط ہوگیا تھا۔ ناشتا کرتے ہی وہ چائے خانے سے اٹھا اور ایک گلی میں گھس گیا۔ گلی آگے جاکر ایک دوسرے بازار میں نکل آئی۔ یہ بازار چھوٹا تھا اور یہاں دکانوں پر بیٹھا ری وغیرہ کا مال بک رہا تھا۔ جبرو کے دل میں یہ تھا کہ کسی طرح سے وہ میرٹھ ریلوے اسٹیشن سے آگے لدھیانہ کی طرف ریلوے لائن پر نکل آئے اور وہاں سے پیدل چل کر میرٹھ سے لدھیانے کی طرف اگلے اسٹیشن پر سے پنجاب کے لئے گاڑی پکڑنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ میرٹھ ریلوے اسٹیشن پر خطرہ تھا۔

اسے معلوم نہیں تھا کہ ریلوے اسٹیشن کس طرف ہے۔ اس نے ایک دکاندار سے ریلوے اسٹیشن کا راستہ پوچھا اور آگے چل پڑا۔ جبرو اس حساب سے چل رہا تھا کہ اسٹیشن سے آگے نکل جائے۔ بازاروں میں لوگ آ جا رہے تھے۔ تانگے چل رہے تھے۔ جبرو سڑک کے کنارے کنارے ہر طرف سے چوکس اور باخبر رہتے ہوئے چل رہا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی مگر موسم خوش گوار تھا۔ ابھی گرمیاں شروع نہیں ہوئی تھیں۔ آخر جبرو کو دور سے ریلوے سگنل نظر آگیا۔ وہ میرٹھ اسٹیشن مغرب کی طرف آگے نکل آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریلوے کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ ریلوے لائن لدھیانہ جالندھر کی طرف جاتی تھی۔ جبرو ریلوے لائن کے سات ساتھ ایک ایک گھنٹہ چلتا رہا۔ ابھی تک کوئی چھوٹا مضافاتی اسٹیشن نہیں آیا تھا۔ مگر اسے دور لائن پر ایک ریل گاڑی نظر آئی۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ گاڑی کیوں کھڑی ہے؟

احتیاط" وہ ریل کی پٹڑی سے اتر گیا اور نیچے کھیتوں میں آگیا۔ جب وہ ریل گاڑی کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ یہ مسافر ٹرین نہیں بلکہ مال گاڑی تھی۔ جس کے کچھ ڈبے بند تھے اور کچھ پر لکڑی کی گیلیاں لدی ہوئی تھیں۔ مال گاڑی کافی لمبی تھی۔ دور انجن میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ جبرو آگے چلا آیا۔ یہاں اسے مال گاڑی کا

گارڈ دکھائی دیا جو انجن ڈرائیور سے نیچے کھڑا کچھ باتیں کر رہا تھا۔ گارڈ نے بغل میں سرخ اور ہری جھنڈیاں دبا رکھی تھیں۔

جبرو رک گیا۔ اس نے سوچا کہ مال گاڑی میں وہ محفوظ ہوگا۔ ظاہر ہے یہ گاڑی آگے کسی بڑے شہر کی طرف مال لے کر جا رہی ہوگی۔ وہ ڈبے پر لدے ہوئے لکڑی کے شہتیروں میں چھپ کر بیٹھ سکتا ہے۔ اب گارڈ انجن ڈرائیور سے اپنی بات ختم کرکے واپس تیز تیز قدموں سے اپنے ڈبے کی طرف جا رہا تھا۔ جبرو کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ جب گارڈ پیچھے کی طرف کافی دور چلا گیا تو وہ ریل کی پٹڑی پر چڑھا اور ایک ڈبے کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف آگیا۔ پھر دو ڈبوں کے درمیان بفروں پر پاؤں رکھتا وہ مال گاڑی کے اس ڈبے پر چڑھ گیا۔ جس پر لکڑی کے بڑے بڑے شہتیر لدے ہوئے تھے۔ ان شہتیروں کو رسوں سے باندھا گیا تھا۔ مگر ان کے درمیان اتنی جگہ تھی جہاں جبرو چھپ سکے۔

انجن نے وسل دیا۔ اس کے ساتھ ہی گارڈ کی سیٹی کی آواز بھی آئی اور گاڑی چرخ چون کرتی آہستہ آہستہ آگے کھسکنے لگی۔ جبرو لکڑی کے شہتیروں کے درمیان کونے کی طرف اس طرح چھپ کر بیٹھ گیا تھا کہ ذرا سا سر اٹھا کر باہر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ مال گاڑی دھیمی رفتار کے ساتھ چلتی رہی۔ کچھ دور جاکر اس نے رفتار پکڑ لی۔ پہلا مضافاتی اسٹیشن آیا اور مال گاڑی وہاں رکے بغیر آگے نکل گئی۔ یہاں جبرو کو ایک بہت بڑا مغالطہ ہوگیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگلا بڑا شہر لدھیانہ ہوگا۔ حقیقت میں آگے انبالہ شہر تھا اور اس کے بعد لدھیانہ آتا تھا۔ مال گاڑی اچھی خاصی تیز رفتاری چل رہی تھی اور جب انبالہ چھاؤنی کا اسٹیشن آیا تو ٹرین وہاں بالکل نہ رکی اور اس کے کشادہ یارڈ میں سے ہوتی ہوئی آگے نکل گئی۔ انبالہ شہر بھی پیچھے رہ گیا۔ جبرو الجھن میں پڑ گیا تھا اسے شبہ تھا کہ اگلا اسٹیشن لدھیانہ ہوگا لیکن یہاں بھی اسے مغالطہ ہوا تھا کیونکہ جس اسٹیشن کو وہ انبالہ کینٹ سمجھ رہا تھا۔ وہ اصل میں سہارن پورن تھا۔ چونکہ مال گاڑی پلیٹ فارم کی بجائے ریلوے یارڈ میں سے ہو کر گزرتی تھی اور اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی رفتار تیز ہوتی تھی اس لئے جبرو شہر کا نام کہیں نہ پڑھ سکا تھا۔ مگر جب سورج غروب ہونے سے پہلے مال گاڑی کی رفتار ہلکی ہوتی گئی اور ایک کشادہ ریلوے یارڈ میں ایک جانب رک گئی تو جبرو نے بائیں جانب پلیٹ فارم کی اونچی ڈھلانی چھتوں کے درمیان جالندھر سٹی لکھا ہوا صاف پڑھ لیا۔

وہ بہت خوش ہوا کہ بغیر پولیس مقابلے کے وہ میرٹھ سے جالندھر پہنچ گیا تھا۔ یہ بات اسے معلوم تھی کہ وہ جالندھر سے براستہ ہوشیار پور جموں اور پھر وہاں سے کشمیر جا سکتا ہے۔ وہ مال گاڑی کے ڈبے سے نیچے چھلانگ لگا کر اتر آیا۔ بیٹھے بیٹھے اس کے کولہے جڑ گئے تھے۔ اس نے دو چار بیٹھکیں کھولیں اور رکی ہوئی مال گاڑی کے ڈبے کے نیچے سے ہو کر دوسری طرف آ گیا۔ یہاں آ کر اس نے ماحول کا جائزہ لیا۔ اسے فضا میں کچھ خاموشی اور سکوت سا محسوس ہوا۔ راستے میں جبرو نے ایک دو گاؤں سے دھوئیں کے بادل اٹھتے بھی دیکھے تھے۔ ظاہر ہے وہاں آگ ہی لگی ہوئی تھی اور یہ فسادات کی آگ ہی ہو سکتی تھی۔ دن ڈھل رہا تھا۔ ریل کی پٹڑی اونچی تھی۔ نیچے ایک بازار تھا جو دور تک خالی خالی سا تھا۔ صرف ایک تانگہ دور چلا آ رہا تھا۔ مکانوں پر بھی خاموشی تھی۔

ایک پکی سیڑھی ریلوے لائن سے نیچے سڑک کو جاتی تھی۔ جبرو خاموشی سے سڑک پر اتر آیا۔ اس نے دیکھا کہ بازار کی ساری دکانیں بند تھیں۔ بڑا حیران ہوا کہ یہاں کیا ہو گیا ہے۔ کوئی آدمی ہی نظر نہیں آتا۔ وہ مکان کے نیچے سے گزرا تو اوپر سے کسی نے آواز دی۔ "ماراج پتا نہیں کرفیو لگیا ہویا اے؟"

اب جبرو سمجھا کہ بازار کیوں سنسان ہے۔ یہاں کرفیو لگا تھا۔ دور سے اس نے ایک گورکھا فوجی کو دیکھا۔ اس کے چوڑے گورکھالی ہیٹ سے جبرو نے اسے پہچانا کہ وہ گورکھا فوجی ہے۔ جبرو جلدی سے ایک گلی میں گھس گیا۔ گلی دوسرے بازار میں نکل گئی تھی۔ گلی کے کونے میں ایک مندر میں سے بھجن گانے کی آواز آ رہی تھی۔ جبرو جلدی سے مندر میں داخل ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ گورکھا فوجی اس کا پیچھا نہ کر رہا

ہو۔ یہ مندر ایک مکان میں بنایا گیا تھا۔ ڈیوڑھی کی چھت سے زنجیر کے ساتھ ٹل لٹک رہا تھا۔ آگے دروازہ بند تھا۔ بھجن گانے کی آواز بند دروازے کے پیچھے سے آ رہی تھی۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ جبرو نے آہستہ سے دروازے کو دھکیلا۔ وہ کھل گیا۔ جبرو کے نتھنوں میں لوبان اور اگربتیوں کی تیز خوشبو گھس گئی۔ یہ ایک تنگ اور نیم روشن کمرا تھا جس کی دیوار میں سندور میں لتھڑی ہوئی ہنومان کی مورتی ابھری ہوئی تھی۔ اس کے آگے ایک ادھیڑ عمر کا موٹی توند والا دھوتی پوش مہنت بیٹھا تھا۔ اس نے جینو پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ جڑے ہوئے تھے اور وہ منہ اوپر اٹھائے بھجن گا رہا تھا۔

جبرو کو اندر آتے دیکھ کر وہ بھجن گاتے گاتے اچانک رک گیا۔ جبرو پر ایک تیز نگاہ ڈالی اور بولا۔ "کون ہو تم۔ اس محلے کے نہیں۔ کہاں سے آئے ہو؟"

جبرو نے آواز اور لہجے میں تھوڑا سا عجز پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "دوسرے محلے کا ہوں۔ پجاری جی۔ دلی گیا ہوا تھا۔ ابھی اسٹیشن سے اترا تو معلوم ہوا کہ یہاں کرفیو لگا ہوا ہے۔ ایک فوجی میرے پیچھے لگ گیا۔ میں بھاگ کر یہاں آ گیا ہوں۔ میرا نام رام پرکاش ہے۔"

جبرو اس وقت باہر نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ اس نے منت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "مہاراج! تھوڑی دیر بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ گورکھا ادھر ادھر ہو جائے گا۔ پھر چلا جاؤں گا۔"

جبرو نے دیکھا کہ اس کمرے سے ایک زینہ اوپر والی منزل کو جاتا تھا۔ پجاری نے زینے میں سے اوپر کو دیکھا۔ پھر بولا۔ "ٹھیک ہے تھوڑی دیر کے لیے باہر ڈیوڑھی میں جا کر بیٹھ جا۔ پھر چلے جانا۔ تمہاری وجہ سے کہیں فوجی مجھے ہی نہ پکڑ کر لے جائے۔"

عین اس وقت اوپر سے آواز آئی۔ "کون ہے جس سے باتیں کر رہے ہو؟" یہ آواز کسی مرد کی تھی اور بڑی کرخت تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک عورت کی چیخ نما آواز بلند ہوئی۔ چیخ فوراً ہی بند ہو گئی۔ صاف لگ رہا تھا کہ کسی نے عورت کے منہ پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ رکھ دیا ہے۔ جبرو نے سوچا کہ یہاں کوئی الٹا چکر چل رہا ہے اسے اس چکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اٹھا اور باہر ڈیوڑھی میں آ کر ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

پجاری نے زینے میں اوپر منہ کر کے کہا۔ "کوئی نہیں۔ دوسرے محلے کا آدمی ہے۔ کرفیو میں نکل آیا تھا۔ ابھی چلا جائے گا۔"

اندر خاموشی چھا گئی۔ جبرو ڈیوڑھی میں بیٹھا تھا۔ اسے خطرہ لگا کہ اگر کوئی فوجی یا پولیس والا گلی میں سے گزرا تو وہ اسے دیکھ کر ہو سکتا ہے پہچان لے۔ مورتی والے کمرے میں اب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ جبرو نے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا۔ مورتی والا کمرا خالی تھا۔ مورتی کے آگے تھالی میں لوبان سلگ رہا تھا کہ زینے پر سے وہی پجاری اتر کر نیچے آ گیا۔ جبرو نے جلدی سے سر پیچھے کر لیا۔

پجاری نے دروازہ کھولا اور جبرو سے کہا۔ "رام پرکاش اوپر آ جاؤ۔ یہاں کسی فوجی نے دیکھ لیا تو وہ پکڑ کر لے جائے گا۔"

جبرو نے اوپر سے ایک عورت کی چیخ کی آواز سنی تھی۔ اس کے دل میں خطرے کی ہلکی سی گھنٹی بجی۔ مگر جبرو بنیادی طور پر ایک دلیر آدمی تھا اور پھر اس کی جیب میں بھرا ہوا ریوالور بھی تھا۔ پھر بھی وہ ناحق مصیبت میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ اس نے پجاری سے کہا۔ "مہاراج! میں یہیں ٹھیک ہو۔ ابھی تھوڑی دیر میں تو چلا جاؤں گا۔"

پجاری نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "ارے مارے جاؤ گے۔ فوجی لے گئے تو گولی مار دیں گے۔ ابھی کل ہی اس محلے میں ایک مسلمان کو چھرا گھونپا گیا ہے۔"

جبرو اوپر جانا نہیں چاہتا تھا مگر پجاری نے اتنا اصرار کیا کہ جبرو کو اوپر جانا ہی پڑا۔

اوپر والا کمرا بھی چھوٹا سا تھا۔ چارپائی اور دو کرسیاں بچھی تھیں۔ کونے میں نلکا لگا تھا۔ نیچے بالٹی رکھی تھی۔ دو ہٹے کٹے بدمعاش قسم کے ہندو چارپائی پر بیٹھے تھے اور ان کے کانوں میں چھوٹی چھوٹی مندریاں تھیں جو اس زمانے کے ہندو اکثر پہنا کرتے تھے۔ دونوں نے جبرو کو سر سے لے کر پاؤں تک گھورا۔ ایک ہندو نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

جبرو نے وہی کہانی دہرا دی جو اس نے پجاری کو بیان کی تھی۔ اتنے میں اندر سے پھر ایک عورت کی گھٹی گھٹی چیخ بلند ہوئی اور کسی نے فوراً اس کا منہ بند کر دیا۔ باہر چارپائی پر بیٹھے دوسرے بدمعاش نے گالی دے کر کہا۔ "اس اپنی ماں کا منہ بند نہیں کر سکتے تم؟"

اسی ہندو بدمعاش نے جبرو کو فرش پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جبرو فرش پر بیٹھ گیا۔ اب جبرو کو ایک الجھن لگی تھی کہ کہیں اس ہندو نے پہچان نہ لیا ہو کہ یہ اشتہاری ملزم جبرو ہے اور انعام کے لالچ میں اسے گرفتار کرانا چاہتا ہو۔ مگر جبرو ان دونوں تینوں سے بڑی آسانی سے نمٹ سکتا تھا۔ لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ دوسرے ہندو بدمعاش نے پوچھا۔ "رام پرکاش نام بتایا ہے تم نے اپنا؟"

جبرو نے کہا۔ "جی ہاں..... یہی میرا نام ہے۔"

وہ غصیلی آواز میں دہاڑا۔ "اوئے یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم سی آئی ڈی کے آدمی ہو اور پولیس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "مہاراج ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو ناصر پور کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام پرکاش ہے۔ رام پرکاش۔ دلی سے آیا تو کرفیو لگا تھا۔ ریلوے یارڈ سے ادھر اتر آیا تھا۔"

ہندو بدمعاشوں کو کیا پتا تھا کہ وہ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ جبرو بھی ان پر اپنا آپ ظاہر کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ وہ تو سیدھے سادھے انداز میں ایک شریف ہندو بن کر ان سے صرف اتنی اجازت مانگ رہا تھا کہ کچھ وقت کے لئے اسے مندر کی ڈیوڑھی میں بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ مگر ان ہندو بدمعاشوں کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ ان میں سے ایک ہندو نے جبرو کو ماں کی گالی دے کر کہا کہ تم سی آئی ڈی والے ہو۔

جبرو بھول گیا کہ اس کی پوزیشن کیا ہے اور کہاں اور کس حالت میں ہے۔ وہ تڑپ کر اٹھا۔ اس کا ہاتھ جیکٹ کی جیب میں گیا۔ اور ریوالور کی نال سے دھماکوں کے ساتھ اور شعلے نکلے اور جس بدمعاش نے اسے گالی دی تھی۔ اس کے پیٹ میں دو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گولیاں دھنس گئیں۔ خون کے فوارے ابلنے لگے۔ دوسرا بدمعاش دہشت زدہ ہو کر اندر بھاگنے لگا۔ جبرو کے ریوالور سے تیسری گولی نکل کر اس کی پیٹھ میں گھس گئی۔ وہ بھی منہ کے بل وہیں فرش پر گر پڑا۔ اس کی پشت سے بھی خون کا پرنالہ بہنے لگا۔

کوٹھری کا دروازہ ایک دم سے کھلا اور وہی پجاری باہر نکلا اس نے شور مچایا۔ "مار ڈالا۔ مار ڈالا۔" وہ سیڑھیوں کی طرف دوڑا۔ جبرو اسے اپنا عینی گواہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اس نے پجاری کی گردن پر پستول کی نالی رکھ کر چوتھا فائر کر دیا۔ پجاری کی آدھی گردن اڑ گئی۔ جبرو پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اندر والی کوٹھری ہی سے ایک پیلے رنگ کی ساڑھی والی جوان لڑکی جس کے بال کھلے تھے۔ بلاؤز پھٹا ہوا تھا۔ خوف زدہ ہو کر باہر نکلی اور جبرو کے پاؤں پر گر پڑی۔ "بھرا جی! مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ مجھ نہ مارنا۔"

لڑکی خوب صورت تھی اور سسکیاں بھر بھر کر روئے جا رہی تھی۔ جبرو نے جلدی سے کھڑکی میں سے نیچے گلی میں دیکھا۔ فائرنگ کی آواز ساتھ والے مکانوں میں بھی سنی گئی تھی مگر کرفیو کے ڈر سے کسی نے اپنی کھڑکی تک نہیں کھولی تھی۔ گلی بھی خالی تھی۔ جبرو بھی وہاں سے فرار ہو جانا چاہتا تھا۔ لڑکی اس کے پاؤں سے لپٹی ہوئی تھی۔

"بھرا جی! مجھے یہاں نہ چھوڑ کر جانا۔ مجھے میرے گھر پہنچا دو واہگورو تیری بہن کی بھی لاج رکھے گا۔"

جبرو سمجھ گیا کہ یہ کوئی سکھ لڑکی ہے جسے یہ ہندو بدمعاش کہیں سے اٹھا کر یہاں لے آئے تھے۔ اس نے کہا۔ "باہر کرفیو لگا ہے۔"

لڑکی نے کہا۔ "مجھے گلیوں گلی اپنے گھر کا راستہ آتا ہے واہگو رو کا واسطہ مجھے میرے گھر پہنچا دو۔"

جبرو نے کہا۔ "چل اٹھ۔" وہ سکھ لڑکی کو لے کر گلی میں آ گیا۔ لڑکی آگے آگے تھی۔ وہ گلی میں بھاگ رہی تھی۔ جبرو بھی اس کے پیچھے تھا۔ لڑکی دوسری گلی میں جا کر رک گئی۔ بولی۔ "مجھے اکیلی نہ چھوڑنا میرے ویر۔ ان بدمعاشوں کے ساتھی یہاں بھی

رہتے ہیں۔ وہ مجھے پکڑ لیں گے۔"

جبرو نے سکھ لڑکی کی کلائی پکڑ لی اور کہا۔ "تو نے مجھے ویر کہا ہے تو اب کیوں گھبراتی ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں تجھ پر آنچ نہ آنے دوں گا۔"

لڑکی اس تنگ گلی میں سہمی ہوئی جبرو کے ساتھ لگی تیز تیز چل رہی تھی۔ اوپر بالکونی کی کھڑکیوں میں سے دو تین عورتیں نیچے دیکھ رہی تھیں۔ لڑکی اس طرح دو تین تنگ گلیوں میں سے ہوتی ہوئی ایک ایسے احاطے میں آ گئی جہاں بیریوں کے درخت اگے ہوئے تھے۔ اس احاطے کے سامنے والی دیوار میں چھوٹا سا دروازہ تھا۔ اس دروازے سے نکلے تو سامنے ایک کھال تھا۔ کھال کے ساتھ ساتھ لڑکی جبرو کے ساتھ لگی چلتی رہی۔ وہ سہمی ہوئی اور دہشت زدہ تھی۔ بار بار پیچھے دیکھتی تھی۔ جبرو چونکہ اس علاقے میں تین قتل کر چکا تھا۔ اس لئے وہ بھی کسی جگہ روپوش ہو جانا چاہتا تھا۔ اس نے لڑکی سے پوچھا۔ "ابھی تمہارا گھر کتنی دور ہے؟"

لڑکی نے سانس درست کرتے ہوئے کہا۔ "بس وہ سامنے ہی ہے میرے ویر!"

ویر پنجابی زبان میں بھائی کو کہتے ہیں۔ آخر لڑکی جبرو کو ایک ٹوٹے پھوٹے سے مکان میں لے آئی جس کے صحن میں ایک بھینس بندھی ہوئی تھی۔ کوٹھری میں آ کر سکھ لڑکی چارپائی پر گر گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جبرو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر دیکھا۔ سارا علاقہ سنسان تھا۔ کرفیو یہاں بھی لگا ہوا تھا۔ سکھ لڑکی کے کچھ حواس ٹھیک ہوئے تو ساڑھی کے پلو سے آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔ "میں اپنے تایا کے پاس گوردوارے میں تھی۔ میرا بھائی گاؤں گیا ہوا تھا۔ آج صبح میں کچھ کپڑے لینے خالی مکان میں آئی تو ان بدمعاشوں نے مجھے زبردستی اغواء کر کے گاڑی میں ڈالا اور اپنے مندر والے مکان میں لے گئے۔ واہگورو نے تجھے گوروؤں کا اوتار بنا کر بھیج دیا اور میری عزت بچ گئی۔ تم نے ان تینوں کا خون کر دیا ہے۔ تم پکڑے تو نہیں جاؤ گے میرے ویر!؟"

جبرو ابھی تک دروازے میں سے باہر دیکھ رہا تھا کہ پولیس یا فوج تو ادھر نہیں آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی۔ آخر مکان میں فائرنگ ہوئی تھی۔ محلے والوں نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔

لڑکی نے کہا۔ "تمہیں کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ تینوں بدمعاش تھے محلے کے سارے لوگ ان سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ کوئی پولیس کو بیان نہیں دے گا۔"

جبرو ابھی تک دروازے میں کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہاں سے کس طرف کو بھاگے۔ لڑکی نے کہا۔ "میرے ساتھ میرے تایا کے پاس گوردوارے چلو۔ وہ وہاں گرنتھی ہیں۔ کسی کی ہمت نہیں کہ وہاں تمہیں آکر پکڑے۔ ساری سکھ سنگت ان کے ساتھ ہے۔"

جبرو نے سوچ کہ یہ ٹھیک ہے اس کا وقت گوردوارے میں گرنتھی کے پاس محفوظ گزر سکتا ہے۔ وہ اس کی حفاظت بھی کرے گا اور اس کے بارے میں پولیس کو کچھ نہیں بتائے گا۔ آخر اس نے اس کی بچی کی عزت بچائی ہے۔ اس نے پوچھا۔ "گوردوارہ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"زیادہ دور نہیں ہے۔ میرے ساتھ آجاؤ۔"

وہ جبرو کو ساتھ لے کر مکان کے پچھلے دروازے سے نکلی ایک پرائمری اسکول کی خالی گراؤنڈ سے گزر کر دوسری طرف ایک گودوارہ تھا۔ گوردوارے کی سیڑھیوں پر نہنگ سکھ بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک نہنگ نے تشویش کے ساتھ کہا۔ "جیتو! تو کہاں چلی گئی تھی۔ کرفیو میں کڑے؟ یہ کون ہے؟"

لڑکی کا نام جیت کور تھا۔ بولی۔ "یہ میرا دھرمی بھائی ہے۔" اور تیزی سے گوردوارے کے اندر چلی گئی۔ جبرو اس کے ساتھ تھا۔ گوردوارے کا فرش سفید اور سیاہ ٹائیلوں کا تھا۔ کونے میں ایک چھوٹے سے تخت پر گرنتھ صاحب کے پاس ایک لمبی سفید داڑھی والا گرنتھی سکھ بیٹھا دبی زبان میں پاٹھ کر رہا تھا۔ وہ وہاں اکیلا تھا۔ جیت کور کو دیکھا تو بولا۔ "تو نے اتنی دیر کر دی۔ کیا گھر میں بیٹھی رہی تھی؟"

جیت کور اپنے گرنتھی تایا کے پاؤں پر گر کر زارو قطار رونے لگی۔ گرنتھی نے تعجب سے پوچھا کہ کیا بات ہے اور یہ کون ہے؟ تب جیت کور نے سارا قصہ بیان کر

دیا کہ کس طرح اسے دیالا اور تارا ہندو غنڈے اغواء کر کے لے گئے تھے اور اس ہندو نوجوان نے کیسے اس کی جان بچائی اور ان تینوں کو قتل کر دیا۔ گرنتھی جلدی سے تخت پر سے اتر آیا۔ اس نے جبرو سے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟ تم جالندھر میں کہاں رہتے ہو؟"

جبرو نے کہا۔ "میرا نام رام پرکاش ہے۔"

اس نے پھر وہی کہانی دہرا دی۔ گرنتھی تیز تیز قدم اٹھاتا گوردوارے کے دروازے پر گیا جہاں دونوں نہنگ سکھ سیڑھیوں میں بیٹھے تھے۔ ان سے ایک منٹ تک باتیں کرتا رہا۔ دونوں نہنگ سکھ دوسری طرف چلے گئے۔ گرنتھی نے واپس آکر جبرو سے کہا۔

"میں تمہارا ابھاری ہوں کہ تم نے میری بچی کی عزت بچائی۔ مگر اب تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔ میرے دو نہنگ تمہارے ساتھ جائیں گے۔ تم فوراً اپنے گھر چلے جاؤ اور اس قتل کے بارے میں زبان بند رکھنا۔ باقی جو ہوگا۔ میں دیکھ لوں گا۔"

جبرو کہاں جاتا۔ یہاں اس کا کون سا گھر تھا۔ اس کو خیال آیا کہ یہ لوگ اس کے زیر بار احسان ہیں۔ انہیں اپنے بارے میں بتا دے۔ وہ اس کو پولیس کے حوالے نہیں کریں گے۔ پھر سوچا کہ اسے اتنی جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ کہنے لگا۔ "سردار جی! باہر کرفیو لگا ہے اور گورو کھا فوج پھر رہی ہے۔ باہر جانے میں خطرہ ہے۔"

جیت کور نے ایک ایسی تجویز پیش کی جس نے جبرو کو وہاں سے کرفیو کھلنے کے بعد نکلنے کی مصیبت سے بچالیا۔ اس نے اپنے تایا گرنتھی سے کہا کہ رام پرکاش نے تین خون کئے ہیں۔ لاشیں ابھی تک وہیں پڑی ہوں گی۔ ہوسکتا ہے پولیس اس کی تلاش میں ہو۔

گرنتھی بولا۔ "پر جیتو پتر اس کو تو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ گلی میں تو کرفیو لگا تھا۔ پھر پولیس اس کی تلاش میں کیوں ہوگی؟"

لڑکی کچھ یاد کر کے بولی۔ "تایا جب ہم دونوں ساتھ والی گلی میں سے گزر رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے تو مکان کی کھڑکیوں میں سے کچھ عورتوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ ان میں سے ایک ہندو لڑکی میری شکل سے واقف ہے۔"

سردار جی تو چونک پڑے۔ کہنے لگے۔ "تب تو تو بھی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ پولیس یہاں بھی آ جائے گی۔ تجھے اس گلی میں سے نہیں گزرنا چاہئے تھا۔ اب کیا کروں۔" گرنتھی پریشانی کے عالم میں تخت پر بیٹھ گئے۔ جبرو اور لڑکی بھی اس کے پاس ہی فرش پر بیٹھ گئے۔ گرنتھی کچھ سوچنے کے بعد بولا۔ "ٹھیک ہے۔ تم اپنے چاچے ملکھا سنگھ کے پاس گاؤں چلی جاؤ۔ میں اپنے آدمی تمہارے ساتھ کر دیتا ہوں۔ وہاں ملکھا سنگھ سب کچھ سنبھال لے گا۔ پولیس تمہارے چاچے ملکھا سنگھ سے ڈرتی ہے۔ آخر اس کی بدمعاشی کس روز ہمارے کام آئے گی۔"

لڑکی جبرو کی طرف دیکھ کر بولی۔ "مگر تایا! گلی میں ان لڑکیوں نے اسے بھی دیکھا تھا۔ یہ شہر میں رہا تو پولیس اسے پکڑ لے گی۔"

گرنتھی تخت پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "ٹھیک ہے اس کو بھی اپنے ساتھ ملکھا سنگھ کے ڈیرے پر لے جاؤ۔"

لڑکی پھر بولی۔ "مگر تایا باہر کرفیو لگا ہے۔"

گرنتھی نے کہا۔ "کرفیو کھیتوں میں نہیں ہے۔ آگے جا کر کرفیو ختم ہو جاتا ہے۔ تم ٹھہرو۔ میں ننگوں کو تیار کرتا ہوں۔"

گرنتھی چلا گیا۔ "جبرو کو کسی حد تک اطمینان ہو گیا کہ کم از کم وہ شہر کی خطرناک فضا سے دور ہو جائے گا اور پھر وہاں سے آگے کشمیر جانے کی تگ و دو کر سکے گا۔ گوردوارے کے پیچھے تین گھوڑیاں تیار کر دی گئیں۔ ایک پر ننگ سکھ بیٹھا۔ دوسری پر جیت کور اور تیسری گھوڑی پر جبرو سوار ہو گیا۔ تینوں گھوڑیاں گوردوارے کی حدود سے نکلتے ہی کھیتوں میں ہوا سے باتیں کرنے لگیں۔

ننگ سکھ گھوڑیوں کو محفوظ راستے سے کھیتوں کھیتوں لے کر جا رہا تھا۔ کھیت پیچھے رہ گئے۔ آگے ایک نہر آئی۔ نہر بھی گزر گئی۔ اب گھوڑیاں کچے میدان میں بھاگ

رہی تھیں۔ جہاں کیکر کے درخت کہیں کہیں نظر آ رہے تھے۔ ایک چھوٹا سا کچے مکانوں والا گاؤں گزر گیا۔ گھوڑیاں ایک بڑی نہر کی پٹڑی پر آ گئیں۔ نہر پر پہنچ کر ننگ نے گھوڑی کی رفتار ہلکی کر دی۔ اب وہ دلکی چال سے چل رہی تھیں۔

لڑکی کی گھوڑی جبرو کی گھوڑی کے پہلو میں چل رہی تھی۔ جبرو خاموش تھا۔ لڑکی نے کہا۔ "میرا چاچا علاقے کا بڑا مشہور بدمعاش ہے مگر وہ بڑا شریف آدمی ہے۔ گاؤں کی عورتوں کو اپنی ماں بہن سمجھتا ہے۔ صرف دارو پیتا ہے۔ مزاج کا سخت ہے۔ مگر دل کا بڑا نرم ہے۔"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھوڑیاں ایک راجباہ پر بڑی نہر کی پٹڑی سے اتر کر ٹاہلیوں کے درختوں میں چلنے لگیں۔ ٹاہلی کے درختوں کا سلسلہ ختم ہوا تو جبرو کو دور درختوں میں گھرا ہوا ایک گاؤں نظر آیا۔ یہ گاؤں بھی پنجاب کے عام گاؤں کی طرح تھا۔ باہر گندا جوہڑ تھا جس میں دو بھینسیں گردنوں تک ڈوبی بیٹھی تھیں۔ ایک کتا بھونکتا ہوا ان کی گھوڑیوں کے ساتھ کچھ دور تک بھاگا پھر واپس چلا گیا۔ ننگ سکھ آگے آگے تھا۔

لڑکی کے چاچے ملکھا سنگھ کا مکان گاؤں کے شروع میں ہی پیپل کے ایک گھنے درخت کے پاس تھا۔ کچے صحن میں ایک بھینس بندھی تھی۔ دو چارپائیاں بچھی تھیں۔ ملکھا سنگھ گھر پر نہیں تھا۔ اس کا سکھ نوکر یا کاما گھوڑیوں کو دیکھ کر کوٹھری سے باہر نکل آیا۔ جیت کور اور ننگ کو دیکھا تو ہاتھ جوڑ کر ست سری اکال کہا۔ گھوڑیوں کو سنبھالا۔ جیت کور نے چاچے کے بارے میں پوچھا نوکر نے کہا کہ سردار باہر دوسرے گاؤں گیا ہوا ہے۔ ابھی آ جائے گا۔ سکھ لڑکی اور جبرو باہر چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ نوکر ان کے لئے پیتل کے گلاسوں میں لسی لے آیا۔ کچے صحن کے احاطے میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔

تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ جبرو نے ایک گلابی پگڑی والے سکھ کو آتے دیکھا۔ وہ مضبوط ڈیل ڈول والا تھا۔ اور اس کے کاندھے پر بندوق لٹک رہی تھی۔ احاطے کی کچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیوار کے اوپر سے اس کا کمر تک جسم ہی نظر آ رہا تھا۔ سکھ لڑکی جلدی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ نہنگ نے کہا۔ "ملکھا سنگھ آگیا ہے۔"

جیت کور نے دروازہ کھول دیا۔ نوکر نے بھاگ کر گھوڑی کو سنبھالا۔ ملکھا سنگھ اپنی بھتیجی کو دیکھ کر مسکرایا اور ٹھیٹھ دوابے کے لہجے میں بولا۔ "کڑے توں کداں آگئی؟"

جبرو اور سکھ چارپائیوں سے اٹھ کڑے ہوئے۔ ملکھا سنگھ نے جبرو پر ایک گہری نظر ڈالی اور نہنگ سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

اب سکھ لڑکی اسے کوٹھری میں یہ کہتے ہوئے لے گئی۔ "بھائیا میں تمہیں سب کچھ بتاتی ہوں۔"

ایک منٹ بعد ملکھا سنگھ کوٹھری کے دروازے میں نمودار ہوا۔ اس نے جبرو کی طرف گھور کر دیکھا۔ پھر جھومتا جھامتا اس کے پاس آیا اور اسے سینے سے لگاتے ہوئے بولا۔ "اوئے جوان تم ہندو ہو مگر کام تم نے بہادر سکھوں والا کیا ہے۔" پھر جبرو کے کاندھے پر تھاپی ماری اور اپنی ایک مونچھ کو مروڑا دیتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہاں تمہاری ہوا کی طرف بھی کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بے فکر ہو کر رہو۔ جب معاملہ رفع دفع ہو جائے تو اپنے گھر چلے جانا۔"

جبرو نے پرسکون آواز میں کہا۔ "ٹھیک ہے سردار جی!"

ملکھا سنگھ کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ جبرو کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تمہارا لہجہ ادھر کا نہیں اور جیت کور نے کہا ہے کہ تم جالندھر کے رہنے والے ہو۔ اصل معاملہ کیا ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "اصل میں میری پیدائش امرتسر میں ہوئی تھی اور میں امرتسر میں ہی پلا بڑھا ہوں۔"

"ہوں۔" ملکھا سنگھ نے اپنی ایک مونچھ کو مروڑا تھا۔ پھر اس نے نہنگ سے کہا۔ "راستے میں تمہیں پولیس نے تو نہیں دیکھا؟" نہنگ بولا۔ "مرنا تھا کسی نے میری طرف دیکھ کر۔ میں نے پستول کس لئے رکھا ہوا تھا۔"

ملکھا سنگھ ہنسا۔ اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ وہ روٹی وغیرہ تیار کرے۔ پھر جبرو سے مخاطب ہو کر بولا۔ "رام پرکاش۔! تم میرے ساتھ آؤ۔"

وہ جبرو کو لے کر کونے والی کوٹھری میں آگیا۔ یہاں ایک نواڑی پلنگ بچھا ہوا تھا۔ سامنے ایک لوہے کی کرسی بھی پڑی تھی۔ وہ پلنگ پر بیٹھا گیا اور جبرو کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جبرو بیٹھ گیا۔

ملکھا کہنے لگا۔ "گلی کی عورتوں نے تم کو دیکھ لیا ہے۔ وہ میری بھتیجی جیتو کو جانتی ہیں۔ انہوں نے پولیس کو بتا دیا تو ہو سکتا ہے پولیس جیتو کو تلاش کرتی یہاں آ جائے۔ جیتو کو میں سمجھا لوں گا۔ پولیس تم سے کچھ پوچھے تو تم کہہ دینا کہ مجھے کچھ نہیں پتا۔"

آلہ قتل یعنی پستول جبرو کے پاس ہی تھا۔ ملکھا سنگھ نے پوچھا۔ "جس پستول سے تم نے دیالے تارے اور اس کے پجاری ساتھی کا خون کیا تھا وہ کہاں ہے؟" جبرو پستول اس کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بولا۔ "وہ میں نے راستے میں گندے نالے میں پھینک دیا تھا۔" ملکھا سنگھ اپنی مونچھ کو بل دے رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "چلو اچھا کیا تم گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ جیتو کو میں آج شام ہی کرتار پور کے گاؤں میں اس کی ماسی کے گھر بھجوا دوں گا۔"

تب جبرو نے کہا کہ میں بھی ہوشیارپور جموں کی طرف نکل جانا چاہتا ہوں وہاں میرے رشتے دار رہتے ہیں۔ میں ان کے پاس کچھ دن رہ لوں گا۔ ملکھا سنگھ بولا۔ "ٹھیک ہے مگر آگے مسلمانوں کے گاؤں ہیں۔ وہاں تم پر کہیں حملہ نہ ہو جائے۔ میں اپنا ایک آدمی تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ وہ تمہیں محفوظ راستے سے نکال کر ہوشیارپور والی سڑک پر چھوڑ آئے گا۔ اب تم کونے والی کوٹھری میں جا کر آرام کرو۔ میں جیتو کو کرتار پور پہنچانے کا بندوبست کرتا ہوں۔"

جبرو کونے والی کوٹھری میں آ کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ ملکھا سنگھ کی بندوق پلنگ پر ہی پڑی تھی۔ وہ باہر آگیا۔ جیتو پانی والے پمپ کے ساتھ بیٹھی برتن دھو رہی تھی۔ سکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نوکر بھینس کے لئے چارہ کاٹ رہا تھا۔ ملکھا سنگھ نے نوکر سے کہا۔ "اوئے ڈیرے پر جاؤ اور درشن سنگھ کو بلا لاؤ۔"

نوکر نے ٹوکا وہیں رکھ دیا اور صحن کے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک پولیس کے دس بارہ سپاہی دیوار پھاند کر صحن میں آ گئے۔ انہوں نے رائفلیں تان لیں۔ دروازے میں سے ایک سکھ تھانے دار تیزی سے اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے کڑک کر کہا۔ "ملکھا سنگھ کوئی حرکت نہ کرنا ناحق مارے جاؤ گے۔"

جیتو ساڑھی کے پلو سے ہاتھ پونچھتی ہوئی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جبرو نے آوازیں سنیں تو بند دروازے کی درز میں سے باہر دیکھا۔ پولیس کو دیکھتے ہی اس نے ریوالور نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ملکھا سنگھ نہتا تھا۔ بولا۔ "سردار! تم کیا چاہتے ہو؟"

پولیس نے ملکھا سنگھ کے نوکر اور جیت کور کو ملکھا سنگھ کے پاس ہی زمین پر بیٹھا دیا تھا۔ دوسرے سپاہی ملکھا سنگھ کے سر پر رائفلیں تانے کھڑے تھے۔ سکھ تھانے دار قریب آ گیا۔ بولا۔ "ملکھا سنگھ! تیرے سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تیری بھتیجی جیت کور کو لے جانے آئے ہیں۔"

"اس نے کیا کیا ہے؟" ملکھا سنگھ نے ایک ہاتھ سے مونچھ مروڑتے ہوئے پوچھا۔

سکھ تھانے دار نے کہا۔ "اس نے تین خون کئے ہیں۔ پر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ پھانسی نہیں چڑھے گی۔ اس نے عزت بچانے کے لئے خون کئے ہیں۔ پر اسے ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہی ہوگا۔ محلے والوں کا کہنا ہے کہ اس کے ساتھ ایک آدمی بھی تھا۔ ہمیں اس آدمی کی بھی تلاش ہے۔"

تھانے دار نے اپنے دو سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ دونوں سپاہی سامنے والی کوٹھریوں کی طرف دوڑے۔ جونہی ایک سپاہی جبرو والی کوٹھری میں گھسا۔ فائر کا دھماکہ ہوا اور سپاہی چیخ مار کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ سکھ تھانے دار چلایا! "پوزیشن لے کر فائر کرو۔"

وہ خود بھی ایک طرف ہو گیا اور پستول سے فائر کر دیا۔ سپاہیوں نے جبرو کی کوٹھری کے ادھ کھلے دروازے پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ چار سپاہی ملکھا سنگھ اور جیتو اور ملکھا سنگھ کے نوکر کے سر پر رائفلیں تانے وہیں بیٹھ گئے تھے۔ ان کی رائفلوں کے رخ ملکھا سنگھ جیتو اور سکھ نوکر کی طرف تھے۔

پانچ سپاہی فائرنگ کرتے رینگتے ہوئے جبرو کی کوٹھری کے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ اندر سے فائر نہیں آ رہا تھا۔ جبرو کے ریوالور میں صرف ایک گولی رہ گئی تھی۔ کیا میں یہ گولی اپنے سر میں مار لوں؟ جبرو نے ایک پل کے لئے سوچا وہ جانتا تھا کہ پولیس نے اسے پکڑ لیا تو اس کے ساتھ کیا حشر ہوگا۔ جبرو نے ریوالور کی نالی اپنی کنپٹی کے ساتھ لگا دی۔

○☆○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکھ تھانیدار نے بلند آواز میں کہا۔ "باہر آ جاؤ اوئے۔"

ریوالور کی نالی جبرو نے اپنی کنپٹی سے لگا رکھی تھی۔ انگلی ٹریگر پر تھی۔ خیال کی ایک لہر اس کے ذہن سے گزر گئی۔ "نہیں جبرو۔ خودکشی مردوں کا کام نہیں۔ یہ اسلام میں حرام ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا"۔ اس نے ریوالور کوٹھری سے باہر پھینک دیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آیا۔

سکھ تھانیدار نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے الٹی ہتھکڑی ڈال دو۔ جبرو کے ہاتھ پیچھے کر کے ہتھکڑی ڈال دی گئی۔ یہ پولیس کی بھاری پارٹی تھی۔ اس کے نرغے سے بچ کر نکل جانا ناممکن تھا۔

سکھ تھانیدار نے جبرو کو ابھی تک نہیں پہچانا تھا کہ یہ وہی نامی گرامی ڈاکو اور خونی ہے جس کی سارے شمالی ہندوستان کی پولیس کو تلاش ہے۔ "کیا تم جیتو کے ساتھ تھے؟" تھانیدار نے پوچھا۔

جبرو نے کہا۔ "جیت کور کو چھوڑ دو۔ تینوں غنڈوں کا خون میں نے کیا ہے۔ یہی وہ ریوالور ہے جس کی گولیوں سے جیت کور کی عزت بچائی ہے۔"

تھانیدار نے ریوالور اپنے قبضے میں لے لیا۔

ملکھا سنگھ بولا۔ "تھانیدار! اب تم کڑی کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"

تھانیدار بولا۔ "اس کا تھانے جا کر بیان لینا بہت ضروری ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کی ضمانت ہو جائے گی۔ بے شک تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ قاتل کے اعتراف کر لینے سے قتل ثابت نہیں ہو جاتا۔ ہمیں ضابطے کی کارروائی پوری کرنی

ہوگی۔"

پولیس پارٹی جیتو اور جبرو کو ساتھ لے کر شہر کی طرف چل دی۔ ملکھا سنگھ بھی ان کے ساتھ تھا۔ تھانے میں ایک ہیڈ کانسٹیبل نے جبرو کو پہچان لیا۔ "یہ تو اشتہاری ملزم ڈاکو جبرو ہے"۔

سکھ تھانیدار پر جونہی یہ انکشاف ہوا وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔ اس نے اسی وقت جبرو کو بیڑی ڈال دی اور حوالات میں بند کر کے باہر دو حوالداروں کا پہرا لگا دیا۔ تھانیدار نے جیت کور کا بیان لیا اور اسے یہ کہہ کر ملکھا سنگھ کے ساتھ بھیج دیا کہ وہ شہر سے باہر نہ جائے۔

ملکھا سنگھ کے لئے یہ بڑا حیرت انگیز انکشاف تھا کہ جس جوان نے اس کی بھتیجی جیت کور کی عزت بچانے کے لئے تین ہندوؤں کو قتل کر ڈالا تھا وہ ہندو نہیں بلکہ نامی گرامی مسلمان ڈاکو جبرو تھا۔ اس نے تھانے سے باہر آتے ہوئے جیت کور سے کہا۔ "میں پہلے ہی کہتا تھا یہ کام ہندو نہیں کر سکتا۔ یہ تو جبرو نکلا۔ جبرو کے ڈاکوں اور قتل کے میں نے بے شمار قصے سن رکھے ہیں۔ مگر یہ بہت برا ہوا۔ وہ محض ہماری وجہ سے پھانسی چڑھ جائے گا۔"

جیت کور بھی حیران ہو رہی تھی کہ مندر میں جبرو اچانک کہاں سے نکل آیا۔ وہ سوچنے لگی کہ اگر اس وقت جبرو وہاں نہ آ جاتا تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتی۔

تانگہ آہستہ آہستہ گوردوارے کی طرف جا رہا تھا۔ شام ہو رہی تھی اور کرفیو کچھ وقت کے لئے کھول دیا گیا تھا۔

گوردوارے میں جیت کور کے تایا اور ملکھا سنگھ کے بڑے بھائی گرنتھی نے جیت کور کو دیکھا تو اسے اپنے سینے سے لگا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "واہگورو کی بڑی کرپا ہے کہ تو آ گئی۔" وہ ملکھا سنگھ سے مخاطب ہوا۔ "اس بہادر جوان پرکاش کا کیا ہوا؟"

ملکھا سنگھ بولا۔ "بھرا جی اندر آؤ ذرا۔" ملکھا سنگھ اپنے گرنتھی بھائی کو چھوٹی سی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوٹھری میں لے گیا۔ وہاں چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "بھرا جی! وہ رام پرکاش نہیں بلکہ مشہور مسلمان ڈاکو جبرو تھا' پولیس نے جس کے سر کی قیمت لگا رکھی تھی۔"

گرنتھی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔ "ملکھیا! کیا یہ سچ ہے؟"

ملکھا سنگھ بولا۔ "بالکل سچ ہے بھرا جی میرے سامنے اسے بیڑی پڑ گئی۔ پولیس نے اسے تھانے میں پہچان لیا۔ اس کی تصویر یہاں کے اخباروں میں بھی چھپ چکی ہے۔"

گرنتھی سر کو آہستہ سے ہلاتے ہوئے بولا۔ "واہگورو اسے پھانسی سے بچائے۔ وہ ہماری عزت بچاتے ہوئے پکڑا گیا ہے۔"

ملکھا سنگھ اٹھا اور کوٹھری سے باہر نکلتے ہوئے کہنے لگا۔ "بھرا جی! جیت کور کو یہاں اپنے پاس ہی رکھیں اور کرتار پور سے ماسی کو بلا لیں۔ پولیس نے اسے شہر سے باہر جانے سے روک دیا ہے۔"

گرنتھی پریشانی سے بولا۔ "ہماری بچی کو تو کچھ نہیں ہوگا؟"

ملکھا سنگھ نے جیت کور کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ "بھرا جی! اسے کچھ نہیں ہوگا۔ خون اس نے نہیں کئے خون تو اس بہادر اور دلیر مسلمان جبرو نے کئے ہیں ایک سکھ کی بیٹی۔ ایک گرنتھی کی بیٹی کی عزت بچانے کے لئے اور ایک ہم ہیں کہ گاؤں میں مسلمانوں کو قتل کرتے پھرتے ہیں۔" ملکھا سنگھ جذباتی ہو گیا۔ اس کی آواز بھاری ہو گئی تھی۔ "میں گاؤں جا رہا ہوں ڈیرے پر۔"

وہ تیزی سے گوردوارے سے باہر نکل گیا۔ گوردوارے کے باہر اس کی گھوڑی موجود تھی۔ وہ گھوڑی پر سوار ہوا۔ اسے ایڑ لگائی۔ گھوڑی شام کے ملگجے اندھیرے میں کچے راستے پر بھاگنے لگی۔ ڈیرے تک پہنچتے پہنچتے ملکھا سنگھ کو رات ہو گئی۔

اس کا وفادار ساتھی بدمعاش درشن سنگھ پہلے ہی اس کے لئے پریشان باہر کھڑا بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ ملکھا سنگھ کی گھوڑی کو آتے دیکھ کر وہ آگے بڑھا۔ "کیا ہوا ملکھے؟"

ملکھا سنگھ نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھوڑی سے اتر کر ڈیرے میں آ گیا۔ درشن سنگھ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ ڈیرے میں دو چار آدمی بیٹھے دارو پی رہے تھے۔ ملکھا سنگھ نے ان کی طرف غصے سے دیکھا اور گالی دے کر کہا۔ "نٹھ جاؤ اوئے ایتھوں۔"

وہ لوگ دارو کے گلاس وہیں چھوڑ کر سر کھجاتے ڈیرے سے باہر نکل گئے۔ ڈیرے کا کچا احاطہ تھا۔ نیم کے درخت تلے موٹے پایوں والا بہت بڑا منجھا بچھا تھا۔ ملکھا سنگھ چارپائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ درشن سنگھ اس کے سامنے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ دیوار کے ساتھ لالٹین جل رہی تھی۔ درشن سنگھ بولا "تم بولتے کیوں نہیں؟ انہوں نے ہماری دھی رانی کو نہیں چھوڑا؟ واہگورو کی سوں میں برستی گولیوں میں اسے نکال لاؤں گا۔"

ملکھا سنگھ نے اپنی مونچھ کو مروڑتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ "ساڈی دھی ساڈے کول آ گئی اے۔"

درشن بولا۔ "میں پہلے ہی کہتا تھا کہ جب قاتل پولیس نے پکڑ لیا ہے پھر جیت کور کو تھانے لے جانے کا کیا مطلب؟ پھاہے تو وہ قاتل لگے گا۔"

ملکھا سنگھ کا ہاتھ مونچھ مروڑتے مروڑتے رک گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ حالانکہ اس نے دارو نہیں پی تھی۔ درشن سنگھ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "درشن سیوں! وہ پھاہے نہیں لگے گا۔ وہ پھانسی نہیں چڑھے گا۔ جانتے ہو وہ کون ہے؟ وہ مسلمان ہے۔ اس کا نام جبرو ہے۔ خونی جبرو۔ دلیر جبرو۔ ڈاکو جبرو....."

درشن سنگھ اسے تکتا رہ گیا۔

ملکھا سنگھ بولتا گیا۔ "جبرو نے ایک مسلمان کی اولاد ہو کر ہماری اولاد کی' ہماری بیٹی کی' ہماری سکھ بہن کی عزت بچاتے ہوئے تین غنڈوں کا خون کیا ہے۔ ملکھا سنگھ اتنا بے غیرت نہیں ہے کہ اپنی دھی کی عزت بچانے والے کو پھانسی چڑھتا چپ چاپ دیکھتا رہے۔ میں مرد ہوں۔ نامرد نہیں۔"

درشن سنگھ بولا۔ "تم کیا چاہتے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملکھا سنگھ نے پاؤں چارپائی کے نیچے کر لئے اور واسکٹ کے بٹن کھولتے ہوئے بولا۔ "تم بوتل کھولو۔ پھر تمہیں بتاؤں گا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔"

درشن سنگھ کوٹھری کے اندر گیا۔ وہاں سے لال رنگ کے مشروب سے بھری ہوئی بوتل نکال لایا۔ اسے کھول کر مشروب تانبے کے دو گلاسوں میں انڈیل کر تھوڑا تھوڑا پانی ڈالا۔ ایک گلاس ملکھا سنگھ کو دیا اور دوسرا اپنے پاس زمین پر رکھ لیا۔

ملکھا سنگھ نے ایک ہی گھونٹ میں لال مشروب اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ صافے سے اپنی مونچھیں اور بندھی ہوئی داڑھی پونچھتے ہوئے بولا۔ "دلی تاریں کھڑک گئی ہوں گی۔ جبرو ایسے خونی ڈکیت کا پکڑا جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جالندھر پولیس اسے اپنے پاس رکھنے کا خطرہ مول نہیں لے گی۔ ویسے بھی اگرچہ جبرو نے جالندھر میں تین خون کئے ہیں' مگر وہ دلی پولیس کو مطلوب ہے یہ لوگ اسے بیڑیاں ڈال کر دو ایک دن میں یہاں کی کارروائی پوری کر کے دلی روانہ کر دیں گے۔"

درشن سنگھ خاموش اسٹول پر بیٹھا ایک ایک گھونٹ مشروب پی رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "ملکھیا! تم چاہتے کیا ہو۔ مجھے یہ بتا دو بس۔"

ملکھا سنگھ نے بوتل میں سے اپنے گلاس میں مشروب ڈالا اور بغیر پانی کے اسے غٹا غٹ پی گیا۔ گلاس زمین پر رکھا اور بولا۔ "درشن سیوں! جبرو پھانسی چڑھ گیا تو میری سکھی کو بٹا لگ جائے گا۔ گورو مہاراج کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ وہ کہیں گے ملکھا سیوں جس نے تیری یتیم بیٹی کی عزت کی خاطر تین بدمعاشوں کا خون کر دیا۔ تو اس کی جان بچانے کے لئے کچھ نہ کر سکا' تو نے اپنی بدمعاشی اپنی دلیری کس دن کے لئے بچا کر رکھی ہوئی تھی۔" ملکھا سنگھ نے درشن سنگھ کی کلائی پکڑ کر پوری طاقت سے دبائی اور پھر اسے ہلکے سے جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے بولا۔ "درشن سیوں! واہگورو کی قسم ہے مجھے۔ تو نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں اکیلا جبرو کو نکال لاؤں گا۔ چاہے پولیس گولیوں سے میرا سینہ چھلنی کر دے اور کچھ نہیں تو کم از کم میں گورو مہاراج کے سامنے شرمندہ تو نہیں ہوں گا۔"

ڈیرے پر رات کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گاؤں خاموش تھا۔ دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی لالٹین دھیرے دھیرے جل رہی تھی۔ درشن سنگھ نے اپنا اسٹول تھوڑا سا آگے کر لیا اور ملکھا سنگھ کی طرف جھک کر بولا۔ "ملکھا سیوں! میں تیرا یار ہوں۔ تیری دھی میری دھی۔ تیری بہن میری بہن۔ تیرے ساتھ جیا ہوں۔ تیرے ساتھ مروں گا۔ میں بھی سکھ سردار کا بالکا ہوں۔ تو بات کر' کرنا کیا چاہتا ہے؟"

ملکھا سنگھ نے اپنی کمر میں لٹکی ہوئی کرپان کو چوم لیا اور کہنے لگا۔ "تو بھی گوردواں کی کرپان کو چوم درشن۔"

درشن سنگھ نے بھی اپنی کرپان کو چوم لیا۔ ملکھا سنگھ بولا۔ "میں گورو تیغ بہادر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جبرو کو پھانسی نہیں لگنے دوں گا۔ میں اسے پولیس کے قبضے سے نکال کر لاؤں گا۔ کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

درشن سنگھ بولا۔ "میں نے تمہارے ساتھ کرپان چومی ہے۔ یہ سکھی کا بہت پوتر نشان ہے۔ میں تیرے ساتھ سینے پر گولیاں کھاؤں گا۔"

ملکھا سنگھ نے ایک دم سے درشن سنگھ کا کندھا پکڑ کر دبایا اور ریچھ کی طرف غرا کر بولا۔ "درشن سیوں! گولیاں ہمارے دشمن کھائیں گے' مجھے پتا ہے انگریز ڈی ایس پی دلی سے پولیس پارٹی لے کر جبرو کو لے جانے آئے گا۔ مگر اب انگریز وہ انگریز نہیں رہا۔ ہندوستان آزاد ہونے والا ہے۔ سب سے پہلی گولی میں انگریز ڈی ایس پی کو ماروں گا۔" وہ درشن سنگھ کی طرف جھک گیا۔ "درشن سیوں! اپنے جاسوس بھیج کر جالندھر سے یہ پتا کراؤ کہ جبرو کو کس روز دلی سے لے جایا جائے گا؟"

درشن نے کہا۔ "یہاں جالندھر میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

ملکھا سنگھ نے اپنے گلاس میں مزید مشروب بھر لیا اور اس میں پانی انڈیلتے ہوئے بولا۔ "یہاں وہ جس تھانے میں ہے وہاں اس وقت پورے شہر کے تھانوں کی پولیس نے مورچے سنبھال رکھے ہوں گے۔ ہم تو جالندھر اور دلی کے راستے میں ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ تو آج رات ہی جالندھر چلا جا۔ وہاں کرتارے سے ملنا۔ وہ تھانے کا چوہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ وہ تجھے سب کچھ بتا دے گا کہ جبرو کو کب اور کس طرح سے دلی لے جایا جائے گا؟"

"ٹھیک ہے۔" درشن سنگھ نے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی کچھ چھک کر نکل جاتا ہوں۔"

درشن سنگھ گھر کھانا لینے چلا گیا۔ ملکھا سنگھ ڈیرے میں اکیلا منجھے پر بیٹھا اپنی مونچھ کو مروڑتا۔ آگے پیچھے ہولے ہولے جھولتا اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ اس کا دماغ مشروب پینے کے بعد ہمیشہ بڑی تیزی سے کام کرتا تھا۔ وہ اپنے ذہن میں اسکیمیں تیار کررہا تھا کہ اگر جبرو کو پولیس کی لاری میں بٹھا کر دلی لے جایا جائے گا تو وہ کیا کرے گا؟ اگر اسے ریل گاڑی میں لے جایا جائے گا تو اسے کیا کرنا ہوگا۔ جبرو کے ساتھ پولیس کی بھاری نفری ہوگی۔ وہ سامنے نکل کر مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ اسے کوئی اسکیم تیار کرنی ہوگی۔ کوئی منصوبہ بنانا ہوگا۔

ملکھا سنگھ خیال ہی خیال میں جبرو کو پولیس کے نرغے سے نکلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ گولیاں چل رہی تھیں۔ اتنے میں درشن سنگھ چنگیر میں پراٹھے اور مرغی لے کر آگیا۔ دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ وہ باتیں بھی کرتے رہے۔ ملکھا سنگھ بار بار تاکید کر رہا تھا کہ اس بات کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہئے۔ "بس یہ راز ہم دونوں کے درمیان ہی رہے۔ شہر میں کرتارے کو بھی تاکید کر دینا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے۔ اگر اس نے کسی کو بتادیا تو اسے میری طرف سے کہہ دینا کہ میں اسے بھن کر رکھ دوں گا۔"

روٹی کھانے کے بعد درشن سنگھ گھوڑی پر بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ ملکھا سنگھ نے ڈیرے سے نکل کر ذرا فاصلے پر بیٹھے ہوئے نوکروں کو گالی دے کر کہا۔ "بند کرو اوئے اس ٹھیکے کو....." اور گاؤں کی سنسان نیم روشن کچی گلی میں سے بھوت بھات اپنے مکان کی طرف چلنے لگا۔

رات گزر گئی۔ دوسرے دن کوئی دس بجے کے قریب درشن سنگھ شہر سے واپس آ

گیا۔ ملکھا سنگھ بے چینی سے اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ وہ ڈیرے پر نہیں بلکہ اپنے اکیلے مکان میں ہی بیٹھا تھا۔ درشن سنگھ کو وہ کوٹھری میں لے آیا۔ "کیا خبر لائے ہو؟" اس نے پوچھا۔

دونوں پلنگ پر بیٹھ گئے۔ درشن سنگھ کی داڑھی پر راستے کی ہلکی ہلکی گرد جمی تھی۔ وہ صافے سے داڑھی صاف کر کے بولا۔ "جبرو نے جالندھر میں جو تین خون کئے ہیں پولیس نے سویرے سویرے ہی اس کا چالان بنا کر عدالت میں پیش کر دیا ہے ایس پی کمند لعل نے خود چالان پیش کیا۔ عدالت نے اسی وقت پولیس کو جبرو کا دس دن کا ریمانڈ دے دیا ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ دلی سے ایک انگریز ڈی ایس پی پولیس پارٹی لے کر دوپہر کو جالندھر پہنچنے والا ہے۔ یہ پارٹی جبرو کو اسی وقت واپس دلی لے جائے گی۔ سب کارروائی وہیں ہوگی۔ سنا ہے کہ جبرو کا ساتھی کمالا بھی ہے۔ وہ پہلے ہی دلی کی حوالات میں بند ہے۔"

ملکھا سنگھ نے کہا۔ "اوئے تمہیں یہ پتا کرکے آنا تھا کہ جبرو کو یہاں سے کس وقت اور کس طریقے سے لے جایا جائے گا۔ ہمیں تو ایک ایک منٹ کی پوری رپورٹ چاہئے اس طرح کی ہوائی باتوں سے تو ہم کچھ نہیں کرسکیں گے۔"

درشن سنگھ بولا۔ "بھاپے تم میری پوری بات تو پہلے سن لو۔"

"سناؤ سناؤ۔ جلدی سناؤنا۔" ملکھا سنگھ نے کچھ جھنجلا کر کہا۔

درشن سنگھ بولا۔ "کرتارے نے کہا ہے کہ جبرو کو ریل گاڑی سے نہیں بلکہ جیل کی گاڑی میں دلی لے جایا جائے گا۔ اس کے آگے پیچھے پولیس کی دو گاڑیاں ہوں گی۔ پولیس کے پاس کافی اسلحہ ہو گا۔ کرتارے کا خیال ہے کہ یہ لوگ جبرو کو لے کر دوپہر کے بعد کوئی تین بجے یہاں سے روانہ ہوں گے۔ اب بتاؤ۔ کیا کہتے ہو؟"

ملکھا سنگھ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ مونچھ مروڑنے کی بجائے اب اپنی داڑھی کے بالوں کو مروڑ رہا تھا۔ پھر وہ اٹھا۔ کوٹھری کا دروازہ کھول کر باہر صحن میں نگاہ دوڑائی۔ واپس آکر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ وہ بڑا بے قرار تھا۔ لگتا تھا اس کی سمجھ نہیں آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا کہ وہ کیا کرے' اس کے دماغ میں ایک ترکیب نے سر ابھارا۔ "درشنا! ہم جالندھر لدھیانے کے علاقے میں کچھ نہیں کرسکتے۔ یہاں ہماری اتنی طاقت نہیں ہے دوسرے ہم کسی دوسرے کو اپنے راز میں شامل بھی نہیں کرسکتے۔ مجھے تم حساب لگا کر یہ بتاؤ کہ یہ پولیس پارٹی اگر یہاں سے دوپہر کے تین بجے چلے تو اس کو رات کہاں پڑے گی؟" اس نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

درشن اپنے ذہن میں حساب لگانے لگا۔ پھر بولا۔ "رات تو پولیس کو میرٹھ اور انبالے کے درمیان کہیں پڑے گی' مگر نہیں نہیں۔ کرتارے نے کہا تھا کہ پولیس پارٹی میرٹھ کی طرف سے نہیں بلکہ کرنال' پانی پت' سونی پت کی طرف سے جائے گی۔ اس حساب سے انہیں پانی پت اور سونی پت کے درمیان رات پڑے گی۔"

ملکھا سنگھ اچھل سا پڑا۔ "کیا تم یقین سے کہہ رہے ہو کہ پولیس پانی پت' سونی پت کی طرف سے دلی جائے گی؟"

درشن سنگھ نے کہا۔ "بھاپا مجھے اچھی طرح یاد ہے' کرتارے نے یہی کہا تھا کہ پولیس کی گاڑیاں کرنال' روہتک' پانی پت' سونی پت کی طرف سے ہوتی ہوئی دلی جائیں گی اور اس بات کو پولیس نے انتہائی راز میں رکھا ہوا ہے۔ جس کا علم صرف کرتارے ہی کو ہوسکتا تھا۔ کیونکہ کرتارے کا ماما پولیس پارٹی میں شامل ہے اور اس نے اپنی گھروالی کو بتایا ہوا تھا جہاں سے کرتارے نے سراغ لگایا۔"

ملکھا سنگھ اٹھ کھڑا ہوا۔ "درشن سیاں! تیری مخبری پر میں داؤ لگا رہا ہوں۔ اب جو ہو سو ہو۔"

"مگر کچھ مجھے بھی بتا؟" درشن سنگھ نے سوال کیا۔

ملکھا سنگھ بولا "کرنال والے جرنیل سنگھ کو تم نہیں جانتے؟"

درشن سنگھ کی سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ جرنیل سنگھ کرنال کا بستہ ب' کا بدمعاش تھا اور کئی خون کرکے کئی بار جیل کاٹ چکا تھا۔ علاقے میں اس کا بڑا دبدبہ تھا۔ پولیس بھی اس کے ڈیرے پر جانے سے پہلے تین چار بار سوچتی تھی۔ جرنیل سنگھ بڑا ہٹ

ہٹ اور بیوقوفی کی حد تک دلیر تھا۔ وہ بولا۔ "مگر ملکھا سنگھا جرنیلا ہماری کیا مدد کرے گا۔ جرو جیل کی گاڑی میں ہوگا۔ اس کی گاڑی کے پیچھے دو سپاہی بیٹھے ہوں گے۔ گاڑی کے آگے پیچھے پولیس کی دو گاڑیاں ہوں گی۔ یہاں جرنیلا کیا کرے گا؟" درشن سنگھ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

ملکھا سنگھ نے اپنی بندوق دیوار پر سے اتاری۔ کارتوسوں کی پیٹی کاندھے پر ڈالی اور درشن سنگھ کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ "یہ باتیں کرنے کا اب ٹائم نہیں ہے درشنا! بس اب تو میرے ساتھ یہاں سے نکل چل۔"

"مگر ہم جائیں گے کہاں بھاپا؟"

ملکھا سنگھ نے غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے۔ "اوئے تو ڈر دا ایں؟"

درشن سنگھ نے نرمی سے کہا۔ "ملکھیا۔ میں ڈرتا نہیں۔ پر مجھے یہ تو پتا چلے کہ ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"میں جتنی جلدی ہوسکے جرنیل سنگھ کے پاس کرنال پہنچنا چاہتا ہوں۔ بس جس طرح بیٹھے ہو اسی طرح اٹھ کر میرے ساتھ چل پڑو۔" دونوں گھوڑیوں پر بیٹھے۔ ملکھا نے نوکر سے کہا۔ "کوئی پوچھے تو کہنا میں ہوشیارپور گیا ہوا ہوں۔" اس نے گھوڑی کو ایڑ لگائی اور لدھیانہ جانے والی جرنیلی سڑک کا رخ پکڑ لیا۔

آدھے گھنٹے میں وہ جالندھر شہر کے باہر والے لاری اڈے پر کھڑے تھے۔ گھوڑیوں کو انہوں نے طوطا رام چائے والے کے آدمی کے حوالے کردیا تھا کہ انہیں ڈیرے پر پہنچا دیا جائے۔ خود ایک لاری میں بیٹھے اور لدھیانہ روانہ ہوگئے

طوطا رام چائے والے نے دونوں کو لاری میں بیٹھتے دیکھ کر سوچا تھا۔ آج یہ لاڑوں کسی خاص مار پر جا رہے ہیں۔

لدھیانہ پہنچنے کے بعد دوسری لاری پکڑی اور پائل' کھنہ' سرہند اور راج پورہ سے ہوتے ہوئے انبالہ پہنچ گئے۔ انبالے سے ان کا روٹ کرنال کی طرف بدلتا تھا۔ یہاں سے دوسری لاری پکڑی اور شاہ آباد اور کورو کشیتر سے نکلتے ہوئے جب ان کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاری کرنال کے لاری اڈے میں داخل ہوئی تو رات ہو چکی تھی۔

انہوں نے تانگہ پکڑا اور سیدھے جرنیل کے ڈیرے پہنچ گئے۔ جرنیل سنگھ نے ملکھا سنگھ اور درشن کو تانگے سے اترتے دیکھا تو اٹھ کر انہیں باری باری گلے لگالیا۔ "کمال کردتا بھئی تم دونوں نے بھی۔ مجھے اطلاع کیوں نہ کی۔ میں خود چل کر لاری اڈے پر آ جاتا۔"

ملکھا سنگھ نے کہا۔ "جرنیل سیاں! بس کچھ بات ہی ایسی ہے میرے ساتھ اندر آؤ۔"

جرنیل سنگھ نے اپنے آدمی سے کہا۔ "اوئے جھگڑو بوتل اندر لے آ۔"

تینوں ڈیرے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں آگئے۔ یہاں فرش پر دری بچھی تھی اور میلے میلے سے گاؤ تکیے بکھرے پڑے تھے۔ ملکھا سنگھ نے اپنی بندوق رکھ دی۔ واسکٹ کے بٹن کھول دیئے اور تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ درشن سنگھ بھی کھل کر بیٹھ گیا۔ جرنیل سنگھ اس کے سامنے آلتی پالتی مارے دری پر بیٹھا تھا۔ اس نے کیسری رنگ کی پگڑی باندھ رکھی تھی۔ اسی رنگ کا تہمد تھا۔ گلے میں سونے کی بٹنوں والی بوسکی کی قمیص کے اوپر کالے رنگ کی ریشمی واسکٹ پہن رکھی تھی۔

"خیر تو ہے سنگیتوں! فوجاں کچھ پریشان لگتی ہیں۔ اوئے ملکھیا۔ گل کر یار۔ ساڈے کول آکے اس طرح منہ بنا کر بیٹھنے کی تمہیں کیا ضرورت ہے۔ بات بتا۔ کتنے خون کرکے آ رہے ہو؟" جرنیل سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

ملکھا سنگھ نے گھمبیر آواز میں کہا۔ "جرنیل سیاں! خون کیے نہیں، کرنے ہیں۔"

جھگڑو بوتل اور گلاس لے کر اندر آگیا۔ جرنیل سنگھ ہنس کر بولا۔ پہلے ذرا گلا تر کرو۔ بڑا سفر کرکے آ رہے ہو۔"

ملکھا سنگھ نے آگے ہو کر گلاس کو پرے کر دیا اور بولا۔ "نہیں جرنیلیا! آج شراب وا کوئی کم نہیں۔"

جرنیل سنگھ نے نوکر کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ چھوٹے سے نیم روشن کمرے میں

ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی۔ جرنیل سنگھ نے بوتل کو پرے رکھ دیا اور بولا۔ "ملکھے! اب کھل کر بات کر۔ کتنے آدمیوں کو مارنا ہے۔ میرے پاس اس وقت اتنا اسلحہ ہے کہ تم کہو تو پورا محلہ بھون کر رکھ دوں۔"

تب ملکھا سنگھ نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی بیان کر دی۔

جرنیل سنگھ کے ہونٹ داڑھی مونچھوں کے گھنے بالوں میں بھنچے ہوئے تھے۔ جب ملکھا سنگھ نے اپنی بات ختم کی تو اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا اور بولا۔ "وقت تھوڑا رہ گیا ہے ملکھے۔ بس اب میرے ساتھ اٹھ چلو۔"

ملکھا سنگھ نے کہا۔ "جرنیل سیاں! معاملہ سنگین ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ پوری طرح غور کرلو۔ ہم نے ایک بار قدم اٹھا لیا تو پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پہنچنے پر ہماری لاشیں بھی نہ آسکیں۔"

جرنیل سنگھ نے ملکھا سنگھ کے گلے میں اپنا بازو ڈال دیا اور زور سے بھینچ کر بولا۔ "ملکھا سیاں! لاش تو ایک نہ ایک دن کہیں نہ کہیں گرنی ہی ہے تیرے لئے گرے تو اگورو کی فتح بولوں گا۔"

جرنیل سنگھ نے اسی وقت ڈیرے پر اپنے آدمی بلالیے۔ ان کو ساری بات سمجھائی۔ ان میں اسلحہ تقسیم کیا اور سب کو کرنال اور کیرانہ کے درمیان ایک خاص جگہ پہنچنے کی ہدایت کرکے الگ الگ ٹکڑیوں میں روانہ کر دیا۔ یہ کل دس آدمی تھے۔ ان کا کام ہی پولیس مقابلہ کرنا تھا۔ وہ سب جرنیل سنگھ کے وفادار ساتھی اور چھٹے ہوئے بدمعاش تھے۔ ان سب نے پی رکھی تھی۔

ملکھا سنگھ نے جرنیل سنگھ سے کہا۔ "یہ دارو نہ پیے ہوتے تو اچھا تھا۔"

جرنیل سنگھ ہنس دیا۔ ملکھا سنگھ کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اتنی تو ہم سب ہر وقت پیے ہوتے ہیں۔ تم دیکھ لینا یہ پولیس کی لاشیں لگا دیں گے۔ اگلی اور پچھلی پولیس کی گاڑیوں میں سے ایک بھی بچ کر آگے نہ جاسکے گا۔ اب جلدی چل پڑو، رات گہری ہو گئی ہے، پولیس پارٹی کچھ ہی دیر بعد کرنال پہنچنے والی ہوگی، ہمیں بیس میل آگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ویران علاقے میں جاکر انہیں گھیرنا ہے۔"

جرنیل سنگھ نے ملکھا سنگھ اور درشن سنگھ کو بھی نئی رائفلیں اور میگزین دیا اور ایک پرانی فوجی مگر مضبوط جیپ میں سوار ہو گئے۔ جرنیل سنگھ خود جیپ چلا رہا تھا۔ آدھے گھنٹے میں ان کی جیپ ایک خاص مقام پر پہنچ کر سڑک سے اتری اور ایک طرف درختوں میں آکر رک گئی۔

جرنیل سنگھ کے آدمی یہاں پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔ اس نے جیپ اپنے ایک آدمی کے حوالے کی اور کہا۔ "پیچھے جاؤ۔ پولیس گاڑیوں کو دیکھتے ہی اسپیڈ پر یہاں آکر خبر کرو۔"

وہ آدمی جیپ بھگاتا ہوا پیچھے کی طرف چل دیا۔

جرنیل سنگھ نے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔ "تم لوگوں نے درخت کاٹ کر کہاں چھپایا ہے؟"

کیکر کے ایک درخت کو کاٹ کر اس کے آدمیوں نے سڑک کے ساتھ ہی ایک طرف ڈال دیا تھا۔ اس نے درشن سنگھ اور ملکھا سنگھ کے ساتھ رات کے اندھیرے میں درخت کو دیکھا۔ جس کا تنا کافی لمبا تھا۔

درشن سنگھ کے دل میں شک سا پیدا ہو گیا تھا کہ شاید وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوسکے۔ جرنیل سنگھ کے آدمیوں پر اسے بھروسا نہیں تھا کہ وہ پولیس کی اندھا دھند فائرنگ کے آگے ٹھہر سکیں گے، مگر اب وہ کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اب تو اپنی جان کی بازی لگانے کا وقت آگیا تھا۔ واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

درشن سنگھ نے ملکھا سنگھ کے سامنے اس خدشے کا اظہار کیا۔ ملکھا سنگھ رائفل کی نال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "درشن سیاں! اب اس بات کو بھول جاؤ۔ میں نے تو چھلانگ لگا دی ہے۔ تمہارے لئے ابھی وقت ہے واپس جانا چاہتے ہو تو بے شک چلے جاؤ۔ مجھے لگتا ہے کہ میں یہاں سے زندہ واپس نہیں جاؤں گا۔"

درشن سنگھ نے بڑے جوش کے ساتھ کہا۔ "ملکھیا! کیا کہہ رہے ہو۔ ہم مقابلہ

کریں گے۔ جبرو کو چھڑانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے اور اگر وقت پڑا تو پھر میری لاش تم سے پہلے گرے گی۔"

جرنیل سنگھ تاروں کی دھندلی روشنی میں آگے آگے جارہا تھا۔ پیچھے مڑ کر بولا۔ "کیا باتیں ہو رہی ہیں ملکھیا؟ فکر کیوں کرتے ہو۔ میرے یہ سارے آدمی کئی پولیس مقابلے کر چکے ہیں۔" وہ اندھیرے میں کیکر کے درختوں کے نیچے بیٹھ گئے۔ جرنیل سنگھ نے ستاروں کی طرف دیکھا۔ پھر ایک نظر کرنال کی طرف اور جرنیلی سڑک پر ڈالی اور اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اپنے اپنے مورچے سنبھال لو۔ خبردار جب تک میں نہ فائر کروں کوئی گولی نہ چلائے۔ جب میرا فائر سنو تو..... یاد رکھو پولیس کی اگلی اور پچھلی گاڑیوں پر فائرنگ کرنی ہے۔ درمیان والی گاڑی میں اپنا آدمی ہو گا۔ اب جاؤ۔"

جرنیل سنگھ کے آدھے آدمیوں نے سڑک کی ایک جانب اور باقیوں نے سڑک کی دوسری طرف مورچہ سنبھال لیا۔

چند لمحے بعد ہی جیپ کی آواز سنائی دی۔ جرنیل سنگھ نے ملکھے سے کہا۔ "چندو آ گیا۔"

جیپ تیزی سے آکر کھڑی ہوگئی۔ اس میں سے جرنیل سنگھ کا آدمی چھلانگ لگا کر اترا اور بولا۔ "پولیس کی گاڑیاں چلی آ رہی ہیں۔"

"کتنی گاڑیاں ہیں اوئے؟" جرنیل سنگھ نے پوچھا۔

"تین ہیں۔ ایک آگے ہے دوسری پیچھے ہے بیچ میں جیل کی گاڑی ہے، سردار جی پولیس کی نفری زیادہ لگتی ہے۔"

جرنیل سنگھ نے اسے گالی دے کر کہا۔ "اوئے تم کو ڈر لگتا ہے تو جا اپنی ماتا کے پاس چلا جا۔"

"میں نے تو ویسے خبر دی ہے سردار جی!" اس آدمی نے کہا۔

جرنیل نے چلا کر کہا۔ "درخت سڑک پر ڈال دو اوئے۔"

دونوں طرف سے آدمی اٹھ کر درخت کے پاس گئے اور اسے کھینچتے ہوئے سڑک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر لے آئے۔ پھر انہوں نے درخت کو سڑک کے عین درمیان میں اس طرح ڈال دیا کہ درخت کا ایک سرا سڑک کے ایک کنارے سے اور دوسرا سرا دوسرے کنارے سے باہر نکلا ہوا تھا۔ درخت کی ٹہنیاں اوپر تک اٹھی ہوئی تھیں۔

"اب چھپ کر بیٹھ جاؤ' خبردار جب تک میں فائر نہ کروں تم میں سے کوئی فائر نہ کرے۔ میرے فائر پر آگے پیچھے کی دونوں گاڑیوں پر فائر کھول دینا۔ اب خاموش۔"

جرنیل سنگھ' درشن سنگھ اور ملکھا سنگھ نے بھی سڑک کے نیچے ایک طرف اوندھے منہ لیٹ کر مورچے سنبھال لئے۔

ملکھا سنگھ کا دل اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ اسے جرنیل سنگھ کے آدمی اناڑی اور بھاڑے کے ٹٹو لگتے تھے۔ اسے اگر کچھ امید تھی تو اپنے ساتھی درشن سنگھ سے تھی۔ وہ جانتا تھا کہ درشن سنگھ اس کے ساتھ اپنی جان لڑا دے گا۔ ملکھا سنگھ نے خود اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ وہ اپنے محسن جبرو کو ہر قیمت پر پولیس کے شکنجے سے نکال کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔

سڑک پر کرنال کی طرف سے پولیس کی اگلی گاڑی کی روشنی پڑی۔ جرنیل سنگھ نے بلند آواز میں کہا۔ "خبردار ہو جاؤ اوئے۔ پولیس آگئی اے۔"

رائفلیں تن گئیں۔ ٹریگروں پر انگلیوں کے دباؤ بڑھ گئے۔ آنکھیں سڑک پر قریب سے قریب آتی ہوئی روشنی پر جمی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کسی کو پولیس کی نفری کا علم نہیں تھا۔

انگریز ڈی ایس پی یونہی پولیس پارٹی لے کر نہیں چل پڑا تھا۔ اسے راستے میں جبرو کے آدمیوں کے ملنے کا خطرہ تھا۔ وہ خود اگلی پولیس گاڑی میں پستول ہاتھ میں لئے بیٹھا گائیڈ کر رہا تھا۔ اگر کوئی دیسی آدمی ہوتا تو شاید وہ سڑک پر پڑے ہوئے درخت کے قریب لا کر گاڑی کھڑی کرتا' مگر انگریز ڈی ایس پی جاگ رہا تھا۔ اسے اپنی ڈیوٹی کا احساس تھا۔ اس نے دور ہی سے سڑک پر پڑا ہوا درخت کا تنا دیکھ لیا اور ڈرائیور کو فوری طور پر گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ بریکیں لگیں اور ایک کے بعد ایک تینوں پولیس

گاڑیاں سنسان سڑک پر رک گئیں۔

جرنیل سنگھ نے گالی دے کر کہا۔ "گاڑیاں پیچھے ہی رک گئی ہیں۔" انہوں نے اپنی رائفلوں کے رخ گاڑیوں کی طرف کر دیئے۔

ڈی ایس پی تیزی سے اترا اور گاڑیوں کو سڑک سے اتارنے کا حکم دے کر جھکا جھکا دوڑ کر اس گاڑی کے پیچھے آگیا جس میں جبرو پابہ زنجیر سر جھکائے اونگھ رہا تھا۔

گاڑیوں کو رکتے دیکھ کر ہی جبرو سمجھ گیا تھا کہ کوئی گڑ بڑ ہے' مگر یہ گڑ بڑ کیا ہو سکتی ہے اس کا اسے علم نہیں تھا۔ یہاں تو اس کا کوئی بھی حمایتی نہیں تھا۔ اس کی مدد کو کون آ سکتا تھا؟ ضرور آگے سڑک ٹوٹی ہوئی ہوگی' مگر سپاہیوں کی گھبرائی ہوئی آوازوں سے اسے اندازہ ہوا کہ آگے یقیناً ڈاکوؤں نے سڑک بلاک کر رکھی ہے۔

پولیس کی گاڑیوں کو سڑک سے اترتے اور سپاہیوں کو اندھیرے میں چھلانگیں لگاتے دیکھ کر جرنیل سنگھ نے فائر کر دیا۔ اس کی فائر کی آواز پر اس کے ساتھیوں نے فائر کھول دیا۔ گولیاں پولیس کی گاڑیوں کو چھلنی کرنے لگیں۔ دوسری طرف سے پولیس نے بھی اندھیرے میں پوزیشنیں لے کر فائرنگ شروع کر دی۔

گولیوں کے دھماکوں سے جبرو یہی سمجھا کہ ڈاکوؤں نے ان گاڑیوں کو مسافر لاریاں سمجھا ہوگا اور ابھی بھاگ جائیں گے۔ اس کے خیال میں ڈاکو پولیس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

انگریز ڈی ایس پی نے دو سپاہیوں کو ساتھ لیا اور ریتلی زمین پر خشک جھاڑیوں میں رینگتا ہوا پیچھے سے اس جگہ پر آگیا۔ جہاں آگے سڑک کے کنارے زمین پر اوندھے پڑے جرنیل سنگھ' درشن سنگھ اور ملکھا سنگھ فائرنگ کر رہے تھے۔ دوسری طرف سے پولیس اپنی پوزیشنوں سے برابر فائرنگ کئے جا رہی تھی۔ ڈی ایس پی رینگتا ہوا دونوں سپاہیوں کے ساتھ ملکھا سنگھ وغیرہ کے عقب میں آگے بڑھنے لگا۔ ستاروں کی دھندلی روشنی میں اسے زمین پر تین انسانی سائے نظر آ رہے تھے۔

جرنیل سنگھ' ملکھا سنگھ اور درشن سنگھ کی رائفلیں اندھیرے میں پولیس کی گاڑیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر گولیاں برسا رہی تھیں۔ انہیں علم نہیں تھا کہ ان کی فائرنگ سے کوئی سپاہی زخمی ہوا یا مرا بھی ہے کہ نہیں۔ سامنے کی طرف سے بھی جرنیل سنگھ کے آدمی فائر کر رہے تھے۔

ملکھا سنگھ نے کہا۔ "جرنیلے یہاں پٹاخے چلانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں گاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا ہوں۔ جیل کی گاڑی کو میں پہچانتا ہوں۔ جبرو اسی گاڑی میں ہے" پھر جواب کا انتظار کئے بغیر ملکھا سنگھ اٹھا اور جھک کر گاڑیوں کی طرف دوڑا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے عقب میں کوئی نہیں ہے۔

عقب میں انگریز ڈی ایس پی اور اس کے ساتھی کانسٹیبلوں نے ایک جھکے ہوئے انسانی سائے کو گاڑیوں کی طرف دوڑتے دیکھ لیا تھا۔ ملکھا سنگھ گولیوں کے دھماکوں میں ابھی چھ سات قدم ہی چلا ہوگا کہ پیچھے سے یکے بعد دیگرے تین گولیاں آ کر اس کی پیٹھ میں لگیں اور اس کے پیٹ اور سینے کو پھاڑتی ہوئی نکل گئیں۔ ملکھا سنگھ وہیں گر گیا۔

درشن سنگھ اور جرنیل سنگھ نے اسے گرتے دیکھ لیا تھا۔ درشن سنگھ نے گلا پھاڑ کر ست سری اکال کا نعرہ لگایا اور ملکھا سنگھ کی طرف لپکا۔ وہ اپنے دوست کی خون میں لت پت دم توڑتی لاش پر پہنچا ہی تھا کہ ایک گولی آگے سے اور دو گولیاں پیچھے سے اس کے جسم کو چھلنی کرتی نکل گئیں۔ درشن سنگھ چکرایا اور وہ بھی خون میں لت پت ہو کر ملکھا سنگھ کے پاس ہی گر پڑا۔

جرنیل سنگھ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اپنی رائفل کا رخ پیچھے کی طرف کر دیا اور گولیاں چلانے لگا' مگر پیچھے سے اندھا دھند گولیاں آ رہی تھیں۔ جرنیل سنگھ بھاگ کر سڑک کی دوسری طرف کود گیا۔

اس کے آدمیوں میں سے کچھ اندھیرے میں پولیس کا دباؤ محسوس کر کے فرار ہو گئے تھے۔ جرنیل سنگھ نے میگزین بھرا اور فائر شروع کر دیا۔ اب اسے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ کہ وہ کس پر گولیاں چلا رہا ہے۔

پولیس کٹے ہوئے درخت کی طرف بڑھنے لگی تھی۔ گولیاں کٹے ہوئے درخت سے ٹکرا کر پھٹ رہی تھیں۔

جرنیل سنگھ نے سر نیچے کر لیا۔ اس کے باقی آدمی بھی جان بچا کر بھاگ گئے پھر جرنیل سنگھ اکیلا رہ گیا۔ وہ اس وقت تک اکیلا فائرنگ کرتا رہا جب تک رائفل کی آخری گولی بھی فائر نہیں ہو گئی۔ پولیس اس کے سر پر پہنچ گئی۔ جرنیل سنگھ اکیلا تھا۔ نہتا تھا' مگر وہ ایک دلیر اور بہادر سکھ تھا۔ اس نے ست سری اکال کا جگر شگاف نعرہ لگایا اور پولیس کے آدمیوں پر چھلانگ لگا دی۔ ظاہر ہے وہ زندہ کیسے بچ سکتا تھا۔ سپاہیوں نے اسے بھون کر رکھ دیا۔

جرنیل سنگھ نے اپنے وچن اپنے عہد اور اپنی دوستی کی لاج رکھ لی تھی۔ جب انگریز ڈی ایس پی اس کی لاش پر پہنچا تو جرنیل سنگھ واہگورو کو پیارا ہو چکا تھا۔ اندھیرے میں اس کا داڑھی اور مونچھوں کے بالوں سے بھرا بھرا سرخ و سفید مردہ چہرہ ایک عجیب سی چمک دے رہا تھا۔ مرنا تو ایک نہ ایک دن سبھی کو ہے' مگر جو اپنے عہد کا پاس کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں وہی موت کو شکست دیتے ہیں۔

اب کسی طرف سے فائر نہیں ہو رہا تھا۔ انگریز ڈی ایس پی نے گاڑیوں کو آنے کا حکم دیا۔ اپنی نفری کے بارے میں پوچھا۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ پولیس کا ایک بھی آدمی زخمی نہیں ہوا تھا۔

ڈی ایس پی کے ہمراہ جالندھر پولیس کا جو ایس ایچ او جا رہا تھا اس نے اگلی گاڑی کی بتیوں کی روشنی میں لاشوں کو دیکھ کر کہا۔ "سر! یہ ڈاکو نہیں تھے۔ یہ جبرو کے آدمی لگتے ہیں۔ یہ حملہ سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق ہوا ہے سر!"

ڈی ایس پی نے جرنیل سنگھ' ملکھا سنگھ اور درشن سنگھ کی لاشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان لاشوں کو گاڑی کی چھت پر رکھ دیا جائے۔ جرنیل سنگھ کے ساتھیوں میں سے صرف ایک آدمی پولیس کی فائرنگ کا نشانہ بنا تھا۔ وہ بھی اس لئے کہ اس نے ذرا بہادری سے کام لیتے ہوئے سر اٹھا کر پولیس کی طرف پیش قدمی کرنے کی کوشش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی تھی۔

دو کانسٹیبل جبرو کی بند گاڑی میں پائیدان کے پاس آمنے سامنے رائفلیں لئے بیٹھے تھے۔ جبرو نے پوچھا کہ کیا یہ کوئی ڈاکو تھے؟

کانسٹیبل نے کہا۔ "چپ کر کے بیٹھے رہو۔ ڈاکو ہی تھے بھاگ گئے ہیں۔"

سڑک پر سے درخت کا تنا ہٹا دیا گیا اور پولیس کی گاڑیاں آگے دلی کی طرف روانہ ہو گئیں۔ پچھلی گاڑی کی چھت پر جرنیل سنگھ' ملکھا سنگھ اور درشن سنگھ کی لاشیں پڑی تھیں۔ ان کی پتھرائی ہوئی آنکھیں آسمان پر جمی تھیں اور جبرو اس بات سے بے خبر تھا کہ جس سردار کی بھتیجی کی اس نے غنڈوں سے عزت بچائی تھی وہ خود اس پر قربان ہو گیا ہے۔

دلی پہنچتے ہی پولیس نے جبرو کو بڑی جیل کی ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔

انسپکٹر ھنری نے اسی وقت جیل میں جبرو کو دیکھا۔ وہ یہ تسلی کرنا چاہتا تھا کہ پولیس نے جبرو ہی کو پکڑا ہے یا نہیں۔ مغالطے میں کسی دوسرے مفرور ملزم کو تو نہیں پکڑ لائے۔

جبرو کے پاؤں کی بیڑیاں کوٹھری میں کھول دی گئی تھیں۔ مگر باہر بڑا سخت پہرا تھا۔

انسپکٹر ھنری نے جبرو کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ چند لمحے وہ جبرو کو تکتا رہا۔ پھر بید کو اپنی ہتھیلی پر آہستہ آہستہ مارتا وہاں سے چل دیا۔

جرنیل سنگھ' ملکھا سنگھ اور درشن سنگھ کی لاشوں کو مردہ خانے میں رکھوا دیا گیا بعد ازاں کرنال پولیس اور جالندھر پولیس کے متعلقہ افسروں کو دلی طلب کر کے جرنیل سنگھ' ملکھا سنگھ اور درشن سنگھ کی لاشیں دکھائی گئیں۔ انہوں نے لاشیں پہچان لیں کہ یہ ان کے علاقے کے بستہ ب' کے بدمعاش ہیں۔ لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے بعد کرنال اور دلی روانہ کروا دیا گیا۔

اسی روز للی اور پامیلا کو پتا چل گیا کہ جبرو کو جالندھر میں گرفتار کرنے کے بعد پولیس دلی لے آئی ہے۔ دوسرے روز یہ خبر اخباروں میں بھی جبرو کی تصویر کے ساتھ

چھپ گئی۔ کمالا بھی اسی جیل میں بند تھا۔ اسے جب جبرو کی گرفتاری کا علم ہوا تو اسے بڑا افسوس ہوا۔ کیونکہ ایک آدمی تو کسی نہ کسی طرح کوئی ترکیب لڑا کر یا اپنی جان کی بازی لگا کر جیل سے فرار ہونے کی کوشش کر سکتا تھا اور دوسرا باہر رہ کر اس کی مدد بھی کر سکتا تھا مگر اب تو وہ دونوں ہی جیل میں بند تھے۔

جبرو نے جالندھر میں جو تین خون کئے تھے ان کا چالان جالندھر کی عدالت میں پیش ہوا تھا اور مقدمہ جالندھر کی عدالت میں چل رہا تھا۔ یہاں جبرو کو ریمانڈ پر لایا گیا تھا۔ دلی میں بھی اس پر ڈاکے اور قتل کے کئی کیس درج تھے۔ پولیس جبرو کو دلی سے باہر بھجوانے کے حق میں نہیں تھی۔ لیکن قانونی تقاضے بھی پورے کرنے ضروری تھے۔ جبرو سے جالندھر والے قتل کے سلسلے میں انسپکٹر ھنری نے پوچھ گچھ کی تو جبرو نے فوراً اعتراف کر لیا اور کہا کہ جالندھر کے ریلوے لائن پار والے محلے میں اس نے تین ہندو غنڈوں کو قتل کیا ہے۔

انسپکٹر ھنری نے کہا۔ "کیا تمہاری ان سے کوئی پیشہ وارانہ دشمنی تھی؟"

جبرو نے کہا۔ "میری ان سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میں نے تو اس روز انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔"

"پھر تم نے ایک دم ان تینوں کو کیوں قتل کر دیا؟" اینگلو انڈین پولیس کے انسپکٹر نے پوچھا۔

جبرو نے انسپکٹر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے گھورا اور پھر بولا۔ "وہ ایک لڑکی کی عزت لوٹنا چاہتے تھے۔"

"مگر وہ لڑکی تو سکھ تھی اور تم مسلمان ہو۔"

جبرو نے کہا۔ "عزت سب دھی بہنوں کی سانجھی ہوتی ہے۔ میرا مذہب اسلام مجھے دھی بہنوں کی عزت کرنا اور عزت کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دینا سکھاتا ہے۔"

انسپکٹر نے پوچھا۔ "کیا تم موت سے نہیں ڈرتے؟"

جبرو نے کہا۔ "اگر میں موت سے ڈرنے لگوں تو نہ اپنی عزت بچا سکتا ہوں اور نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسروں کی عزت کی حفاظت کر سکتا ہوں اور پھر مسلمان صرف خدا سے ڈرتا ہے، کسی اور سے نہیں۔"

جبرو کا عدالتی بیان جالندھر میں ہونا ضروری تھا۔ لیکن دلی کا کوئی پولیس افسر اسے دلی سے لے جانے کی ذمے داری پر تیار نہ تھا۔ مگر قانون کا تقاضا بھی پورا کرنا ضروری تھا۔ آخر جالندھر سے تھانیدار مکند لعل کی سرکردگی میں ایک پولیس پارٹی جبرو کو لینے دلی پہنچ گئی۔ چونکہ جبرو متعدد مقدمات میں دلی پولیس کو بھی مطلوب تھا۔ اس لئے دلی سے بھی ایک پارٹی انگریز ڈی ایس پی کی قیادت میں ساتھ جانے کے لئے تیار کر دی گئی۔ جبرو نے چونکہ اقبال جرم کر لیا تھا اس لئے ریمانڈ کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ویسے بھی دلی پولیس جلد سے جلد جبرو کو پھانسی کے تختے تک پہنچانا چاہتی تھی۔

چنانچہ ایک روز جبرو کو پابہ زنجیر کر کے ٹرین کے ایک بند ڈبے میں پولیس پارٹی کے ساتھ جالندھر روانہ کر دیا گیا۔

جالندھر کی عدالت میں جب اسے پیش کیا گیا تو شہر میں یہ خبر عام ہو گئی تھی کہ مشہور ڈاکو جبرو کو آج عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ لوگ عدالت میں جبرو کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ جیت کور اپنی ماسی کے ہاں کرتار پور والے گاؤں میں تھی۔ اس کا تایا گرنتھی جالندھر میں ہی تھا۔ وہ عدالت میں تو نہیں گیا، لیکن اس نے گربانی پڑھ کر اس دلیر مسلمان کے حق میں اپنے واہگورو سے بڑی دعا مانگی۔

عدالت کی اپنی کارروائی ہوتی ہے۔ تاریخ پڑ گئی۔ جبرو کو اسی طرح پولیس کی حفاظت میں دلی پہنچا دیا گیا۔ پولیس کے پاس سوائے جالندھر والے خون کے اور کسی واردات کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں تھا۔ کسی قتل کا کوئی عینی گواہ نہیں تھا۔ یہی صورتحال کمالے کے کیس میں بھی تھی۔ پولیس ان دونوں کو پھانسی لگوانے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہی تھی۔ مگر عدالت کے سامنے قتل کا ایک بھی ثبوت نہ پیش کر سکی تھی۔

جبرو اور کمالے پر مقدمے چلتے رہے۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ اس دوران للی اور پامیلا بھی ایک دوسری سے مل کر آپس میں بہت صلاح مشورے کرتیں کہ وہ ان دونوں کو کیسے بچا سکتی ہیں، مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کا تاریخی دن قریب آ رہا تھا۔ قیام پاکستان کا اعلان ہونے ہی والا تھا۔ اس دوران پنجاب میں حالات بہت کشیدہ ہو گئے تھے۔ مشرقی پنجاب سے مسلمان نکلنا شروع ہو گئے تھے۔

کمالے کو ایک کیس میں دس سال قید کی سزا سنا دی گئی۔ گیارہ اگست کو جبرو کی جالندھر میں تاریخ تھی۔ اس تاریخ پر جبرو کو جالندھر کی عدالت پر پہنچانا اس لئے بھی ضروری تھا۔ کہ اس روز اس کے کیس کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔

میرٹھ سے آگے پنجاب میں سڑک کا راستہ محفوظ نہیں رہا تھا۔ پولیس نے جبرو کو بذریعہ ٹرین جالندھر پہنچانے کا فیصلہ کیا اور دس اگست کی رات نو بجے جبرو کو ساتھ لے کر پولیس پارٹی جالندھر روانہ ہو گئی۔ پارٹی میں جالندھر پولیس کے آدمی اور علاقہ تھانیدار مکند لعل بھی شامل تھے۔

جبرو کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ اسے ہتھکڑی بھی لگی تھی۔ پولیس نے اسے ڈبے میں اپنے درمیان اس طرح بٹھا رکھا تھا کہ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا تھا۔ ٹرین کو صبح جالندھر پہنچنا تھا۔ اس ٹرین میں صرف ایک ڈبا پولیس کا تھا، باقی سب ڈبے مسافروں کے تھے۔

حالات کی نزاکت کے باعث دلی سے پنجاب کی طرف لوگ سفر کرتے تھے۔ اکثر ڈبے تقریباً خالی پڑے تھے۔ گاڑی جب انبالے پہنچی تو وہاں سے مسلمان مہاجرین کی بھاری تعداد ڈبوں میں سوار ہو گئی۔ ٹرین انبالے سے چلی تو سرہند کے اسٹیشن پر رک گئی۔ یہاں سے بھی لٹے پٹے مسلمان مہاجرین ڈبوں میں سوار ہو گئے۔ یہاں ٹرین آدھے گھنٹے رکی رہی۔ اصل میں گارڈ اور انجن ڈرائیور کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ گارڈ مسلمان تھا۔ وہ ٹرین کو آگے لدھیانہ، جالندھر کی طرف نہیں لے جانا چاہتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کیونکہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ حالات سخت مخدوش ہیں اور راستے میں کہیں ہندو، سکھ بلوائی ٹرین پر حملہ نہ کر دیں، مگر انجن ڈرائیور جو ہندو تھا مصر تھا کہ وہ ٹرین کو امرتسر ضرور پہنچائے گا۔ یہ اس کی ڈیوٹی ہے۔

جبرو کے ساتھ جو پولیس پارٹی تھی اس کی قیادت تھانیدار مکند لعل کر رہا تھا۔ اس نے بیچ میں مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ ٹرین واپس نہیں جائے گی بلکہ آگے آجائے گی۔ اسے اس بات کی فکر تھی کہ صبح جبرو کی عدالت میں پیشی ہے اور اس کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ ویسے بھی ابھی ٹرینوں پر اتنی شدت سے حملے شروع نہیں ہوئے تھے۔ صرف گاؤں دیہات اور شہروں کے خاص خاص محلوں میں مسلمانوں کے مکان نذر آتش کر کے انہیں قتل کیا جا رہا تھا۔

گارڈ نے تھانیدار سے کہا۔ "اگر آپ اس بات کا ذمہ لیتے ہیں کہ ٹرین پر حملہ نہیں ہوگا اور مسافروں اور ٹرین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو میں آپ کی ذمہ داری پر ٹرین کو آگے جانے کی اجازت دے دیتا ہوں۔"

تھانیدار مکند لعل نے کہا۔ "گارڈ صاحب! آپ فکر کیوں کرتے ہیں ہمارے پاس اتنا اسلحہ موجود ہے کہ اگر حملہ ہوا تو بلوائیوں کو بھگا دیں گے۔ آپ گاڑی چلائیں ہمیں صبح نو بجے سے پہلے پہلے جالندھر کی عدالت میں مجرم کو پیش کرنا ہے۔"

ٹرین سرہند ریلوے اسٹیشن سے رات کی تاریکی میں آگے چل پڑی۔ پھر ٹرین نے رفتار پکڑ لی۔ کھنہ گزر گیا، پائل کا ریلوے اسٹیشن گزر گیا۔ اب لدھیانہ زیادہ دور نہیں تھا۔ رات کے کوئی تین بجنے والے ہوں گے۔ تھانیدار مکند لعل کی ہدایت پر تمام ڈبوں کی بتیاں بجھا دی گئی تھیں۔ ٹرین معمول کی رفتار سے اندھیری فضا میں لدھیانے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ اچانک ٹرین کو ایک زبردست دھچکا لگا۔ دھچکا اتنا شدید تھا کہ ٹرین کا انجن اور اگلی تین بوگیاں پٹڑی سے اتر کر کھیتوں میں گر پڑیں۔ ان بوگیوں میں پولیس کا ڈبا بھی تھا۔ وہاں ایک قیامت مچ گئی۔ چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ساتھ ہی ہر ہر مہا دیو ست سری اکال کے نعرے لگنے لگے

اور گولیاں چلنا شروع ہو گئیں۔

ہندو سکھ بلوائیوں کے ایک بہت بڑے جتھے نے ٹرین پر حملہ کر دیا تھا۔ جبرو ڈبے کی درمیان والی سیٹ میں دو پولیس کانسٹیبلوں میں گھرا بیٹھا تھا۔ ٹرین کو جب شدید دھچکا لگا تو ایک کڑاکے کی آواز بلند ہوئی اور جبرو اپنی سیٹ سے خود بخود اچھل کر سامنے والی کھڑکی سے ٹکراتا ہوا ڈبے کے باہر گر پڑا۔ پہلے تو اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے سب کچھ آناً فاناً ہوا تھا۔ دھچکا اتنا زبردست تھا کہ اس کی ہتھکڑی کی زنجیر کانسٹیبل کی پیٹی سے نکل گئی تھی۔ جبرو کے سر میں ایک طرف سخت ٹیسیں اٹھ رہی تھیں، مگر وہ بھی کسی قدر بدحواسی کے عالم میں تھا۔ اس کے سامنے ٹرین کے ڈبے ریلوے لائن کی دوسری طرف پڑے تھے اور لوگوں کی چیخوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

ایک لمحے کے بعد جبرو سمجھ گیا کہ ٹرین پر حملہ ہو گیا اور ٹرین الٹ گئی ہے۔ بلوائیوں نے آگے ریلوے لائن کو اکھاڑ دیا تھا۔

ہر ہر مہادیو اور ست سری اکال کے نعرے۔ عورتوں بچوں کی چیخ و پکار، مردوں کا شور اور گولیوں کے دھماکے! جبرو نے اپنے آس پاس اندھیرے میں دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ ٹرین کے ڈبے سے اچھل کر جھاڑیوں میں گرا تھا اور ابھی تک وہیں پڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ مگر درمیان میں لوہے کا گز نہیں لگایا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ ہتھکڑی سے بندھے ہوئے تھے۔ اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ جو پولیس پارٹی اسے ساتھ لے کر جالندھر جا رہی تھی اس کا کیا حشر ہوا ہے۔

دو نہنگ گولیاں چلاتے نعرے لگاتے گھوڑے دوڑاتے اس کے آگے سے گزر گئے۔ جبرو نے سر نیچے کر لیا۔ عورتیں اغواء ہو رہی تھیں۔ قتل عام ہو رہا تھا۔ عورتوں اور بچوں کی الم انگیز چیخوں سے جیسے آسمان پھٹ گیا تھا۔ جبرو نے سوچا کہ یہ موقع غنیمت ہے اسے اپنی جان بچا کر وہاں سے کسی طرف نکل جانا چاہئے، لیکن وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھاگ نہیں سکتا تھا۔ صرف بمشکل چل سکتا تھا۔ پھر وہاں ایسا قتل عام ہو رہا تھا اور ایسی اندھا دھند گولیاں چل رہی تھیں کہ وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے اپنا رخ کھیتوں کی طرف کیا اور آہستہ آہستہ رینگنا شروع کر دیا۔ اسے رینگنے میں بھی سخت دقت ہو رہی تھی۔ اس کی چاروں طرف موت کا بھیانک رقص جاری تھا۔ رینگتے رینگتے وہ ٹرین سے کچھ دور نکل گیا۔ بلوائیوں کا زور ٹرین کی طرف تھا۔ عورتوں بچوں کی چیخ وپکار کی آوازیں اسی طرح آ رہی تھیں۔ پھر یہ آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔

جبرو کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ پولیس پارٹی میں سے کوئی بھی اس کے پیچھے نہیں ہے۔ کیا وہ سب کے سب ڈبے کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے تھے؟ اس نے سوچا اسے کہنیوں کے بل کھیتوں میں رینگنا پڑ رہا تھا کیونکہ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی تھی۔ آگے ایک چھوٹی نہر آ گئی۔ پچھلے پہر کے دھند لکے میں نہر کا پانی راکھ کی طرح لگ رہا تھا۔ جبرو نے اپنے آپ کو نہر میں لڑھکا دیا۔ نہر کا پانی اس کے گھٹنوں تک آیا۔ وہ نہر پار کر گیا۔ دوسرے کنارے پر پہنچ کر اس نے پیچھے دیکھا۔ ٹرین کے اگلے ڈبے میں سے ایک ڈبے کو آگ لگ گئی تھی۔

آسمان پر ستاروں کی پیلاہٹ سفیدی میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھی۔ کوئی دم میں صبح ہونے والی تھی۔ جبرو صبح ہونے سے پہلے پہلے کسی محفوظ جگہ پہنچ کر چھپ جانا چاہتا تھا۔ مگر اب اسے اپنی زندگی اور آزادی کی امید بہت کم تھی۔ ایک تو وہ سارا علاقہ ہندو مسلم فسادات کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ دوسرے اس کے ہتھکڑی اور بیڑی پڑی تھی۔ ظاہر ہے دن کی روشنی میں جو بھی اسے دیکھے گا اسے مفرور مجرم کے سوا اور کیا سمجھے گا۔ وہ صرف خدا کے بھروسے سے چلا جا رہا تھا۔ آزادی اور زندگی کی ایک موہوم سی امید تھی جو اسے کھینچے لئے جا رہی تھی۔

نہر کی دوسری طرف ڈھلان تھی۔ آگے پھر کھیت شروع ہو گئے تھے۔ وہ کچھ دور تک کھیتوں میں پیدل چلتا گیا ایک تو اسے ٹانگیں چوڑی کر کے چلنا پڑ رہا تھا کیونکہ معمول کے مطابق چلتے ہوئے دونوں بیڑیاں ایک دوسری سے ٹکرا کر جھنکار پیدا کرتی

تھیں۔ دوسرے لوہے کی بیڑیوں کے ٹخنوں سے بار بار لگنے سے اس کے ٹخنے چھل گئے تھے اور چلتے ہوئے درد ہوتا تھا۔ جبرو نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور قدم قدم چلتا گیا۔

کھیتوں میں اونچی فصل کھڑی تھی۔ اور ایک کھیت کے ساتھ ساتھ چھوٹی نالی میں پانی بہ رہا تھا۔ جبرو اب رک رک کر ایک ایک قدم کر کے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے ٹیوب ویل کے چلنے کی دبی دبی آواز سنائی دی۔ فصل اونچی تھی۔ جبرو کے کپڑے قیدیوں والے نہیں تھے، مگر ہتھکڑی اور پاؤں کی بیڑی اس کے خطرناک قیدی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت تھا۔

کھیت کی مینڈھ پر قدم قدم چلتا جب وہ موڑ مڑنے لگا تو اسے ٹیوب ویل کی مشین کی آواز میں رچی ہوئی گربانی پڑھنے کی انسانی آواز بھی آنے لگی۔ وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اس کے آگے جوار کی فصل تھی۔ اس نے ٹانڈوں کو ایک طرف ہٹا کر دیکھا۔ ٹیوب ویل کی چار دیواری کے پاس ہی ایک منجھے پر کوئی آدمی بیٹھا دھیمی آواز میں گا رہا تھا۔

اول اللہ نور اپایا
ایک نور لے سب جگ اپجیا
قدرت دے سب بندے
کون بھلے، کون مندے

جبرو نے امرتسر کے ایک محلے والے گردوارے میں جاپ کئی بار سنا تھا۔ وہ وہیں فصل کے پیچھے بیٹھا رہا۔ ٹرین کی طرف سے آنے والی فائرنگ کی آوازیں اب رک گئی تھیں۔ جبرو کو خطرہ تھا کہ اگر پولیس میں سے کوئی زخمی یا زندہ ہو گا تو وہ اس کی تلاش میں ضرور ان کھیتوں میں آ جائے گا۔

سامنے کی طرف سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ٹیوب ویل کی طرف آتا دکھائی دیا اس نے دیکھا کہ یہ گھڑ سوار ایک سکھ تھا۔ اس نے آگے ایک عورت ڈال رکھی تھی۔ گھوڑے کی ایک طرف اس کے دونوں بازو اور دوسری طرف ٹانگیں لٹک رہی تھیں۔ ظاہر ہے سکھ اس عورت کو ٹرین کے کسی ڈبے سے اٹھا کر لایا تھا۔ عورت شاید بے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوش تھی۔ گھڑ سوار سکھ ٹیوب ویل پر بیٹھے سکھ کے پاس آ کر رک گیا اور بولا۔ "بابا! اس لڑکی کو ٹیوب ویل میں بند کر دے میں ابھی آتا ہوں۔"

چارپائی پر بیٹھا بوڑھا سکھ جو گربانی کا جاپ کر رہا تھا غصے سے بولا۔ "ہرنام سیوں! خبردار جے اینوں اتھے رکھیا۔ لے جا۔ لے جا ایتھوں۔"

گھڑ سوار سکھ کا گھوڑا کھڑا نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے گلا پھاڑ کر کہا۔ "بابا! ایہہ مسلی ایہہ۔ سارے لے جارے نے میں وی لے آیا ہوں۔"

بوڑھے نے عاجزی سے کہا۔ "اوئے ہرنامے! اوئے کیوں گوروؤں کی سکھیانوں بد نام کر رے او۔ اوئے کوئی ہوش کرو۔ لے جا اس کو ایتھوں۔ لے جا۔"

گھڑ سوار سکھ نے جھنجلا کر غصے میں کہا۔ "چنگا فیر واہگورو دا خالصہ میں اینوں کتے ہور لے جاناں اے۔" وہ گھوڑے کو موڑ کر دوڑاتا ہوا کھیتوں میں دور نکل گیا۔ اس وقت چاروں طرف یہی تباہی اور بربادی مچی تھی۔

بوڑھے سکھ نے اس کے پیچھے چیخ کر کہا۔ "تم خالصے نہیں ہو۔ تم نے خالصے کو بدنام کر دیا ہے۔ خالصہ تو سب کی دھیوں بہنوں کی عزت کو سانجھا سمجھتا ہے۔"

گھڑ سوار بے ہوش لڑکی کو گھوڑے پر ڈالے وہاں سے جا چکا تھا۔ صبح کا نور اب چاروں طرف پھیل گیا۔ جبرو کو یہ نور صبح ہی سہما سہما سا لگ رہا تھا۔ اس کے سامنے چند قدموں کے فاصلے پر بوڑھا سکھ اب اسے صاف نظر آنے لگا تھا اس کی لمبی داڑھی تھی۔ سر پر سفید صافہ بندھا ہوا تھا۔ جبرو کے دل میں امید کی ایک ہلکی سی کرن پیدا ہو چکی تھی۔ اس بوڑھے سکھ کے اندر کا انسان زندہ تھا۔ نفرت اور تعصب کی جس انسانیت سوز آندھی کے تھپیڑوں نے اس وقت ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا ایسے وقت بھی یہ نیک دل سکھ انسانی قدروں کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔ یہ سکھ، جبرو کی مدد کر سکتا تھا۔ جبرو کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ ڈوب رہا تھا۔ یہ تنکے کا سہارا بھی اس کے لئے بہت تھا۔

جبرو قدم قدم چلتا ٹیوب ویل کے پاس آ گیا۔ اس نے پیچھے سے آواز دی۔

"سردار جی! تسی میری مدد کرو گے؟"

سکھ نے مڑ کر جبرو کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

جبرو نے دونوں بیڑیوں کو پاجامے کے اوپر چڑھا لیا تھا، مگر وہ بیک وقت دونوں بیڑیوں کو نہیں سنبھال سکتا تھا۔ ایک وقت میں ایک ہی بیڑی کو تھام سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی تھی۔

بوڑھا سکھ چارپائی سے اترا اور جبرو کے قریب آ کر بولا۔ "کون ہو بھئی تم؟ مجھے تو تم کوئی جیل سے بھاگے ہوئے قاتل لگتے ہو۔"

جبرو نے کہا۔ "سردار جی! میری کہانی بڑی لمبی ہے۔ میں وہی ہوں جو آپ سمجھ رہے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے اس سے کچھ زیادہ ہی ہوں، لیکن اس وقت مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کیا آپ مجھے پناہ دیں گے؟"

"مگر تم یہاں کہاں سے آ گئے ہو؟"

جبرو نے کہا۔ "ٹرین پر حملہ ہوا ہے۔ ٹرین الٹ گئی ہے۔ پولیس مجھے جالندھر لے جا رہی تھی۔ بس میں ہی بچا ہوں اور رینگتا ہوں یہاں آ گیا ہوں۔ اگر آپ مجھے پناہ نہیں دے سکتے تو ایسا کریں کہ صرف میری ہتھکڑی اور بیڑیاں کسی طریقے سے کاٹ دیں۔ پھر میں اپنی حفاظت خود کر لوں گا۔"

بوڑھے سکھ نے کہا۔ "ایک نور تو سب جگ اپجیا۔"

وہ جبرو کو لے کر ٹیوب ویل کے پیچھے آ گیا۔ یہاں اس نے جبرو کو زمین پر بٹھایا اور بولا۔ "ٹیوب ویل کے اندر ہتھوڑی تو ہو گی مگر تمہارے لئے چھینی کی بھی ضرورت ہے۔ وہ میرے پاس یہاں نہیں ہو گی۔ پھر بھی میں دیکھتا ہوں۔"

بوڑھا ٹیوب ویل کے کنویں میں اتر گیا۔ ٹیوب ویل چل رہا تھا۔ اس کے جنریٹر کی مدھم دھیمی گھمکار فضا میں رچی ہوئی تھی۔ جبرو ٹیوب ویل کی گول دیوار سے ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی میں سے اس نے اپنے ٹخنوں کو دیکھا۔ وہ چھل گئے تھے۔ پھر ماتھے پر ایک ہاتھ لگایا وہاں خون نکل نکل کر جم گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھا سکھ ٹیوب ویل میں سے ایک ہتھوڑا اور لوہے کی کلی لے کر آ گیا۔ اس نے اینٹ کے اوپر جبرو کے دونوں ہاتھ رکھے لوہے کی کلی کو ہتھکڑی کی چابی والی جگہ میں پھنسایا اور ہتھوڑے سے ضرب لگائی۔ دو تین ضربیں لگانے کے بعد ہتھکڑی کھل گئی۔ جبرو کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ اب اس نے ہتھوڑا بوڑھے سردار کے ہاتھ سے لے لیا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد اپنے پاؤں کی بیڑیاں بھی توڑ ڈالیں۔ جبرو کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے اب وہ مر نہیں سکتا۔ حالانکہ چاروں طرف بلوائی مسلمانوں کے خون کے پیاسے پھر رہے تھے۔

بوڑھے سکھ نے پوچھا۔ "تم مسلمان ہو یا ہندو؟"

جبرو نے کہا۔ "آپ سے میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں مسلمان ہوں۔"

بوڑھے سردار نے کہا۔ "واہگورو تمہاری رکھشا کرے۔ میں تمہارے لئے بس اتنا ہی کر سکتا تھا۔ تم میرے بھتیجے ہرنامے کو نہیں جانتے وہ آ گیا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں بہت کمزور ہوں۔ تمہاری حفاظت نہ کر سکوں گا۔"

جبرو نے کہا۔ "سردار جی! آپ کمزور نہیں ہیں۔ آپ بہت طاقتور ہیں۔ ویسے میں آپ کو آزمائش میں نہیں ڈالوں گا۔ میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

بوڑھا سردار بولا۔ "تمہارے ماتھے پر زخم ہے۔ خون بھی جما ہوا ہے۔ یہاں چو بچے پر اسے دھو کر میرا صافہ باندھ لو۔ تمہاری داڑھی مونچھیں کافی بڑھی ہوئی ہیں۔ صافہ باندھ لو گے تو سکھ لگو گے۔"

جبرو نے چوبچے پر بیٹھ کر ماتھے کا خون صاف کیا۔ پانی پیا اور سردار کا سفید صافہ لے کر اسے پگڑی کی طرح سر پر باندھ لیا۔

بوڑھے سردار نے پوچھا۔ "تم کدھر جانا چاہتے ہو؟ مسلمان تو لاہور کی طرف جا رہے ہیں۔ تم بھی ادھر ہی کو نکل جاؤ۔ واہگورو تمہاری رکھشا کرے۔" اس نے اپنی صدری کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چھ سات روپے نکال کر جبرو کو دیئے اور کہا۔ "پتر! میرے پاس بس یہی کچھ ہے۔ اب نکل جاؤ۔ ہرنامے کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کب یہاں

آ جائے۔ ان سب کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے۔ کچھ پتا نہیں آگے کیا ہونے والا ہے۔ اب تم جاؤ پتر!"

جبرو نے بوڑھے سردار کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر ماتھے پر لگایا اور لدھیانے کی طرف چل پڑا۔

پیچھے سے بوڑھے سردار نے آواز دی۔ "آگے کھال آئے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ جانا۔ تم لدھیانے کے ایک مسلمان محلے میں پہنچ جاؤ گے اور اگر وہ لوگ زندہ ہوئے تو تمہیں ضرور پناہ مل جائے گی۔"

جبرو تیز قدموں سے چلنے لگا۔ یہ کھیت اس نے ٹرین میں آتے جاتے ہی دیکھے تھے۔ ان میں اس طرح گزرنے کا اتفاق اسے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ کھیتوں کھیت چلتا کھال پر پہنچ گیا۔ اس کے پل پر دو آدمی کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ شکل سے وہ مسلمان لگتے تھے۔ جبرو ان کے قریب سے گزرا تو ایک آدمی نے اس کی طرف مشکوک نظروں سے دیکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو جبرو کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اوپر سے اس نے سر پر صافہ اس طرح سے باندھا ہوا تھا کہ وہ سکھ لگتا تھا۔ دونوں پیچھے ٹرین پر بلوائیوں کے حملے کا ذکر کر رہے تھے۔ جبرو کو دیکھ کر وہ چپ ہو گئے۔ جبرو ان کے قریب سے گزر گیا سامنے مسلمان آبادی کے مکان تھے۔ لوگ بہت کم نظر آ رہے تھے۔ جبرو نے سر پر سے صافہ اتار کر گلے میں ڈال لیا۔ اب وہ سکھ نہیں بلکہ مسلمان نظر آنے لگا۔

وہ ایک بازار کے پاس ہی پہنچا تھا کہ سائرن کی آواز بلند ہوئی بازار میں جو لوگ صبح کے وقت ناشتے کا سامان وغیرہ لینے نکلے ہوئے تھے سائرن کی آواز سنتے ہی اپنے اپنے گھروں کی طرف دوڑے۔ جبرو حیران سا ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ وہ کہاں جاتا؟ سامنے سے ایک جیپ آتی نظر آئی۔ ایک آدمی نے گلی میں سے آواز دی۔ "کرفیو لگ گیا ہے۔ بھاگو نہیں تو فوج گولی مار دے گی۔"

جبرو نے دیکھا کہ جیپ میں کچھ فوجی سوار تھے۔ وہ تیزی سے سامنے والی گلی میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھس گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے جیپ اس کے پیچھے آرہی ہے۔ ایک فائر ہوا۔ جبرو کو جو سامنے مکان نظر آیا وہ اس کی ڈیوڑھی میں داخل ہوگیا اور دروازہ بند کر دیا۔

اندر سے کسی نے آواز دی۔ "کون ہے ڈیوڑھی میں؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور وہیں بند دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا رہا۔ ایک اونچا لمبا بھاری بدن والا آدمی سامنے والا دروازہ کھول کر ڈیوڑھی میں آگیا۔

"کیابات ہے؟ کون ہو تم بھئی؟"

جبرو نے کہا۔ "میں بازار سے گزر کر گھر جارہا تھا کہ کرفیو لگ گیا۔ فوجی جیپ نے فائر کیا۔ میں جان بچا کر یہاں آگیا۔"

"مگر کرفیو تو کل صبح سات بجے تک لگا رہے گا۔"

جبرو نے کہا۔ "میں موقع پاکر چلا جاؤں گا۔"

"کیا تم مسلمان ہو؟" اس آدمی نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں مسلمان ہوں۔ میرا نام جبار ہے۔" جبرو نے کہا۔

اندر آ جاؤ۔" اس آدمی نے جبرو کو بیٹھک میں بٹھا دیا اور پوچھا۔ "لدھیانے میں تمہارا گھر کہاں ہے؟" جبرو کو لدھیانے کے محلوں اور گلی کوچوں کے نام معلوم نہیں تھے۔ یونہی کہہ دیا کہ میں اسٹیشن کے سامنے والے محلے میں رہتا ہوں۔

"تمہارا پنجابی بولنے کا لہجہ لدھیانے کا نہیں ہے۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور اس شہر میں کہاں سے آئے ہو؟" اس آدمی نے مشکوک انداز میں جبرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے آگے جھوٹ مت بولنا۔ میرا نام اسلام شاہ ہے اور میں پولیس میں اے ایس آئی ہوں۔ یہ تمہارے ماتھے پر زخم کا نشانہ کیسا ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "آپ مسلمان ہیں۔ میں بھی مسلمان ہوں میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ میں امرتسر کا رہنے والا ہوں۔ دلی سے امرتسر جارہا تھا کہ ٹرین پر ہندو اور سکھوں نے حملہ کر دیا سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ ٹرین الٹ گئی۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ بس یہ میری کہانی ہے۔"

اے ایس آئی اسلام شاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے داؤد کو بھی بیٹھک میں بلا لیا اور اسے بتایا کہ پیچھے ٹرین پر جو سکھوں نے حملہ کیا ہے یہ اس ٹرین میں سے بچ کر آیا ہے۔ داؤد، جبرو کے پاس بیٹھ گیا۔ ان دونوں کے چہرے فکر مند تھے۔ اسلام شاہ نے پوچھا۔ "کتنے مسلمان شہید ہوئے ہوں گے؟"

جبرو نے کہا۔ "کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ حملہ رات کے پچھلے پہر ہوا، بڑی گولیاں چلیں، مسلمان مہاجرین نہتے تھے وہ کیا مقابلہ کرتے، میرے خیال میں شاید ہی کوئی زندہ بچا ہو گا۔ ٹرین کے الٹنے سے میں اچھل کر باہر کھیت میں نہ گرتا تو اس وقت میں بھی زندہ نہ ہوتا۔"

اسلام شاہ نے اپنے خشخشی سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "لگتا ہے ان لوگوں نے یہاں کے مسلمانوں کے خلاف پہلے ہی سے ساری منصوبہ بندی کر رکھی ہے، ورنہ مسلمان پولیس سے اسلحہ نے لے لیا جاتا۔ خیر کوئی بات نہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

شاہ جی کا بیٹا بولا۔ "میں نے اچھا کیا جو بال بچوں کو پہلے ہی لاہور بھجوا دیا۔ ابا جی! یہاں قیامت آنے والی ہے۔"

اسلام شاہ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تو پھر کیا ہوا۔ ہم نے بھی کوئی چوڑیاں نہیں پہنی ہوئیں۔ حملہ ہوا تو ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ ایک دن تو مرنا ہی ہے۔ پاکستان کے لئے جان دیں گے تو آخرت میں سرخ رو ہوں گے۔" پھر انہوں نے جبرو سے پوچھا۔ "تم نے کچھ کھایا پیا نہیں ہوگا۔ داؤد اس کے لئے چائے وغیرہ لاؤ۔"

جبرو نے خاموشی سے ان لوگوں کے پاس بیٹھ کر ناشتا کیا۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ ہوشیار پور گورداسپور کی طرف سے جموں کشمیر زندہ پہنچنا مشکل ہے اس لئے وہ امرتسر سے نارووال سیالکوٹ کی طرف سے ہوکر جموں جانے کی کوشش کرے گا۔ امرتسر اس کا اپنا شہر تھا۔ وہاں اس کے مسلمان رشتے دار ابھی تک رہ رہے تھے۔ وہ ان کے پاس جاکر اطمینان سے اپنے منصوبے کو عملی شکل دینے کے بارے میں غور و فکر کر سکتا تھا۔ ابھی چودہ اگست میں دو دن رہتے تھے۔ اس روز پاکستان کا اعلان ہونے والا تھا۔ جبرو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چودہ اگست سے پہلے پہلے امرتسر اپنے رشتے داروں کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔

وہ دن اس نے اسلام شاہ اے ایس آئی کے گھر پر گزار دیا۔ جب شام ہوئی تو اس نے شاہ جی سے کہا۔ "شاہ جی! میں چاہتا ہوں کہ صبح کرفیو کھلتے ہی امرتسر کی طرف چل دوں۔"

شاہ جی بولے۔ "مگر تم جاؤ گے کیسے؟ مجھے نہیں امید کہ تمہیں کوئی امرتسر کی لاری وغیرہ ملے۔ تم پیدل جاؤ گے کیا؟"

"میں ٹرین میں چلا جاؤں گا۔"

شاہ جی کہنے لگے۔ "پیچھے سے گاڑی کیسے آئے گی؟ ابھی تک ریلوے ٹریفک ٹھیک نہیں ہوا۔ میرا تو یہی مشورہ ہے کہ ابھی لدھیانے سے باہر قدم نہ رکھو۔"

"شاہ جی! میرا امرتسر جانا بہت ضروری ہے۔ وہاں میرے گھر والے بھی ہیں۔ مجھے ان کی بھی فکر لگی ہے۔" اس نے اپنے فیصلے کی روشنی میں کہا۔

"ہوں ..... یہ تو ہے۔" شاہ جی سوچ میں پڑ گئے۔ پھر سر اٹھایا اور بولے۔ "اگر تمہیں ضرور جانا ہی ہے تو ایسا کرو کہ کل صبح کرفیو کھلتے ہی ریلوے اسٹیشن پر چلے جاؤ۔ وہاں آس پاس کے دیہات سے آتے ہوئے مسلمان مہاجرین پہلے سے جمع ہیں۔ میرا خیال ہے صبح تک گاڑی چلنے لگے گی۔ تم بھی کسی گاڑی میں بیٹھ جانا۔ بس یہی ایک محفوظ راستہ ہے۔"

رات جبرو نے وہیں گزار دی۔ دوسرے دن صبح شاہ جی نے جبرو کو شلوار قمیض کا نیا جوڑا پہننے کو دیا۔ جب کرفیو کھلا تو شاہ جی خود جبرو کو ساتھ لے کر نکلے اور ریلوے اسٹیشن پر چھوڑ کر خود اپنے تھانے کی طرف چل دیئے۔

لدھیانہ ریلوے اسٹیشن پر واقعی بے شمار مسلمان مہاجرین بے یار و مددگار پڑے تھے۔ وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ ابھی تک ریلوے اسٹیشنوں پر حملے شروع نہیں ہوئے تھے۔ جبرو بھی ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ معلوم ہوا کہ ایک گاڑی کلکتے کی طرف سے آنے والی ہے۔ دو گھنٹے بعد گاڑی آئی۔ جبرو بھی ایک ڈبے میں گھس کر بیٹھ گیا۔ گاڑی

کافی دیر پلیٹ فارم پر کھڑی رہنے کے بعد جالندھر کی طرف روانہ ہوگئی۔ اس کی رفتار کبھی تیز ہو جاتی اور کبھی ہلکی ہو جاتی۔ لوگوں کو یہی ڈر لگا تھا کہ کہیں راستے میں حملہ نہ ہو جائے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ خیریت ہی رہی اور ٹرین جالندھر پہنچ گئی۔

جالندھر میں حالات زیادہ بگڑے ہوئے تھے اور پلیٹ فارم کے باہر جنگلے کے پیچھے بلوائی تلواریں اور کرپانیں لئے کھڑے نعرے لگا رہے تھے۔ ایک سکھ ریلوے کی وردی میں آیا اور بولا۔ "یہ گاڑی آگے نہیں جائے گی۔ آگے خطرہ ہے۔ تم لوگ یہاں سے پیدل جاسکتے ہو تو چلے جاؤ۔ ریلوے تمہاری ذمے داری نہیں لے سکتی۔"

مہاجرین میں سناٹا چھا گیا۔ اس وقت دن کے گیارہ بجے کا عمل ہوگا۔ فضا میں گرمی اور حبس تھا۔ جبرو نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ وہ ان لوگوں سے الگ ہو جائے اور اکیلا امرتسر پہنچنے کی کوشش کرے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ قافلوں پر حملے ہوتے ہیں۔ وہ آہستہ سے اٹھا اور ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ امرتسر کی طرف چلنے لگا۔ اس نے ایک بار پھر صافے کو سر پر سکھوں کی پگڑی کی طرح باندھ لیا تھا۔ اپنی گھنی داڑھی مونچھوں اور پگڑی کی طرح بندھے ہوئے صافے کی وجہ سے وہ کسی حد تک سکھ ہی لگتا تھا۔

جالندھر سے امرتسر کا فاصلہ چالیس میل تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کچھ دور تک تو سفر کرے گا۔ پھر کہیں بیٹھ کر دن گزارے گا اور رات کو سفر شروع کرے گا اور اگلے روز شام تک امرتسر پہنچ جائے گا۔ یہ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ چودہ اگست کے بعد حالات کس قدر سنگین صورت اختیار کرنے والے ہیں۔ وہ ریل کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ ہی سفر کرنا چاہتا تھا۔ ایک گھنٹے تک وہ چلتا رہا۔ وہ پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ آس پاس کھیتوں میں کوئی اکا دکا کسان ہی نظر آ جاتا تھا۔ دور کسی گاؤں کے کچے مکانوں سے دھواں اٹھتا ہوا بھی دکھائی دے جاتا۔ اتنا اسے معلوم تھا کہ جالندھر سے امرتسر کے راستے میں دو ہی اہم قصبے آتے ہیں۔ پہلے کرتارپور آتا ہے اور دوسرا جنڈیالہ اس کے بعد ماناں والا اور پھر امرتسر آجاتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس وقت جبرو کرتار پور کے قریب پہنچ چکا تھا۔ چلتے چلتے وہ تھک گیا تھا۔ اس نے ریلوے لائن سے ہٹ کر درختوں میں ایک جگہ سبز جھنڈا لہراتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہاں ضرور کسی مسلمان بزرگ کا مزار ہے۔ وہ اس طرف آ گیا۔

یہ ایک تکیہ تھا۔ بڑ کے درخت کے سائے میں چھوٹا سا اکھاڑہ بنا ہوا تھا جو خشک پڑا تھا۔ ساتھ ہی ایک کنواں تھا۔ ایک بوسیدہ سی کوٹھری تھی جس کے باہر ایک کالے کپڑوں اور رنگ برنگے منکوں والا فقیر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ قریب ہی چبوترے پر ایک قبر بنی ہوئی تھی جس پر سبز چادر پڑی تھی اور سوکھے ہار بھی تھے۔

جبرو نے فقیر کو سلام کیا تو اس نے جبرو کی طرف غور سے دیکھا۔ "کیوں بھئی تم مسلمان ہو کہ سکھ؟"

جبرو نے کہا۔ "میں مسلمان ہوں بابا۔"

فقیر بولا۔ "مگر شکل سے تو تم سکھ لگتے ہو۔"

جبرو نے سر پر سے صافہ اتار دیا اس کے سر پر سکھوں ایسے بال نہیں تھے۔ فقیر ہنسا۔ کہنے لگا۔ "جان بہت پیاری ہے۔ جان بچانے کے لئے مسلمان سے سکھ بن گئے۔ آؤ بیٹھو سیاں۔"

جبرو فقیر کے پاس بیٹھ گیا۔

"حقہ پیو گے؟" فقیر نے حقے کی نے جبرو کی طرف کر دی۔

جبرو نے کہا۔ "نہیں بابا میں حقہ نہیں پیتا۔"

"ادھر کدھر پھر رہے ہو؟" فقیر نے پوچھا۔ وہ بڑے اطمینان سے حقہ پی رہا تھا۔ آگ اور خون کے اس طوفان میں فقیر کو اتنا پرسکون اور مطمئن دیکھ کر جبرو کو حیرت ہو رہی تھی۔

"لدھیانہ میں گاڑی پر حملہ ہو گیا وہاں سے کسی نہ کسی طرح بھاگ کر جالندھر پہنچا۔ وہاں گاڑیاں بند ہو گئیں۔ اب پیدل امرتسر جا رہا ہوں۔"

فقیر خاموشی سے حقہ پیتا رہا۔ پھر اپنی گردن اٹھا کر اوپر برگد کے درخت کی شاخوں

کو دیکھا اور بولا۔ "آگے تو موت ہے۔ آگے کہاں جا رہا ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "بابا موت تو پیچھے بھی ہے۔ اب موت سے کیا ڈرنا"۔

فقیر ہنسا۔ "دنیا دار نہیں لگتے۔ امرتسر میں کیا کرتے ہو؟"

جبرو ایک لمحے کے لئے خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "بس ایک کارخانے میں مزدوری کرتا تھا۔"

فقیر پھر حقہ پینے لگا۔ ایک عجیب سناٹے نے فضا کو چاروں طرف سے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا فقیر نے جبرو کی طرف دیکھا اور اٹھتے ہوئے بولا۔ "تمہیں بھوک لگی ہوگی۔ تمہارے لئے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔" فقیر بوسیدہ سی کوٹھری میں گیا۔ اندر سے چنگیر میں دو روٹیاں لے آیا جن کے اوپر اچار کی دو پھانکیں رکھی تھیں۔ "فقیر کے پاس تو یہی کچھ ہے۔"

جبرو کو سخت بھوک لگ رہی تھی۔ وہ دونوں روٹیاں کھا گیا۔ کنوئیں کا ٹھنڈا پانی پیا تو اس کے تن بدن میں ایک نئی توانائی سی آ گئی۔

فقیر قبر کے چبوترے پر دونوں پاؤں اٹھا کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "اب کیا ارادہ ہے تمہارا۔ پیدل ہی امرتسر جاؤ گے؟"

جبرو نے جواب دیا۔ "ہاں بابا اور کیا کر سکتا ہوں۔ امرتسر یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

فقیر نے کہا۔ "ہاں۔ کرتار پور تو تم پہنچ ہی گئے ہو۔ آگے جنڈیالہ ہے اور پھر امرتسر آ جائے گا میں نے سنا ہے کہ کل پرسوں پاکستان کا اعلان ہونے والا ہے؟"

جبرو کو اس بارے میں خود کچھ معلوم نہیں تھا۔ بولا۔ "سنا تو میں نے بھی ہے۔"

فقیر جیسے اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا۔ "اچھا ہے مسلمانوں کو اپنا ایک ملک مل جائے گا۔ بابا قائداعظم نے کمال کر دیا ہے۔ خون بڑا بہا ہے۔ خون بڑا بہے گا۔ خیر۔ ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ اسلام کی فتح ہو گئی ہے۔"

اتنے میں دور سے ست سری اکال کے نعرے کی آواز سنائی دی۔ جبرو چوکس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوگیا۔ فقیر نے اس طرف دیکھا جدھر سے نعروں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

"پتر! سکھوں کا جتھ ادھر ہی آ رہا ہے۔ تو یہاں سے بھاگ جا۔"

جبرو اٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا۔ "بابا! تم بھی میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔"

فقیر ہنسا۔ "کہاں نکل چلوں؟ کیا وہاں کوئی دوسرا خدا ہے؟ خدا نے بچانا ہوگا تو یہیں بچا لے گا۔ تم بھاگ جاؤ۔ جاؤ۔ یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے۔"

جبرو تکیے سے نکل کر مخالف سمت کھیتوں میں تیز تیز چلنے لگا۔ اسے پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے' اس وقت اسے صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ ایک غدر سا چاروں طرف مچا ہوا تھا۔ جبرو نے صافہ سر پر سکھوں کی طرح باندھ لیا تھا۔ ست سری اکال کے نعروں کی آوازیں جیسے اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر گرد اڑتی دکھائی دی۔ اس گرد میں اسے کچھ گھوڑے اور نیزوں کی چمک بھی نظر آئی۔ یہ سکھوں کا بہت بڑا جتھا تھا۔ کچھ فائر بھی ہوئے۔ جبرو نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ سکھوں کا جتھا تکیے میں پہنچ چکا تھا۔ نعرے چیخوں کی طرح بلند ہو رہے تھے۔ جبرو نے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ نہتا اس جتھے کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے بہرحال اس وقت تک اپنی جان بچانی تھی۔ جب تک کہ دشمن اس کے سامنے نہیں آ جاتا۔ پھر جبرو یقینی طور پر اکیلا نہ مرتا بلکہ دو تین کو مار کر مرتا۔

کھیتوں کے پار کچھ کچے مکان تھے۔ جبرو نے اپنا رخ ان مکانوں کی طرف کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ تکیہ ہے۔ تکیے میں ایک مزار بھی ہے۔ ضرور یہ گاؤں مسلمانوں کا ہوگا۔ اسے یہاں پناہ مل جائے گی۔ جبرو نے دوڑتے ہوئے کھیتوں کو عبور کیا اور جو پہلا مکان سامنے آیا اس کا دروازہ کھول کر صحن میں داخل ہو گیا۔

صحن میں ایک لڑکی کونے میں چولہے کے پاس بیٹھی روٹیاں پکا رہی تھی۔ ایک اجنبی آدمی کو مکان میں اس طرح گھستے دیکھ کر وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔ "کون اے توں۔" یہ کہہ کر اس نے بے اختیار کسی کو مدد کو پکارا۔ "بھائیا! باہر آئیں۔"

سامنے دو کوٹھریاں تھیں۔ ایک کوٹھری میں سے ایک اونچا لمبا ادھیڑ عمر سکھ اور دوسری کوٹھری سے اسی عمر کی ایک سکھ عورت باہر نکل آئی۔ سکھ نے جبرو کی طرف غصے سے دیکھا اور تحکمانہ انداز میں پوچھا۔ "کون ہو تم اوئے؟ ادھر کہاں آئے ہو؟"

اس دوران جبرو نے روٹیاں پکاتی سکھ لڑکی کو اور اس سکھ لڑکی نے جبرو کو پہچان لیا تھا۔ جبرو نے کہا۔ "تم جیت کور ہی ہو؟"

جیت کور کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ادھیڑ عمر سکھ اب جبرو کے پاس آ گیا تھا۔ وہ جبرو کو کاندھے سے پکڑنے ہی والا تھا کہ سکھ لڑکی نے چلا کر کہا۔ "بھائیا! اسے کچھ نہ کہنا یہ وہی ہے جس نے ہندو غنڈوں کو قتل کر کے میری عزت بچائی تھی۔"

ادھیڑ عمر سکھ کا ہاتھ وہیں رک گیا۔ اس کے منہ سے جیسے یہ الفاظ اپنے آپ نکل پڑے..... "تم ..... تم جبرو..... جوان!"

"ہاں میں جبرو ہی ہوں۔ جتھا حملہ کرنے آ رہا تھا۔ میں پناہ لینے یہاں آ گیا۔ سوچا شاید یہ کسی مسلمان کا گھر ہو۔"

سکھ نے جبرو کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ "تم اسے مسلمان کا گھر ہی سمجھو۔ تم کوٹھری میں چلے جاؤ۔ میں جتھے والوں کو سنبھالتا ہوں۔ جلدی کرو۔"

جبرو جلدی سے کوٹھری میں چلا گیا۔ ادھیڑ عمر سکھ عورت ایک خوشگوار حیرانی سے بولی۔ "جیتو! کیا یہی وہ مسلمان ڈاکو ہے؟"

جیت کور نے لپک کر اس کوٹھری کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی جس کے اندر جبرو پناہ لیے ہوئے تھے۔ پھر بولی۔ "ہاں ماسی! یہ وہی ہے۔ میں اس کی شکل کیسے بھلا سکتی ہوں یہ تو میرا بڑا دلیر ویرا ہے ماسی۔ اس نے ویر بن کر ایک بہن کی عزت بچائی تھی۔"

"مگر یہ تو پکڑا گیا تھا۔ تمہارے بھائیے نے کہا تھا کہ اس بے چارے کو ضرور پھانسی ہو جائے گی۔"

جیت کور نے کہا۔ "یہ میرا دلیر بھائی ہے ماسی۔ جیل توڑ کر بھاگ نکلا ہوگا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکھ عورت صحن کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "واہگورو کرم کرے۔ جتھے کے سکھ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

ادھیڑ عمر سکھ مکان کے باہر دو تین سکھوں سے بات کر رہا تھا۔ یہ کوکے سکھ تھے۔ ان کے کپڑے زرد تھے اور زرد پگڑیوں پر چکر لگے تھے۔ ہاتھوں میں نیزے تھے اور وہ گھوڑیوں پر سوار تھے۔

ایک کوکا سکھ کہہ رہا تھا۔ "وریام سنگھا! وہ مسلمان تھا۔ تکیے سے نکل کر وہ ادھر ہی آیا تھا۔ اگر تمہارے پاس ہے تو اسے ہمارے حوالے کر دو۔"

جیت کور کے خالو ادھیڑ عمر وریام سنگھ نے کہا۔ "میرے گھر میں وہ مسلمان آتا تو میں خود اس کا گھاٹا اتار دیتا۔ تمہارا انتظار نہ کرتا۔"

کوکے سکھوں کو وریام سنگھ کی بات پر یقین آ گیا اور وہ گھوڑیوں کی باگیں موڑ کر وہاں سے چلے گئے۔

وریام سنگھ صحن میں آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا۔ "وہ تو چلے گئے۔ پر اس کا کیا ہوگا۔ اسے کب تک گھر میں چھپا سکو گے۔ گاؤں والوں کو پتا چل جائے گا۔"

جیت کور خاموش تھی۔ وریام سنگھ بولا۔ "تو کیوں گھبراتی ہے بھلی لوک۔ اس کی جان بچانا ہمارا فرض بنتا ہے۔ زندگی تو واہگورو کے ہاتھ میں ہے۔ کچھ نہ کچھ سوچ لیں گے۔ میں اس سے روٹی کا پوچھتا ہوں۔ کڑے تو روٹی ڈال۔"

سکھ عورت چارپائی پر بیٹھ گئی۔ جیت کور روٹیاں لگانے لگی۔ وریام سنگھ جبرو کی کوٹھری میں آ گیا۔ جبرو صورتحال کی سنگینی سے واقف تھا۔ کہنے لگا۔ "سردار جی! آپ کوئی خطرہ مول نہ لیں میں شام ہوتے ہی یہاں سے امرتسر کی طرف نکل جاؤں گا۔"

وریام سنگھ نے صافے سے اپنا منہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "چلے جانا' چلے جانا' پہلے روٹی تو کھالو۔"

جبرو نے کہا۔ "روٹی میں نے تکیے پر فقیر سے کھائی تھی۔"

وریام سنگھ نے کہا۔ "انہوں نے اس فقیر کو مار دیا ہو گا۔ وہ ان کے ہاتھ سے

زندہ نہیں بچ سکتا تھا۔ میں نے کل ہی اسے کہا کہ بودی سائیں یہاں تیری جان کو خطرہ ہے کسی طرف نکل جا پر وہ ہنس کر یہی کہتا رہا سردار جی جہاں بھی جائیں گے تو موت تو میرے ساتھ ہی جائے گی۔ پھر اپنے ٹھکانے پر ہی کیوں نہ بیٹھا رہوں۔" اس نے گہرا سانس بھرا اور دوبارہ گویا ہوا۔ "پتر! چاروں طرف آگ لگی ہے۔ خون کے دریا بہہ رہے ہیں۔ تمہارا اس حال میں امرتسر جانا ٹھیک نہیں۔ تم یہاں رہو۔ میں تمہارا کوئی نہ کوئی بندوبست کر دوں گا۔"

جبرو نے کہا۔ "سردار جی! میں ایک قاتل اور مفرور مجرم بھی ہوں۔ بعد میں کہیں پولیس آپ کو تنگ نہ کرے۔"

وریام سنگھ نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "کہاں کی پولیس' کہاں کے مفرور مجرم' یہاں ہر کوئی قتل کر رہا ہے۔ پولیس کو اپنی پڑی ہے۔ طوفان مچا ہوا ہے۔ سب الٹ پلٹ ہو گیا ہے۔ کہیں کوئی قانون نہیں ہے۔ کل پاکستان بن جائے گا۔ پھر تم پاکستان چلے جانا۔ میں تمہارا کوئی نہ کوئی انتظام کر دوں گا تم اب آرام کرو۔"

وریام سنگھ کوٹھری سے باہر آ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ جیت کور نے ان کے سامنے کانسی کی تھالی میں تھوڑی سی بھاجی اور روٹیاں رکھ دیں۔ وریام سنگھ کی سکھ بیوی بھی اس کے سامنے چارپائی پر بیٹھی تھی۔ وریام سنگھ روٹی کھانے لگا۔ اس نے تکیے میں روٹی کھالی تھی۔ پتر جیت کور تو بھی روٹی کھا لے بیٹھ کر۔"

جیت کور نے اپنی ماسی کے آگے بھی روٹی کی تھالی رکھ دی اور وریام سنگھ سے پوچھا۔ "بھائیا! جبرو ویر کو کچھ ہو گا تو نہیں؟"

سکھ عورت اسے ڈانٹتے ہوئے بولی۔ "تجھے بڑا خیال ہے اپنے ویر کا۔ وہ مسلمان ہے۔ تمہارا ویر کیسے ہو گیا۔ وہ تو ہمیں بھی ساتھ ہی مروائے گا۔"

وریام سنگھ نے دبی زبان میں اپنی بیوی کو سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ "بس بس۔ اب زیادہ زبان کو نہ کھول۔ چپ چاپ روٹی کھا۔ ایک مسلمان ایک سکھ عورت کا بھائی کیوں نہیں ہو سکتا۔ یہ کہو کہ ہم نے شری گورو نانک جی کی سکھشا کو دل سے بھلا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا ہے۔ اب میری ایک بات سن رکھ۔ تو گاؤں میں کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔"

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ میں بات نہیں کروں گی۔ پر یہاں لوگ آتے جاتے ہیں۔ کب تک اس کو چھپاؤ گے؟" سکھ عورت نے کہا۔

وریام سنگھ خاموشی سے روٹی کھا رہا تھا۔ جیت کور بھی چولہے کے پاس بیٹھی بادل نخواستہ روٹی کھا رہی تھی۔ اس کا دل کھانے سے اکھڑ گیا تھا۔ وہ ڈرتی تھی کہ کہیں اس کی ماسی کسی جتھے کو جبرو کی خبر نہ کردے۔ پھر جبرو کا زندہ بچنا ناممکن تھا۔ جیت کور کو جبرو سے اپنے بھائی ایسا پیار ہو گیا تھا۔ وہ اس کی جان بچانے کے لئے اپنی جان بھی قربانی کرسکتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ جبرو کو اس آگ سے کیسے بچائے جو چاروں طرف لگی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے خالو وریام سنگھ کی طرف دیکھا۔

وہ روٹی کھاتے ہوئے کسی گہری سوچ میں بھی گم تھا۔ اس کی بیوی نے کھانا ختم کیا اور چارپائی سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں آرام کرنے جا رہی ہوں۔ اب تم جانو تمہارا کام مگر اس گھر پر کوئی مصیبت نہ لے آنا۔"

وریام سنگھ نے روٹی کھاتے ہوئے زہر بھری نظروں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ منہ سے کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔ پھر اٹھ کر کھرے میں جاکر پمپ سے پانی نکال کر ہاتھ دھوئے۔ کلی کی۔ داڑھی کو صافے سے پونچھا۔ "مجھے ڈر ہے تمہاری ماسی کوئی گڑبڑ نہ کر دے پتر! میں اس بہادر مسلمان کو ہر حالت میں بچانا چاہتا ہوں۔ یہاں وہ محفوظ نہیں ہے۔ کیا کروں۔" وہ جیت کور کے قریب ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

جیت کور نے تھالی پرے کر دی اور دوپٹے کے پلو سے ہاتھ صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "بھائیا! یہاں بیٹھ جا۔ میں تمہیں ایک راستہ بتاتی ہوں۔"

وریام سنگھ وہیں چونکے کے پاس چوکی پر بیٹھ گیا۔

جیت کور دھیمی آواز میں کہنے لگی۔ "بھائیا! کھیتوں میں تیرا جو ٹیوب ویل ہے اس کو تو تم ہی کھولتے ہو اور تم ہی بند کرتے ہو۔ اس کی چابی بھی تمہارے پاس ہی ہوتی

ہے۔ جبرو کو دو ایک دنوں کے لئے وہاں چھپا دو۔ وہاں تو تمہارے سوا کوئی نہیں جاتا۔ جب ذرا ھنیری رکے گی تو اسے پاکستان روانہ کر دیں گے۔"

وریام سنگھ بولا۔ "ہاں کڑے۔ مجھے اس کا تو خیال ہی نہیں آیا۔ میں آج شام ہی جبرو کو ٹیوب ویل میں چھوڑ آؤں گا۔ خبردار تمہاری ماسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔"

جیت کور بولی۔ "ماسی کو کیسے خبر ہو گی۔ تم کہنا کہ میں جبرو کو کرتار پور ریلوے اسٹیشن چھوڑنے جا رہا ہوں۔ وہاں سے اپنے آپ پاکستان چلا جائے گا۔"

"شی۔" وریام سنگھ نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا۔ "آہستہ بولو۔ ہوسکتا ہے تمہاری ماسی کوٹھری میں جاگ رہی ہو۔ اب تم چپ رہو۔ میں ٹیوب ویل میں پرالی بچھائے دیتا ہوں۔ اس کے لئے روٹی پانی کا بھی میں انتظام خود ہی کرلوں گا۔"

وریام سنگھ مکان سے باہر چلا گیا۔ جیت کور گھر کے کام کاج میں لگ گئی۔ دوسری کوٹھری میں جبرو سو گیا تھا۔ اس کی آنکھ کھلی تو کوٹھری میں اندھیرا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ شام ہو گئی تھی۔ صحن میں ایک کھم کے ساتھ لالٹین جل رہی تھی۔

جیت کور چولہے کے پاس بیٹھی کھانا پکا رہی تھی۔ اس کی ماسی بھی اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ جیت کور نے جبرو کو دیکھا تو بولی۔ "ویرجی! میں ابھی روٹی دیتی ہوں۔"

ماسی نے برا منہ بنا کر جبرو کی طرف دیکھا اور پھر منہ دوسری طرف کر لیا۔ جبرو کوٹھری سے باہر نکلنے لگا تو جیت کور کی ماسی نے قدرے ترشی کے ساتھ دبی زبان میں کہا۔ "باہر کیوں نکلتے ہو۔ کسی نے دیکھ لیا تو تمہارے ساتھ ہم بھی زندہ نہ بچیں گے۔"

جبرو واپس کوٹھری میں چلا گیا۔ وہ جان گیا تھا کہ یہ سکھ عورت اس کی وہاں موجودگی ناپسند کرتی ہے۔ لیکن وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ وہاں سے نکل کر امرتسر کی طرف جاتا۔ شام ہوتے ہی دور سے ہر ہر مہادیو اور ست سری اکال کے نعروں کی آوازیں ایک بار پھر سنائی دینے لگی تھیں۔ ایک بات کا فیصلہ وہ اپنے دل میں کرچکا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ وہ اتنی آسانی سے نہیں مرے گا اور دشمن کے دس پندرہ آدمیوں کو مار کر مرے گا۔ پولیس کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ سارا معاملہ الٹ پلٹ ہو گیا ہے۔ ہر جگہ فسادات شروع ہو چکے ہیں۔ آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ ایسے حالات میں پولیس اسے کہاں تلاش کرتی پھرے گی۔

اسے صحن کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے دروازہ ذرا سا کھول کر صحن میں دیکھا۔ وریام سنگھ اندر داخل ہوا اور سیدھا چولہے چوکے کی طرف چلا گیا۔ جہاں اس کی بیوی اور جیت کور بیٹھی تھیں۔ وہ ان سے باتیں کرنے لگا۔ جبرو کو اس کی آوازیں آ رہی تھی۔

وریام سنگھ کہہ رہا تھا۔ "بھلی لوکے تو پسند نہیں کرتی تھی کہ یہ مسلمان ہمارے گھر میں رہے۔ اب تو خوش ہو جا۔ میں نے اس کا بندوبست کر دیا ہے۔ کرتارپورے کے اسٹیشن پر مسلمانوں کا ایک قافلہ آکر بیٹھا ہوا ہے۔ رات کو ایک اسپیشل گاڑی انہیں لے کر واہگہ کی طرف جانے والی ہے میں جبرو کو اسٹیشن پر لئے جا رہا ہوں۔"

وریام سنگھ کی بیوی بڑی خوش ہوئی۔ "سردار جی! میں تمہارے بھلے کے لئے ہی کہہ رہی تھی۔ اب اسے جتنی جلدی ہو سکے اسٹیشن پر لے جاؤ۔ قافلے کے ساتھ ہوگا تو کوئی اسے کچھ نہیں کہے گا۔"

جیت کور خاموش تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وریام سنگھ جبرو کو کہاں لے جا رہا ہے۔ وریام سنگھ اٹھ کر کوٹھری کی طرف آیا تو جبرو پیچھے ہٹ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ وریام سنگھ بولا۔ "پتر! یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں یہاں رکھنا نہیں چاہتا نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ تمہارا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔"

کوٹھری میں اندھیرا تھا۔ جبرو کو وریام سنگھ کا صرف سایہ سا نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "سردار جی! میں خود آپ کو کسی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ میں اب یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

وریام سنگھ بولا۔ "میں اپنے جیتے جی تمہیں موت کے حوالے نہیں کروں گا اس لئے کہ تو نے ہمارے خاندان کو خرید لیا ہے۔ ہماری آنے والی نسلوں کا بھی فرض بن گیا ہے کہ وہ تمہاری آنے والی نسلوں کے نام و ناموس کی حفاظت کریں۔ اٹھ' میرے ساتھ آ' میں تجھے ایک ایسی جگہ لے جا رہا ہوں جو یہاں سے بہت محفوظ ہے۔"

وریام سنگھ جبرو کو ساتھ لے کر نیم روشن صحن میں سے گزرا تو چولہے کے پاس بیٹھی دو عورتیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ ایک وریام سنگھ کی بیوی تھی جس کے چہرے پر اطمینان تھا کہ مصیبت اس کے گھر سے جا رہی ہے۔ دوسری جیت کور تھی جس کے چہرے پر غم و فکر کی پرچھائیاں تھیں کہ واہ گورو اس کے ویر جبرو کی جان کی حفاظت کرے۔

وریام سنگھ مکان کے پیچھے والی کھائی کی طرف سے ہو کر ٹبے کے پاس کھیتوں میں بنے ہوئے ٹیوب ویل کے پاس آ گیا۔ اندھیرے میں جبرو نے ٹیوب ویل کی گول دیوار والی کوٹھری کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ وریام سنگھ اسے یہاں چھپانے لایا ہے۔

وریام سنگھ نے جیب سے چابی نکالی۔ دائیں بائیں کھیتوں پر ایک نگاہ ڈالی اور ٹیوب ویل کا دروازہ کھول دیا۔ لکڑی کا زینہ نیچے ٹیوب ویل کے کنویں میں جاتا تھا۔ وہاں ٹیوب ویل کا پرانا جنریٹر لگا ہوا تھا۔ وریام سنگھ بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو میں نیچے جا کر تمہارے لئے جگہ بناتا ہوں۔ اس نے جیب سے موم بتی نکال کر روشن کی اور زینہ اتر کر نیچے چلا گیا۔ نیچے جا کر اس نے دو چار چیزوں کو ادھر ادھر کیا اور منہ اوپر کر کے بولا۔ "جبرو پتر! نیچے آ جا۔"

نیچے ساری جگہ پرانے طرز کے دیسی ٹائپ کے ٹیوب ویل جنریٹر نے گھیر رکھی تھی۔ ارد گرد بس اتنی ہی جگہ تھی کہ جبرو لیٹ سکتا تھا۔ وریام سنگھ نے موم بتی ایک طرف لگا دی اور کہنے لگا۔ "یہ ٹیوب ویل آج سے بہت عرصہ پہلے میرے تایا نے لگایا تھا۔ وہ علاقے کے ایک ڈاکو سے مل کر ریاستوں میں جا کر ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ رجواڑوں میں سے وہ ہیرے جواہرات لوٹ کر لاتے اور یہاں چھپا دیا کرتے تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو بے دلی سے وریام سنگھ کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے اس کے تایا اور ڈاکوؤں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وریام سنگھ اٹھا اور سامنے ٹیوب ویل کی گول دیوار کے ساتھ لگا لکڑی کا تختہ پیچھے ہٹا دیا۔ جبرو نے موم بتی کی روشنی میں دیکھا کہ وہاں ایک کھڑکی جتنا شگاف تھا جس میں درخت کی سوکھی شاخیں بھری ہوئی تھیں۔ وریام سنگھ نے درخت کی خشک ٹہنیاں اندر کو کھینچ لیں۔ جبرو بڑے غور سے شگاف کو دیکھ رہا تھا۔

وریام نے شگاف کے اندر سر ڈال کر جھانکا اور پھر جبرو کی طرف دیکھ کر بولا۔ "آج بڑی مدت کے بعد میں نے یہ تختہ یہاں سے ہٹایا ہے یہ ایک خفیہ راستہ ہے جو باہر ٹیبے کے پاس کھائی کے کنارے توت کے درختوں اور جھاڑیوں میں جا نکلتا ہے یہ سرنگ میرے تایا اور اس کے ساتھی نے بنائی تھی۔ وہ اس سرنگ کے راستے یہاں لا کر ہیرے جواہرات چھپا دیتے تھے۔ میں ان دنوں پندرہ سولہ سال کا تھا۔ تایا کا دیہانت ہو گیا۔ اس کا ساتھی ڈاکو پولیس مقابلے میں مارا گیا۔ میں نے سرنگ کے دونوں طرف درختوں کی شاخیں ڈال کر اسے بند کر دیا کیونکہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی، مگر اب تمہیں اس کی ضرورت ہے۔ میں ٹیوب ویل کو باہر سے تالا لگا دیا کروں گا۔ تم اس سرنگ میں سے باہر کھیتوں میں اپنی ضرورت کے وقت آ جا سکتے ہو۔ سرنگ میں تم جھک کر چل سکتے ہو۔ میں باہر سے بھی سرنگ کا منہ کھول دوں گا۔ یہاں اگر کوئی آ بھی گیا تو تم سرنگ کے ذریعے اپنی جان بچا سکتے ہو۔ ویسے ٹیوب ویل پر تالا دیکھ کر کوئی اسے توڑ کر نیچے نہیں آئے گا۔ تم یہاں بیٹھو میں تمہارے لئے روٹی اور چادر، سرہانہ لے کر آتا ہوں۔"

جبرو وہاں اپنے آپ کو قیدی سا محسوس کرنے لگا۔ ٹیوب ویل کی فضا اسے کسی جیل کے تہ خانے کی طرح لگ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "سردار جی! میں آپ کا بڑا شکر گزار ہوں، مگر میں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے امرتسر چلا جانا چاہتا ہوں۔ میں تو اب بھی آپ سے یہی کہوں گا کہ آپ مجھے آج رات یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے

دیں۔"

وریام سنگھ ٹیوب ویل کے بڑے پہیے کے پاس بیٹھا تھا۔ کہنے لگا۔ "تم سمجھتے ہو کہ میں جان بوجھ کر تمہیں یہاں سے نہیں جانے دیتا۔ باہر کیا قیامت مچی ہوئی ہے تمہیں شاید اس کا علم نہیں ہے، اس سارے علاقے میں کوئی مسلمان زندہ نہیں بچا۔ اب میں تمہیں زیادہ نہیں بتانا چاہتا۔ بس یوں سمجھ لو کہ انسان درندہ اور وحشی ہو گیا ہے۔ کل چودہ اگست ہے۔ پاکستان کا اعلان ہونے والا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد دونوں طرف خاموشی ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آگ اور بھڑک اٹھے۔ کل تک تمہیں اس جگہ چھپے رہنا چاہئے۔ اس کے بعد جیسے حالات ہوئے ویسا ہی کریں گے۔"

حالات کی نزاکت کا جبرو کو بھی احساس تھا۔ سوچا چودہ اگست کا دن دیکھ لینا چاہئے۔ وریام سنگھ ٹیوب ویل کو باہر سے تالا لگا کر چلا گیا۔ آدھ گھنٹے بعد وہ روٹی لے کر واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک دری ایک سرہانہ اور ایک چادر بھی تھی۔ اس نے اشارتاً بتایا کہ اس کی بیوی اس کا وہاں رہنا پسند نہیں کرتی تھی۔ جبرو خاموش رہا۔ اس نے روٹی کھائی اور وریام چنگیر اور پانی کی گڑوی لے کر چلا گیا۔ یہ کہہ گیا کہ وہ صبح چائے لے کر آئے گا۔

جبرو نے کسی نہ کسی طرح رات گزار دی۔ ٹیوب کے اوپر والے دروازے کی درزوں میں سے جب دن کی روشنی جھلکنے لگی تو جبرو دیوار کے شگاف والی سرنگ میں سے گزر کر باہر ٹیبے کے پاس جھاڑیوں میں آ گیا۔ ٹیوب ویل بند تھا۔ کھیتوں کی نالی میں پانی بھرا ہوا تھا۔ جبرو نے اسی پانی سے منہ ہاتھ دھویا اور جھاڑیوں میں سے نکل کر کھیتوں پر نظر ڈالی۔ سورج نکل آیا تھا، مگر کھیتوں میں دور دور تک ایک عجیب دہشت اور ویرانی سی چھائی ہوئی تھی۔ کہیں کوئی کسان ہل چلاتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ چودہ اگست کا دن تھا۔ دور امرتسر کی طرف درختوں کے اوپر دھوئیں کا بادل سا لہراتا ہوا تھا۔ جبرو سرنگ میں سے گزر کر واپس ٹیوب ویل میں آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ وریام سنگھ اس کے لئے کانسی کی گڑوی میں چائے اور پراٹھا لے کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ گیا۔

"رات کو زیادہ تکلیف تو نہیں ہوئی؟" اس نے آتے ہی پوچھا۔

"بس گزر ہی گئی۔" جبرو نے جواب دیا۔

وریام سنگھ نے رومال کھول کر جبرو کے آگے پراٹھا رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ جیتو نے بنایا ہے۔ کہتی تھی میرے ویر جبرو کو کہنا کہ سارا پراٹھا کھائے۔"

جبرو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے اپنی بہن یاد آ گئی جو اس کے ظالم باپ سے چھپ چھپ کر اسے اسی طرح روٹی کھلایا کرتی تھی۔ اس نے جلدی سے آنسو آنکھوں ہی آنکھوں میں پی لئے اور بولا۔ "سردار جی! آج چودہ اگست ہے۔ باہر تو سب ٹھیک لگتا ہے۔ میرا خیال ہے لوگ اپنی اپنی جگہ پر جم گئے ہوں گے میں آج رات چلا جاؤں گا۔"

وریام سنگھ نے کہا۔ "لگتا تو ایسا ہی ہے۔ میں اصل حالات تمہیں شام کو ہی آ کر بتاؤں گا۔"

جبرو کو ناشتا کرا کر وریام سنگھ ٹیوب ویل بند کر کے گھر واپس آ گیا۔ جیت کور نے ایک طرف ہو کر وریام سنگھ سے پوچھا۔ "میرے ویر نے سارا پراٹھا کھا لیا تھا؟"

وریام سنگھ نے چائے کا اپنا گلاس اٹھانے کے بہانے چادر کے اندر چھپائی ہوئی خالی گڑوی چولہے کے پاس رکھ دی اور کہا۔ "ہاں۔"

اس کی بیوی ذرا پرے بیٹھی' دودھ بلو رہی تھی کہنے لگی۔ "سردار جی! یہ تم اس وقت کہاں چلے گئے تھے؟"

وریام سنگھ چائے کا گلاس لے کر وہیں چوکی پر بیٹھ گیا اور بولا۔ "کہاں جانا ہے بھلی لوک۔ کرتی کامے کھیتوں سے بھاگ گئے ہیں ٹیوب ویل بند پڑا ہے۔ جو مسلمان کھیتوں میں کام کرتے تھے انہیں تمہارے بھائی ہندوؤں نے قتل کر دیا ہے۔ کہاں جانا ہے۔ کیا کرنا ہے۔"

باہر سے نعروں کی آواز آئی۔ گاؤں کے لڑکے جے ہند۔ جے ہند۔ بھارت ماتا کی

جے اور ست سری اکال کے نعرے لگاتے گزر گئے۔ وریام سنگھ نے خوش ہو کر کہا۔ "جیتو پتر! تمہیں ودھائی ہو ہندوستان آزاد ہو گیا ہے۔"

وریام سنگھ کی بیوی نے برا منہ بنا کر کہا۔ "اور پاکستان بھی تو مسلمانوں نے بنا لیا ہوگا۔"

وریام سنگھ بولا۔ "بھئی آخر مسلمانوں کو یہاں اپنا الگ وطن بنانے کا حق کیوں نہیں ہے؟"

وریام کی بیوی نے تنک کر کہا۔ "بڑے حمایتی ہو تم مسلمانوں کے۔ جب ہی اس ڈاکو کو اٹھا کر یہاں لے آئے تھے۔"

جیت کور نے اپنی بد مزاج اور متعصب ماسی کی طرف کنکھیوں سے دیکھا۔

وریام سنگھ بولا۔ "بھئی اب تو وہ چلا گیا ہے۔ شاید پاکستان پہنچ بھی گیا ہوگا۔" پھر وہ اٹھ کر مکان کے باہر آ گیا۔

ہندو اور سکھ لڑکے ہاتھوں میں کانگریس کی جھنڈیاں لئے بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگاتے چلے جا رہے تھے۔ پیچھے گاؤں کا گرنتھی چلا آ رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "وریام سیوں! بدھائی ہو بھئی۔ ہندوستان سے انگریز چلا گیا ہے۔ ہندوستان آزاد ہو گیا ہے۔ پر دریامے یہ بڑا برا ہوا کہ پاکستان بن گیا۔"

وریام سنگھ نے اسے وہ جواب نہ دیا جو اس نے اپنی بیوی کو دیا تھا۔ کہنے لگا۔ "ہاں جی! یہ تو بڑا برا ہوا۔"

گرنتھی بابا فرید کی بانی۔ "گلیاں چکڑ دور گھر میرا نال پیارے بہنوں۔" گنگناتا آگے نکل گیا۔

وریام سنگھ واپس آ کر اپنی کوٹھری کی طرف تھم لینے جا رہا تھا کہ دور سے گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ وہیں رک گیا۔ گولیاں ایسے چل رہی تھیں۔ جیسے کہیں جنگ لڑی جا رہی ہو۔ جیت کور سہم گئی۔ وریام سنگھ نے کہا۔ "لوگ ہندوستان آزاد ہونے کی خوشیاں منا رہے ہیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اکالی سکھوں کا ایک گھڑ سوار جتھا گولیاں چلاتا۔ جو بولے سونہال کے جیکارے بلاتا گاؤں کے باہر کھیتوں سے گزر گیا۔ وریام سنگھ سمجھ گیا کہ آس پاس کے دیہات میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا ہے۔

○☆○

ٹیوب ویل کے اندر بیٹھا جبرو بھی فائرنگ اور نعروں کی آوازیں سن رہا تھا۔ اپنے آپ کو اس نے اتنا بے بس اور مجبور دلی اور پنجاب کی جیلوں میں بھی محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کا جی چاہتا کہ باہر نکل کر دشمنوں کا مقابلہ کرے اور دشمن پر گولیاں چلاتے ہوئے وہاں سے نکل جائے یا دشمن کو گولیوں سے چھلنی کر کے خود بھی چھلنی ہو جائے، مگر اس وقت وہ ایک دوسری ہی قسم کے حالات سے دو چار ہو گیا تھا۔

ایک بات اس پر واضح ہو گئی تھی کہ چودہ اگست کو آزادی ملنے کے بعد حالات زیادہ ہی خراب ہو گئے تھے۔ گولیوں اور ست سری اکال کے جے کاروں کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔ ٹیوب ویل کے باہر موت کا سناٹا چھا گیا۔ جبرو کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا، مگر وہ باہر بھی نہیں نکل سکتا تھا۔ پہلے تو صرف پولیس اس کی دشمن تھی۔ اب باہر ہندو اور سکھ اس کا دشمن تھا۔ کیونکہ وہ مسلمان تھا۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ وریام سنگھ، جبرو کے لئے جوار کی روٹی اچار اور چائے کی گڑوی لے کر آ گیا۔ اس نے بتایا کہ حالات زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔ جبرو نے کہا۔ "سردار جی! میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ پر کوئی آفت آئے"۔

وریام سنگھ بولا۔ "پتر! میں نے تمہیں شرن دی ہے۔ اس لئے کہ یہ میرا فرض ہے۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں موت کے حوالے نہیں کروں گا۔ لوگوں کی آنکھیں پھر گئی ہیں۔ تم باہر نکل کر زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکو گے۔ امرتسر کی طرف تو بہت ہی قتل عام ہو رہا ہو گا۔ تم ابھی اسی جگہ چھپے رہو۔ یہاں میں کسی کو نہیں آنے دوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گا۔ حالات ذرا اچھے ہوئے تو میں خود تمہیں پاکستان جانے والے کسی قافلے میں چھوڑ آؤں گا"۔

جبرو خاموشی سے روٹی زہر مار کرتا رہا۔ وہ پچھتا رہا تھا کہ دلی سے کیوں نکلا۔ اگر دلی سے نکلنا ہی تھا تو اسے بھوپال' جھانسی کی طرف چلے جانا چاہئے تھا' مگر اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ حالات اتنے خراب ہو جائیں گے۔ وہ سیاسی سوجھ بوجھ نہیں رکھتا تھا۔ حالات کیا رخ اختیار کر سکتے ہیں۔ اس کا جبرو اندازہ نہ لگا سکا تھا۔

وریام سنگھ چلا گیا۔ جاتے ہوئے وہ ٹیوب ویل کو حسب معمول تالا لگا گیا تھا۔ جبرو ٹیوب ویل کی دیوار کے شگاف میں سے باہر جا سکتا تھا' لیکن اسے پہلے یہ طے کرنا تھا کہ وہ کہاں اور کس طرف جائے؟ آگے امرتسر کی طرف جانا خطرناک تھا۔ پیچھے اگر وہ جالندھر اور لدھیانہ پار کر جاتا ہے تو اس کے بچنے کی امید پیدا ہو سکتی تھی۔

باہر سے ایک بار پھر نعروں اور گولیوں کی آوازیں آئیں۔ یہ آوازیں دور سے سنائی دیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ جبرو موت سے نہیں ڈرتا تھا۔ بلکہ وہ تو موت سے ہمیشہ کھیلتا آیا تھا۔ اسے اب بھی یقین تھا کہ وہ دو چار کو مار کر مرے گا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ بلوائی' ہندو' سکھ جتھوں کی شکل میں میں حملہ آور ہو رہے تھے۔ یہ جتھے مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور ان کے نرغے میں پھنس کر اکیلا آدمی خواہ وہ کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہو زیادہ دیر تک مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد جبرو نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ واپس دلی جائے گا اور کمالے سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ للی اور پامیلا اس سلسلے میں اس کی مدد کریں گی۔ وہ کمالے کو دشمنوں کے پاس چھوڑ کر اکیلا جموں کشمیر کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا۔

دن گزر گیا۔ شام ہوئی تو سردار وریام سنگھ اس کے لئے روٹی لے کر آگیا۔ اس نے جبرو کو تازہ ترین صورت حال سے باخبر کرتے ہوئے بتایا کہ لدھیانہ ' جالندھر' پٹیالہ' نابھہ' کپور تھلہ اور پنجاب کے سارے علاقوں میں مسلمانوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے اور بچے کھچے لوگ جانیں بچا کر لمبے لمبے قافلوں کی شکل میں پاکستان

کی طرف جا رہے ہیں۔ ان قافلوں پر بھی راستے میں جگہ جگہ حملے ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی لاشیں جرنیلی سڑک اور کھیتوں میں جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں۔

وریام سنگھ کا دل بھی ان حالات سے غمزدہ تھا۔ کہنے لگا۔ "یہ وہی ہندو سکھ کر رہے ہیں جن کی آنکھوں پر لیڈروں نے نفرت کی پٹی باندھ دی ہے' نفرت ایک وبا بن کر پھیل گئی ہے۔ جو کسی مسلمان کو بچانے کی کوشش کرتا ہے بلوائی اسے بھی مار ڈالتے ہیں۔ میں تمہیں صرف صورت حال بتا رہا ہوں۔ یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں یہاں رکھنا نہیں چاہتا۔ نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے میں اپنی جان دے کر بھی تمہاری حفاظت کروں گا"۔

جبرو کہنے لگا۔ "سردار جی! میں کسی طرح سے کشمیر کی طرف نہیں نکل سکتا۔ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں میرے کچھ جاننے والے بھی ہیں"۔

وریام سنگھ بولا۔ "کشمیر کے راستے میں گورداسپور' ہوشیار پور' کٹھوعہ اور جموں پڑتا ہے اور سارے علاقوں میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہاں ایک بات ہو سکتی ہے"۔ وریام سنگھ خاموش ہو گیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

جبرو نے بے تابی سے پوچھا۔ "وہ کیا؟"

سردار وریام سنگھ نے موم بتی کی روشنی میں جبرو کے چہرے کو دیکھا اور بولا۔ "تمہاری داڑھی' مونچھوں کے بال کافی بڑھ گئے ہیں۔ میں تمہیں اس طرح سے پگڑی باندھ دوں گا کہ تم بالکل سکھ نظر آؤ گے۔ تمہیں کڑا اور کرپان بھی پہنا دوں گا۔ یہاں سے نکال کر میں تمہیں امرتسر لے چلوں گا۔ وہاں رام گڑھیوں کے گردوارے کا گرنتھی میرا بڑا گہرا دوست ہے۔ وہ بڑا نیک دل انسان ہے۔ اس کے سیوادار کشمیر آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ کشمیر لے جائیں گے"۔

جبرو کا جیسے ایک دم ذہن بدل گیا۔ کہنے لگا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے انبالے سے آگے نکال دیں۔ میں دلی چلا جاتا ہوں' وہاں میرے بہت سے دوست ہیں اور دلی کے حالات میرے خیال میں پنجاب کی طرح اتنے خراب نہیں ہوں گے۔ وہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمانوں کی آبادی بھی بہت ہے"۔

سردار وریام سنگھ اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جیسے غور کرنے لگا۔ پھر بولا۔ "دلی کے حالات بڑے خراب ہیں پھر بھی اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں تمہیں انبالے تم چھوڑ آؤں گا"۔

جبرو کو اندھیرے میں ایک کرن جھلملاتی نظر آنے لگی۔ اگر وہ کسی طرح پنجاب سے نکلنے میں کامیاب ہو جائے تو دلی پہنچ سکتا ہے۔ وہاں وہ کمالے سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر اسے کسی طریقے سے فرار کروا کر وہاں سے بمبئی کی طرف چلا جائے گا اور جونہی پنجاب میں گڑ بڑ ختم ہوئی وہ دونوں کشمیر اپنے کشمیری مجاہدین کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس نے کہا۔ "بس یہی ٹھیک ہے۔ آپ مجھے انبالے تک پہنچا دیں مگر کوئی ایسی ترکیب سوچیں کہ جس میں آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو"۔

وریام سنگھ مسکرایا۔ "یہ کام تو جان کی بازی لگا کر ہی کرنا پڑے گا جبرو پتر۔ تم فکر نہ کرو۔ آج کی رات اور کل کا دن کسی طرح یہاں گزار دو۔ کل شام کو میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے چلوں گا۔ اتنی دیر میں کچھ حالات کا جائزہ بھی لے لوں گا"۔

وریام سنگھ چلا گیا۔ جبرو نے کسی نہ کسی طرح رات اس ٹیوب ویل کے کنوئیں میں گزار دی۔ ساری رات رک رک کر ست سری اکال کے نعروں اور گولیوں کے چلنے کی آوازیں آتی رہیں۔

دوسرے دن وریام حسب معمول جبرو کے لئے روٹی، چائے لیکر آیا۔ کہنے لگا۔ "میں نے دو گھوڑیوں کا انتظام کر لیا ہے۔ جالندھر تک گھوڑیوں پر سفر کرنا ہوگا۔ پاکستان سے ہندو، سکھ، شرنارتھیوں سے بھری ہوئی ریل گاڑیاں آ رہی ہیں۔ جالندھر سے ہم کسی شرنارتھی ٹرین میں سوار ہو کر انبالے تک آسانی سے جا سکیں گے۔ بلکہ تم اسی ریل گاڑی میں آگے دلی تک بھی جا سکتے ہو"۔

دوپہر کے بعد وریام سنگھ جبرو کے لئے پیلے رنگ کی ایک پگڑی، کڑا اور کرپان، نیک موری والا کھدر کا پاجامہ اور کرتا لے کر آ گیا۔ جبرو کے سر کے بال بھی پٹے بن گئے تھے۔ وریام سنگھ نے خود اس کے سر کے بالوں کو اوپر کھینچ کر بیچ میں رومال سے باندھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سکھوں کی طرح پگڑی باندھ دی، کھدر کا کرتا اور پاجامہ پہنایا، گلے میں کرپان ڈالی اور ہاتھ میں لوہے کا کڑا بھی پہنا دیا۔ ایک نظر دیکھنے سے جبرو بالکل سکھ معلوم ہوتا تھا۔ اسے پہچاننا مشکل تھا۔

وریام سنگھ نے کہا۔ "باہر کیکر کے نیچے دونوں گھوڑیاں تیار کھڑی ہیں۔ میں ٹیوب ویل کے دروازے کی طرف سے جاتا ہوں۔ تم سرنگ کی طرف سے باہر نکلنا۔ میں تمہیں گھوڑیوں کے پاس ہی ملوں گا"۔

وریام سنگھ سیڑھی چڑھ کر ٹیوب ویل کے دروازے میں سے باہر نکل گیا۔ اس نے باہر سے تالا لگا دیا۔ جبرو نے دیوار کے آگے سے لکڑی کا تختہ ہٹایا اور سرنگ میں داخل ہو گیا۔ وہ سر نیچے کئے دونوں ہاتھوں سے گھاس پھونس ہٹاتا سرنگ کے باہر دن کی روشنی اور کھلی ہوا میں نکل آیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی قبر سے باہر نکل آیا ہو۔ دھوپ کا رنگ پیلا پیلا اور اداس تھا۔ ایک عجیب وحشت ناک سی خاموشی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی۔ کھیتوں میں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔

جبرو ٹیبے کے پیچھے آیا تو کیکر کے درختوں کے نیچے دو گھوڑیاں کھڑی تھیں جن پر کاٹھیاں پڑی تھیں۔ ایک گھوڑی پر وریام پہلے ہی سوار تھا۔ جبرو کو دیکھ کر اس نے اشارہ کیا۔ جبرو جلدی سے قریب گیا اور گھوڑی پر سوار ہو گیا۔

وریام سنگھ نے کہا۔ "اب ڈرنے اور اپنے آپ کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اب جبرو نہیں اجاگر سنگھ ہو میرے بھانجے اور میں تمہیں کرتارپور سے اپنے بھائی کے گھر جالندھر لے جا رہا ہوں"۔

وریام سنگھ نے گھوڑی آگے ڈال دی۔ جبرو اس کے پیچھے چل پڑا۔ وریام سنگھ نے احتیاطاً اپنی بندوق ساتھ لے لی تھی۔ کھیتوں سے نکل کر کچی سڑک پر آتے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے گھوڑی کی رفتار تیز کر دی اور بولا۔ "اپنے علاقے سے میں جلدی نکل جانا چاہتا ہوں"۔

جبرو نے بھی اپنی گھوڑی کی باگیں تھوڑی ڈھیلی کر دیں اور گھوڑی کو ایڑ لگائی۔ دونوں گھوڑیاں کچی سڑک پر جالندھر کی طرف دوڑنے لگیں۔

گاؤں کی سرحد سے باہر انہیں سامنے سے نہنگ سکھوں کا ایک جتھا آتا ملا۔ وریام سنگھ نے انہیں دیکھتے ہی بلند آواز میں کہا۔ "واہ گوروجی کا خالصہ۔ واہ گوروجی دی فتح"۔

جتھے کے نہنگ سکھوں نے بھی اونچی آواز میں فتح بلائی اور کرتاپور کی طرف نکل گئے۔ ان سکھوں کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ ظاہر ہے وہ ایک طرف سے مسلمانوں کا قتل عام کر کے آئے تھے اور دوسری طرف ان کا قتل عام کرنے جا رہے تھے۔ آگے ایک کھیت کے قریب سے گزرتے ہوئے جبرو نے جھاڑیوں میں کٹی ہوئی لاشیں پڑی دیکھیں۔ یہ مسلمانوں ہی کی لاشیں ہو سکتی تھیں۔ ان کے قریب ہی ان کا سامان بکھرا پڑا تھا۔

وریام سنگھ نے کہا۔ "اپنا دھیان سیدھا رکھو جبرو پتر۔ ابھی تمہیں اور بھی لاشیں ملیں گی۔ واہ گورو ہمارے پاپ معاف کرے"۔

کھیتوں، ویران کلر، میدانوں اور ٹوٹے ٹبوں میں ان کا سفر جاری رہا۔ راستے میں انہیں کئی گاؤں ملے جہاں مسلمانوں کے مکانوں میں آگ لگی تھی اور بلوائی ان کے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ جو مسلمان بھاگ سکے تھے وہ بھاگ کر کسی نہ کسی قافلے میں شامل ہو گئے تھے اور جو بھاگ نہیں سکے تھے ان کی کٹی پھٹی لاشیں گاؤں کے باہر بکھری پڑی تھیں۔

وریام سنگھ جالندھر کی طرف جانے والی ریل کی پٹڑی کو نگاہ میں رکھے ہوئے تھا۔ وہ سگنل کے کھمبوں کو دیکھ کر سفر کر رہا تھا۔ مگر وہ ریلوے لائن سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اسے ایک چھوٹا سا اسٹیشن دکھائی دیا۔ اسٹیشن ویران پڑا تھا۔ وریام سنگھ نے

گھوڑی کو دلکی کر دیا تھا۔ دور سے اسٹیشن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس کے آگے ایک اسٹیشن آئے گا۔ پھر ہم جالندھر پہنچ جائیں گے"۔

اب وریام سنگھ گھوڑیوں کو ریلوے لائن کے قریب لے آیا۔ وہ درمیانی رفتار سے چل رہے تھے۔ ایک چھوٹا سا دیہاتی اسٹیشن آکر گزر گیا۔ یہاں جبرو کو ریلوے لائن کی دونوں طرف جھاڑیوں اور ڈھلان پر جگہ جگہ مسلمانوں کی کٹی ہوئی لاشیں ہی لاشیں پڑی نظر آئیں۔ وریام سنگھ نے جلدی سے گھوڑیوں کو کھیتوں میں ڈال دیا اور بولا۔ "ادھر سے آجاؤ۔ ادھر مت دیکھنا"۔

گدھ لاشوں کے اوپر منڈلا رہے تھے۔ یہ ان مسلمانوں کی بے گور و کفن لاشیں تھیں جو پاکستان پر قربان ہو گئے تھے۔ جبرو کا دل غم و غصے کے ملے جلے جذبات میں ڈوب گیا۔ جالندھر شہر کی مضافاتی آبادیاں شروع ہو گئی تھیں۔ وریام سنگھ کو جالندھر ریلوے اسٹیشن کے اکثر لوگ جانتے تھے۔ وہ وہاں جبرو کو ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اگرچہ جبرو سکھ کے حلیے میں تھا پھر بھی وریام سنگھ جانتا تھا کہ جبرو پولیس کو بھی مطلوب ہے۔

جالندھر اسٹیشن ویران ویران تھا۔ کوئی ٹرین وہاں نہیں تھی۔ وریام سنگھ نے جبرو سے کہا۔ "ہم اسٹیشن کے باہر ہی رہیں گے۔ میں تمہیں اپنے بھائی کے گھر میں نہیں لے جانا چاہتا وہاں معلوم نہیں کیا حالات پیدا ہو جائیں ہر طرف حالات خراب ہیں۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دلی جانے والی کوئی نہ کوئی شرنارتھی گاڑی ضرور آجائے گی۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

دونوں اس وقت جالندھر ریلوے اسٹیشن کے یارڈ کے باہر پہنچ گئے تھے۔ وہ گھوڑیوں سے اتر آئے۔ جبرو نے کہا۔ "ٹھیک ہے سردار جی"۔

ریلوے اسٹیشن کے یارڈ کے پیچھے مسلمانوں کا محلہ سنسان پڑا تھا۔ دو ایک مکانوں نے دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ سڑک سے ہٹ کر ریلوے کی جنگلے والی دیوار کے پاس ہی گھوڑیوں کو باندھ کر بیٹھ گئے۔ وریام سنگھ نے کہا۔ "تم اگر اسی جگہ بیٹھے رہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اسٹیشن سے کچھ کھانے کو لے آتا ہوں جانا کہیں نہیں۔ یاد رکھنا۔ تمہارا نام اجاگر سنگھ ہے تمہارے ماموں کا نام وریام سنگھ ہے اور ہم دونوں انبالے جا رہے ہیں"۔

وریام سنگھ پیدل ہی ریلوے یارڈ میں چل پڑا۔ جبرو لوہے کے جنگلے سے ٹیک لگا کر بیٹھا رہا۔ سڑک پر سے ایک فوجی جیپ تیزی سے گزر گئی۔ پولیس کا ایک بھی سپاہی وہاں نظر نہیں آتا تھا۔ پولیس کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ جالندھر پولیس کے مسلمان اہل کاروں کو یا شہید کر دیا گیا تھا یا وہ کسی طرح جان بچا کر نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر میں ہی وریام سنگھ کچھ ٹھنڈی پوریاں اور آلو کی بھاجی لے کر آگیا۔

"اسٹیشن سے بس یہی کچھ ملا ہے۔" انہوں نے ٹھنڈی پوریاں کھائیں۔ ریل کی پٹڑیوں کے قریب ایک نلکے پر جا کر پانی پیا اور پھر اسی جگہ آکر بیٹھ گئے۔ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ ایک گہری اداس سرمئی سی دھند آسمان پر مغرب کی طرف سے بڑھتی چلی آرہی تھی۔ موسم حبس آلود تھا۔ ایک سکھ ریلوے قلی وہاں سے گزرا تو وریام سنگھ نے اس سے پوچھا کہ شرنارتھی ٹرین کب آئے گی۔

سکھ قلی نے کہا۔ "آتی ہی رہتی ہیں۔ پاکستان میں سکھوں کے گاٹے اتارے جا رہے ہیں۔ ہم نے بھی یہاں ایک مسلا نہیں چھوڑا۔ تم یہاں کہاں سے آئے ہو؟"

وریام سنگھ بولا۔ "بس مہاراج دلی اپنے بھائی بندوں کی خیر خیریت معلوم کرنے جا رہے ہیں۔ سنا ہے دلی میں بھی حالات بڑے خراب ہیں"۔

سکھ قلی ریلوے لائنوں کی طرف نکل گیا۔ جاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ "وہاں بھی ایک مسلے کو نہیں چھوڑیں گے۔ اب ان کا پاکستان بن گیا ہے یہاں ان کا قبرستان بنائیں گے"۔

جبرو ایک گہرا سانس بھر کر خاموش ہو رہا۔ وریام سنگھ کہنے لگا۔ "میرا خیال ہے کوئی نہ کوئی ریل شرنارتھیوں کو لے کر لاہور سے ضرور آرہی ہو گی"۔

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ شام کا دھندلکا رات کی سیاہی میں تبدیل ہونے لگا تھا۔ انہیں وہاں بیٹھے بیٹھے ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اچانک وریام سنگھ کو خیال آیا کہ

گھوڑیاں تو وہیں کھڑی ہیں۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پگڑی ٹھیک کرتے ہوئے بولا۔ "گھوڑیاں تو مجھے بھائی کے ہاں رکھنی تھیں۔ خیال ہی نہیں آیا۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں گھوڑیاں چھوڑ کا ابھی آتا ہوں۔ یہاں سے ادھر ادھر مت ہونا"۔

وریام سنگھ ایک گھوڑی پر بیٹھا۔ دوسری گھوڑی کی باگ تھامی اور شہر کی طرف چل دیا۔

جبرو اس بازار کی طرف دیکھ رہا تھا جو آگے چوک میں جا کر بائیں طرف مڑ جاتا تھا۔ اس کے آگے ہندوؤں کا وہ محلہ آجاتا تھا جس کے اندر والے مکان میں اس نے وریام سنگھ کی بھانجی جیت کور کی عزت بچاتے ہوئے تین ہندو غنڈوں کا خون کر دیا تھا۔ عام حالات ہوتے تو وہاں بیٹھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، مگر حالات یکسر تبدیل ہو چکے تھے۔ پولیس کا سپاہی وہاں کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ کبھی کبھی کوئی فوجی جیپ ضرور گزر جاتی تھی اتنے میں شہر کی طرف سے بھونپو کی آواز آنے لگی۔ ایک سکھ سائیکل تیز تیز بھگاتا سڑک پر سے گزرا تو اس نے جبرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ "سردار جی کرفیو لگ گیا ہے۔ گھر جاؤ۔ گورا فوج گولی مار دے گی"۔

جبرو جلدی سے ریلوے کا لوہے کا جنگلا پار کر کے ریلوے یارڈ کے اندر ہو گیا۔ اسے اتنا معلوم تھا کہ ریلوے اسٹیشن کے اندر کرفیو نہیں لگتا۔ وہ ریلوے لائن کے پاس لکڑی کے ایک سلیپر پر بیٹھ گیا۔ ایک انجن شنٹ کرتا کچھ فاصلے پر سے گزر گیا۔ پھر ریلوے اسٹیشن کی طرف سے انجن کی چیخ کی آواز سنائی دی اور جبرو نے انجن کے آگے لگی ہوئی بتی کی روشنی دیکھی۔ یہ شرنارتھی ریل گاڑی تھی جس کی چھت پر بھی ہندو، سکھ، شرنارتھی سوار تھے۔ جبرو کو اسی گاڑی میں آگے دلی جانا تھا۔

وریام سنگھ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ جبرو بے چینی سے بازار کی طرف دیکھنے لگا جہاں اندھیرا ہو گیا تھا۔ کسی کھمبے کی بتی نہیں جل رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر پیچھے کرفیو لگ گیا ہے تو وریام سنگھ کیسے آئے گا؟ اس نے وریام سنگھ کا خیال دل سے نکال دیا۔ وہ سکھ کے بھیس میں تھا۔ پاکستان سے آنے والی سکھوں اور ہندوؤں سے بھری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی شرنارتھیوں کی ریل گاڑی جالندھر اسٹیشن پر پہنچ چکی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے اس گاڑی میں دلی تک سفر کر سکتا تھا۔ وہ اٹھا اور پلیٹ فارم کی طرف ریلوے یارڈ میں چلنے لگا۔

وہ پلیٹ فارم کے قریب پہنچا تو سامنے سے وریام سنگھ آتا نظر آیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ "سارے شہر میں کرفیو لگ گیا ہے۔ بلوائی مسلمان محلوں میں لوٹ مار کے بعد آگ لگا رہے تھے۔ اگر میں ذرا دیر کر دیتا تم سے ملاقات نہ ہوتی۔ چلو۔ شرنارتھی گاڑی آگئی ہے"۔ اس نے پھولے ہوئے سانس کے درمیان کہا۔

جبرو کہنے لگا۔ "سردار جی! اب آپ تکلیف نہ کریں۔ میں خود ہی دلی چلا جاؤں گا"۔

وریام سنگھ بولا۔ "مجھے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ دلی میں بھی خونریز فسادات شروع ہو گئے ہیں۔ تم جس حلیے میں ہو یہ حلیہ لے کر کسی مسلمان محلے میں بھی نہیں جا سکتے۔ اب میں تمہیں خود دلی چھوڑ کر آؤں گا۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دلی کے چاندنی چوک والے گوردوارہ سیس گنج کا ایک سیوا دار منگل سنگھ میرا لنگوٹیا ہے۔ تمہیں اپنے ساتھ اس کے گھر لے چلوں گا۔ وہاں سے پھر تم جدھر جانا چاہو گے چلے جانا۔ میں واپس آجاؤں گا"۔

ریل گاڑی ہندو' سکھ' شرنارتھی عورتوں بچوں اور مردوں سے بھری پڑی تھی۔ ریل کی چھت پر بھی لوگ اپنے اپنے سامان کے پاس بیٹھے تھے۔ ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد ان کے چہروں کی رونق بہت حد تک واپس آگئی تھی وریام سنگھ اور جبرو پلیٹ فارم پر ٹرین کے ساتھ ساتھ چلتے آخری ڈبے تک آگئے۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ جالندھر اسٹیشن پر کچھ شرنارتھی ضرور اترے تھے' مگر ٹرین کے رش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

وریام سنگھ کہنے لگا۔ "اس طرح پھرتے رہے تو گاڑی چھوٹ جائے گی"۔

وہ جبرو کو ساتھ لے کر ایک ڈبے میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ٹرین چل

پڑی۔ شرنارتھیوں نے جو بولے سونہال اور بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ یہ ہندو' سکھ پناہ گزینوں کی ٹرین تھی اس لئے ہر اسٹیشن پر رکتی تھی۔ تاکہ جن شرنارتھیوں کو جہاں اترنا ہے اتر جائیں۔ یہ لوگ جگہ جگہ نفرت اور انتقام کی آگ میں بھڑکتے ہوئے نعرے لگاتے اور اسٹیشن پر آئے ہوئے غیر مسلم بلواؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے اتر رہے تھے۔

ٹرین کی رفتار بہت ہلکی تھی۔ یہ صبح کے وقت جا کر کہیں میرٹھ پہنچی۔ میرٹھ کے پلیٹ فارم پر ہندو' سکھ' بلوائی تلواریں لیے پھر رہے تھے۔ ٹرین میں سے ایک شرنارتھی نے کالی ماتا کا نعرہ لگایا اور چلا کر کہا۔ "تمہارے شہر میں مسلمان کیوں چین سے رہ رہے ہیں؟ شرم کرو شرم کرو"۔

ہندو' سکھ' بلوائی یہ کہہ کر پلٹ گئے کہ ابھی ایک ایک کا حساب چکائے دیتے ہیں۔

جبرو اور وریام سنگھ ڈبے میں پھنسے ہوئے بیٹھے تھے۔ خدا خدا کر کے غیر مسلموں کی یہ پناہ گزین گاڑی دلی پہنچ گئی۔ دلی اسٹیشن پر بھی ویرانی چھائی تھی۔ کچھ ہندو' سکھ دوڑتے ہوئے شرنارتھیوں کے پاس آکر پوچھنے لگے کہ پاکستان میں ان کے کتنے آدمی مارے گئے؟ وریام سنگھ نے جبرو کو آنکھوں میں اشارہ کیا۔ دونوں ٹرین سے اتر پڑے۔

معلوم ہوا کہ دلی شہر میں چاندنی چوک کے علاقے میں رات بھر سے کرفیو لگا ہے اور دن میں دس بجے آدھ گھنٹے کے لیے کھلے گا۔ اس وقت دن کے ساڑھے نو بج رہے تھے۔ جبرو نے سوچا کہ وہ اتنی دیر میں طیفے ڈیرے پر نہیں پہنچ سکتا۔ طیفے کے ڈیرے پر پہنچ کر ہی وہ لالی یا پامیلا سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔

وریام سنگھ نے کہا۔ "دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا کہ تمہارے ساتھ میرا جانا ضروری ہے۔ دلی کے حالات بھی جالندھر جیسے ہی ہیں۔ یہاں ہم کسی جگہ بیٹھ کر چائے پانی کریں گے۔ اتنے میں کرفیو کھل جائے گا۔ پھر میں تمہیں لنگوٹیے منگل سنگھ سیوادار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پاس لے چلوں گا۔ تم اس پر اسی طرح بھروسا کر سکتے ہو جس طرح مجھ پر کیا ہے"۔

جبرو کسی دوسرے سکھ پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وریام سنگھ سے جب اپنے دل کے شکوک کا اظہار کیا تو یہ نیک دل سیدھا سادا سکھ مسکرانے لگا۔ جبرو کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور بڑے نرم لہجے میں بولا۔ "تم بے شک مجھ پر شک کر لو مگر منگل پر کبھی شک نہ کرنا۔ وہ تو گورو کا چیلا ہے۔ اسے دیکھو گے تو خود ہی یقین آجائے گا۔ منگل سنگھ کا دل تو سارے انسانوں کے پریم سے بھرا ہوا ہے"۔

جبرو کہنے لگا۔ "مگر سردار جی! میں تو تھوڑی دیر کے لئے ہی منگل سنگھ کے پاس ٹھہروں گا۔ پھر اپنے ایک ملنے والے مسلمان کے پاس چلا جاؤں گا اتنی دیر کے لئے منگل سنگھ کو یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ میں سکھ نہیں ہوں؟"

وریام سنگھ سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم بھی ٹھیک کہتے ہو' مگر کرفیو تو آدھ گھنٹے کے لئے کھلے گا۔ اگر تم اتنی دیر میں اپنے مسلمان دوست کے پاس جا سکتے ہو تو وہیں چلے جاؤ۔ میں خود تمہیں وہاں چھوڑ آؤں گا"۔

جبرو نے سوچا کہ یہ بھی ٹھیک ہے۔ کسی گوردوارے میں جانے کی بجائے یہی بہتر ہے کہ وہ طفیلے کے ڈیرے کی طرف چلا جائے۔ وہ آدھ گھنٹے میں وہاں پہنچ جائے گا۔ تانگہ' ٹیکسی پکڑ لے گا۔

"ٹھیک ہے سردار جی!" وہ بولا۔ "میں کرفیو کھلتے ہی اپنے مسلمان دوست کے ہاں چلا جاؤں گا"۔

وہ پلیٹ فارم پر سے گزر کر تیسرے درجے کے مسافر خانے میں آگئے۔ یہاں صرف ایک چائے کی دکان کھلی تھی۔ وہاں کچھ قلی زمین پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ وریام سنگھ نے چائے اور بن مکھن لیے اور جبرو کے پاس آکر بنچ پر بیٹھ گیا۔ جبرو نے سر پر بندھی ہوئی اپنی سکھوں والی پگڑی کو ٹھیک کرتے ہوئے نظریں دوسری طرف کرکے کہا۔ "لگتا ہے کہ کاؤنٹر کے پاس کرسی پر بیٹھا سپاہی مجھے گھور کر دیکھ رہا ہے۔

کہیں اس نے مجھے پہچان نہ لیا ہو"۔

وریام سنگھ نے بن کھاتے کھاتے نظریں اٹھا کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا۔ کاؤنٹر کے پاس پہنچ کر ایک پولیس کانسٹیبل آگے کو جھکا ہوا بیٹھا تھا۔ وہ بید کی سوٹی اپنے پاؤں پر مارتے ہوئے ان کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا۔ وریام سنگھ نے نظریں ہٹا لیں اور آہستہ سے کہا۔ "تمہارا خیال ٹھیک لگتا ہے۔ اب تم کو میں اکیلا نہیں جانے دوں گا۔ تم میرے ساتھ میرے دوست کے پاس ہی چلو۔ میں اسے یہی بتاؤں گا کہ تم میرے ایک دوست کی بیٹے ہو اور میرے ساتھ دلی آئے ہو"۔

جبرو کو بھی اب طفیلے کے ڈیرے پر اکیلا جانا مناسب نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ آدھ گھنٹے کے لئے کرفیو کھلے گا۔ بہتر یہی ہے کہ وہ منگل سنگھ کے گوردوارے میں ہی چلا جائے۔ گوردوارے کے اندر ویسے بھی پولیس نہیں جا سکتی۔ وریام سنگھ کے ساتھ گوردوارے میں وہ محفوظ ہو گا۔ وہاں رات گزارنے کے بعد وہ دوسرے دن کرفیو کھلنے پر طفیلے کے ڈیرے کی طرف جانے کی کوشش کرے گا۔

اس نے وریام سنگھ کے ساتھ چلنے کی حامی بھر لی۔ وریام سنگھ مسافر خانے سے اٹھ کر جبرو کو ساتھ لئے پارسل آفس کی طرف آگیا۔ یہاں سے ایک راستہ اسٹیشن کے باہر جاتا تھا۔ یہاں دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ جبرو نے دیکھا کہ وہ سپاہی اس کے پیچھے نہیں آیا تھا۔ مگر جبرو بے حد احتیاط سے کام لینا چاہتا تھا۔ وہ وریام سنگھ کے ساتھ گوردوارہ سیس گنج جانے کے فیصلے پر قائم رہا۔

کرفیو کھلتے ہی وہ تانگہ لے کر چاندنی چوک کی طرف روانہ ہو گئے۔ اگرچہ کرفیو کھل گیا تھا مگر بازار خالی خالی تھے۔ اکا دکا لوگ آجا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر بھی جیسے ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ چاندنی چوک میں دکانوں پر ضرور ہجوم تھا۔ لوگ کھانے پینے کی چیزیں خرید رہے تھے۔

تانگہ گوردوارہ سیس گنج کے سامنے رک گیا۔ وریام سنگھ نے جبرو کے کان میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم مسلمان ہو اور سوائے خدا کے کسی دوسرے کے آگے ماتھا نہیں ٹیکتے۔ میں تمہیں ایسا کرنے کے لئے کہوں گا بھی نہیں۔ تم صرف گوردوارے کی سیڑھی کو ہاتھ لگا کر اسے ماتھے پر لگا لینا"۔

جبرو نے ایسا ہی کیا۔ سیوادار منگل سنگھ نے دور ہی سے وریام سنگھ کو دیکھا اور قریب آکر اس سے لپٹ گیا۔ "وریامیا تو ایس اگ میں کہاں آگیا جالندھر سے؟ ادھر تو بہت برا حال ہے"۔

وریام سنگھ بولا۔ "سکھوں کا نہیں مسلمانوں کا برا حال ہو رہا ہے۔ منگل سنگھا۔ یہ اجاگر سنگھ ہے۔ میرے پنڈی کے ایک دوست کا بیٹا ہے۔ یہاں دلی میں اپنے ماتا پتا کی تلاش میں آیا ہے۔ وہ لوگ شرنارتھی ٹرین میں پہلے یہاں پہنچ چکے ہیں رات کی رات یہاں رہوں گا۔ صبح اس کے ماتا پتا کا کھوج لگا کر واپس جالندھر چلا جاؤں گا"۔

منگل سنگھ نے وریام سنگھ کو ایک بار پھر لپٹا لیا اور بولا۔ "ابھی جالندھر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آئے ہو تو کچھ روز مجھے اپنی سیوا کا موقع دو"۔

جبرو نے سکھوں کی طرح ہاتھ جوڑ کر منگل سنگھ کو ست سری اکال کہا۔ منگل سنگھ نے جبرو کی داڑھی کو غور سے تکتے ہوئے کہا۔ "کیا تم پہلے مونے سکھ تھے؟ تمہاری داڑھی سے لگتا ہے پہلے کتری ہوئی تھی؟"

وریام سنگھ نے ہنس کر بات کاٹ دی۔ "اوئے یار! یہ آج کل نوجوان پیڑھی ہے۔ کبھی قینچی لگا لیتے ہیں۔ ان کی کیا بات کرتے ہو۔ چلو چائے پلاؤ"۔

جبرو کو منگل سنگھ سیوادار کا چہرہ بڑا نرم اور سپاٹ سا لگا، مگر اس کی آنکھوں میں اسے ایک خاص چمک نظر آئی تھی۔ جیسا نقشہ وریام سنگھ نے منگل سنگھ کا کھینچا تھا جبرو کو وہ اس سے کچھ مختلف دکھائی دیا، مگر جبرو نے زیادہ مغزماری نہ کی اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ اسے تو رات کی رات یہاں رکنا ہے۔ دن کے وقت کرفیو کھلتے ہی وہ طفیلے کے ڈیرے کی طرف چل دے گا۔

وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ دوبارہ کرفیو لگ گیا۔ منگل سنگھ سیوادار دونوں کو

اپنے کمرے میں لے آیا۔ منگل سنگھ بھی کافی عمر کا تھا، مگر جسم کافی مضبوط تھے۔ داڑھی، مونچھوں کے بیشتر بال سفید ہو چکے تھے۔ اس کے کمرے میں ایک دوسرا سیوادار چارپائی پر بیٹھا بالوں میں کنگھا پھیر رہا تھا۔ منگل سنگھ نے اسے چائے لانے کے لئے کہا۔ وہ سیوادار بالوں کو لپیٹتا ہوا باہر نکل گیا۔

وریام سنگھ اور منگل سنگھ دونوں باتیں کرنے لگے۔ منگل سنگھ نے بتایا کہ دلی میں حالات بہت کشیدہ ہیں۔ پاکستان سے جو شرنارتھی آتے ہیں انہوں نے مسلمانوں کے مظالم کے کئی جھوٹے سچے واقعات سنا کر یہاں کے ہندو، سکھوں کو بھڑکا دیا ہے۔ ریلوے اسٹیشن پر تو جو مسلمان جاتا ہے اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہاں مسلمان اپنے اپنے محلوں میں ہی محفوظ ہیں۔ جو ہندو، سکھوں کے محلوں میں رہتے تھے ان کے مکانوں کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی ہے اور بہت سوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جبرو یہ سب خاموشی سے سن رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ منگل سنگھ، وریام سے باتیں کرتے ہوئے کبھی کبھی اسکی طرف ایک مشکوک سی نگاہ ڈال لیتا ہے۔ وہ کیا سوچ رہا ہے؟ جبرو اس کی طرف سے محتاط ہو گیا تھا۔

چھوٹے سے پرانے وضع کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ باہر گوردوارے کا مختصر سا عقبی صحن تھا جہاں تین اطراف میں برآمدہ تھا۔ کونے سے ایک زینہ چھت کو جاتا تھا۔ چھت کا پنکھا چل رہا تھا۔ دوپہر کی روٹی وہیں انہوں نے کمرے میں بیٹھ کر کھائی۔ لنگر کی دال روٹی ہی تھی۔ منگل سنگھ ان دونوں کو کمرے میں چھوڑ کر گوردوارے کے بڑے کمرے کی طرف چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد جبرو نے دبی زبان میں وریام سنگھ سے ان شبہات کا اظہار کیا جو منگل سنگھ کی طرف سے اس کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ وریام سنگھ نے جبرو کے کاندھے پر آہستہ سے ہاتھ مار کر کہا۔ "پتر! تم کو وہم ہو گیا ہے۔ منگل سنگھ بے چارہ تو خرگوش کی طرح بھولا بھالا ہے۔ وہ تم پر کبھی شک نہیں کرے گا"۔

تب جبرو کو یقین ہو گیا کہ سردار وریام سنگھ بھی بالکل سیدھا اور بھولا بھالا سکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اور وہ لوگوں کے چہرے نہیں پہچان سکتا۔ جبرو نے اسی وقت اپنے بچاؤ کے طریقوں پر غور و فکر شروع کر دیا۔ شام کے وقت وہ ٹہلتا ہوا گوردوارے کی عقبی چھت پر آگیا۔ چھت کی دوسری طرف ایک تنگ گلی تھی۔ آگے مکانوں کی چھتیں تھیں۔ اس سے آگے کچھ فاصلے پر ایک مندر کا مخروطی مینار ابھرا ہوا تھا۔ جبرو بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ کرفیو کی وجہ سے نیچے تنگ گلی میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

رات کو بھی انہوں نے لنگر کا کھانا کھایا۔ منگل سنگھ نے کمرے میں زمین پر ہی ان کے بستر لگا دیئے۔ شام کے بعد شہر کی طرف سے کبھی کبھی فائر کی آواز سنائی دینے لگی۔ وریام سنگھ اور جبرو کمرے میں ہی لیٹ گئے۔ ساری رات کے تکلیف دہ سفر کے تھکے ہوئے تھے۔ انہیں جلد ہی نیند آگئی۔ مگر جبرو چونکہ غیر شعوری طور پر وہاں اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ رہا تھا اس لئے وہ تھوڑی دیر نیند لینے کے بعد ہی جاگ گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ باہر صحن کے برآمدے میں ایک طرف بتی جل رہی تھی۔ وریام سنگھ ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔

رات کے دس ساڑھے دس کا وقت ہو گا۔ جبرو کو باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ چوکس ہو گیا۔ دروازہ کھلا۔ یہ سیوادار منگل سنگھ تھا۔ وہ کچھ گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے وریام سنگھ کو جگایا اور باہر لے گیا۔ جبرو جلدی سے اٹھا اور دروازے کے ساتھ لگ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ منگل سنگھ کہہ رہا تھا۔ "وریام سیاں! تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا۔ اب نیچے پولیس آئی ہوئی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ گوردوارے میں مشہور قاتل اور ڈاکو جبرو چھپا ہوا ہے۔ وہ ایک سکھ کے ساتھ یہاں آیا ہے۔ مجھے تو پہلے ہی شک پڑ گیا تھا کہ یہ سکھ نہیں ہے پر میں تمہاری وجہ سے چپ رہا۔ اب پولیس کو تم ہی نیچے چل کر جواب دو"۔

وریام سنگھ بولا۔ "ایسی کونسی بات ہو گئی ہے منگل سیاں! پولیس کو مغالطہ لگا ہے۔ یہ تو میرے دوست کا بیٹا ہے۔ چلو میں خود پولیس کو چل کر سمجھاتا ہوں"۔

دونوں گوردوارے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ جبرو کے لئے خطرے کا الارم

بج چکا تھا۔ وہ خوش نصیب تھا کہ پولیس گوردوارے میں داخل نہیں ہو سکتی تھی، مگر یہ بات بھی اس پر واضح تھی کہ پولیس آس پاس کے علاقے میں موجود ہو گی۔ جبرو اجاگر سنگھ سے ایک بار پھر جبرو ڈاکو بن گیا۔ اس نے پگڑی اتار کر وہیں پھینکی۔ سر پر بندھا ہوا رومال کھول کر اپنے لمبے بالوں کو جھٹکا اور کمرے سے نکل کر برآمدے میں سے بھاگ کر زینہ چڑھنے لگا۔

گوردوارے کی چھت رات کے اندھیرے میں خالی اور سنسان تھی۔ جبرو کے پاس وقت بالکل نہیں تھا۔ اس نے بھاگ کر اوپر سے سامنے والے مکان کی چھت پر چھلانگ لگا دی۔ گلی میں پستول کے فائر کا دھماکا ہوا۔ پولیس کی سیٹیاں بجنے لگیں۔ جبرو ایک مکان کی چھت سے دوسرے مکان کی چھت پر کود گیا۔

نیچے گلی میں سے پولیس کانسٹیبل نے فائر کیا لیکن جبرو پہلے ہی محفوظ جگہ پہنچ چکا تھا۔ مکانوں کی چھتیں ایک دوسرے سے تقریباً ملی ہوئی تھیں۔ جبرو ان گلیوں سے زیادہ واقف نہیں تھا۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت ہو گا۔ پنجاب سے ہندو سکھ شرنارتھیوں کے آنے کی وجہ سے دلی میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو چکے تھے اور کشیدگی کی فضا بن گئی تھی۔

پولیس گلیوں گلی جبرو کی تعاقب میں تھی مگر مکانوں کی چھتوں سے بڑا فرق پڑ رہا تھا اور جبرو بڑی تیزی سے تیسرے محلے میں آگیا۔ ایک مکان کی چھت کے ساتھ بجلی کا کھمبا لگا تھا۔ جبرو اتر کر گلی میں آگیا۔ بھاگنے کی بجائے وہ چلنے لگا۔ سامنے سے دو سکھ آرہے تھے۔ جبرو کو انہوں نے گھور کر دیکھا اور گزر گئے۔ جبرو نے گلی کو سنسان پایا تو ایک بار پھر دوڑ پڑا۔ پیچھے گلیوں سے آتی پولیس کی آواز اب دور ہوتی جا رہی تھی۔

جبرو کسی مسلمان محلے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ مسلمان محلہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ بیچ میں ایک بازار آیا۔ بازار کی نکڑ پر پنواڑی کی ایک دکان کھلی تھی۔ وہ اس طرف جانے کی بجائے سامنے والی گلی میں گھس گیا۔ کیونکہ اس گلی میں اسے ایک مسجد کے مینار نظر آئے تھے۔ یہ مسلمانوں کا محلہ تھا۔ گلی میں چند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قدموں کے فاصلے پر لوہے کا دروازہ چڑھا تھا جو بند تھا۔ دروازے کی دوسری طرف کچھ مسلمان پہرہ دے رہے تھے۔

جبرو کو دیکھ کر وہ آہنی دروازے کے پاس آگئے۔ ان میں سے ایک آدمی کے پاس بندوق تھی۔ اس نے جبرو سے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

مسجد کے میناروں کو دیکھ کر جبرو کو یقین تھا کہ یہ مسلمانوں کا محلہ ہے۔ جبرو نے کہا۔ "میں مسلمان ہوں۔ ہندو میرے پیچھے لگے تھے۔ بڑی مشکل سے یہاں تک آیا ہوں"۔

انہوں نے آہنی دروازے کی چھوٹی کھڑکی کھول دی۔ جبرو اندر گلی میں آگیا۔ جبرو نے اپنی سکھوں والی پگڑی وہیں گوردوارے کی سیڑھیوں میں ہی اتار دی تھی اور کرپان اور کڑا اتار کر گوردوارے کی چھت پر ہی پھینک دیا تھا۔ اب اس کے بال گردن تک پٹوں کی صورت میں پڑے تھے اور داڑھی دو ڈھائی انچ بڑھی ہوئی تھی۔ وہ شکل وصورت سے بھی اب مسلمان ہی لگتا تھا۔

مسلمان پہرے دار اسے گلی کے ایک مکان میں لے گئے۔ جہاں بیٹھک میں ایک بزرگ تخت پر بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ بیٹھک کی صرف ایک کھڑکی کھلی تھی۔ انہوں نے کراری آواز میں پہرے داروں میں سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "یہ کون ہے شکورے؟"

"میاں جی یہ کہتا ہے میں مسلمان ہوں اور میرے پیچھے ہندو لگے تھے۔ جان بچا کر یہاں آیا ہوں"۔

میاں جی سے جبرو نے بات کی تو فوراً بولے۔ "تم یہاں کے نہیں ہو۔ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تم پنجابی ہو۔ یہاں کیسے آگئے؟"

جبرو کے قد کاٹھ اور چہرے پر لگے زخم کے نشان سے بھی اس بزرگ کو شبہ ہوا تھا کہ یہ جوان کوئی جرائم پیشہ لگتا ہے۔ جبرو نے مختصر الفاظ میں بتا دیا کہ پنجاب سے یہاں اپنے ایک دوست کے پاس آیا تھا جو مسجد فتح پوری کے پاس رہتا تھا یہاں آکر پتا

کہ وہ بمبئی جا چکا ہے۔ واپس اسٹیشن کی طرف جا رہا تھا کہ ہندو غنڈوں نے حملہ کر

میاں جی نے کہا۔ "ٹھیک ہے باقی رات یہیں پڑے رہو۔ صبح دیکھا جائے گا"۔

جبرو نے ایک خونخوار شیر کی طرح زندگی گزاری تھی اسے یہ چوہے بلی کا کھیل لگتا تھا۔ مگر وہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ کسی نہ کسی طرح اس نے رات اس مکان کی بیٹھک میں گزار دی۔

دوسرے دن کرفیو کھلا تو وہ میاں جی سے اجازت لے کر دوسری طرف والے بازار میں آگیا۔ یہ بھی مسلمانوں کا علاقہ تھا۔ میاں جی نے اسے کہا تھا۔ کہ اسے اس بازار میں سے اسٹیشن کے لئے سواری مل جائے گی۔ جبرو کو بڑی مشکل سے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ اسٹیشن کی بجائے اس نے ڈرائیور کو دریا پار چلنے کو کہا۔ وہ اپنے دوست طیفے کے اڈے پر جانا چاہتا تھا۔ صرف اسی اڈے سے اسے کمالے کے بارے میں پتا چل سکتا تھا۔ دریا پار پہنچ کر جبرو نے ٹیکسی چھوڑ دی اور پیدل ہی اڈے کی طرف چل پڑا۔ اڈہ دریا کے دوسرے کنارے کافی آگے جا کر درختوں کے ایک گھنے ذخیرے میں تھا۔

طیفے کا معذور بھائی کوٹھری کے باہر بیساکھیاں ایک طرف رکھے چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ جبرو کو دیکھ کر وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "تم لالا؟ شہر میں تو آگ لگی ہے"۔

جبرو اس کے پاس ہی بیٹھ گیا اور بولا۔ "کیا کمالے کے بارے میں کچھ جانتے ہو کہ اسے کتنی سزا ہوئی ہے؟"

طیفے کے بھائی کی زبانی جبرو کو معلوم ہوا کہ کمالے کو عمر قید کی سزا ہو گئی ہے اور وہ دلی کی تہاڑ جیل میں ہے جہاں سے فرار ہونا ناممکن ہے۔

جبرو گہری سوچ میں کھو گیا۔ اس کا جگری یار عمر بھر کے لئے جیل میں بند کر دیا گیا تھا اور وہ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اسے شدید بے بسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا احساس ہوا اور وہ نا امیدی کے بھنور میں اتر گیا۔ مگر جبرو زیادہ دیر مایوسی کے بھنور میں رہنے والا آدمی نہیں تھا۔ اس نے اپنا بھاری بھرکم شیر ایسا چہرہ اٹھا کر طیفے کی بھائی کی طرف دیکھا اور بولا۔ "تمہارے پاس اسلحہ ہو گا؟"

طیفے کے بھائی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں جبرو لالا! میرے پاس تو سوائے سبزی کاٹنے والے چاقو کے اور کچھ نہیں ہے"۔

جبرو سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ اب اسے لالی کا خیال آیا۔ وہ کمالے کو جیل سے بھگا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں اگر کوئی اس کی کچھ مدد کر سکتا تھا تو وہ صرف لالی ہی تھی۔ لالی کی کوٹھی کا جبرو کو پتا تھا۔ اس نے طیفے کے بھائی سے کہا کہ وہ دن اس کی کوٹھری میں گزارے گا۔

سارا دن جبرو نے ڈیرے پر گزار دیا۔ طیفے کا بھائی باہر چارپائی پر بیٹھا ایک طرح سے خبر گیری اور نگرانی کرتا رہا۔ رات کو دونوں نے مل کر روٹی کھائی۔ طیفے کے بھائی نے جبرو سے پوچھا کہ اب وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ جبرو جانتا تھا کہ وہ راجہ پر بھروسا کر سکتا ہے۔ اس نے اسے بتا دیا کہ کمالے کو جیل سے نکال کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔

راجہ بولا۔ "لالا! تمہاری جیل بڑی سخت جیل ہے۔ وہاں سے کمالے کو نکالنا مشکل ہے۔ کہیں تم خود کسی مصیبت میں نہ پھنس جانا"۔

جبرو نے کہا۔ "پہلی بات تو یہ ہے کہ کمالا میرا جگری یار ہے اس نے کئی بار میری خاطر خود کو موت کے منہ میں ڈالا ہے۔ کیا میں اس کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتا؟ میں یہ کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ وہ ساری زندگی جیل میں سڑا رہے؟ اگر کمالے کو بچاتے ہوئے میری جان چلی جاتی ہے تو چلی جائے۔ کم از کم یہ ملال تو نہیں رہے گا کہ میں کمالے کی مدد نہیں کر سکا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شہر میں فسادات شروع ہو چکے ہیں۔ پولیس کی ساری توجہ ان کی طرف ہے۔ اس وقت مجھے موقع مل سکتا ہے۔ میں آج رات لالی کے پاس جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اس سلسلے میں میری مدد

کرے گی"۔

"مگر تمہارے پاس تو اسلحہ بھی نہیں ہے"۔

"اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا"۔ جبرو نے جواب دیا۔

رات بارہ بجے کے بعد جب چاروں طرف اندھیرا اور خاموشی گہری ہو گئی تو جبرو طیفے کے ڈیرے سے نکلا اور پیدل ہی دریا کی طرف سے ہو کر اس علاقے کی طرف روانہ ہو گیا جہاں لالی اپنے مرحوم والد کی دی ہوئی چھوٹی سی پرانی کوٹھی میں رہتی تھی۔ کوئی ایک گھنٹے بعد وہ لالی کی کوٹھی کے عقب والی کچی سڑک پر آ گیا۔ یہاں نیم کے گھنے درخت ایک قطار میں دور تک چلے گئے تھے۔ ایک درخت کے پیچھے جبرو بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں لالی کی کوٹھی پر لگی تھیں۔ کوٹھی پر خاموشی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف سامنے والے برآمدے میں کمزور روشنی والا بلب جل رہا تھا۔ عقب میں جو ویران سا باغیچہ تھا وہاں تاریکی تھی۔

جبرو نے اپنے کھدر کے کرتے سے چہرے پر آیا ہوا پسینہ پونچھا۔ چیتے ایسی چوکس نظروں سے ماحول کا جائزہ لیا اور چھوٹی سی بوسیدہ دیوار کو پھاند کر کوٹھی کے عقبی باغیچے میں آ گیا۔ سامنے برآمدے میں اندھیرا تھا۔ جبرو پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ لالی کا خانساماں رات کو کچن میں سوتا ہے لیکن کچن کی بتی بجھی ہوئی تھی۔

وہ سامنے والے برآمدے میں آ گیا۔ یہاں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ جبرو نے کونے والے کمرے کے بند دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ وہ اس کمرے میں پہلے بھی ایک بار آ چکا تھا۔ یہ کوٹھی کی چھوٹی سی نشست گاہ تھی اور اس سے ملی ہوئی لالی کی خواب گاہ تھی۔ دستک کا کسی نے جواب نہ دیا۔ جبرو کو یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں دستک کی آواز سے خانساماں نہ جاگ اٹھے۔

اس نے دوسری بار آہستہ سے دستک دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ جبرو کو خیال آیا کہیں ایسا تو نہیں کہ لالی شہر سے باہر ہو؟ وہ برآمدے سے نکل کر کونے میں آیا۔ یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک چھوٹی سلاخوں والی کھڑکی پر آہستہ سے ٹھک ٹھک کی۔ دو تین بار ٹھک ٹھک کرنے کے بعد اندر کسی بے بتی روشن کر دی۔ کھڑکی کی درزوں میں سے جبرو کو روشنی دکھائی دی تو وہ جلدی سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

پھر کھڑکی کھل گئی اور جبرو کو للی کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس کے بال ماتھے پر آئے ہوئے تھے۔ وہ کھڑکی سے ہٹ کر کھڑی تھی۔ دھیمی آواز میں اس نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

جبرو اس کے سامنے آگیا۔ للی کے چہرے پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ آگئی۔ اس نے سلاخوں کے پاس چہرہ لاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "دوسری طرف سے آجاؤ۔ میں دروازہ کھولتی ہوں"۔

جبرو دوسری طرف چلا آیا۔ للی نے دروازے کا ایک پٹ کھول رکھا تھا۔ جبرو کمرے میں آگیا تو اس نے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ کمرے میں پنکھا چل رہا تھا۔ آرام دہ بستر پر ریشمی چادر ایک طرف سمٹی ہوئی تھی۔ کمرے کی فضا میں ہلکی ہلکی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ جبرو پلنگ کے ساتھ رکھی پرانی طرز کی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ للی اس کے قریب پلنگ پر بیٹھ گئی۔ للی نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے لباس سے کسی سینٹ کی مہک آرہی تھی۔

وہ کہنے لگی۔ "میں سمجھ گئی تھی کہ یہ تم ہی ہو سکتے ہو۔ آدھی رات کو مجھے سوائے تمہارے کوئی ملنے نہیں آسکتا۔ مگر تم اتنی دیر کہاں رہے؟ پامیلا کی زبانی مجھے صرف اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ تم دلی سے جموں کشمیر کی طرف نکل گئے ہو۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تم میرے پاس آگئے ہو۔ کیا تم کچھ کھاؤ گے؟"

جبرو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ للی نے اس کا کھردرا ہاتھ اپنے نرم و نازک ہاتھوں میں لے لیا اور محبت بھرے لہجے میں بولی۔ "جبرو تم وعدہ کرو کہ اب تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے"۔

جبرو بولا۔ "کیا تم مجھے پھانسی کے تختے پر چڑھتا دیکھنا چاہتی ہے؟"

"نہیں جبرو نہیں۔ میں تو ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتی"۔ للی نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

جبرو نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور بولا۔ "تو پھر ان باتوں کو بھول جاؤ"۔

للی جذباتی ہو گئی۔ "کیوں بھول جاؤں جبرو؟ کیا مجھے زندہ رہنے کا حق نہیں ہے؟ کیا مجھے خوش رہنے کا حق نہیں ہے؟ میں مسلمان ہو چکی ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ ہم شادی کر یہاں سے دور..... بہت دور..... کسی دوسرے ملک چلے جائیں گے جہاں ہم نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کریں گے"۔

جبرو آہستہ سے بولا۔ "میں ایک ڈاکو اور قاتل کی اولاد تمہارے حوالے نہیں کرنا چاہتا۔ ہماری زندگی تو جنگل میں ایک زخمی شیر کی زندگی ہے جس کا خون بہ رہا ہے اور شکاری اس کے خون کے ساتھ ساتھ اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ کسی بھی لمحے جنگل کے کسی بھی حصے میں شکاری کا آمنا سامنا ہو سکتا ہے اور پھر شکاری اور شیر دونوں کی موت واقع ہو سکتی ہے"۔

للی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جبرو کے دل کے کسی کونے میں ناکام محبت کا ایک سلگتا ہوا جذبہ ابھی تک زندہ تھا مگر یہ جذبہ اسے اجنبی سا لگا۔ وہ ان رونے رلانے والی محبتوں سے اتنی دور نکل آیا تھا کہ اب وہ انہیں اچھی طرح پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔ للی ریشمی گاؤن کے پلو سے اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھ رہی تھی۔

جبرو نے اب خود للی کا ہاتھ تھام لیا۔ للی نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔ جبرو نے کہا۔ "للی! اس وقت میں ایک بڑے ضروری کام سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم جانتی ہی ہو کہ میرے جگری دوست کمالے کو عمر قید کی سزا ہو چکی ہے"۔

للی کے چہرے پر آئے ہوئے خوشی کے تاثرات ایک دم معدوم ہو گئے۔ جبرو کہہ رہا تھا۔ "میں کمالے کو چاہے کیسے بھی ہو جیل سے نکالنا چاہتا ہوں۔ چاہے اس کے لئے مجھے اپنی جان کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ میں جانتا ہوں تم اس بارے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے مدد کر سکتی ہو۔ اگر تم میرے دوست کو جیل سے فرار کروانے میں میری مدد کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے شادی کر لوں گا اور پھر تم جہاں چاہو گی میں تمہارے ساتھ چل کر نئی زندگی شروع کر دوں گا"۔

لی کے چہرے پر ایک روشنی سی آ گئی۔ اس عورت کو واقعی جبرو سے محبت ہو گئی تھی۔ ایک محبت جو جنگل کی موسلادھار بارش اور سمندری طوفان کی مانند وحشی، ازلی اور ابدی محبت تھی۔ یہی وہ محبت تھی جو دنیا کے پہلے جنگل میں ایک عورت کو کسی مرد سے ہوئی تھی۔ اس میں سوائے محبت کے اور کچھ نہیں تھا۔ اس نے جبرو کا سخت ہاتھ چوم لیا۔ اسے یوں لگا جیسے ایک نئی زندگی مل گئی ہو۔ وہ پر اعتماد لہجے میں بولی۔ "جبرو! میں جانتی ہوں۔ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ مگر جب تم ہمیشہ کے لئے میرے ہو جاؤ تو بڑی سے بڑی چٹان بھی ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی"۔

پھر لی نے جبرو کو بتایا کہ اینگلو انڈین پولیس انسپکٹر اور انگریز ایس پی بددل ہو کر اپنے وطن واپس چلے گئے ہیں۔ البتہ جیل کا سپرنٹنڈنٹ اب بھی ایک اینگلو انڈین ہے اس کا نام ڈیوس ہے اور مجھ سے شادی کرنے کا خواہش مند بھی ہے۔ میں اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہوں۔"

جبرو اپنی چھوٹی سی بے ترتیب داڑھی میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا۔ "مگر عمر قید والوں کو کسی حالت میں بھی جیل سے باہر نہیں لے جایا جاتا"۔

لی مسکرائی۔ "یہ ساری باتیں تم مجھ پر چھوڑ دو"۔

"لیکن وقت ہمیں دھوکا نہ دے جائے۔ میں خود مفرور ہوں۔ زیادہ دیر تک کہیں چھپ نہیں سکوں گا۔ انڈیا آزاد ہو چکا ہے۔ جیل کے قانون قاعدے بھی اب زیادہ سخت ہو گئے ہوں گے"۔

لی کہنے لگی۔ "کچھ وقت تو اس میں ضرور لگے گا۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ اب یہ میری اپنی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں اپنی جان لڑا دوں گی۔ انتہائی قدم بھی اٹھانے سے دریغ نہیں کروں گی۔ تم یہاں میرے پاس رہ سکتے ہو۔ تمہیں کسی

دوسری جگہ جا کر چھپنے کی ضرورت نہیں"۔

جبرو نے کہا۔ "یہاں تمہارا خانساماں بھی رہتا ہے۔ میں تمہارے سوا کسی دوسرے پر بھروسا نہیں کر سکتا"۔

لی فیصلہ کن انداز میں بولی۔ "میں اسے چھٹی دے دوں گی۔ تم فکر نہ کرو جبرو۔ اب یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو لیکن ایک بار پھر میرا ہاتھ تھام کر مجھ سے وعدہ کرو کہ کمالہ باہر آ گیا تم مجھ سے شادی کر لو گے۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے"۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کمال کے باہر آتے ہی تم سے شادی کر لوں گا۔ اور پھر ہم پاکستان جائیں گے"۔ جبرو نے دھیمے لہجے میں کہا۔

لی کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ وہ پلنگ سے اٹھی اور بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "رات بہت ہو گئی ہے۔ تم پلنگ پر سو جاؤ۔ میں دوسرے کمرے میں جا کر سو جاتی ہوں۔ اطمینان سے سونا۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا"۔

لی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ جبرو اس کے پلنگ پر لیٹ گیا۔ بڑی مدت بعد اسے آرام دہ بستر نصیب ہوا تھا جس کے سرہانے میں سے ہلکی ہلکی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ پہلے تو جبرو کو بڑی بے چینی محسوس ہوئی۔ اس قسم کی نرم و نازک زنانہ نیند کی اسے عادت نہیں رہی تھی۔ وہ دیر تک نرم بچھونے پر پہلو بدلتا رہا۔ پھر اس نے بتی بجھا دی اور آنکھیں بند کر لیں۔ چونکہ اسے تھکان بہت زیادہ ہو چکی تھی اس لئے کچھ دیر بعد وہ سو گیا۔

☆☆☆

لی صبح صبح جاگ اٹھی۔ اسے معلوم تھا کہ خانساماں بیڈ ٹی لے کر آئے گا۔ وہ خود کچن میں گئی۔ خانساماں چائے بنا رہا تھا لی نے خانساماں کو چھٹی دینے کی ساری اسکیم پہلے سے سوچ رکھی تھی۔ اس نے جیب سے دو سو روپے نکال کر اسے دیے اور کہا۔ "پیٹر! شہر کے حالات اب ٹھیک نہیں رہے۔ یہ روپے تم اپنے پاس رکھو اور کچھ دنوں کے لئے اپنے گھر دیرہ دون چلے جاؤ۔ میں خود شملے جا رہی ہوں اپنے انکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پاس"۔

پیٹر نے تعجب سے لی کی طرف دیکھا۔ "مگر میڈم ہم تو عیسائی ہیں۔ فساد تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہو رہے ہیں۔ میں نے تو کوٹھی کے باہر بھی صلیب کا نشان بنا دیا ہے"۔

لی نے کہا۔ "پھر بھی مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا کچھ پتا نہیں۔ ایک افسر نے مجھے بتایا ہے کہ اب عیسائی بھی یہاں محفوظ نہیں ہوں گے اور پھر میں نے شملے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم اکیلے پیچھے کیا کرو گے۔ بہتر یہی ہے کہ کچھ دنوں کے لئے تم بھی دیرہ دون چلے جاؤ۔ میں جب شملے سے واپس آؤں گی تو تمہیں خط لکھ کر بلا لوں گی"۔

لی چائے لے کر اپنے کمرے میں آگئی۔ دن کے آٹھ بجے پیٹر ناشتا کر کے اپنا ٹرنک اٹھا کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد لی سیدھی اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ دروزے پر چٹخنی نہیں لگی تھی۔ اس نے ذرا دروازے کھول کر دیکھا۔ جبرو اس کے پلنگ پر بے خبر سو رہا تھا لی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ آگئی۔ اس نے دروازہ بند کر دیا اور برآمدے میں کرسی پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگی۔

خبروں سے اسے پتا چلا کہ شہر میں جگہ جگہ کرفیو لگا ہے اور دوپہر کو فتح پوری کی مسجد کے پاس بم پھٹا ہے۔ ساری خبروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ دلی شہر میں مسلمانوں کی حالت خطرے میں ہے لیکن دلی کے کچھ علاقے خاص مسلمانوں کے علاقے تھے وہاں مسلمان بڑی بہادری سے ڈٹے ہوئے تھے۔ ہندوستان کے آزاد ہو جانے کے بعد ہندو سکھوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے جو ہندو سکھ پاکستان سے آرہے تھے وہ بھی لوگوں کو بھڑکا رہے تھے۔ لی سوچنے لگی کہ یہ سارے حالات اس کے منصوبے کی کامیابی میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ پولیس کی ساری توجہ شہر میں امن وامان بحال کرنے میں لگی تھی۔

لی برآمدے سے اٹھ کر کمرے میں آگئی۔ کونے والی تپائی پر ٹیلی فون رکھا تھا۔

کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے ڈائل گھمانا شروع کر دیا۔ وہ جیل سپرنٹنڈنٹ ڈیوس کے گھر کا نمبر ملا رہی تھی۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ لی نے ایک منصوبہ تیار کر لیا تھا۔

ڈیوس اپنے بیڈ روم میں انگریزی کا اخبار سامنے رکھے چائے پی رہا تھا۔ وہ گوا کا رہنے والا اینگلو انڈین کرسچن تھا اور گوا سے تبدیل ہو کر دلی جیل کا انچارج بن کر آیا تھا۔ اس کی عمر چالیس کے قریب تھی۔ اس کی پہلی بیوی فوت ہو چکی تھی اور کوئی اولاد نہیں تھی۔ وہ جیل کے ساتھ والی عالی شان کوٹھی میں اکیلا رہتا تھا۔ لی کو اس نے کلب میں دیکھا اور پہلی ہی نظر میں اس پر گرویدہ ہو گیا تھا۔ وہ لی سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر لی نے کبھی اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو ڈیوس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے لی کی آواز سن کر اس نے چائے کی پیالی تپائی پر رکھ دی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "ہیلو لی! گڈ مارننگ! کیسی ہو تم؟ کتنی خوب صورت صبح ہوئی ہے کہ سب سے پہلے تمہارا فون آیا"۔

لی نے کہا۔ "ڈیوس! پرسوں شام کلب میں میں نے تمہیں جھڑک دیا تھا نا اس کے لئے میں تم سے معذرت کرنا چاہتی ہوں۔ آئی ایم سوری ڈیوس"۔

ڈیوس تو خوشی سے کھل اٹھا۔ پرسوں شام کلب میں جب لی انکم ٹیکس آفیسر کے ساتھ ڈانس کر رہی تھی تو اس نے ایک بار پھر لی کے ساتھ اپنی قسمت آزمانے کا فیصلہ کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ ڈانس کرنے کی درخواست کی تو لی نے اسے سختی سے جھڑک دیا تھا۔ مگر چونکہ وہ لی کو اپنا دل دے بیٹھا تھا اور اسے دیوانوں کی طرح پیار کرتا تھا اس لئے بات کو ہنسی میں ٹال کر دوسری لڑکی کے ساتھ ڈانس کرنے لگا تھا۔ مگر اس کا دل اداس ہو گیا تھا لیکن اس نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ لی کا دل جیت کر رہے گا اور اس سے ضرور شادی کرے گا۔ ڈیوس نے ابھی کوئی دوسرا منصوبہ نہیں بنایا تھا کہ خود لی اس سے اپنے رویے کی معافی مانگ رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈیوس نے پرجوش انداز میں کہا۔ "لی اس میں سوری کی کیا بات ہے۔ میں تو تم سے دل وجان سے محبت کرتا ہوں۔ تم چاہے مجھ سے کیسا سلوک کرو لیکن میری محبت تو کم نہیں ہو جائے گی"۔

لی کو ڈر تھا کہ کہیں ڈیوس نے اس سے منہ نہ موڑ لیا ہو مگر وہ اس سے اسی طرح محبت کرتا تھا۔ وہ بڑی لگاوٹ کے ساتھ بولی۔ "ڈیوس! پرسوں سے میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا کہ میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے نا؟"

لی نے جھوٹ موٹ کی ایک سسکی بھری۔ ڈیوس تو جیسے لی کے قدموں میں گر پڑا۔ "لی پلیز! ڈونٹ کرائی۔ میں کیسے یقین دلاؤں کہ تمہیں کتنا چاہتا ہوں۔ کیا آج شام تم کلب میں آؤ گی؟ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ ہم گیلری والی میز پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ آؤ گی نا لی؟"

لی شام کو کیا اسی وقت اس کے پاس جانے کو تیار تھی۔ مگر وہ منصوبے کے مطابق چلنا چاہتی تھی۔ کچھ ہچکچا کر بولی۔ "آج نہیں ڈیوس! میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ کل یا پرسوں آؤں گی"۔

لی ڈیوس کے آتش شوق کو بھڑکا رہی تھی۔ ڈیوس بے تاب ہو گیا تھا۔ "نہیں لی پلیز! آج شام آؤ۔ تمہاری طبیعت ٹھیک کیوں نہیں؟ کیا میں تمہارے پاس آجاؤں؟"

لی نے جلدی سے کہا۔ "نہیں ڈیوس! میں اکیلی رہتی ہوں۔ تم آئے تو لوگ باتیں کریں گے۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں آج شام کلب آجاؤں گی"۔

لی نے فون بند کر دیا۔ وہ اٹھ کر کمرے کی طرف گئی۔ جبرو ابھی تک سو رہا تھا۔ لی نے اپنا تولیہ اور دوسری ضروری چیزیں اٹھائیں اور ڈرائنگ روم والے باتھ روم میں گھس گئی۔ جب وہ نہا کر باہر نکلی تو جبرو جاگ چکا تھا۔ وہ باتھ روم میں منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ لی بیڈروم والے ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھ کے بال خشک کرنے لگی۔ جبرو باتھ روم

سے نکلا تو لی نے پوچھا۔ "رات آرام سے سوئے نا؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور ادھ کھلے دروازے میں سے باہر دیکھنے لگا۔ "بہت دن چڑھ آیا ہے"۔

لی نے شرماتے ہوئے کہا۔ "میں ناشتا لاتی ہوں۔ میں نے خانساماں کو دوسرے شہر بھیج دیا ہے۔ تم یہیں بیٹھے رہو"۔

جبرو صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ یہ لڑکی اس کی کوئی مدد بھی کر سکے گی یا نہیں؟ اتنے میں لی ناشتا لے آئی۔ اس نے جبرو کو بتایا کہ وہ آج کلب میں سپرنٹنڈنٹ جیل سے ملنے والی ہے۔ پھر اس نے فون پر جو بات ہوئی تھی۔ وہ جبرو کو بتا دی اور کہا۔ "تم کسی غلط فہمی میں نہ پڑ جانا۔ دنیا میں اگر میں نے کسی سے محبت کی ہے تو وہ صرف تم ہی ہو۔ تمہارے سوا میری زندگی میں نہ کوئی آیا ہے اور نہ کوئی آئے گا' سپرنٹنڈنٹ جیل کے ساتھ میں اداکاری کروں گی اور وہ بھی صرف اس لئے کہ تمہارے دوست کمالے کو کسی طرح جیل سے فرار کروایا جائے"۔

جبرو کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اسے محسوس ہونے لگا کہ لی میں ایک نئی طاقت آگئی ہے اور وہ کچھ نہ کچھ ضرور کر گزرے گی۔ اسے امید پیدا ہو گئی تھی کہ وہ کمالے کو جیل سے نکالنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اسے لی سے صرف اسی حد تک دلچسپی تھی کہ وہ کمالے کو جیل سے نکلوانے میں اس کی مدد کرے۔

ناشتے کے بعد لی نے اپنا پرس اٹھایا اور کہنے لگی۔ "میں مارکیٹ تک جا رہی ہوں۔ باہر سے تالا لگا جاؤں گی۔ تم اندر ہی رہنا"۔

جبرو کا چہرہ سنجیدہ تھا وہ لی کی طرف خاموش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لی ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔ بوسیدہ سے گیراج میں اس کی پرانی چھوٹی کار کھڑی تھی۔ کار میں سوار ہو کر وہ چل دی۔ جبرو صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ جبرو کی نظریں اپنے آپ ٹیلی فون کی طرف اٹھ گئیں۔ گھنٹی بجتی رہی مگر وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ گھنٹی بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ جبرو نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دل میں ٹیلی فون کرنے والے کو گالی دی اور سامنے کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بند ہو گئی۔

قریباً" ایک گھنٹے بعد للی واپس آئی۔ وہ اپنے ساتھ کچھ سبزی گوشت اور جبرو کے لئے پتلون قمیض جیکٹ اور جوتوں کی جوڑی لائی تھی۔ وہ مسکرا کر کہنے لگی۔ "اندازے سے تمہارے لئے جوتا لے آئی ہوں۔ ذرا پہن کر دیکھو۔ میں چاہتی ہوں تم یہ حلیہ اب بدل لو"۔

جبرو بولا۔ "میں نے بال منڈوا دیے تو یہاں دلی میں پہچانا جاؤں گا۔ اخباروں میں میری صفا چٹ چہرے والی تصویر چھپی تھی"۔

للی نے کہا۔ "مگر یہ سکھوں والا کھدر کا تنگ پاجامہ اور لمبا چولا تو بدل لو"۔

جبرو نے غسل کرنے کے بعد پتلون قمیض اور جیکٹ پہن لی۔ چمڑے کے جوتے اسے پورے آگئے تھے۔

للی نے دوپہر اور رات کے لئے کھانا خود بنایا۔ دوپہر کا کھانا دونوں نے مل کر کھایا اور کمالے کے فرار کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ جبرو کو کبھی تو یقین ہو جاتا اور کبھی وہ شک میں مبتلا ہو جاتا کہ شاید ہی للی کمالے کو جیل سے باہر لانے میں کامیاب ہو سکے۔

جب اس نے للی سے اپنے شبے کا اظہار کیا تو وہ اپنے بالوں کو پیچھے جھٹک کر بولی۔ "جبرو! تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔ یہ بات تم مجھ پر چھوڑ دو۔ کم از کم دو چار دن کی مہلت تو دو۔ پھر تم جو کہو گے وہی کروں گی"۔

جبرو نے کہا۔ "مجھے تمہاری نیت پر شک نہیں للی۔ اگر کچھ شک ہے تو صرف یہ کہ تمہارا یہ اینگلوانڈین دوست ڈیوس اس بارے میں تم سے تعاون نہیں کرے گا"۔

للی تڑپ کر بولی۔ "کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اسے کہوں گی کہ کمالے کو جیل سے بھگا دے؟ بھلا میں ایسی غلطی، ایسی بیوقوفی کر سکتی

ہوں؟"

جبرو نے بھی ترش روئی سے کہا۔ "تم اتنی عقل مند نہیں ہو۔ جتنی بنتی ہو۔ تم آخر عورت ہو اور عورت بے وقوف ہوتی ہے۔ کمزور ہوتی ہے"۔

للی کو جبرو کا غصے والا لہجہ بڑا اچھا لگتا تھا اسے خوشامدیں اور تعریفیں کرنے والے لوگ پسند نہیں تھے۔ وہ ہنس پڑی۔ "تمہاری انہی باتوں نے میرا دل موہ لیا ہے۔ جبرو سنو! عورت ایک خاص وقت میں بے وقوف اور کمزور ہوتی ہے ورنہ عورت کی ذہانت اور طاقت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں یہ بات تمہیں ثابت کر کے دکھا دوں گی"۔

دن اسی طرح گزر گیا۔ دوپہر کو کھانے کے بعد جبرو سو گیا اور شام تک سوتا رہا۔ للی نے شام کو چائے بنائی۔ جبرو نے بار بار چائے پینے سے انکار کر دیا۔ للی نے شرارت سے کہا۔ "اگر کچھ اور پینا چاہتے ہو تو میں اس کا بھی بندوبست کر سکتی ہوں۔ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے"۔

جبرو نے گردن صوفے کی پشت سے لگائے ہوئے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ میں شراب نہیں پیتا۔ تمہیں بھی اس کا نام نہیں لینا چاہئے"۔

للی ہنس کر بولی۔ "میں نے اس کا نام کہاں لیا ہے۔ میں تو ویسے اشاروں میں بات کر رہی تھی"۔

اب للی تیار ہونے لگی۔ اس نے اپنا بہترین لباس پہنا۔ خوشبو لگائی۔ وہ اینگلو انڈین سپرنٹنڈنٹ جیل ڈیوس سے ملنے کلب جا رہی تھی۔ جب وہ بن سنور کر جبرو کے سامنے آئی تو جبرو بھی اس کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ للی ایک ادائے خاص سے اپنی نازک گردن کو ایک طرف جھکاتے ہوئے بولی۔ "یہ مت سمجھنا کہ یہ سب کچھ اینگلو انڈین ڈیوس کے لئے کر رہی ہوں۔ ایک طرح سے یہ سارا بناؤ سنگار میں نے صرف تمہاری خاطر کیا ہے"۔

اس نے پرس سنبھالا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ "تمہارا کھانا میں نے میز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر ٹفن کیریر میں رکھ دیا ہے۔ مجھے رات کا کھانا اس ڈیوس کے ساتھ ہی کھانا پڑے گا۔ تم اندر سے چٹخنی لگا دینا۔ اور ہاں۔ ڈرائنگ روم کی روشنی بھی بجھا دینا۔ صرف بیڈروم کا ٹیبل لیمپ جلانا۔ اس کی روشنی باہر نہیں جاتی"۔

لی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی جبرو نے ڈرائنگ روم کی بتی گل کر دی۔ بیڈروم کا ٹیبل لیمپ روشن تھا وہ بیڈروم میں آکر پلنگ پر نیم دراز ہو گیا اور کمالے کے بارے میں سوچنے لگا۔

☆☆☆

لی جب بن سنور کر کلب میں داخل ہوئی تو اس کے دوست اس کی طرف بڑھے۔ لی نے شگفتہ انداز میں سب کو ہیلو ہیلو کیا اور ڈیوس کی طرف بڑھی جو خود کونے والی میز پر سے اٹھ کر اس کی طرف آرہا تھا۔ ڈیوس نے اس سے پہلے لی کو اتنا خوبصورت کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لی نے اپنا ہاتھ ڈیوس کے ہاتھ میں دے دیا۔ دونوں کلب کی گیلری میں جا کر بیٹھ گئے۔

لی بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ آگے قدم بڑھا رہی تھی کہ کہیں ڈیوس کو کسی قسم کا شک نہ پڑ جائے۔ کیونکہ اس سے پہلے لی نے ڈیوس کے ساتھ ہمیشہ بے اعتنائی کا سلوک کیا تھا لیکن ڈیوس کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ لی کے سلوک میں آئی ہوئی تبدیلی کا تجزیہ کرتا۔ وہ تو اس خیال سے نہال ہو رہا تھا کہ جس لڑکی نے اسے ایک طرح سے سب کے سامنے چیلنج کیا تھا اور جس سے وہ دل سے محبت کرتا تھا وہ اس پر مہربان ہو گئی تھی۔

وہ گیلری میں بیٹھے چائے پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ لی بڑے سنجیدہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "ڈیوس! میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے تم سے ماضی میں اچھا سلوک نہیں کیا لیکن میں بھی مجبور تھی"۔ پھر اس نے خالص ترپاچرتر سے کام لیتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لیے اور پرس سے رومال نکال کر آنکھوں میں آئے ہوئے نقلی آنسوؤں کو پونچھا۔ "میں اپنے خاوند تھامسن کی یاد دل سے نہیں نکال سکتی ڈیوس!

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم مجھے دل سے پیار کرتے ہو لیکن.... لیکن تھامسن مجھے بہت یاد آتا ہے"۔

ڈیوس نے لی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور محبت بھری آواز میں بولا۔ "لی! تھامسن ضرور تمہیں پیار کرتا ہو گا۔ تم اسی لائق ہو کہ تمہیں جی بھر کر پیار کیا جائے اب تھامسن سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں رہا تم اسے بھول جاؤ۔ میں بھی تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں۔ لی! تمہارے سامنے تمہاری ساری زندگی پڑی ہے۔ تمہیں اس سفر کو طے کرنے کے لئے مجھ ایسے محبت کرنے والے دوست کی ضرورت ہے"۔

لی نے اپنی اسکیم پر عمل کرتے ہوئے آہستہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ سنجیدہ آواز میں بولی۔ "آئی ایم سوری ڈیوس! میں نے ابھی شادی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اچھا۔ اب میں جاتی ہوں"۔ لی پرس سنبھال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اس یقین کے ساتھ اٹھی تھی۔ کہ ڈیوس اسے ضرور روک لے گا۔ وہ ڈیوس کی آتش شوق کو مزید بھڑکانا چاہتی تھی۔ ڈیوس نے جلدی سے لی کا ہاتھ تھام لیا "پلیز لی! اتنی جلدی تو نہ جاؤ۔ ایک مدت کے بعد یہ خوبصورت لمحہ مجھے ملا ہے کہ تم میرے ساتھ ایک ٹیبل پر بیٹھی ہو اور پھر۔ میں نے .... میں نے تو ڈنر کا آرڈر بھی دے رکھا ہے۔ پلیز! آج تم میرے ساتھ ڈنر کرو"۔

لی یہی چاہتی تھی۔ وہ بیٹھ گئی۔ "مگر میں تمہارے ساتھ ڈانس نہیں کروں گی۔ لوگ کہیں گے کہ لی پہلے تو ڈیوس سے بولتی بھی نہیں تھی۔ اب شاید اس پر فدا ہو گئی ہے"۔

ڈیوس مسکرایا۔ "کاش ایسا ہو سکتا لی! چلو تم نہ سہی مگر میں تو تم پر فدا ہوں۔ ٹھیک ہے ہم آج ڈانس نہیں کریں گے صرف اکٹھے کھانا کھائیں گے"۔

چائے کے بعد وہ گیلری میں بیٹھے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ لی بڑی دور اندیشی کے ساتھ ایک ایک قدم آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے ابھی تک ڈیوس سے یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں کہا تھا کہ میں بھی تم سے پیار کرتی ہوں۔ انہوں نے ڈائننگ روم میں جاکر کھانا کھایا۔ کلب کے دوسرے ساتھی انہیں اکٹھے دیکھ کر آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ کچھ خوش بھی تھے کہ ڈیوس اور لی کی جوڑی مل گئی ہے۔ اس رات لی نے ڈیوس سے کوئی ایسی بات نہ کی جس کی خاطر اس نے اپنے تعلقات کو پھر سے استوار کیا تھا۔

وہ رات کے گیارہ بجے اپنی کوٹھی پر واپس آئی۔

کوٹھی پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ تالا کھول کر لی نے ڈرائنگ روم کی بتی جلائی۔ روشنی کی تو اس نے جبرو کو دیکھا جو کھڑکی کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ لی نے سب سے پہلے جبرو سے پوچھا کہ اس نے کھانا کھا لیا تھا؟ جبرو نے پوچھا۔ "جیل سپرنٹنڈنٹ سے کیا باتیں ہوئیں۔ کوئی امکان نظر آیا؟"

لی بولی۔ "اتنی جلدی تو سب کچھ نہیں ہوسکتا جبرو۔ خدا کے لئے مجھے اپنی اسکیم کے مطابق کام کرنے دو"۔

جبرو صوفے پر دراز ہوگیا۔ "آج میں ڈرائنگ روم میں سوؤں گا۔ تم اپنے بستر پر سونا بستر پر نیند نہیں آتی"۔

لی نے اپنے کمرے میں جا کر کپڑے بدلے۔ شب خوابی کا لباس پہنا اور ڈرائنگ روم میں آ کر جبرو سے پوچھا کہ کوئی فون تو نہیں آیا تھا۔ جبرو نے کہا۔ "دو تین بار گھنٹی بجی تھی مگر میں نے فون کو ہاتھ بھی نہیں لگایا"۔

لی نے کہا۔ "اچھا کیا! اب تم بھی کپڑے بدل کر سوجاؤ۔ مگر میں تمہیں صوفے پر نہیں سونے دوں گی۔ ساتھ والے کمرے میں بھی چارپائی بچھی ہے اور بستر لگا ہے۔ رات میں وہیں سوئی تھی۔ تم اگر چاہو تو وہاں سو جاؤ"۔

لی نے پیچھے سے جبرو کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے اور ذرا جھک کر بولی۔ "کیا تم مجھ سے ناراض ہو جبرو؟"

جبرو نے اپنے شانوں کو آہستہ سے جھٹک کر لی کو پرے کر دیا اور بولا۔ "تم

پاگل ہو؟ میں کیوں تم سے ناراض ہونے لگا؟ بار بار مجھے یہ نہ کہا کرو مجھے برا لگتا ہے"۔

لی جبرو کے مزاج سے کافی حد تک واقف ہو چکی تھی۔ وہ خاموشی سے اپنے بیڈروم میں چلی گئی۔ لیکن دروازے کو بند کر کے اندر سے چٹخنی نہ لگائی۔ جبرو نے کہا۔ "چٹخنی لگا دو"۔

لی کی آواز آئی۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم بھی آرام سے سو جاؤ اور بتی بجھا دینا"۔

☆☆☆

سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق لی روزانہ شام کو کلب جاتی اور وہاں ڈیوس کے پاس بیٹھ کر چائے کافی ضرور پیتی۔ دن میں اس کو ایک آدھ فون بھی کر دیتی۔ ڈیوس نے ایک روز اسے شاپنگ بھی کرائی۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ جبرو کوٹھی میں پڑے پڑے تنگ آگیا۔ اس نے ایک روز لی کو کہہ دیا کہ اتنے دن گزر جانے پر بھی تم نے کچھ نہیں کیا۔ میں تنگ آگیا ہوں یہاں بیٹھے بیٹھے.... لی نے جبرو کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ اپنی منزل کی طرف بالکل ٹھیک رفتار سے جا رہی ہے۔

اس سے اگلے دن شام کو جب کلب میں لی کی ملاقات ڈیوس سے ہوئی تو اس نے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد ڈیوس سے کہا۔ "ڈیوس! میں اکیلی گھر میں بیٹھے بیٹھے کسی وقت سخت بور ہو جاتی ہوں۔ سوچتی ہوں کوئی کام کروں"۔

ڈیوس نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کام کرنے کی کیا ضرورت ہے لی!"

لی نے اپنے نشانے کی طرف پہلا تیر چلاتے ہوئے کہا۔ "کام سے میری مراد یہ نہیں کہ میں کوئی نوکری کروں۔ میرا مطلب ہے۔ میں ایک کتاب لکھنا چاہتی ہوں"۔

"کتاب؟" ڈیوس نے بھویں اٹھا کر پوچھا۔

لی نے اداکاری کرتے ہوئے ڈیوس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ڈیوس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدن میں خوشی کی ایک سرور انگیز لہر دوڑ گئی۔ "ڈیوس! تم میری اس سلسلے میں مدد کر سکتے ہو"۔

"کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں لی! اس سے بڑھ کر میرے لئے خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے"۔ ڈیوس نے لی کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "مگر میں کتاب لکھنے کے سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں ڈارلنگ؟"

لی نے بڑے پر شوق لہجے میں کہا۔ "ڈیوس! میں ان قیدیوں پر ایک کتاب لکھنا چاہتی ہوں جو جیل میں عمر قید کی سزا بھگت رہے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے تو جیل کے باہر کی زندگی کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے جب وہ عمر قید کی سزا بھگت کر باہر نکلیں گے تو بوڑھے ہو چکے ہوں گے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ لوگ زندگی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ ان کی تمنائیں کیا ہیں۔ ان کے جذبات کیسے ہیں۔ ظاہر ہے عمر قید بھگتنے والوں میں عورتیں بھی ہوں گی۔ اگر تم میری مدد کرو تو میں ان لوگوں سے باری باری انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔ پھر میں اس کی ایک کتاب بناؤں گی۔ کیا تم میری مدد کرو گے ڈیوس؟ نہیں نہیں۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔ اگر تم نہیں چاہتے تو میں کوئی دوسری کتاب شروع کر دوں گی"۔

ڈیوس نے لی کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "لی! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری مدد نہ کروں اور پھر اس میں کوئی ضابطے کے خلاف بات بھی نہیں ہے۔ اخبار والے تو ان لوگوں کے انٹرویو لیتے ہی رہتے ہیں بلکہ اب تو کوئی ان کی خیر خیریت معلوم کرنے بھی نہیں آتا"۔

تیر کو ٹھیک نشانے پر لگتے دیکھ کر لی جلدی سے بولی۔ "میں زندگی سے محروم مگر ان زندہ لوگوں کے احساسات قلمبند کرنا چاہتی ہوں ڈیوس۔ میں یہ کتاب انگریزی میں لکھوں گی اور اسے یورپ میں بھی چھپواؤں گی۔ پلیز یہ میرا شوق ہے ڈیوس!"

لی نے کچھ ایسے محبت بھرے انداز سے ڈیوس کی طرف دیکھا کہ وہ تو اس کا مزید دیوانہ ہو گیا۔ بولا۔ "لی! تم جب چاہو میرے دفتر میں آ کر عمر قید لگنے والوں

کے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کر سکتی ہو۔ میں انہیں باری باری اپنے دفتر میں بلا لیا کروں گا۔ تمہیں ان سے جو کچھ پوچھنا ہو گا پوچھ لینا۔ مجھے تو خوشی ہو گی کہ میں تمہارے کسی کام آ سکا"۔

لی نے کہا۔ "تمہارا شکریہ ڈیوس۔ تم نے میرا دل جیت لیا ہے"۔

یہ جملہ ڈیوس کو دیوانہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا۔ لی نے کہا۔ "میں کل سے یہ انٹرویوز کا سلسلہ شروع کرنا چاہتی ہوں۔ بس تھوڑی دیر کے لئے قیدی سے بات کروں گی۔ ڈیوس! یہ بڑی دلچسپ کتاب بن جائے گی"۔

"کیوں نہیں"۔ ڈیوس نے نیا سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "تم بے شک کل گیارہ بجے میرے آفس آ جانا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا"۔

لی نے ایسی نظروں سے ڈیوس کی طرف دیکھا جیسے وہ اس سے بے پناہ پیار کرتی ہو۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "ڈیوس! میں تمہارے ساتھ رقص کروں گی"۔

ڈیوس کے خوشی کے مارے پاؤں زمین پر نہیں لگتے تھے۔

رات کو لی کوٹھی میں واپس آئی تو اس نے جبرو کو بتایا کہ میں کل جیل میں کمالے سے ملاقات کرنے والی ہوں۔ جبرو صوفے پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اسے ساری باتیں سنا دیں۔ جبرو بولا۔ "تمہیں سارا کام بڑی ہوشیاری سے کرنا ہو گا۔ کہیں ڈیوس کو شک ہو گیا تو سارے کام پر پانی پھر جائے گا"۔

لی نے کہا۔ "میں کوئی اناڑی نہیں ہوں جبرو۔ میں ایک ایک قدم سوچ سمجھ کر اٹھا رہی ہوں"۔

جبرو بولا۔ "اگر کل تم کمالے سے ملو تو اسے کہنا کہ میں بالکل خیریت سے ہوں اور ہم اسے بہت جلد وہاں سے نکال لیں گے"۔

لی کہنے لگی۔ "ابھی شاید میں یہ باتیں اس سے نہ کر سکوں۔ کیونکہ میرا خیال ہے۔ یہ ملاقات ڈیوس کے کمرے میں ہو گی اور وہ کمرے میں موجود ہو گا۔ ویسے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اسے کمرے سے باہر بھجوانے کی ترکیب بھی سوچ رکھی ہے۔ تم خاطر جمع رکھو۔ اب ہمارا مشن شروع ہو گیا ہے"۔

☆☆☆

دوسرے دن ٹھیک گیارہ بجے لی ولی کی تہاڑ جیل میں پہنچ گئی۔ ڈیوس نے جیل کے دروازے پر لی کا خیر مقدم کیا اور اسے اپنے آفس میں لے گیا۔ اس نے لی کے لئے چائے منگوائی۔ لی نے دفتر کے ماحول پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ "ڈیئر ڈیوس! تمہارا دفتر تو بہت خوبصورت ہے"۔

لی اب ڈیوس کو جان بوجھ کر کبھی کبھی ڈیئر کہہ دیتی تھی جس کا ڈیوس پر خاطر خواہ بلکہ اس سے بھی زیادہ اثر ہو رہا تھا۔ چائے ختم کر کے لی ایک دم کھڑی ہو گئی اور بولی۔ "ڈیئر! میں عمر قید والوں کو کام کرتے' میرا مطلب ہے ان کے حقیقی رنگ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیا تم مجھے ان کے پاس لے چلو گے میں ان سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ انہیں یہاں بلوا کر کروں گی"۔

ڈیوس کندھے اچکاتے ہوئے ہنس کر بولا۔ "ضرور ضرور..... میرے ساتھ آؤ۔ یہاں اس وقت ایسے صرف چار عمر قیدی ہی ہیں۔ یہ سارے کے سارے قاتل اور ڈاکو ہیں۔ انہوں نے کئی کئی قتل کیے ہیں۔ مگر عینی گواہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں پھانسی نہیں مل سکی میرے ساتھ آؤ"۔

ڈیوس نے لی کو ساتھ لیا اور جیل کے عقبی میدان میں آگیا۔ یہاں کچھ قیدی زمین کھود رہے تھے۔ لی جانتی تھی کہ کمالا اسے اور وہ کمالے کو پہچان لے گی۔ اتنا اسے یقین تھا کہ کمالا اسے دیکھ کر اس قسم کے رد عمل کا اظہار نہیں کرے گا جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ لی کو پہلے بھی مل چکا ہے۔

ڈیوس آہستہ آہستہ چلتا لی کو قیدیوں کے پاس لے گیا۔ یہ چار قیدی تھے۔ ☆انہوں نے قیدیوں والے کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ اپنے دھیان میں زمین کھود رہے تھے۔ جمعدار نے سپرنٹنڈنٹ صاحب کے آنے کا اعلان کیا تو چاروں قیدی

پھاوڑے ایک طرف رکھ کر سیدھے ہو گئے اور انہوں نے ڈیوس کی طرف دیکھ کر سلام کیا۔

ان میں کمالا بھی تھا۔ جونہی کمالے کی نظر لی پر پڑی وہ ایک بار تو اپنی جگہ بت سا بن کر رہ گیا فوراً" ہی اس نے اپنے حواس پر قابو پایا اور کرتے سے ماتھے کا پسینہ پونچھنے لگا۔

لی نے بھی کمالے کو پہچان لیا تھا۔ یہ سب کچھ وہ اسی کے لیے تو کر رہی تھی۔ ڈیوس قیدیوں کی طرف اپنے بید کا اشارہ کر کے کہہ رہا تھا۔ "ہماری جیل کے عمر قید کی سزا پانے والے مجرم ہیں لی۔ انہیں یہاں کافی سہولتیں ہم نے دے رکھی ہیں۔ کیوں بھئی تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

ایک قیدی نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں تکلیف نہیں سر جی!"

لی نے اپنا آپ کمالے کو دکھانا چاہتی تھی۔ وہ اس کے اندر امید کی شمع روشن کرنا چاہتی تھی۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس کے دوست اس سے غافل نہیں ہیں اور یہ سب کچھ لی نے اپنی موجودگی سے کمالے کو بتا دیا تھا۔ اس نے ڈیوس کا بازو تھامتے ہوئے کہا۔ "اوکے ڈیئر اب واپس دفتر چلتے ہیں"۔

دفتر میں آکر وہ بیٹھ گئے۔ ڈیوس نے مزید چائے اور سنڈوچز منگوا لیے۔ لی نے چائے بناتے ہوئے بولی۔ "ڈیوس! میں اگر تم سے ایک اجازت طلب کروں تو تم برا تو نہیں مانو گے؟"

ڈیوس نے دونوں بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔ "میں کیوں برا مانوں گا لی؟ تم مجھ سے جو چاہے طلب کر سکتی ہو۔ میں تو سر سے پاؤں تک تمہارا ہوں"۔

لی نے کہا۔ "میں ان قیدیوں سے تنہائی میں انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔ اس کی ایک وجہ ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ تمہارے سامنے یہ قیدی مجھ سے کھل کر بات نہیں کریں گے۔ وہ اپنے حقیقی جذبات چھپائیں گے اور میں ان کے حقیقی جذبات قلم بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے؟"

ڈیوس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "ویسے تمہارا یہ خیال بالکل صحیح ہے۔ میرے سامنے یہ قیدی تمہیں اپنے دل کا حال ہرگز نہیں بتائیں گے۔ ٹھیک ہے جب تم انٹرویو شروع کرو گی تو میں تھوڑی دیر کے لئے باہر چلا جاؤں گا۔ مگر باہر میرے گارڈ ضرور ہوں گے اگرچہ یہاں حفاظتی انتظامات بہت سخت ہیں پھر بھی احتیاط ضروری ہے"۔

"تم نے بالکل ٹھیک کہا ڈیئر! میں ان باتوں کو سمجھتی ہوں"۔ لی نے ڈیوس کے سامنے اس کی پیالی رکھ دی اور پلیٹ سے ایک سینڈوچ اٹھا کر بڑی محبت کے ساتھ ڈیوس کو پیش کیا۔ ڈیئر! میری خاطر یہ ضرور کھاؤ"۔

ڈیوس پر لی کی نوازشات کی بارش ہو رہی تھی۔ وہ لی کی محبت میں سر سے پاؤں تک شرابور ہو چکا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کایا پلٹ کیسے گئی۔ اس کو اس کا تجزیہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ لی سے بے پناہ پیار کرتا تھا اور لی اس کے پیار کا جواب پیار سے دے رہی تھی۔ اسے اور کچھ نہیں چاہئے تھا۔

لی یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ پہلے کمالے کو بلایا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے گوڑ گاؤں کا ایک قیدی لایا گیا۔ ڈیوس نے قیدی سے کہا۔ "میڈم تم سے جو کچھ پوچھے ٹھیک ٹھیک بتانا۔ کتاب چھپے گی تمہاری سنا.... ہو سکتا ہے تمہاری کچھ سزا بھی معاف ہو جائے"۔

قیدی ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ بار بار سر جھکا رہا تھا۔ لی کو اس کا یہ انداز بڑا برا لگا۔ اسے لگا کہ یہ کوئی بزدل آدمی ہے جس سے غلطی سے کوئی قتل ہو گیا ہے یا اس پر قتل کا الزام لگایا گیا تھا۔ وہ لی کی کرسی کے پاس فرش پر بیٹھ گیا۔

ڈیوس باہر چلا گیا۔ اس نے باہر خصوصی مسلح گارڈ کھڑی کر دی تھی۔ لی کو اس قیدی سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی بس یونہی بات رکھنے کے لئے اس سے ادھر ادھر کی باتیں پوچھتی اور نوٹ لیتی رہی۔ اس نے جان بوجھ کر پندرہ منٹ لگائے تاکہ کمالے

کے لئے بھی وقت لینے کا جواز پیدا ہو سکے۔

اس روز لی نے صرف دو قیدیوں کے انٹرویو لیے۔ شام کو اس نے جبرو کو سارا قصہ سنایا اور کہا۔ "کل میں کمالے سے انٹرویو کروں گی"۔

جبرو بولا۔ "مگر تم اس کو کیا کہو گی؟ اس کا فائدہ کیا اگر تمہارے پاس اسے بھگانے کی کوئی اسکیم نہیں ہے"۔

لی صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ میرے ذہن میں ایک اسکیم ہے؟ میں اس اسکیم کے مطابق کام کر رہی ہوں۔ تم ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جب وقت آئے گا تو میں تمہیں سب سے پہلے بتاؤں گی"۔

دوسرے روز لی کو انٹرویو دینے کے لئے کمالا سپرنٹنڈنٹ کے آفس میں داخل ہوا تھا اس نے بھی سپرنٹنڈنٹ کو سلام کیا مگر ہاتھ بالکل نا جوڑے۔ وہ دیوار کے ساتھ چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ ڈیوس نے لی سے کہا۔ "اس کا نام کمال ہے۔ یہ بڑے نامی گرامی اور مفرور ڈاکو جبرو کا ساتھی رہ چکا ہے۔ جبرو تو ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔ مگر اسے پولیس نے پکڑ لیا تھا"۔ پھر کمالے کی طرف دیکھا اور کرسی چھوڑتے ہوئے بولا۔ "کمالے یہ اخبار میں کام کرتی ہیں۔ تمہارا بیان لیں گی مگر اسے اخبار میں نہیں کتاب میں چھاپیں گی۔ ٹھیک ٹھیک بتانا۔ ہو سکتا ہے۔ تمہاری کچھ سزا معاف ہو جائے"۔

چند ثانیوں بعد وہ انگریزی میں لی سے مخاطب ہوا۔ ڈارلنگ! میں باہر راؤنڈ پر جا رہا ہوں۔ باہر گارڈ مقرر کر دی گئی ہے۔ تم بے فکر رہو۔ وہ ایک سیکنڈ میں تمہاری آواز پر اندر آجائیں گے۔ ویسے اس قیدی کا جیل میں ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ کبھی کسی سے لڑا جھگڑا نہیں"۔

ڈیوس ٹوپی سر پر رکھ کر بید بغل میں دبائے کمرے سے نکل گیا۔ جب لی اور کمالا کمرے میں تنہا رہ گئے تو لی نے کمالے کو فرش پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کمالا فرش پر بیٹھ گیا۔ دروازے کی طرف ایک نگاہ ڈالی۔ پھر لی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔

"یہ سب کچھ کیا ہے لی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لی نے اس سے بھی زیادہ آہستگی میں جواب دیا۔ "یہ سب کچھ تمہیں یہاں سے نکالنے کے لئے ہے۔ کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں"۔

لی جلدی سے اٹھ کر دروازے کے پاس گئی۔ دروازے پر اندر کی طرف پردہ پڑا تھا۔ اس کے پیچھے چق تھی۔ لی نے چق کی درزوں میں سے باہر دیکھا۔ برآمدے میں کچھ فاصلے پر دو مسلح سپاہی کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ وہ واپس آکر کرسی پر بیٹھ گئی اور بولی۔ جبرو میرے پاس ہے۔ ہم نے تمہیں یہاں سے نکالنے کی اسکیم تیار کی ہے۔ تم تیار رہو۔ ایسا کسی بھی وقت ہو سکتا ہے"۔

کمالے نے ایک گہرا سانس لیا اور پوچھا۔ "جبرو کیسا ہے؟"

"وہ بالکل ٹھیک ہے۔ وہ صرف تمہارے لئے یہاں چھپا ہوا ہے۔ پولیس اس کے پیچھے ہے"۔ لی آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔ "تم یہ بتاؤ کہ تمہیں مشقت کے لئے کہیں باہر نہیں لے جایا جاتا"۔

کمالے نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جی ٹی روڈ کی طرف دریا کا پشتہ سیلاب سے ٹوٹ گیا ہے۔ ہفتے میں دو بار قیدیوں کو مشقت کے لئے لے جایا جاتا ہے مگر مجھے نہیں لے جایا جاتا۔ پرسوں یہاں سے کچھ قیدی جائیں گے"۔

لی نے پوچھا۔ "تمہیں کیوں نہیں لے جایا جاتا؟"

"ڈیوس صاحب کہتے ہیں کہ میں خطرناک قیدی ہوں"۔ کمالے نے آہستہ سے کہا۔

لی نے اٹھ کر ایک بار پھر دروازے کے باہر دیکھا۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "پرسوں کس وقت قیدی دریا پر جائیں گے؟"

کمالا کہنے لگا۔ "صبح صبح ہی انہیں لے جایا جاتا ہے۔ پھر شام ہونے سے پہلے واپس جیل میں آجاتے ہیں"۔

"سپاہی ساتھ کتنے ہوتے ہیں؟"

لی کے ذہن میں ایک خیال امید کی لو بن کر چمک اٹھا تھا۔ اس نے کہا۔ "تم پرسوں تیار رہنا"۔ پھر بلند آواز میں اس سے سوال کرنے لگی اور ساتھ ہی ساتھ کاپی پر تیز تیز لکھتی بھی جا رہی تھی۔ دس پندرہ منٹ بعد ڈیوس ٹوپی اتارتا ہوا کمرے میں واپس آگیا۔ "انٹرویو ختم ہو گیا ڈیئر؟"

"بس ڈارلنگ! ختم ہو گیا"۔ لی نے کاپی تہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ میری یہ کتاب بڑی انوکھی ہو گی۔ مگر ڈیوس ڈارلنگ! اب معلوم ہوا کہ مجھے قیدی عورتوں سے بھی انٹرویو لینے ہوں گے اور ان لوگوں سے بھی جنہیں موت کی سزا سنائی جا چکی ہے"۔

ڈیوس کمالے کی طرف دیکھ کر کرخت آواز میں بولا۔ "کھڑے ہو جاؤ تم"۔

کمالا اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈیوس نے گھنٹی بجائی۔ مسلح سپاہی اندر آگیا۔ ڈیوس نے اسے حکم دیا کہ کمالے کو لے جاؤ۔ سپاہی کمالے کو لے کر کمرے سے نکل گیا۔ پھر وہ لی کی طرف متوجہ ہوا۔ "ہاں لی ڈارلنگ! تم کیا کہہ رہی تھیں؟"

ڈیوس نے منہ میں سگار دبایا ہوا تھا اور جیب میں ماچس تلاش کر رہا تھا۔ لی کہنے لگی۔ "میں کہہ رہی تھی ڈیئر کہ مجھے کچھ قیدی عورتوں کے بھی انٹرویو کرنے ہوں گے"۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ ضرور کرنا"۔ ڈیوس سگار سلگانے لگا۔

لی نے کہا۔ "ڈیوس! تمہیں شاید معلوم ہی ہے کہ میں نے انسانی نفسیات میں ایم اے کیا ہے اور مجھے انسانی نفسیات سے ہمیشہ ہی سے دل چسپی رہی ہے"۔

"ہاں ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ بلکہ تم نے ایک بار خود ہی مجھے بتایا تھا"۔ ڈیوس سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

لی کہنے لگی۔ "میں ان قیدیوں سے باتیں کر کے اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ان لوگوں کے دلوں میں جیل سے باہر نکل کر ایک نیک دل انسان بننے کی بھرپور خواہش موجود ہے مگر صرف ایک قیدی کیا نام تھا اس کا؟ ہاں یاد آیا۔ کمالا .... صرف وہ قیدی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسا ہے کہ جس پر کھلی فضا میں کام نہ کرنے کا شدید منفی اثر پڑ رہا ہے کیا تم اسے باہر مشقت کے لئے نہیں بھیجتے ڈیوس؟"

ڈیوس نے پاؤں سمیٹتے ہوئے میز پر کہنیاں ٹکائیں اور بولا۔ "لی ڈیئر! کمالا ایک بہت ہی خطرناک قیدی ہے۔ میں اس کو صرف تمہاری وجہ سے دفتر میں لے آیا۔ ورنہ اس کا ہر وقت خطرہ ہی رہتا ہے اگرچہ وہ یہاں بڑا شریف بنا ہوا ہے"۔

لی نے فوراً کہا۔ "مگر ڈیوس! میری خاطر اسے دوسرے قیدیوں کے ساتھ دریا پر مشقت کے لئے ضرور بھیج دو۔ ورنہ اس کی شخصیت کبھی نہ سدھر سکے گی۔ میں نے تو اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے"۔

ڈیوس کچھ مجبور سا لگ رہا تھا۔ لی نے گرم لوہے پر ایک اور وار کر دیا۔ اس نے ڈیوس کے ہاتھ کو پکڑ کر بڑی محبت سے چوما اور بولی۔ "میری بات رکھ لو ڈیوس۔ میں نے بڑے مان سے اس سے وعدہ کیا ہے کہ وہ پرسوں ضرور مشقت پر لے جایا جائے گا۔ کمالا جانے کے لئے بالکل بھی ضد نہیں کر رہا تھا وہ تو صرف یہی کہہ رہا تھا کہ باہر جا کر مشقت کرنے سے اس کے دل میں بڑی خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو ایک ذمے دار شریف شہری سمجھنے لگتا ہے بس میری خاطر اسے پرسوں دریا پر دوسرے قیدیوں کے ہمراہ مشقت پر بھیج دو۔ اس کے بعد چاہے نہ بھیجنا"۔

ڈیوس بے بس ہو چکا تھا۔ اس نے لی کو اپنے قریب کر لیا اور بولا۔ "اگر یہ تمہاری خواہش ہے تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ پرسوں قیدیوں کی جو ٹیم دریا کے پشتے پر کام کرنے جائے گی۔ کمالا اس میں ضرور ہو گا۔ بس اور کوئی حکم ہو تو بتاؤ؟"

لی نے اپنا رخسار ڈیوس کے کندھے کے ساتھ لگا لیا۔ اس نے اپنی منزل کی طرف آدھا راستہ طے کر لیا تھا۔ شام کو کلب میں ملنے کا وعدہ کر کے لی نے ڈیوس سے اجازت لی اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی پر واپس آ گئی۔

اس نے ساری روداد جبرو کو سنائی تو وہ بولا۔ "ہمیں اسلحہ کی ضرورت ہو گی لی۔ وہ کہاں سے آئے گا؟"

لی نے کہا۔ "میں زیادہ سے زیادہ تمہیں ایک پستول لا کر دے سکتی ہوں"۔

جبرو کسی گہری سوچ میں کھو چکا تھا۔ اس کے منہ سے اپنے آپ نکلا۔ "ایک پستول سے کیا ہو گا؟" وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

لی کہنے لگی۔ "گاڑی میرے پاس موجود ہے ہم اس گاڑی کو استعمال کر سکتے ہیں"۔

جبرو صوفے پر بیٹھ گیا۔ "ایک بات بتاؤ۔ کیا ان سپاہیوں نے تمہیں سپرنٹنڈنٹ جیل کے ساتھ دیکھا ہے۔ جو قیدیوں کے ساتھ دریا پر جائیں گے؟"

لی نے کچھ سوچ کر کہا۔ "وہاں مجھے تقریباً" سبھی سپاہیوں نے ڈیوس کے ساتھ جیل کی بارکوں میں آتے جاتے دیکھا ہے۔ اب یہ مجھے معلوم نہیں کہ قیدیوں کو لے کر جو سپاہی جائیں گے وہ کون ہوں گے؟"

جبرو سر کو نفی میں ہلانے لگا۔ وہ ایک بار پھر ٹہلنے لگا۔ "سات سپاہی ہوں گے۔ سات رائفلیں ان کے پاس ہوں گی۔ ہمارے پاس صرف ایک پستول ہو گا۔ قیدی دوسری گاڑی میں آئیں گے۔ اس گاڑی کے پیچھے دو سپاہی پہرہ دے رہے ہوں گے"۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ اس نے پلٹ کر لی کی طرف دیکھا اور بولا۔ "راستے میں گاڑی پر حملہ کرنا درست نہیں ہو گا۔ ہم اس جگہ گھات لگا کر بیٹھیں گے جہاں قیدیوں کو اتارا جائے گا۔ مجھے دریا کے پشتے پر جا کر اس جگہ ک دیکھنا ہو گا"۔

لی نے سوال کیا۔ "کیا ایک پستول سے تم سات کانسٹیبلوں پر قابو پا سکو گے؟"

جبرو مسکرایا۔ "اس کا جواب تمہیں موقع پر ہی مل سکے گا۔ تم پستول کا انتظام کر دو۔ میں کل رات دریا کے پشتے پر جا کر وہ جگہ دیکھوں گا جہاں قیدی کام پر جاتے ہیں۔"

لی نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ جاؤں گی"۔

"ٹھیک ہے"۔ جبرو کندھے اچکا کر بولا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس دوران تم دریا کے پشتے کے بارے میں مزید تفصیلات بھی معلوم کر لو"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆☆☆

دوسرے دن شام کو لی نے ڈیوس سے پھر ملاقات کی اور باتوں ہی باتوں میں دریا کے پشتے کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر لیں۔ اس نے ایک پستول اور کچھ گولیاں بھی حاصل کر لیں۔

اسی رات کے گیارہ بجے وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر دریا کی طرف نکل گئے۔ دریا میں اوپر جا کر جی ٹی روڈ سے کچھ فاصلے پر دریا میں ایک جگہ پشتہ باندھا جا رہا تھا۔ بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیر پڑے تھے۔ پشتے کی آدھی دیوار تیار ہو چکی تھی جس کو لوہے کی جالیوں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ جبرو نے اس جگہ کا بھرپور معائنہ کیا اور پتھروں کے ایک ڈھیر کو گھات لگانے کے لئے منتخب کر لیا۔ پھر وہ واپس آ گئے۔

اگلی صبح سورج نکلنے سے کچھ پہلے کمالے کو دوسرے قیدیوں کے ساتھ وہاں مشقت کے لئے آنا تھا۔ وہ رات جبرو اور لی دیر تک اپنے پلان پر مزید غور و فکر کرتے رہے۔ جبرو نہیں چاہتا تھا کہ لی اس کے ساتھ جائے۔ کیونکہ اس کی اسکیم کے مطابق لی کا کام ختم ہو چکا تھا جبکہ لی کے مطابق اس کا کام اب شروع ہونے والا تھا۔ اسی لئے لی ساتھ جانے پر اصرار کرنے لگی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جبرو کہ میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں؟ کیا تم مجھے یہاں اس لئے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو کی ڈیوس کو مجھ پر شک ہو جائے کہ میں نے کمالے کو بھگایا ہے اور وہ مجھے گرفتار کرنے پر مجبور ہو جائے؟ کیا تم مجھ سے شادی کر کے پاکستان نہیں لے جانا چاہتے؟"

جبرو لی کو ساتھ لے جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے دل میں یہی سوچا کہ وہ پاکستان جاتے ہوئے کسی بھی شہر میں اس سے بچھڑ جائے گا۔ لی پڑھی لکھی عورت ہے۔ کسی بھی شہر میں جا کر نئی زندگی شروع کر سکے گی۔

رات بارہ بجے وہ سو گئے۔ لی نے الارم لگا دیا تھا۔ ٹھیک پونے چار بجے الارم بج اٹھا۔ دونوں جلدی جلدی تیار ہو گئے۔ جبرو نے آخری بار پستول میں میگزین کو چیک

کیا۔ گولیاں جیکٹ کی جیب میں رکھیں اور لی کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ کر دریا کے پشتے کی طرف روانہ ہو گیا۔

پو پھٹ چکی تھی۔ ابھی دن کا اجالا پوری طرح سے نہیں ہوا تھا۔ دریا تک پہنچتے پہنچتے ہلکی ہلکی روشنی ہو گئی۔ جبرو نے لی کو ذرا پیچھے اس جگہ پتھروں کے پیچھے بٹھا دیا جہاں سے کچی سڑک موڑ کاٹ کر دریا کے پشتے کی طرف مڑتی تھی۔ وہ موڑ کی بائیں جانب والے پتھروں کے ڈھیر کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے پستول کھول کر ایک بار پھر چیک کیا۔ اس میں سات گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ یہ بڑا کارگر جرمن پستول تھا۔

لی کی نظریں کچی سڑک پر دور تک گئے ہوئے درختوں کی طرف لگی تھیں۔ اس نے اپنی گاڑی وہاں سے کافی پرے جی ٹی روڈ کے پاس کھڑی کر رکھی تھی دن کی پھیکی پھیکی روشنی پھیلنا شروع ہو گئی۔ پھر لی کو دور سے ایک گاڑی آتی نظر آئی۔ اس نے منہ سے سیٹی بجا کر جبرو کو خبردار کر دیا۔

جبرو غور سے درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ آگے آگے قیدیوں کی گاڑی تھی۔ اس کے پیچھے پولیس کی کھلی جیپ تھی۔ جس میں بیٹھے سپاہیوں کے ہیولے اسے نظر آ رہے تھے۔ قیدیوں کی گاڑی سڑک کا موڑ گھوم کر دریا کے پشتے کے قریب ایک ایسی جگہ کھڑی ہو گئی جہاں سے پستول کا نشانہ لگانا اتنا آسان نہیں تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے پتھروں کے پیچھے سے اونچی دریائی گھاس میں رینگتا ہوا لاری سے چند گز کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔

اتنی دیر میں لاری کے پیچھے بیٹھے ہوئے دونوں سپاہی اتر چکے تھے اور لاری سے قیدیوں کو باہر نکال رہے تھے۔ جبرو سب سے پہلے یقین کر لینا چاہتا تھا کہ کمالا ان قیدیوں میں موجود ہے یا نہیں۔ بند لاری میں سے کل سات قیدی باہر نکلے سب سے آخر میں کمالا باہر آیا۔ کمالے کو بھی خبر کر دی گئی تھی کہ آج اسے وہاں سے بھگا لے جانے کا پروگرام بنایا گیا ہے اس نے لاری سے باہر نکل کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلح سپاہی نے اسے کرخت آواز میں پشتے کی طرف چلنے کا حکم دیا۔

جیل پولیس کی جیپ بھی ذرا پیچھے ایک جگہ کھڑی ہو گئی تھی۔ اور اس میں سے پانچ سپاہی نکل کر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ موقعہ کا تقاضا یہ تھا کہ جبرو سب سے پہلے ان دو جیل کانسٹیبلوں سے نمٹے جو اس سے چند گز کے فاصلے پر تھے ان میں سے ایک کانسٹیبل قیدیوں کے ساتھ پشتے پر چل پڑا۔

معاملہ مزید الجھ گیا تھا۔ للی دوسری طرف پتھروں کے ڈھیر کے پیچھے چھپی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے کسی بھی وقت پستول کے دھماکے اور کسی ایک سپاہی کے گرنے کی توقع تھی۔ مگر جبرو پستول کا دھماکہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک سپاہی اس کے قریب ہی پتھروں کے پاس بیٹھ گیا اس نے رائفل اپنے گھٹنوں پر رکھ لی۔ اور جیب سے سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔

جبرو گھاس میں رینگ کر اس کے پیچھے آگیا۔ یہاں لاری کی اوٹ تھی اور دوسری طرف کے سپاہیوں کی ادھر نظر نہیں پڑ رہی تھی۔ جبرو نے اچھل کر بیٹھے ہوئے سپاہی کو گرا لیا۔ جبرو کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ سپاہی نے دو لڑھکنیاں کھائیں مگر جبرو نے اس کی گردن کو نہ چھوڑا۔ پتھروں کے ڈھیر کے پیچھے گھاس میں کھینچ لینے کے بعد جبرو نے سپاہی کی گردن کو پوری طاقت سے دبائے رکھا سپاہی کی آنکھیں ابل پڑی تھیں اس کا منہ کھلا تھا اور اندر زبان ادھر سے ادھر گردش کر رہی تھی۔ وہ پوری آواز سے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو مدد کے لئے بلانا چاہتا تھا۔ مگر جبرو کے لئے بھی یہ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ وہ اسے کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ سپاہی کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا اس کے باوجود جبرو نے اس پر بھروسا نہ کیا اور ایک زبردست جھٹکے سے اس کی گردن کی ہڈی کو توڑ ڈالا۔

جبرو نے اس کی رائفل اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جیپ کے پاس جو چار سپاہی کھڑے تھے اب وہ پشتے کے پاس جا کر قیدیوں کی نگرانی پر کھڑے ہو گئے۔ للی نے جبرو کو سپاہی پر جھپٹتے اور اسے نیچے لے جاتے دیکھ لیا تھا۔ کمالا دوسرے قیدیوں کے ساتھ

بڑے بڑے پتھر اٹھا کر پشتے کی دیوار پر جوڑ رہا تھا وہ دل میں سوچ رہا تھا کہ جبرو نے کہیں اپنا ارادہ تو نہیں بدل لیا۔

لاری کے ڈرائیور نے اونچی آواز میں کہا "کانشی رام میں واپس جا رہا ہوں"۔

"جاؤ جاؤ۔ دوپہر کو آجانا"۔ پشتے پر کھڑے سپاہی نے اسے تاکید کی اور ڈرائیور قیدیوں والی گاڑی کو وہاں سے نکال کر لے گیا۔

اب وہاں صرف جیپ ایک طرف درختوں کے نیچے کھڑی تھی۔ جبرو ابھی کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ پشتے کی طرف سے ایک سپاہی نے اس کانسٹیبل کو آواز دی جس کی لاش گھاس میں پڑی تھی۔ جب اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو سپاہی پتھر کے ڈھیر کی طرف بڑھا۔ جبرو نے جلدی سے سرینچے کر کے اپنی طرف آتے سپاہی کے دل کا نشانہ لے لیا اس کی انگلی ٹریگر پر تھی فائر کا دھماکہ ہوا اور سپاہی منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

فائر کی آواز پر دوسرے سپاہی اس کی طرف دوڑے۔ جبرو نے دوسرا فائر کر کے ایک اور سپاہی کو موت کی نیند سلا دیا۔ باقی سپاہی ایک دم زمین پر لیٹ گئے۔ جبرو نے چیخ کر کمالے کو پکارا دوسرے قیدی حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کمالے نے جبرو کی آواز سنی تو وہ اس کی طرف دوڑا۔ اس نے پتھروں کے ڈھیر کے پیچھے جبرو کو فائر کرتے دیکھ لیا۔ وہ جھکا جھکا دوڑ کر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ جبرو نے پستول اس کی طرف اچھال دیا۔ کمالے نے پستول پکڑا اور سرینچے کیے سپاہیوں کے عقب میں آگیا۔ اس نے بھی پستول سے فائرنگ کر دی۔

جیل کے سپاہی اس قسم کے پولیس مقابلوں کے عادی نہیں تھے۔ انہیں بڑی دیر بعد رائفل چلانے کا موقع ملا تھا۔ وہ گھبرا بھی گئے تھے۔ ان کے سامنے ان کے تین ساتھیوں کی خون میں لت پت لاشیں پڑی تھیں۔ ایک سپاہی اچانک اٹھا اور جیپ کی طرف دوڑا۔ جبرو نے اسے راستے میں ہی گرا دیا۔ باقی دو سپاہی رہ گئے تھے۔

جبرو نے چلا کر کہا۔ "اپنی اپنی جانیں بچا کر بھاگ جاؤ ورنہ زندہ نہیں بچ سکو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے"۔

اتنا سنتے ہی دونوں سپاہیوں نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔ جبرو اور کمالا گھات سے نکل آئے جبرو نے کمالے سے کہا۔ "کمالے جیپ کو قبضے میں کرو"۔ ساتھ ہی اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "دریا کی طرف بھاگ جاؤ۔ بھاگو"۔

دونوں سپاہی اپنا اسلحہ وہیں چھوڑ کر دریا کی طرف دوڑ پڑے۔ لی بھی ڈھیر کے پیچھے سے نکل آئی۔ کمالے نے جیپ کو اسٹارٹ کر دیا تھا۔

لی نے کہا۔ "جبرو! میری گاڑی سڑک کے قریب ہے۔ ہم اس جیپ کو یہیں چھوڑ جائیں گے"۔ جبرو لی کو کہنا چاہتا تھا کہ تم واپس چلی جاؤ۔ اب تمہاری ہمیں ضرورت نہیں ہے مگر نہ جانے کیوں وہ ایسا نہ کہہ سکا اس کی بجائے اس نے کہا۔ "ہم تمہاری گاڑی تک اسی میں جائیں گے"۔

وہ جیپ میں سوار ہو گئے۔ لی کے اشارے پر کمالے نے جیپ کا رخ جی ٹی روڈ والے درختوں کی طرف کر دیا۔ وہ طوفانی رفتار سے جیپ کو چلاتے ہوئے وہاں سے نکال لے گیا۔ شیشم کے درختوں کے نیچے کالی گاڑی کھڑی تھی۔

"اس میں تیل کتنا ہے" کمالے نے پوچھا۔

لی بولی۔ "ٹینکی بھری ہوئی ہے"۔

کمالے نے جبرو سے کہا۔ "لالا! گاڑی راستے میں دغا نہ دے جائے۔ یہ جیپ اس سے زیادہ مضبوط ہے"۔

جبرو بولا۔ "مگر یہ کھلی ہے۔ آؤ گاڑی ہی ٹھیک رہے گی یہاں سے تو نکلیں۔ آگے جا کر کوئی فیصلہ کر لیں گے"۔

کمالا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جبرو اس کے ساتھ والی سیٹ پر اور لی گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئی۔ گاڑی درختوں سے نکل کر جی ٹی روڈ پر آ گئی۔ کمالے نے جبرو کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ "کس طرف جائیں؟ پنجاب کی طرف تو قتل عام ہو رہا ہے"۔

جبرو نے کہا۔ "تم میرٹھ کی طرف چلو کمالے۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا"۔

کمالے نے گاڑی کا رخ میرٹھ کی طرف پھیر دیا۔ لی پچھلی سیٹ پر بیٹھی بے چین نظروں سے سڑک پر پیچھے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جبرو اور کمالا دونوں خاموش بیٹھے تھے۔ گاڑی پوری رفتار سے خالی سڑک پر بھاگی جا رہی تھی۔ لی نے بلند آواز میں کہا "جن قیدیوں کو تم نے چھوڑ دیا تھا وہ تھوڑی دیر میں کسی پولیس اسٹیشن پہنچ کر جیل وارڈن کو اطلاع کر دیں گے"۔

جبرو نے کہا۔ "تو پھر ہم کیا کریں۔ اطلاع کرتے ہیں تو کریں"۔

لی کو پہلی بار جبرو کے لہجے میں بے اعتنائی کا احساس ہوا۔ مگر وہ جبرو کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دن کافی نکل آیا تھا۔ گاڑی دلی شہر کے مضافات سے گزر رہی تھی۔ یہاں سڑک پر اب دوسری گاڑیاں بھی آ جا رہی تھیں۔ جبرو نے کمالے سے کہا۔ "جتنی تیزی سے یہاں سے نکل سکتے ہو نکل جاؤ"۔

کمالے نے جبرو کی جیکٹ پہن لی تھی جس کی وجہ سے اس کی قیدیوں والی قمیض چھپ گئی تھی۔ وہ گاڑی کو آگے ہی آگے نکالتا چلا گیا۔ جبرو بولا۔ "اب جیل والوں کو تمہارے فرار کا پتا چل گیا ہو گا۔ غازی آباد سے آگے ممکن ہے پولیس سے مڈبھیڑ ہو جائے"۔

کمالے نے کہا۔ "ہمارے پاس دو رائفلیں اور ایک پستول ہے"۔

"مگر ہم پولیس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے"۔ جبرو نے باہر سڑک کنارے ایک ٹرک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ٹرک دوسری طرف نکل گیا۔

لی نے اپنا سر دونوں کے درمیان لاتے ہوئے کہا۔ "کمالے کے کپڑے بھی بدلنا ضروری ہیں"۔

جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "وہ بھی ہو جائے گا"۔ اس کی عقابی نظریں سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کا جائزہ لے رہی تھیں کمالے نے کھلی سڑک پر آتے ہی اسپیڈ تیز کر دی۔ وہ غازی آباد کو پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ اب وہ میرٹھ کی طرف جا رہے تھے۔ جبرو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے لی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ڈیوس تمہاری گاڑی کو پہچانتا ہے۔ اگر وہ پولیس کے ساتھ ہو تو وہ تمہاری گاڑی کو پہچان لے گا"۔

لی نے جواب دیا۔ "یہ ضروری نہیں کہ پولیس پارٹی کے ساتھ ہو۔ میرا تو خیال ہے کہ پولیس پارٹی نیچے آگرے کی طرف ہمیں تلاش کرے گی پولیس جانتی ہے کہ ہم پنجاب کی طرف نہیں جائیں گے کیونکہ پنجاب میں خون ریز فسادات ہو رہے ہیں"۔

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اس کا ارادہ بھی پنجاب یا پاکستان کی طرف جانے کا نہیں تھا اس نے پروگرام بدل لیا تھا۔ وہ کشمیر کی طرف نکل جانا چاہتا تھا تاکہ وہاں مجاہدین کے ساتھ شامل ہو کر اپنے نئے اسلامی ملک پاکستان کے لئے جہاد میں شریک ہو سکے۔ اس نے دلی میں اخباروں میں پڑھ لیا تھا کہ مجاہدین کشمیر پر اسلامی پرچم لہراتے ہوئے سری نگر کی طرف بڑھ رہے ہیں وہ انبالے سے شملے کی طرف مڑ جانا چاہتا تھا۔ وہاں فسادات کی وہ شدت نہیں تھی جو پنجاب میں تھی۔

گاڑی دلی سے کافی دور نکل آئی تھی۔ ابھی تک انہیں پولیس کی کوئی گاڑی نہیں ملی تھی۔ دلی پولیس نے وائرلیس پر آگے میرٹھ پولیس کو کمالے کے فرار کے بارے میں ضرور اطلاع کر دی ہو گی۔ جبرو دل میں یہی سوچ رہا تھا۔ دلی پولیس نے میرٹھ والوں کو خبردار کر دیا تھا مگر وہاں مسلم کش فسادات کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے پولیس نے اس اطلاع کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔ مسلمان کانسٹیبلوں سے ویسے ہی اسلحہ لے لیا گیا تھا۔

یہ حالات جبرو اور کمالے کے لئے سازگار تھے۔ چنانچہ وہ میرٹھ تک بغیر کسی رکاوٹ کے نکلتے چلے گئے۔ یہاں انہوں نے گاڑی شہر سے باہر ایک طرف کھڑی کر دی۔ جبرو خود جا کر بازار سے تینوں کے لئے کھانا لے آیا۔ انہوں نے گاڑی میں ہی کھانا کھایا بھری ہوئی دونوں رائفلیں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پڑی تھیں۔ پستول جبرو کی جیب میں تھا۔

لی کو ابھی تک یہی معلوم تھا کہ وہ لوگ پاکستان جا رہے ہیں جب راستے میں انہیں رات ہو گئی اور انبالہ چھاؤنی سے جبرو نے گاڑی کا رخ کالکا کی طرف موڑا تو لی چونکی۔ "تم کدھر جا رہے ہو جبرو؟"

جبرو نے کہا۔ "آگے پنجاب میں حالات خطرناک ہیں میرا ارادہ کشمیر کی طرف سے پاکستان میں داخل ہونے کا ہے"

لی خاموش ہو گئی۔ پنجاب میں واقعی حالات بہت خراب تھے۔ انبالہ سے کالکا جاتے ہوئے جب رات گہری ہو گئی تو کمالے نے کہا کہ یہاں ہمیں کسی جگہ رات بسر کرنی چاہئے راستے میں وہ تینوں باری باری گاڑی چلاتے آئے تھے۔ جبرو کہنے لگا۔ "رات تو پھر اسی گاڑی میں ہی بسر ہو گی۔ لی گاڑی میں سو جائے گی"۔

لی نے کچھ سوچ کر کہا۔ "جبرو! کالکا میں ایک گرجا گھر ہے اس کے فادر میرے رشتے دار ہیں۔ ان سے ہمیں مدد بھی مل سکتی ہے اور ہم وہاں رات بھی آرام سے گزار سکتے ہیں"۔

جبرو نے کہا۔ "اگر کسی طرح سے کمالے کے لئے دوسرے کپڑے مل جائیں تو یہی بہت ہو گا"۔

لی کو جیسے اچانک ایک خیال آگیا۔ کہنے لگی۔ "جبرو! اگر تم پسند کرو تو تم دونوں کو پادریوں کا لباس گرجا گھر سے مل سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے میں وہاں سے تم دونوں کے لئے پادریوں والے کپڑوں کا بندوبست کر سکتی ہوں"۔

جبرو نے کمالے کی طرف دیکھا۔ کمالا کہنے لگا۔ "لی کا خیال بڑا اچھا ہے۔ پادریوں کے بھیس میں ہمیں کوئی پہچانے گا بھی نہیں اور ہم پر شک بھی نہیں ہو گا"۔

جبرو نے لی سے پوچھا۔ "مگر تم اپنے فادر سے یہ کپڑے کیسے لو گی؟ میرا مطلب ہے ہمیں ان سے کیا کہہ کر ملاؤ گی؟"

لی نے اسٹرنگ خود سنبھال لیا۔ وہ کالکا کئی بار آ چکی تھی۔ رات کے گیارہ بجے وہ کالکا پہنچ گئے۔ گرجا گھر اس نیم پہاڑی چھوٹے سے صاف ستھرے شہر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کنارے واقع تھا۔ دروازے کی محراب پر ایک بتی روشن تھی۔ لی نے جبرو اور کمالے کو گاڑی میں بیٹھے رہنے کو کہا اور خود اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی اور کہا۔ "میں نے فادر کو بتا دیا ہے کہ کمالا ایک چھوٹے کیس میں قید کاٹ رہا تھا اور اسے جیل سے نکال کر لے جا رہے ہیں۔ میں فادر کے آگے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ فادر بڑا رحم دل انسان ہے وہ ہماری مدد کرنے پر تیار ہو گیا ہے۔ میرے ساتھ اندر چلو"۔

فادر واقعی بڑا مہربان اور کم سخن قسم کا نیک دل انسان تھا مگر اس نے اتنا ضرور کہا۔ "میرے بچو! میں تمہاری مدد کرنے پر تیار ہوں۔ مگر تم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکو گے۔ وعدہ کرو کہ اگر خدا نہ کرے تم لوگ پکڑے گئے تو میرا نام کہیں نہیں لو گے"۔

کمالے نے کہا۔ "سر! ہم پاگل ہی جو آپ کا نام لیں گے"۔

وہ رات انہوں نے گرجا گھر میں ہی گزاری۔ صبح صبح تینوں نے تھوڑا بہت ناشتا کیا فادر نے کمالے اور جبرو کو پادریوں والے کپڑے دیے۔ دونوں نے سیاہ کپڑوں میں بالکل پادری لگنے لگے لی نے اپنا حلیہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

جب فادر کو انہوں نے بتایا کہ وہ کشمیر کی طرف سے نئے آزاد اسلامی ملک پاکستان جانا چاہتے ہیں تو وہ بولا۔ "یہ راستہ تو تمہیں بہت لمبا پڑے گا۔ تمہیں چمبہ گانگڑہ کی طرف سے ہو کر جانا ہو گا۔ اور وہاں بھی ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہیں۔ جموں میں تو حالات بہت ہی خراب ہیں اگرچہ تم عیسائی پادریوں کے لباس میں ہو پھر بھی خطرہ ہے لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اگر ہندوؤں کو تم پر ذرا سا بھی شک پڑ گیا تو سرینگر پہنچنے سے پہلے ہی وہ لوگ تمہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ ڈوگرہ فوج بھی ان کے ساتھ مل گئی ہے"

جبرو نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے کہا۔ "دیکھا جائے گا۔ زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے"۔

کمالے نے بھی جبرو کے خیال کی تائید کی۔ لی جبرو کو زندہ دیکھنا چاہتی تھی۔

فادر نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا۔ وہ حقائق پر مبنی تھے اور اس نے جبرو سے کہا۔ "میرا تو خیال ہے کہ تم کچھ دن یہیں گزرتے ہیں۔ جب ذرا حالات اچھے ہوں گے تو چلے جانا"۔

جبرو بولا۔ "پولیس کمالے کے پیچھے لگی ہے وہ یہاں بھی پہنچ سکتی ہے"۔

عیسائی پادری کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنی انگلی اٹھائی اور کہنے لگا۔ "ایک طریقہ ہو سکتا ہے"۔ جبرو، کمالا اور لی، فادر کی طرف تکنے لگے۔ پادری نے کہا۔ "ہمارے چرچ کی ایک ایمبولینس گاڑی دوائیاں اور کتاب مقدس کے کچھ نسخے لے کر جموں جانے والی ہے یہ ایمبولینس دھرم شالہ اور کٹھوعہ سے ہوتی ہوئی جموں جائے گی۔ یہ گاڑی اکثر جموں جاتی رہتی ہے تم اگر چاہو تو اس گاڑی میں بیٹھ کر جموں خیریت سے پہنچ سکتے ہو"۔

"یہ گاڑی کب جائے گی"۔ کمالے نے دریافت کیا۔

"ایک ہفتے بعد جائے گی۔ تم اتنے دن یہاں اطمینان سے رہنا۔ یہاں کوئی تمہیں نہیں پوچھے گا۔ پھر تم پادریوں کے لباس میں ہو"۔

لی نے فوراً ہاں کر دی۔ جبرو کہنے لگا۔ "مگر ایک ہفتہ کافی ہوتا ہے۔ اس دوران کچھ بھی ہو سکتا ہے"۔

لی نے تڑپ کر کہا۔ "کچھ نہیں ہوگا۔ یہاں کچھ نہیں ہو گا۔ میں اپنی گاڑی میں تمہیں ساتھ لے جانے کا خطرہ کبھی نہیں لوں گی۔ ہندو سکھ تو مسلمانوں کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ فادر ٹھیک کہتے ہیں۔ ہم ایک ہفتہ بعد چرچ کی گاڑی میں جموں جائیں گے۔ یہ گاڑی بہت محفوظ ہوتی ہے۔ اسے کوئی نہیں پوچھتا اس کے اوپر صلیب کا نشان بھی لگا ہوتا ہے"۔

کمالا اور جبرو وہاں سے جلدی نکل جانا چاہتے تھے مگر لی کی وجہ سے وہاں ایک ہفتہ رہنے پر مجبور ہو گئے۔ لی کو بڑی خوشی ہوئی۔ پادری صاحب نے کمالے اور جبرو کو چرچ کے عقبی احاطے میں ایک کوٹھری دے دی۔ لی کے لئے انہوں نے کچن کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ والا چھوٹا اسٹور خالی کرا دیا۔

☆☆☆

کسی نہ کسی طرح انہوں نے ایک ہفتہ وہاں کاٹ لیا۔ ہفتے بعد انبالہ کینٹ سے چرچ کی گاڑی آگئی۔ یہ ایمبولینس گاڑی تھی۔ اس کے سامنے پیتل کی صلیب لگی ہوئی تھی۔ دونوں پہلوؤں پر ریڈ کراس کے نشان بھی تھے۔ اسے مکتی فوج کا ایک سرخ وردی والا عیسائی بوڑھا ڈرائیور چلا رہا تھا فادر نے اسے کہا کہ تمہارے ساتھ دو فادر اور ایک عورت بھی جموں جائے گی۔ یہ لوگ ہمارے مہمان ہیں۔ انہیں خیریت سے جموں پہنچا دینا۔ عیسائی ڈرائیور نے ادب سے کہا۔ "فادر! آپ بے فکر رہیں۔ میں آپ کے مہمانوں کو جموں پہنچا دوں گا"۔

چرچ کی یہ گاڑی صبح صبح روانہ ہوئی۔ لی اگلی سیٹ پر عیسائی ڈرائیور کے ساتھ بیٹھی۔ جبرو اور کمالا ایمبولینس کے اندر بیٹھ گئے ایمبولینس میں مقدس کتاب کے دو بنڈل اور دوائیوں کے چار کھوکھے بھی رکھ دیے گئے تھے۔ لی نے فادر کا شکریہ ادا کیا۔ فادر نے انہیں دعا دی اور چرچ کی یہ ایمبولینس دھرم شالہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

گاڑی کے اندر جبرو اور کمالا اکیلے تھے۔ تب کمالے نے جبرو سے پوچھا۔ "لی کو ساتھ کیوں لے جا رہے ہو لالا۔ کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو"۔

جبرو نے کہا۔ "کمالے تم خوب جانتے ہو کہ ہم لوگ جس مقام پر پہنچ چکے ہیں وہاں شادیاں نہیں ہوا کرتیں"۔

کمالا بولا۔ "لالا! تو پھر اسے واپس کیوں نہیں بھیج دیتے؟"

اب جبرو نے کمالے کو وہ ساری باتیں بیان کر دیں جو لی اور جبرو کے درمیان دلی میں ہوئی تھیں۔ جبرو نے کہا۔ "لی دل سے مجھے چاہتی ہے اس کے مجھ پر بڑے احسان بھی ہیں اس کا کوئی قصور بھی نہیں ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں اسے کیسے راستے میں چھوڑ دوں؟ پہلے میں نے یہی سوچا تھا مگر اب اسے کسی جگہ ایسے چھوڑ

دینے کا حوصلہ نہیں پڑ رہا"۔

کمالا بولا۔ "لالا! اس کا مطلب ہے کہ تم میں کمزوری آگئی ہے۔ میں تو اب بھی یہی کہوں گا کہ اسے جموں میں ہی کسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں یہ آگے چل کر ہمارے لئے مصیبت بن جائے گی۔ ہم اگر واقعی جہاد کشمیر میں حصہ لینے جا رہے ہیں تو لی کو کہاں سنبھالتے پھریں گے؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایمبولینس نیم پہاڑی میدان میں آگے ہی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ جبرو نے پستول اور دونوں رائفلیں بھی اپنے ساتھ ہی ایمبولینس میں چھپا کر رکھ لی تھیں رائفل کی گولیوں کے کچھ راؤنڈ بھی تھے۔ پستول جبرو نے اپنے پاس رکھا تھا۔

جبرو نے کہا۔ "کمالے! میں اس عورت سے محبت وغیرہ کچھ نہیں کرتا مگر میں اسے دھوکا بھی نہیں دینا چاہتا۔ سری نگر پہنچ کر میں اسے بتا دوں گا کہ میں شادی نہیں کر سکتا۔ اگر اس نے میرے ساتھ ہی رہنے کو کہا تو میں انکار نہیں کروں گا۔ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ ہمارے ساتھ جہاد کشمیر میں شریک ہو جائے گی"

کمالا کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ کھپریل کی سرخ چھتوں والے کچھ مکان سڑک کے کنارے کنارے پیچھے کو گزر گئے وہ بولا۔ "لالا! کیا دھرم شالہ آگیا ہے؟"

جبرو نے باہر نگاہیں دوڑائیں اور کہا۔ "پتا نہیں میں نے یہ علاقہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں پہلے سیالکوٹ یا ہوشیار پور کی طرف سے جموں جاتا رہا ہوں"۔

دوپہر کو چرچ کی ویگن ایک چھوٹے سے نیم پہاڑی قصبے میں رکی۔ عیسائی ڈرائیور نے لی سے کہا۔ "سسٹر یہاں ہم کھانا کھائیں گے اور تھوڑا آرام کریں گے"۔

اس جگہ ہندو وشنو ہوٹل تھا۔ جبرو نے کھڑکی سے باہر دیکھا پولیس کا کوئی آدمی اسے نظر نہ آیا۔ اتنے میں لی باہر کھڑکی کے پاس آکر بولی۔ "ہم کھانا کھائیں گے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمالا اپنا سر کھجاتا نیچے اتر آیا۔ لوگ ان دونوں کو کرسچن پادری ہی سمجھ رہے تھے انہوں نے چھوٹے سے دکان نما وشنو ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانے کے فوراً بعد جبرو اور کمالا ایمبولینس میں آکر لیٹ گئے۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ڈرائیور گاڑی کو لے کر کٹھوعہ کی طرف روانہ ہو گیا اسی طرح پہاڑی علاقے میں سفر کرتے کرتے یہ لوگ کٹھوعہ پہنچ گئے۔

یہاں پہلی بار جبرو کو ڈوگرہ فوجی اور پولیس کے کچھ آدمی نظر آئے۔ جبرو نے کمالے سے کہا۔ "یہ ایاستی پولیس ہے ان سے ہمیں اتنا خطرہ نہیں"۔

کمالے نے محسوس کیا کہ کٹھوعہ شہر کی سڑکیں اور لاری اڈا ویران ویران ہے۔ وہ بولا۔ "لالا! گڑبڑ ہے یہاں۔ ڈوگرہ فوجی جگہ جگہ کھڑے ہیں اگر انہوں نے تلاشی لی تو رائفلیں برآمد ہو جائیں گی"۔

جبرو نے کہا۔ "دیکھا جائے گا۔ تم خاموشی سے بیٹھے رہو"۔

چرچ کی گاڑی کٹھوعہ کے لاری اڈے کے باہر ایک طرف سڑک کنارے کھڑی تھی۔ للی نے ڈرائیور سے پوچھا۔ کہ اس نے گاڑی کیوں کھڑی کر دی ہے۔ ڈرائیور نے کہا۔ "سسٹر یہاں آگے جانے کی پرچی ملتی ہے۔ اور گاڑی کو چیک بھی کیا جاتا ہے"۔

للی پریشان ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ دونوں رائفلیں گاڑی میں موجود ہیں۔ اور جبرو کے پاس پستول بھی ہے۔ یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں یہ لوگ کمالے اور جبرو میں سے کسی کو پہچان نہ لیں۔

اتنے میں ایک ریاستی سپاہی کندھے پر رائفل لٹکائے گاڑی کی طرف آیا۔ وہ عیسائی ڈرائیور کو جانتا تھا۔ انہوں نے آپس میں سلام دعا کی للی بھی پاس ہی کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے کہا۔ "گرائیں جی! یہ سسٹر اور دو پادری صاحب بھی ہمارے ساتھ ہیں"۔

سپاہی نے گاڑی میں جھانک کر دیکھا۔ جبرو اور کمالا پادریوں کے لباس میں سیٹ

پر خاموش بیٹھے تھے۔ سپاہی نے ان پر ایک نگاہ ڈالی پھر کتابوں کے بکس اور دوائیوں کے پیکٹ دیکھے اور بولا۔ "ٹھیک ہے گرائیں"۔

للی نے اطمینان کا سانس لیا۔ جبرو نے بھی اس جیب سے ہاتھ نکال لیا جس میں بھرا ہوا پستول تھا۔ سپاہی نے پرچی کاٹ کر ڈرائیور کو دی ڈرائیور نے اسے دو روپے ادا کیے اور گاڑی جموں کی طرف روانہ ہو گئی۔ ڈرائیور نے للی سے کہا۔ "یہ سپاہی کہہ رہا تھا کہ جموں کے اکثر علاقوں میں کرفیو لگا ہوا ہے وہاں چن چن کر مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ ہم دوسری طرف سے چرچ جائیں گے اگر کرفیو لگا بھی ہوا تو ہماری گاڑی کو ڈوگرہ فوجی جانے دیں گے۔ یہ چرچ کی گاڑی ہے اسے کوئی نہیں روکتا"

گاڑی جموں شہر میں داخل ہوئی تو سارا علاقہ سنسان پڑا تھا۔ للی کو دور کچھ مکانوں سے دھوئیں کے بادل اٹھتے نظر آئے تو وہ سمجھ گئی کہ شہر کی حالت ٹھیک نہیں۔ ڈوگرہ فوجیوں کی ایک جیپ سامنے سے آرہی تھی۔ ڈرائیور نے کہا۔ "یہ لوگ چیکنگ کریں گے سسٹر تم کچھ نہ بولنا میں بات کروں گا"۔

فوجی جیپ گاڑی کے سامنے آکر رک گئی۔ ڈرائیور نے بریک لگائی اور کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر بولا۔ "سر! یہ چرچ کی ایمبولینس ہے ہم دوائیں اور کتابیں لے کر کالکا سے آرہے ہیں"۔

ڈوگرہ فوجی نے غصے سے کہا۔ "تمہیں پتا نہیں شہر میں کرفیو لگا ہے' کہاں جا رہے ہو؟"

ڈرائیور نے کہا۔ "سر دریا پار والے چرچ جاؤں گا۔ میرے ساتھ دو پادری لوگ بھی ہیں"۔

فوجی نے ڈرائیور سے کہا۔ "جاؤ جاؤ نکل جاؤ"

ڈرائیور تیزی سے گاڑی نکال کر لے گیا جبرو اور کمالا گاڑی میں خاموش بیٹھے تھے وہ ساری باتیں سن رہے تھے جبرو نے پستول نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا جب ڈوگرہ فوجیوں کی جیپ گزر گئی تو اس نے پستول جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "کرفیو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگا ہے"۔

کمالے نے آہستہ سے "ہوں" کہا اور دونوں خاموش ہو گئے۔

ڈرائیور گاڑی کو تیز بھگاتا خالی سڑکوں پر سے نکال کر دریا کی دوسری طرف لے آیا۔ شہر کی دوسری طرف کئی مکانوں میں دھواں اٹھ رہا تھا۔ یہ مسلمانوں کے مکان جل رہے تھے۔ پل کی ایک طرف جھاڑیوں میں کچھ لاشیں بھی نظر آئیں۔ ڈرائیور نے گاڑی چرچ کے احاطے میں داخل کر کے ایک طرف دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی اور سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے بولا۔ "خدا نے بچا لیا ہے مجھے نہیں پتا تھا کہ جموں کے حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں"۔

کالکا کے چرچ کے پادری نے جموں کے پادری کے نام ایک خط بھی دیا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ دو پادری صاحبان جموں آ رہے ہیں یہ پنجاب سے آئے تھے اب کشمیر جا رہے ہیں انہیں سہولت کے ساتھ کشمیر بھجوا دیجئے گا۔ پادری نے خط پڑھ کر جبرو اور کمالے سے ہاتھ ملایا۔

جبرو اور کمالے کا لباس تو پادریوں ایسا تھا مگر وہ پادریوں کی طرح بات نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ لی انہیں بہت کم بات کرنے کا موقع دیتی۔ یہاں بھی اس نے بات کی اور کہا کہ ہم لوگ سرینگر جانا چاہتے ہیں پادری نے جواب دیا۔ "شہر میں کرفیو لگتا رہتا ہے۔ حالات بڑے خراب ہیں میں کوشش کروں گا کہ ذرا حالات ٹھیک ہوں تو آپ لوگوں کو چرچ کی گاڑی میں سرینگر روانہ کر دوں گا"۔

پادری کے بال بچے بھی وہیں رہتے تھے۔ لی تو ان کے پاس چلی گئی اور جبرو اور کمالے کو ایک چھوٹا سا کمرا مل گیا۔ رات کو سب نے مل کر کھانا کھایا۔ جبرو اور کمالا بہت کم بولے۔ ہوں ہاں ہی کرتے رہے۔ لی ان کی طرف سے بھی بولتی رہی رات کو جبرو اور کمالا اپنے چھوٹے سے کمرے میں آ گئے۔ کمالے نے اپنی گردن کے کالر کو کھولتے ہوئے کہا۔ "لالا! یہ کپڑے بڑے تنگ کرتے ہیں۔ ابھی کب تک ان کپڑوں میں رہنا ہو گا"۔

جبرو نے چارپائی کے نیچے سے کپڑے میں لپٹی ہوئی رائفلیں نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ کپڑے غنیمت ہیں کمالے۔ ابھی تک ان کی وجہ سے ہی یہاں تک پہنچے ہیں۔ بس ذرا حالات ٹھیک ہوئے تو فوراً" سرینگر کی طرف چل پڑیں گے۔ یہ پادری بھی بڑا اچھا آدمی ہے"۔

کمالا بولا۔ "یار کہیں ہماری پول نہ کھل جائے"۔

"پول کھل گئی تو کیا ہو گا"۔ جبرو رائفلوں کو صاف کر رہا تھا اس نے میگزین چیک کیا۔ دونوں رائفلوں میں چھ چھ راؤنڈ بھرے ہوئے تھے۔

کمالا کہنے لگا۔ "لالا! سرینگر میں احمد بٹ کے پاس ہی چلیں گے وہ مجاہدوں کے ساتھ ہی ہو گا۔ اسکا گھر مجھے معلوم ہے"۔

"ہاں اسی کے پاس ہی جائیں گے"۔ جبرو نے رائفلوں کو کپڑے میں لپیٹ کر دوبارہ چارپائی کے نیچے رکھ دیا۔ رات انہوں نے وہیں سو کر گزاری۔

دن نکلا تو چرچ کے پچھلے برآمدے میں بیٹھ کر انہوں نے چائے پی۔ ناشتہ کیا۔ لی بھی ان کے پاس آ گئی تھی۔ اس نے بتایا کہ کرفیو کا کوئی پتا نہیں کب کھلتا ہے۔ فادر کہہ رہے تھے کہ شاید آج بھی کرفیو لگا رہے۔ جبرو سوچنے لگا۔

کمالا بولا۔ "اس طرح تو ہم یہاں قید ہو جائیں گے۔ یہاں سرینگر کے مقابلے میں خطرہ زیادہ ہے۔ اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں اللہ کا نام لے کر نکل جانا چاہئے"۔

جبرو نے کہا۔ "پادری صاحب سے آج بات کر کے دیکھ لو لی"۔

لی کہنے لگی۔ "کالکا میں ایک ہفتہ انتظار کیا تھا تو کتنا فائدہ ہوا۔ اطمینان سے جموں پہنچ گئے اب یہاں کم از کم دو دن تو انتظار کرنا چاہیے۔ فادر بڑا اچھا بندوبست کریں گے۔ میرا خیال ہے وہ اپنے کسی آدمی کے ساتھ ہمیں روانہ کریں گے"۔

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ باہر شور و غل کی آواز سنائی دی۔ سب کے کان کھڑے ہو گئے' جب ہر ہر مہادیو کا نعرہ بلند ہوا تو جبرو سمجھ گیا۔ کہ یہ ہندو بلوائی ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "یہ کون لوگ ہیں چرچ میں کیوں آئے ہیں"۔

اتنے میں پادری صاحب گھبرائے ہوئے اس کے پاس آئے۔ ان کا چہرہ پریشان تھا۔ کہنے لگا۔ "کیا آپ لوگ مسلمان ہیں"۔

جبرو اور کمالا' لی کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ "بات کیا ہے فادر؟"

پادری صاحب بولے۔ "باہر علاقے کے کچھ ہندو اور سکھ آگئے ہیں۔ یہ غنڈہ ٹائپ ہیں ان کے پاس بندوقیں اور تلواریں ہیں کہتے ہیں گرجے میں دو مسلمان چھپے ہوئے ہیں انہیں باہر نکالو"۔

لی نے کہا۔ "مگر فادر یہ تو دونوں کرسچین ہیں گرجے میں کہیں دوسری جگہ کوئی مسلمان نہ چھپے ہوئے ہوں"۔

پادری صاحب نے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے بیٹی۔ گرجا تو بالکل خالی پڑا ہے۔ اور پھر ایک سکھ نے تو یہ بھی کہا ہے کہ دونوں مسلمان پادریوں کے لباس میں ہیں"۔

لی نے اپنے حواس قابو میں رکھتے ہوئے کہا۔ "فادر انہیں کیسے پتا چلا؟ میرا مطلب ہے وہ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؟"

"یہی تو میں حیران ہوں"۔ پادری صاحب بولے..... "بیٹی؟ اگر کوئی ایسی بات ہے تو مجھے صاف صاف بتا دو۔ میں کوئی دوسرا بندوبست کر لوں"۔

لی نے اعتماد کے ساتھ کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے فادر یہ تو دونوں کرسچین فادر ہیں۔ یہ فادر ڈیوڈ ہیں اور یہ فادر لوئیس ہیں"۔

گرجا گھر کے دروازے کی طرف سے ہندو سکھوں کے نعروں کی آواز برابر بلند ہو رہی تھی۔ پادری صاحب فوراً وہاں سے ہٹ گئے اور ہندو سکھ غنڈوں کے پاس آکر بولے۔ "بھائیو! میرے چرچ میں دو پادری اس وقت ضرور ہیں۔ مگر وہ کرسچین فادر ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ تمہیں کسی نے غلط خبر دی ہے"۔

ایک بھاری بھرکم ہندو بندوق کو لہرا کر بولا۔ "پادری صاحب! انہیں باہر نکال دو پھر ہم جانیں اور ہمارا کام ہمیں صحیح اطلاع ملی ہے کہ وہ دونوں مسلمان ہیں"۔

پادری صاحب نے ایک بار پھر اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "بھائیو! آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے دونوں پادری کرسچین ہیں۔ اب میں آپ کو کیسے سمجھاؤں"۔

ہندو غنڈہ بولا۔ "ٹھیک ہے ہم ان کے کپڑے اتروا کر دیکھ لیتے ہیں ابھی پتا چل جائے گا کہ وہ عیسائی ہیں کہ مسلمان"۔

معاملہ سنگین تھا اور پادری صاحب کو لی نے یقین بھی دلایا تھا کہ دونوں کرسچین ہیں اس لئے وہ راضی ہو گئے کہ صرف اس طریقے سے یہ بلا ٹل سکے گی۔ انہوں نے کہا۔ "میں ابھی ان کو لے کر آتا ہوں آپ یہیں ٹھہریں"۔

پادری صاحب واپس برآمدے میں لی کے پاس آئے تو دیکھا کہ دونوں پادری وہاں نہیں ہیں اور لی بھی نہیں تھی۔ پادری صاحب سامنے والے کمرے کی طرف دوڑے۔ کمرے کے اندر انہوں نے ایک دوسرا ہی منظر دیکھا۔ کمالے اور جبرو نے پادریوں والے کپڑے اتار ڈالے تھے اور پھر سے جیکٹ اور پتلونیں پہن لی تھیں۔ کمالے کے لئے جیکٹ پتلون انہوں نے کالکا میں ہی لی کے ذریعے خرید لی تھیں۔ دونوں کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ لی ان کے پاس گھبرائی ہوئی کھڑی کہہ رہی تھی۔ "جبرو خدا کے لئے ایسا نہ کرنا ان غنڈوں کو ڈوگرہ فوج کی حمایت حاصل ہے اور یہ گرجا گھر ہے"۔

جبرو نے کہا۔ "ہم گرجا گھر کا احترام کرتے ہیں"۔

دونوں نے پادری صاحب کو دیکھا تو چپ ہو گئے۔ پادری صاحب بولے۔ "تو کیا یہ ہندو سکھ ٹھیک کہہ رہے ہیں؟"

لی کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ جبرو نے اس کے منہ پر اپنا چوڑا ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ "پادری صاحب! ہم دونوں مسلمان ہیں اور پادری نہیں ہیں۔ ہمیں معاف کر دیں۔ ہم گرجا گھر میں فائرنگ نہیں کریں گے کیونکہ گرجا گھر کی عزت کرتے ہیں۔ چلو کمالے"۔

جبرو نے اسے اشارہ کیا۔ اور دونوں گرجے کی عقبی دیوار کی طرف دوڑے لی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے چلا کر کہا۔ "میں بھی آرہی ہوں"۔

جبرو نے پلٹ کر کہا۔ "نہیں لالی تم یہیں ٹھہرو۔ ہم تمہیں واپس آکر لے جائیں گے"۔

جبرو نے دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ ہندو غنڈوں نے دونوں کو بھاگتے دیکھ لیا اور چیخ کر بولا۔ "مسلے بھاگ رہے ہیں۔ انہیں ختم کر دو۔ پاکستان بنا دو ان کا"۔

یہ آواز جبرو اور کمالے نے بھی سن لی۔ وہ دوڑ کر سڑک پار کر رہے تھے۔ سامنے آموں کا باغ تھا۔ غنڈے نعرے لگاتے ان کے پیچھے دوڑے۔ ایک نے بندوق کا فائر بھی کر دیا۔ جبرو وہیں رک گیا۔ "کمالے کتے کی موت نہیں مریں گے"۔

اس نے اوپر تلے تین فائر کیے ان میں سے صرف ایک گولی خالی گئی۔ دو گولیوں نے دو بلوائیوں کو ڈھیر کر دیا۔ دوسری طرف سے کمالے نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ بلوائیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا مقابلہ ہندوستان کے دو نامی گرامی ڈاکوؤں سے ہو رہا ہے۔ وہ الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے۔ جاتے ہوئے اپنے پیچھے چھ سات بلوائیوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں چھوڑ گئے۔

جبرو نے سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ادھر چلو"۔

دونوں دوڑتے ہوئے باغ میں سے نکل کر سامنے والے میدان میں داخل ہو گئے۔ جبرو نے اس میدان کے پیچھے مسجد کا گنبد اور مینار ابھرتے دیکھ لیا تھا وہ بولا۔ "یہ مسلمانوں کا محلہ ہے وہاں ہم محفوظ ہوں گے"۔

میدان چھوٹا سا تھا وہ بھاگ کر اس میں سے گزر گئے۔ جس محلے کو وہ مسلمانوں کا محلہ سمجھ رہے تھے وہ مسلمانوں کا محلہ ضرور تھا مگر اب وہاں کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کی کٹی ہوئی چھلنی لاشوں اور بکھرے ہوئے سامان کے اور کچھ نہیں تھا۔ مسجد کے صحن میں بھی مسلمانوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ جبرو نے کہا۔ "یہاں تو بڑا ظلم ہوا ہے کمالے! سارے کے سارے مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا ہے"۔

مکانوں کے دروازے ٹوٹے پڑے تھے۔ قیمتی سامان لوٹ لیا گیا تھا۔ تقریباً" ہر مکان میں اسلامی کیلنڈر اور طغرے لگے تھے۔ انہوں نے کئی عورتوں کی لاشیں بھی دیکھیں جن کے جسموں سے نیزے آر پار ہو چکے تھے۔ بچوں کے کٹے ہوئے اعضا بھی جگہ جگہ بکھرے پڑے تھے۔ کمالا اپنے جذبات کو بمشکل دباتے ہوئے بولا۔ "جبرو مجھ سے مسلمانوں کی یہ لاشیں نہیں دیکھی جاتیں"۔

جبرو کو بھی سخت صدمہ ہوا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ وہ ایک خالی مکان کی چھت پر آگئے۔ یہاں بازار کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ جہاں کچھ ہندو سکھ غنڈے ڈوگرہ کے ساتھ مکانوں میں سے قیمتی سامان نکال کر رکھ رہے تھے۔

کمالا کہنے لگا۔ "ادھر جانا مناسب نہیں پچھلی طرف سے نکلتے ہیں"۔

وہ چھت پر سے دوسرے مکان کی چھت پر کود گئے۔ یہاں سے ایک زینہ نیچے صحن میں جاتا تھا۔ وہ صحن میں آئے تو انہیں ایک لڑکی اور ایک ادھیڑ عمر آدمی لاشیں چھپر کے نیچے پڑی نظر آئیں۔ دونوں لاشوں کی آدھی گردنیں کٹی ہوئی تھیں۔ لاشوں کا خون فرش پر جم کر سیاہ پڑ گیا تھا۔ دونوں دوست رائفلیں سنبھالے گلی کی طرف جانے والے دروازے کی طرف بڑھے تو انہیں کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔

ان کے قدم وہیں رک گئے۔ کراہنے کی آواز کسی عورت کی تھی اور سامنے والی کوٹھری سے آرہی تھی۔ "اندر کوئی عورت زخمی پڑی ہے۔" کمالے نے کہا۔

"آؤ چل کر دیکھتے ہیں"۔ جبرو کوٹھری کی طرف بڑھا۔

آدھا دروازہ کھلا تھا اور آدھ کھلے دروازے میں سے دن کی روشنی اندر آرہی تھی۔ اس روشنی میں انہیں ایک عورت اس حالت میں چارپائی پر پڑی دکھائی دی کہ اس کے بال چارپائی سے نیچے لٹک رہے تھے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھے ہوئے تھے۔ چارپائی کے نیچے خون کا ایک چھوٹا سا تالاب بن گیا تھا۔ جبرو اور کمالا اس کی طرف لپکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عورت کی سفید آنکھیں چھت کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں۔ اس کا پیٹ اوپر سے لے کر نیچے تک کھلا ہوا تھا اور انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ اس پر نزع کا عالم طاری تھا۔ عورت کراہتے ہوئے کلمہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبرو نے جلدی سے ایک چادر اٹھا کر عورت کے پیٹ پر ڈال دی۔

کمالے نے آہستہ سے کہا۔ "میں اس کے لئے پانی لاتا ہوں"۔

عورت نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں مر رہی ہوں۔ مجھ سے اب کیا ملے گا تمہیں"۔

جبرو نے جھک کر عورت کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور گلوگیر آواز میں کہا۔ "بہن! ہم مسلمان ہیں"۔

عورت نے اپنی سفید آنکھیں جبرو کی طرف پھریں۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شاید یہ اس کی زندگی کے آخری آنسو تھے پھر اس کی کپکپاتی آواز سنائی دی۔ "میرے خاوند نے چھت پر پاکستان کا جھنڈا لہرایا تھا پھر.... انہوں نے حملہ .... کسی کو نہ چھوڑا۔ میری ایک ہی لڑکی تھی"

عورت کی آواز بلند ہو گئی اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہ رہے تھے۔ وہ کلمہ پڑھنے لگی۔ کمالا اور جبرو سوگوار چہروں کے ساتھ عورت کی چارپائی کے قریب بیٹھے تھے۔ وہ اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ عورت نے کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "تم پاکستان جانا میری چنی ساتھ لے جانا"۔ عورت کی آواز ڈوبنے لگی شمع بجھنے کے قریب پہنچ کر ایک بار پوری طاقت سے بھڑکی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ "میری چنی پاکستان لے جا کے پاکستان کے کسی درخت پر لٹکا دینا بس یہی میری آخری خواہش ہے۔ میں اپنے خاوند کے پاس جا رہی ہوں وہ مجھے لینے آگئے ہیں وہ مجھے بلا رہے ہیں۔ صغراں! میں آ رہی ہوں دھئیے۔"

عورت کے حلق سے بین کی آوازیں نکلنے لگیں۔ وہ سسکیاں بھر کر رو رہی تھی۔ پھر اچانک روتے روتے وہ رک گئی۔ اس نے کلمہ شریف پڑھا اور اس کی گردن

ایک طرف ڈھلک گئی۔ کمالے نے اس کے چہرے کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ جبرو نے کہا۔ "ہم اس کی آخری خواہش ضرور پوری کریں گے۔ اس کا دوپٹہ دیکھو۔ یہیں کہیں ہو گا"۔

مسلمان شہید عورت کا سفید دوپٹہ چارپائی کی دوسری طرف فرش پر پڑا تھا۔ اس پر عورت کے خون کے چھینٹے تھے۔ جبرو نے عورت کا دوپٹہ اٹھایا اور اسے سمیٹ کر اپنی جیکٹ میں ڈال لیا۔

وہ کوٹھری سے باہر نکلنے ہی لگے تھے کہ گلی والے دروازے میں شور ہوا اور ایک آدمی دوڑتا ہوا صحن میں آگیا۔ وہ بلند آواز میں بولا۔ "میں مسلمان ہوں کافر کے ہاتھوں نہیں مروں گا۔ میں مسلمان ہوں تم مجھے نہیں مار سکتے"۔

پشت پر اس کے کپڑے سرخ تھے اور خون پرنالے کی طرح بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے جوش میں چھت کو جاتے زینے کی طرف بڑھا۔ پیچھے سے اس پر فائر ہوا۔ اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ یہ فائر ایک ڈوگرہ فوجی نے کیا تھا جو اس وقت صحن میں آ چکا تھا۔ جبرو اور کمالا کوٹھری کے دروازے کی اوٹ میں تھے۔ جبرو اپنے پر قابو نہ رکھ سکا اس نے رائفل اٹھائی۔ ڈوگرہ فوجی مسلمان کی تڑپتی لاش کے سر پر کھڑا تھا اور دوسرا فائر کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ جبرو نے یکے بعد دیگرے اس پر دو فائر کر دیے دونوں گولیاں ڈوگرہ کی پیٹھ میں لگیں اور وہ ریت کی دیوار کی طرح وہیں ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے دو فوجی اور ہندو سکھ غنڈے اس کے پیچھے تھے انہوں نے اپنے ساتھی کو گرتے دیکھا تو کوٹھری کی طرف فائرنگ شروع کر دی۔ جبرو اور کمالے کے پاس زیادہ گولیاں نہیں تھیں کمالے نے کہا۔ "لالا! میگزین کم ہے۔ فائر کرتے کرتے یہاں سے اوپر چھت پر نکل چلو"۔

جبرو کو معلوم تھا کہ ڈوگرہ فوجیوں کے پاس اسلحہ ختم نہیں ہو گا۔ ایک فوجی گلی والے دروازے کی اوٹ سے فائر کرتے ذرا سا نکل کے سامنے آیا اس نے فائر کیا اور اس سے پہلے کہ واپس اوٹ میں چھپتا۔ جبرو نے کوٹھری کے اندر سے چھلانگ لگائی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس پر فائر جھونک دیا۔ ایک چیخ کی آواز کے ساتھ ڈوگرہ فوجی پیچھے کو گرا۔

جبرو نے چلا کر کہا۔ "کمالے! اوپر دوڑو"۔ دونوں صحن میں سے دوڑ کر سیڑھیاں چڑھ گئے۔ دو ڈوگرہ فوجی ان پر گولیاں برسا رہے تھے مگر دونوں دوست چھت پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔

دوسری طرف گلی اور بازار میں شور مچ گیا تھا۔ ڈوگرہ فوجی ایک دوسرے کو پکار کر بلا رہے تھے۔ ایک جیپ کی آواز بھی آئی کمالا اور جبرو چھتوں کو پھلانگتے ہوئے میدان میں اتر گئے۔

وہ گرجا کی طرف دوڑ رہے تھے ایک جیپ پیچھے سے نمودار ہوئی۔ جیپ میں دو ڈوگرہ فوجی تھے ایک جیپ چلا رہا تھا اور دوسرا ڈوگرہ فوجی جبرو اور کمالے پر فائر کر رہا تھا۔ جبرو نے اپنے آپ کو ایک چھوٹے سے گڑھے میں گرا دیا کمالے نے بھی گڑھے میں چھلانگ لگائی مگر اس کے ساتھ ہی دوہرا ہو گیا اور جبرو کے پاس ایسے گرا جیسے کوئی بھاری پتھر گرتا ہے۔

گولی کمالے کی گردن میں سے گزر گئی تھی اس کی آدھی گردن سرخ چیتھڑا بن چکی تھی خون کا فوارہ اچھل رہا تھا۔ جبرو پاگل ہو گیا جیپ گڑھے کے پاس آکر رک گئی۔ جبرو سمجھ گیا تھا کہ کمالا اس سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ہے۔ ان کی دوستی آج ختم ہو گئی ہے وہ دیوانہ وار نعرہ لگا کر گڑھے سے باہر نکل آیا اور جیپ کی طرف رائفل کا رخ کر کے اندھا دھند فائر کرنے لگا۔

رائفل کی چیمبر میں چار گولیاں تھیں۔ چاروں کی چاروں گولیاں جبرو نے دونوں ڈوگرہ فوجیوں کے سینے میں اتار دیں۔ وہ جیپ میں ہی ایک طرف لڑھک گئے۔

جبرو نے کھینچ کر ان کی لاشوں کو نیچے پھینکا اور رائفل کے دستے کی ضربوں سے دونوں ڈوگرہ فوجیوں کی کھوپڑیاں کچل ڈالیں پھر گڑھے میں سے کمالے کی لتھڑی ہوئی لاش کو نکال کر جیپ میں ڈالا۔ جیپ کو اسٹارٹ کیا اور طوفانی رفتار سے چلاتا ہوا اسے گرجا گھر کے صحن میں لے آیا۔

لی نے جبرو کو جیپ میں دیکھا تو بھاگ کر باہر آگئی۔ جبرو کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "لی! کمالے کی لاش کو یہیں دفن کر دینا میں ایک شہید ماں کی آخری خواہش پوری کرنے جا رہا ہوں"۔

اس نے بڑی محبت سے کمالے کی لاش کو جیپ میں سے اٹھالیا۔ کمالے کی آنکھیں تھوڑی تھوڑی کھلی تھیں۔ لی پر سکتہ طاری تھا۔ جبرو نے کمالے کی لاش کو گرجا گھر کے باغیچے میں جھاڑیوں کے پاس رکھ دیا۔

لی نے کانپتی آواز میں کہا۔ "یہ ... یہ کیسے ہو گیا ہے جبرو؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیز تیز قدموں سے چل کر جیپ میں سوار ہو گیا اور اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ "تم میرا انتظار کرنا لی! زندہ رہا تو واپس آکر تم سے شادی کر لوں گا"۔

اس سے پہلے کہ لی کوئی جواب دیتی جبرو نے فل تھرائل دیا اور جیپ ایک طوفانی بگولے کی طرح گرجے کے صحن سے نکل کر چھوٹی کچی سڑک پر ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ جبرو کو کچھ خبر نہیں تھی کہ کرفیو لگا ہوا ہے کہ نہیں سڑک سنسان تھی وہ ڈوگرہ فوج کی جیپ میں تھا لیکن اس کے کپڑے فوجی نہیں تھے کسی جگہ بھی اسے چیک کیا جا سکتا تھا اور بھاگنے کی صورت میں اس پر مشین گن کی بوچھاڑیں پڑ سکتی تھیں۔

جبرو کو اس حقیقت کا احساس تھا۔ مگر وہ جیپ کو بھگائے لیے جا رہا تھا۔ جموں شہر کی اس سڑک سے وہ واقف تھا جو نیچے ترائی کے علاقوں سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ نارووال کی طرف جاتی تھی۔ پاکستان کی طرف جاتی تھی۔

اس کی جیکٹ میں کچھ گولیاں ابھی باقی تھیں۔ اس نے جیپ ایک طرف درختوں میں اتار دی۔ جیپ سے گولیاں نکالیں۔ یہ سات سات گولیوں کے راؤنڈ تھے اس نے ایک راؤنڈ رائفل میں بھر لیا پستول کمالے کی جیب میں ہی رہ گیا تھا۔ جبرو نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہ شہر کے جنوبی علاقے میں تھا جہاں آبادی زیادہ گنجان نہیں تھی۔ کچی سڑک کی دونوں طرف درخت تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبرو نے جیپ کو آگے بڑھایا۔ وہ سڑک کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ جیپ کی رفتار زیادہ نہیں تھی اس نے اپنے ذہن میں ایک اسکیم سوچ لی تھی صرف اسی اسکیم پر عمل کرتے ہوئے وہ وہاں سے نکل کر پاکستان پہنچ سکتا تھا۔

آگے سڑک کے کنارے ایک ٹیوب ویل لگا تھا جو بند تھا۔ ٹیوب ویل کے پاس ہی ایک ڈوگرہ فوجی کاندھے پر رائفل لٹکائے کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ جبرو نے اسے دور ہی سے دیکھ لیا۔ وہ بے دھڑک جیپ لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور جیپ سے اترتا ہوا بولا۔ "صوبیدار صاحب نے یہ جیپ بھیجی ہے۔ یہ رائفل بھی ہے یہ اپنے پاس رکھ لو"۔

ڈوگرہ فوجی نے سگریٹ جلدی سے پھینک دیا اور اپنی رائفل سنبھالنے ہی لگا تھا کہ جبرو نے بپھرے ہوئے زخمی شیر کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی اور اسے دبوچ کر زمین پر گرا لیا۔ ڈوگرے کی رائفل سڑک پر جا گری۔ اب جبرو کے شکنجے سے اسکا بچنا ناممکن تھا جبرو اس سے تین گنا طاقتور تھا۔ اس نے ڈوگرے کی گردن اس وقت چھوڑی جب وہ ختم ہو چکا تھا۔

جبرو اسے گھسیٹ کر جھاڑیوں کے پیچھے لے گیا اس کی فوجی وردی اتار کر خود پہن لی۔ پتلون اسے ٹخنوں سے اوپر تھی۔ اور خاکی بش شرٹ بھی اسے تنگ تھی مگر یہ وردی پہننا بہت ضروری تھا۔ شہید عورت کا خون آلود دوپٹہ جبرو نے بش شرٹ کے اندر چھپا رکھا تھا۔ ڈوگرے فوجی کی کلغی والی ٹوپی اپنے سر پر اوڑھ لی۔ پھر اس کی رائفل میں سے گولیاں نکال کر جیپ میں رکھیں اور جیپ میں بیٹھ کر کچی سڑک پر آگے چل پڑا۔ جو دریائے توی کی طرف جاتی تھی۔

راستے میں اس سے کسی نے باز پرس نہیں کی اور وہ اطمینان سے دریا کے پل کے پاس پہنچ گیا۔ جبرو نے سڑک کنارے جیپ کو روک دیا۔ وہ پہلی بار جھجک رہا تھا۔ پل پر اگر ڈوگرہ فوجیوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس کا کس بٹالین سے تعلق ہے تو جبرو انہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اسے فوراً

گرفتار کر لیا جاتا۔ رائفل سے وہ دو تین فوجیوں کو ہی مار سکتا تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ وہ تیر کر دریا پار کرے۔ جموں شہر میں دریائے توی کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ وہاں سے دریا آسانی سے پار کیا جا سکتا تھا۔ مگر اس وقت ایک قباحت تھی۔ پل پر سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اگر کسی ڈوگرہ فوجی نے دیکھ لیا کہ ایک فوجی تیر کر دریا پار کر رہا ہے تو وہ ضرور اس کی مدد کو آئے گا کیونکہ پل کے ہوتے ہوئے کسی فوجی کو دریا تیر کر پار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وہ فوجی کپڑے اتار کر ایسا کرتا ہے تب بھی دوسری طرف اسے کرفیو کی خلاف ورزی کے جرم میں پکڑا جا سکتا تھا۔ اس نے سوچا کہ پل کے بہت پیچھے جا کر دریا پار کرنا چاہئے۔

وہ جیپ کو لے کر واپس مڑا اور دریا کے پیچھے کنارے کی طرف چلا گیا۔ کچھ کھیتوں میں سے گزرنے کے بعد دریا کا کنارہ آ گیا۔ یہاں ایک طرف اونچے ٹیلے تھے جن پر مکان بنے ہوئے تھے دریا کا کنارہ ڈھلانی تھا۔ پل کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ جبرو نے جیپ کو جھاڑیوں میں کھڑا کر دیا۔ رائفل کو اپنی پشت پر ڈالا اور دریا میں اتر گیا۔

دریا کا پانی کافی ٹھنڈا تھا مگر وہ تیرنے لگا۔ پانی کا بہاؤ بھی یہاں سے تیز تھا۔ جبرو ایک ماہر تیراک بھی تھا۔ اس نے اس سے بھی بڑے بڑے دریا تیر کر پار کیے تھے وہ کوشش کر رہا تھا کہ پانی کا بہاؤ اسے پل کی طرف زیادہ آگے نہ لے جائے۔ اسکے باوجود دریا کی موجیں اسے ایک فرلانگ آگے لے گئیں وہ جلدی سے دریا سے باہر نکل آیا۔ اب وہ جیپ سے محروم ضرور ہو گیا تھا مگر پل پر موجود فوجیوں کی چیکنگ کے خطرے سے بچ گیا تھا۔ اس کی وردی بھیگ گئی تھی۔

دن ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔ جبرو نے ناشتے کے بعد کچھ نہیں کھایا تھا بلکہ اسے بھوک کا احساس نہیں تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ وہ ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ بش شرٹ اتار کر نچوڑی۔ پھر شہید عورت کا دوپٹہ نکال کر اسے نچوڑا اور دھوپ میں ڈال دیا۔

جب کپڑے ذرا ذرا سوکھ گئے تو اس نے جیکٹ کے اوپر فوجی بش شرٹ پہنی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہید عورت کا دوپٹہ جیکٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا۔ رائفل پکڑی اور ڈھلان کی چڑھائی چڑھ کر اوپر سڑک پر آگیا۔ یہاں سے ایک چھوٹا راستہ گلیوں میں سے ہوتا ہوا سامبا روڈ کی طرف جاتا تھا۔ کرفیو کی وجہ سے بازار اور گلیاں سنسان پڑی تھیں۔ اسکی گیلی وردی دیکھ کر اس پر شک ہو سکتا تھا۔ چنانچہ جبرو نے گلیوں گلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ گلیوں میں اس کی مڈبھیڑ کسی فوجی سے ہو سکتی تھی۔ وہ اس سے بچنا چاہتا تھا سڑک سے اترنے کے ساتھ وہ مکانوں کے پیچھے آگیا جہاں سوکھا تالاب تھا ایک راستہ ان مکانوں کے عقب سے ہوتا ہوا تالاب کے ساتھ ساتھ آگے جا کر پلٹن میدان سے مل گیا تھا۔

پلٹن میدان میں ہزاروں مسلمان اپنے مکانوں سے نکل کر پناہ لیے ہوئے تھے۔ وہ ایک طرح سے پناہ گزیں کیمپ سا بن گیا تھا کیمپ کھلا تھا۔ جموں کے یہ بچے کھچے بے کس و بے بس مسلمان کسمپرسی کی حالت میں کھلے آسمان تلے پڑے تھے۔ کیمپ کے سامنے کی جانب چارپائیوں پر دو چار سپاہی بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔

جبرو فوجی وردی میں تھا وہ سیدھا ان سپاہیوں کے سامنے چلا گیا۔ سپاہی جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبرو نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔ "یہ کیمپ کے مسلمان یہاں کیوں پڑے ہیں؟"

سپاہی نے کہا۔ "حضور کل صبح ان کا قافلہ پاکستان چلا جائے گا"۔

جبرو نے کہا۔ "ان کے ساتھ تمہارا کوئی آدمی جائے گا؟"

ڈوگرہ سپاہی بولا۔ "حضور ہمیں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے آپ ہی گرتے پڑتے پاکستان پہنچ جائیں گے"۔

دوسرا سپاہی ہنس کو بولا۔ "سامبا پار کریں گے تو پاکستان پہنچیں گے"۔

جبرو نے پوچھا۔ "سامبے میں کیا ہے؟"

جواب میں اس سپاہی نے دبی زبان میں بتایا کہ سامبا میں ہندو سکھ قافلے پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

جبرو بولا۔ "ٹھیک ہے تم لوگ ادھر بیٹھ کر پہرہ دو۔ یہاں حملہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہماری بدنامی ہو گی"۔

"یس سر"۔ سپاہی چوکس ہو کر کھڑے ہو گئے۔

جبرو کیمپ کی دوسری جانب چلا آیا۔ مسلمان عورتیں بچے اور جوان اور بوڑھے سہمے ہوئے بیٹھے تھے کسی کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ ان میں کئی زخمی تھے۔ کوئی ایسا نہیں تھا جس کا کوئی نہ کوئی آدمی یا عورت شہر میں شہید نہ ہو گیا ہو اور جس کی لاش شہر کے کسی مکان میں نہ پڑی ہو۔ یہ مسلمان مہاجرین ڈری ڈری نظروں سے جبرو کو تکنے لگے۔ وہ اس کی وردی کی وجہ سے اسے ڈوگرہ ہندو سمجھ رہے تھے۔

جبرو نے محسوس کیا کہ سامبا میں اگر اس قافلے پر حملہ ہو گیا تو یہ نہتے مسلمان مرد اور عورتیں اور بچے بھیڑ بکریوں کی طرح مارے جائیں گے۔ اس کے پاس صرف ایک رائفل تھی اسے مشین گن یا اسٹین گن کی ضرورت تھی مگر یہ چیز اسے کہاں سے مل سکتی تھی۔ جبرو نے بہت سوچا مگر اسے مشین گن حاصل کرنے کا کوئی طریقہ ذہن میں نہ آیا۔

اس نے مہاجرین کے ساتھ ہی پاکستان پہنچنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ کیمپ سے دور ہٹ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ سامنے ایک چھوٹی سڑک تھی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسلحہ کہاں سے حاصل کرے۔

رات اسی عالم میں گزر گئی۔ صبح قافلہ پاکستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جبرو نے ڈوگرہ فوجی کی قمیض اتار کر پھینک دی۔ وہ فوجی بن کر مہاجرین کے قافلے کے ساتھ سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ ایک مسلمان مہاجر کی طرح سفر کر رہا تھا۔ اس کے پاس صرف ایک رائفل تھی۔ جس میں میگزین بھرا ہوا تھا۔

قافلہ کافی لمبا تھا لوگوں نے عورتوں اور بچوں کو گدھوں پر بٹھا دیا تھا اور خود ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ سب کے چہرے سہمے ہوئے تھے۔ پاکستان دور تھا اور سامبے پر حملے کی خبر نے سب پر خوف طاری کیا ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامبا آیا اور گزر گیا۔ لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ گو ابھی قافلہ سڑک پر کچھ ہی دور گیا تھا کہ گولیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ گھبرا کر کچھ لوگ کھیتوں کی طرف بھاگے۔ وہ پھر واپس نہ آسکے۔ جبرو ایک گڈے کے پیچھے رائفل لے کر بیٹھ گیا۔ درختوں کے پیچھے سے منہ پر ڈھاٹے باندھے ہوئے بلوائی ہاتھوں میں تلواریں، نیزے اور بندوقیں لئے نعرے لگاتے نکلے۔ جبرو نے ایک غنڈے کو زد میں لے کر فائر کر دیا۔ وہ گر پڑا۔ پھر دوسرے کو گرا دیا۔

قافلے کی طرف سے گولیوں کی آواز اور اپنے آدمیوں کو گرتے دیکھ کر ہندو سکھ بلوائیوں میں بھگدڑ سی مچ گئی۔ اس کے باوجود آگے کی طرف سے انہوں نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا اور بھاگ گئے جبرو کے پاس چند ایک گولیاں ہی باقی رہ گئی تھیں۔ وہ قافلے کے ساتھ چلتا گیا۔ کبھی آگے نکل جاتا اور کبھی پیچھے رہ جاتا۔ وہ ایک طرح سے قافلے کی حفاظت اور نگرانی کر رہا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اگر بڑا حملہ ہوا تو نہ صرف یہ کہ وہ مسلمانوں کو بچا نہ سکے گا بلکہ خود بھی کسی حملے کی زد میں آجائے گا۔

قافلے میں کسی کو کھانے پینے کا ہوش نہیں تھا کئی مسلمان مہاجر شدید زخمی تھے اور گڈوں پر پڑے تھے۔ وہ دہشت کی وجہ سے کراہ بھی نہیں رہے تھے۔ سارا دن قافلہ نیم پہاڑی علاقے میں سفر کرتا رہا۔ راستے میں کہیں کہیں معمولی حملے ہوتے رہے اور بلوائی قافلے کا سامان لوٹ کر اور کچھ مسلمانوں کو شہید کر کے بھاگ جاتے رہے۔

جبرو اکیلا اتنے بڑے قافلے کو نہیں بچا سکتا تھا۔ پیدل چلنے والے بوڑھوں اور زخمیوں کی حالت جبرو سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ریڑھوں پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ ایک ایک ریڑھے اور گڈے پر درجنوں عورتیں اور بچے سوار تھے۔ عورتوں کو بیچ میں بٹھا کر اوپر چادریں ڈال دی گئی تھیں۔ راستے میں ایک پہاڑی چشمہ آیا تو لوگوں نے وہاں پانی پیا۔ پانی پینے سے قافلے میں بیماری پھیل گئی۔ مہاجرین مرنے لگے لاشوں کو وہیں چھوڑ دیا جاتا کسی کو اتنا ہوش نہیں تھا کہ وہ اپنے پیاروں کو زمین میں دفن کرے ہر ایک کو اپنی جان کی پڑی تھی۔

رات بھی گزر گئی۔ صبح منہ اندھیرے میدانی علاقہ شروع ہو چکا تھا اور جموں کے پہاڑ پیچھے پس منظر میں رہ گئے تھے۔ جبرو نے رات کو ایک آدمی سے سوکھی روٹی لے کر کھائی تھی۔ اس نیک دل آدمی نے جبرو کو زبردستی روٹی کھلائی تھی کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ آدمی یعنی جبرو بندوق لے کر آگے پیچھے چل پھر کر ان کی حفاظت کر رہا ہے۔

قافلے میں آگے کی طرف سے پاکستان زندہ باد کے نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔ کسی نے چلا کر کہا۔ "پاکستان آگیا ہے۔ پاکستان آگیا ہے"۔

قافلے والے شکستہ دل مسلمانوں کے گرد آلود چہروں پر زندگی کی روشنی سی جھلکنے لگی۔ مگر تھوڑی دیر بعد ہی سب کے چہروں پر ایک بار پھر مردنی چھا گئی معلوم ہوا کہ پاکستان ابھی دور ہے اور قافلہ ابھی ہندوستان کی سرزمین میں ہی ہے۔ کھیتوں میں فصلیں کھڑی تھیں مگر وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ کہیں کہیں گاؤں کے مکانوں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

قافلہ زخمی سانپ کی طرح رینگتا ہوا چل رہا تھا۔ قافلے نے ایک نہر کا پل پار کیا تو حملہ ہو گیا۔ ہندو سکھ غنڈے نعرے لگاتے قافلے کے پا شکستہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ آگے قافلے کے قلب میں ہوا تھا۔ جبرو نے رائفل پکڑی اور اس طرف دوڑا کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو بچا لے۔ اس کی رائفل میں صرف چار پانچ گولیاں ہی تھیں۔ اس نے آگے جا کر بھیانک منظر دیکھا۔ بلوائی مہاجرین کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ جبرو سے یہ سب کچھ دیکھا نہ گیا۔ اس نے رائفل سیدھی کی اور ساری گولیاں فائر کر دیں۔

غنڈوں نے قافلے میں سے فائر آتا دیکھا تو ان کے قدم اکھڑے مگر ایک ہندو بلوائی نے جبرو کو فائر کرتے دیکھ لیا تھا۔ اس کے پاس بھی تھری ناٹ تھری کی رائفل تھی اس نے جبرو پر فائر کر دیا نشانہ اتنی مہارت سے نہیں لیا گیا تھا مگر گولی جبرو کے پیٹ میں ناف کے اوپر لگی اور کمر میں شگاف ڈالتی ہوئی نکل گئی تھی۔ جبرو گر پڑا۔ اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیٹ سے خون ابلنے لگا تھا۔ اس نے پیٹ کے سوراخ کو دونوں ہاتھوں سے دبائے رکھا مگر کمر سے خون پرنالے کی طرح بہہ رہا تھا۔

اسے پہلے شدید درد محسوس ہوا۔ پھر اس درد کا احساس ختم ہو گیا اس کے جسم میں جیسے آگ سی لگ گئی تھی اسے شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ ایک ادھیڑ عمر نے جبرو کو اٹھانے کی کوشش کی وہ اسے نہ اٹھا سکا۔ قافلے کے اس حصے کے لوگ جبرو کو دیکھ چکے تھے کہ وہ اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے ان کی حفاظت کرتا رہا ہے دو نوجوان آگے بڑھے۔ انہوں نے جبرو کے زخم پر کپڑا لپیٹا اور اسے اٹھا کر گڈے پر ڈال دیا۔

قافلہ آہستہ آہستہ دوبارہ اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ جبرو نے اشارے سے پانی مانگا۔ کوئی مٹی کی صراحی لے آیا۔ اس میں سے پانی جبرو کے حلق میں ڈالا گیا لیکن سارا پانی جبرو کے پیٹ کے زخم میں سے بہہ کر اوپر بندھے ہوئے کپڑے میں خون کے ساتھ شامل ہو گیا۔

جبرو کی آنکھیں کھلی تھیں اس کے اوپر آسمان تھا۔ سیسے کی طرح تپتا ہوا سفید آسمان۔ جبرو نے لِلی کو دیکھا وہ گرجا گھر کے دروازے پر کھڑی اسے اپنے پاس بلا رہی تھی پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔

جب اسے ہوش آیا تو اس کے کانوں میں پاکستان زندہ باد نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں پڑیں۔ ایک آدمی نے اس کے کان کے پاس منہ لا کر کہا۔ "پاکستان آگیا ہے تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے"۔

جبرو کے جسم میں کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی۔ اسے اپنے جسم میں برف ایسی ٹھنڈک سی اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی وہ اپنا نچلا دھڑ بالکل نہیں ہلا سکتا تھا۔ جبرو نے اپنی انگلیوں کو پھیلایا ابھی وہ زندہ تھا اس نے آہستہ سے ہاتھ اٹھا کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کا بازو پکڑ لیا۔

وہ ایک نوجوان لڑکا تھا اس کے بالوں میں گرد جمی تھی پاکستان پہنچ جانے کی

خوشی میں چہرا دمک رہا تھا۔ اس نے جبرو کے قریب منہ لا کر پوچھا۔ "تم پاکستان میں کہاں جاؤ گے؟"

جبرو نے بڑی مشکل سے ساری طاقت اپنی زبان میں جمع کی اور کہا۔ "میری ایک امانت پاکستان پہنچا دو گے"۔

نوجوان نے پوچھا۔ "کون سی امانت ہے! مگر تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں تمہیں خود ہسپتال لے چلوں گا"۔

جبرو نے محسوس کیا کہ اس کا صرف ہاتھ ہی کام کر رہا ہے دوسرا بازو اپنی جگہ پر جیسے پتھر بن چکا تھا جبرو نے سیدھے ہاتھ کو اپنی خون آلود جیکٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا اور جموں کی شہید ماں کا کچھا سا بنا ہوا میلا خون آلود دوپٹہ نکال کر نوجوان کو دے دیا۔ "جب پاکستان آئے تو ..... اسے کسی درخت پر لٹکا دینا"۔

نوجوان نے دوپٹہ لے لیا۔ اسے کھول کر دیکھا اور بولا۔ "یہ کیا ہے بھائی؟"۔

جبرو نے کہا۔ "جب پاکستان آئے تو ..... اسے ..... اسے کسی درخت پر لٹکا دینا"۔

نوجوان نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں اسے لٹکا دوں گا"۔

پاکستان زندہ باد پاکستان زندہ باد۔ قائد اعظم زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ مسلم لیگ کے رضا کار اور پاک فوج کے کچھ سپاہی خوراک اور فرسٹ ایڈ کا سامان لے کر قافلے کے زخمیوں کو سنبھال رہے تھے۔ لوگوں میں چنے روٹیاں اور پانی تقسیم کر رہے تھے۔ قافلہ پاکستان کی سرحد میں داخل ہو چکا تھا۔

نوجوان نے دونوں بازو اوپر اٹھا کر پوری آواز سے نعرہ لگایا۔ "پاکستان زندہ باد"۔ پھر جبرو کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "پاکستان آگیا ہے میں تمہارے لئے پانی لاتا ہوں۔ تم کہاں جاؤ گے"۔

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ نوجوان نے جبرو کے دل پر ہاتھ رکھا اسے آہستہ سے ہلا کر کہا۔ "فکر نہ کرو تم ٹھیک ہو جاؤ گے"۔

جبرو نے اس بار بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چکی تھی۔

نوجوان نے جبرو کی لاش کو وہی گڈے پر ہی پڑا رہنے دیا اور خود دوسرے لوگوں کے ساتھ مہاجر کیمپ کی طرف بڑھا۔ اچانک اسے اس دوپٹے کا خیال آگیا جو مرنے والے نے اسے دیا تھا۔ نوجوان کے بائیں ٹاہلی کا ایک درخت تھا۔ وہ درخت پر چڑھ گیا اور اس کی ٹہنی پر دوپٹہ باندھ دیا ہوا آئی اور شہید ماں کا خون آلود دوپٹہ لہرانے لگا۔ اس کی اوپر والی ٹہنی پر پاکستان کا ہلالی پرچم بھی لہرا رہا تھا۔ زندہ وپائندہ پرچم!

○☆○